جدید ایڈیشن

رياض الصالحين اردو

تالیف

ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی

۶۳۱-۶۷۶ھ

ترجمہ و فوائد

حافظ صلاح الدین یوسف

جلد دوم

دار السلام
DARUSSALAM

ریاض الصالحین (اردو)

www.KitaboSunnat.com

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب فون:4043432-4033962 1 00966 فیکس:4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

الریاض العلیا فون:4614483 01 فیکس:4644945 الملز فون:4735220 01 سویلم فون:2860422 01

مندوب الریاض: موبائل: 0503459695 قصیم (بریدہ) فون/فیکس:3696124 06 موبائل:0503417156

مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948 مدینہ منورہ فون:8234446 04 فیکس:8151121 موبائل:0504296740

جدہ فون:6879254 02 فیکس:6336270 الخبر فون:8692900 03 فیکس:8691551

ینبع البحر فون/فیکس:3908027 04 خمیس مشیط فون/فیکس:2207055 07

شارجہ فون:5632623 6 00971 امریکہ ہیوسٹن:7220419 713 001 نیویارک:6255925 718 001

لندن فون:4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون:4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

لاہور 36- لوئر مال۔ سیکرٹریٹ سٹاپ

فون: 37232400-37240024-37324034 42 0092 فیکس:37354072 موبائل:0322-8484569
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور فون:37120054 فیکس:37320703 موبائل:0321-4439150

مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن فون:37846714 موبائل:0321-4156390

Y-260 بلاک کمرشل ایریا۔ فیز III ڈیفنس۔ لاہور فون:35692610 موبائل:0321-4212174

اسلام آباد F-8 مرکز۔ فون/فیکس:2281513 موبائل:0321-5370378

کراچی مین طارق روڈ۔(D.C.HS / 110,111-Z) ڈاؤمین مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی

فون:34393936 فیکس:34393937 موبائل:0321-2441843

جدید ایڈیشن

ریاض الصالحین (اردو)

کتاب السلام کتاب الاستغفار أحادیث: 845 1896

تالیف
ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی
۶۳۱-۶۷۶ھ

ترجمہ وفوائد
حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

جلد دوم

نظر ثانی تحقیق وتخریج واضافات

ابو الحسن حافظ عبد الخالق حفظہ اللہ
حافظ محمد آصف اقبال حفظہ اللہ
مولانا محمد عثمان منیب حفظہ اللہ
مولانا ابو عبد اللہ محمد عبد الجبار حفظہ اللہ
مولانا غلام مرتضیٰ حفظہ اللہ
مولانا مختار احمد ضیار حفظہ اللہ
مولانا تنویر احمد حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین (جلد دوم)

٥ - كِتَابُ السَّلَامِ

سلام سے متعلق احکام و مسائل

[١٣١] بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالْأَمْرِ بِإِفْشَائِهِ

باب: 131-سلام کرنے کی فضیلت اور اس کے پھیلانے کا حکم

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدْخُلُواْ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا﴾ [النور : ٢٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُبَـٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ [النور : ٦١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوهَآ﴾ [النسآء : ٨٦]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جب تمھیں (سلام کا) تحفہ دیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ انھیں دو (یعنی سلام کے ساتھ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کہو) یا وہی انھیں لوٹا دو (یعنی صرف وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ جواب میں کہہ دو۔'')

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ○ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ﴾ [الذاريات: ٢٤، ٢٥].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انھوں نے سلام کہا۔ ابراہیم نے بھی کہا: (تم پر) سلام ہو۔''

فائدۂ آیات: ان تمام مذکورہ آیات میں سلام کرنے کی تاکید' اس کی فضیلت اور اس کے بعض احکام و آداب کا بیان ہے۔ اب ذیل میں احادیث ملاحظہ ہوں:

[٨٤٥] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[845] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اسلام کی کون سی بات زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم (بھوکے کو) کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کہو' چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: مساکین و غرباء کو کھانا کھلانا بہت اچھا ہے لیکن اس میں ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کر دینا بھی شامل ہے۔ اسی طرح ہر شناسا اور غیر شناسا کو سلام کرنا بھی بہت اچھی صفت ہے۔ یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ ان سے محبت پیدا ہوتی اور نفرت و کدورت دور ہوتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سلام، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ہی ہے' نمستے یا آداب عرض یا شب بخیر یا مدینہ مدینہ اور گڈ مارننگ وغیرہ وغیرہ کہنا نہیں ہے' یہ سب غلط ہیں۔ ان سے نہ صرف یہ کہ سلام نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے کیونکہ یہ غیروں کی نقالی اور اللہ کے حکم سے اعراض ہے۔

[٨٤٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَمَّا خَلَقَ اللهُ تَعَالٰى آدَمَ ﷺ قَالَ: اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى أُولٰئِكَ - نَفَرٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٍ - فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللهِ».

[846] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم ﷺ کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا: جا' اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اس جماعت کو سلام کر اور وہ جو جواب دیں اسے غور سے سن کیونکہ وہی تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہوگا۔ چنانچہ حضرت آدم نے جا کر کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ تو انھوں نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.

[845] صحيح البخاري، الإيمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، حديث:12، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام و أي أموره أفضل، حديث:39.

[846] صحيح البخاري، الاستئذان، باب بدء السلام، حديث:6227، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها......، باب: يدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطير، حديث:2841.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

چنانچہ انھوں نے وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کا اضافہ کر دیا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم' مسلمانوں والا یہ سلام حضرت آدم علیہ السلام ہی سے چلا آ رہا ہے اور ہر آسمانی دین میں یہی سلام رائج رہا ہے۔ البتہ دیگر احادیث کی رو سے ابتدا ہی میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے ساتھ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کا اضافہ کر لینا مستحب ہے' اس سے ثواب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

[٨٤٧] وَعَنْ أَبِي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَنَصْرِ الضَّعِيفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ إِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ.

[847] حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا: ''بیمار کی مزاج پرسی کا' جنازوں کے پیچھے چلنے' یعنی اس میں شریک ہونے کا' چھینکنے والے کی چھینک کا جواب (يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہہ کر) دینے کا' کمزور کی مدد کرنے کا' مظلوم کی فریاد رسی کرنے کا' سلام پھیلانے کا اور قسم کھانے والے کی قسم کے پورا کرنے کا (تاکہ قسم کھانے والے کو تکلیف نہ ہو۔'') (بخاری و مسلم' یہ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں۔)

فوائد و مسائل: ① مسلمانوں کے یہ باہمی حقوق ایسے ہیں کہ ان سے آپس میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے اور ان کے درمیان ربط و تعلق میں اضافہ ہوتا اور ایک دوسرے کے بارے میں احترام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ ② آج نفسانفسی کا دور ہے۔ ہر شخص دنیا میں اس قدر الجھ گیا ہے کہ اسے دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی فرصت ہی نہیں حالانکہ روز قیامت ان کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ یہ کام کرنے نہایت آسان ہیں اور ان کا اجر بہت زیادہ ہے' اس لیے ہر مسلمان کو ان کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

[٨٤٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[848] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور عام کرو۔'' (مسلم)

[847] صحيح البخاري، الاستئذان، باب إفشاء السلام، حديث:6235، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة......، حديث:2066.

[848] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لايدخل الجنة إلا المؤمنون......، حديث:54.

فوائد و مسائل: ① اس میں دخول جنت کے لیے ایمان کو اصل بنیاد اور اس بنیاد کی تکمیل کے لیے مسلمانوں کے درمیان محبت کو اور باہمی محبت کے لیے سلام کے پھیلانے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ② سلام' سلامتی سے ماخوذ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سلام کرنے والا اپنے بھائی کو ایک تو یہ دعا دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی حفظ و امان میں رکھے اور دوسری اسے یہ بھی یقین دہانی کرا رہا ہے کہ تو میرے شر سے محفوظ رہے گا۔

[٨٤٩] وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[849] حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ' لوگوں کو کھانا کھلاؤ' رحموں کو ملاؤ (یعنی رشتے داریوں کے حقوق ادا کرو) اور اس وقت اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں (یعنی تہجد کی نماز۔) تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: یہ ساری باتیں ایک مومن کے لیے ضروری ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک خصلت جنت میں لے جانے کا سبب ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن سلام بن حارث اسرائیلی۔ ان کی کنیت ابو یوسف ہے۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ یہ مدینہ منورہ میں اس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے جب نبیٔ اکرم ﷺ ابھی مدینہ میں جلوہ افروز ہو کر پہلا خطاب کر رہے تھے۔ ان کا نام ''الحصین'' تھا' نبیٔ اکرم ﷺ نے تبدیل کر کے عبداللہ رکھ دیا۔ یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی معیت میں فتح بیت المقدس اور جابیہ میں شریک رہے۔ جب حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ شر انگیزوں نے فتنہ برپا کروا دیا تو یہ اس فتنے سے مکمل طور پر الگ تھلگ رہے۔ مدینہ منورہ میں 43 ہجری کو فوت ہوئے۔ رسول معظم ﷺ سے 25 احادیث بیان کرتے ہیں۔

[٨٥٠] وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ، فَيَغْدُو مَعَهُ إِلَى السُّوقِ، قَالَ: فَإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوقِ، لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللهِ عَلَى سَقَّاطٍ وَّلَا صَاحِبِ بِيْعَةٍ، وَلَا مِسْكِينٍ، وَلَا أَحَدٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ. قَالَ الطُّفَيْلُ: فَجِئْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ يَوْمًا، فَاسْتَتْبَعَنِي إِلَى السُّوقِ، فَقُلْتُ لَهُ:

[850] حضرت طفیل بن ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کرتے تھے' پھر ان کے ساتھ مل کر بازار جاتے۔ وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم بازار جاتے تو عبداللہ بن عمر کا گزر کسی کباڑیے یا تاجر یا مسکین یا کسی اور شخص کے پاس سے ہوتا تو وہ سب کو سلام کرتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے

[849] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق والورع......، باب حديث: أفشوا السلام......، حديث: 2485.

[850] الموطأ للإمام مالك، السلام، باب جامع السلام: 445/2، حديث: 1844.

مَا تَصْنَعُ بِالسُّوقِ، وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ، وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلَا تَسُومُ بِهَا، وَلَا تَجْلِسُ فِي مَجَالِسِ السُّوقِ؟ وَأَقُولُ: اِجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثْ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَطْنٍ! - وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ - إِنَّمَا نَغْدُو مِنْ أَجْلِ السَّلَامِ، فَنُسَلِّمُ عَلَى مَنْ لَّقِينَاهُ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّإِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

پاس آیا تو انھوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار چلنے کو کہا۔ میں نے ان سے کہا: آپ بازار میں کیا کریں گے جب کہ آپ کسی سودا فروخت کرنے والے کے پاس ٹھہرتے ہیں نہ کسی سامان کے متعلق پوچھتے ہیں اور نہ اس کا بھاؤ کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہی ہیں؟ (اس لیے) میں تو کہتا ہوں کہ آپ یہیں تشریف رکھیں، ہم آپس میں گفتگو کریں۔ تو انھوں نے فرمایا: اے ابوبطن! (پیٹ والے!) ان کا پیٹ بڑھا ہوا تھا (اس لیے انھیں اس طرح کہا) ہم تو صرف سلام کرنے کی غرض سے بازار جاتے ہیں کہ جو بھی ملے ہم اسے سلام کریں۔ (اسے امام مالک نے موطأ میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① غَدَا يَغْدُو صبح سویرے جانے کو کہتے ہیں لیکن اسے مطلق جانے کے مفہوم میں بھی بول لیتے ہیں اور یہاں یہ مطلق جانے کے معنی ہی میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح صَاحِبُ بِيعَةٍ میں بِيعَةٍ کی "با" کے نیچے زیر ہے، اَلْحَالَةُ مِنَ الْمَبِيعِ، جیسے رِكْبَةٌ اور قِعْدَةٌ (سواری کی حالت اور بیٹھنے کی حالت) ہے۔ اسی طرح لَاتَقِفُ عَلَى الْبَيِّعِ، کے اَلْبَيِّعُ میں "یا" مشدد ہے، بمعنی بائع، فروخت کنندہ۔ ② اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جذبۂ افشائے سلام کا بیان ہے جو اتباع رسول کا مظہر ہے۔ ③ دوسرے کسی شخص کو اس کے کسی وصفی نام سے پکارنا جائز ہے بشرطیکہ اسے ناگوار نہ ہو اور نہ اس سے اس کی تحقیر ہی مقصود ہو۔

[١٣٢] بَابُ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

باب:132- سلام کی کیفیت کا بیان

يُسْتَحَبُّ أَنْ يَّقُولَ الْمُبْتَدِئُ بِالسَّلَامِ: «**اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ**» فَيَأْتِي بِضَمِيرِ الْجَمْعِ، وَإِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا، وَيَقُولُ الْمُجِيبُ: «**وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ**» فَيَأْتِي بِوَاوِ الْعَطْفِ فِي قَوْلِهِ: وَعَلَيْكُمْ.

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلام میں پہل کرنے والے کے لیے بہتر ہے کہ وہ جمع کی ضمیر کے ساتھ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ بَرَكَاتُهُ کہے، اگرچہ جس کو وہ سلام کر رہا ہے ایک شخص ہی ہو۔ اور جواب دینے والا بھی جمع کی ضمیر کے ساتھ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ کہے اور عَلَيْكُمْ سے پہلے واؤ عاطفہ بھی لگائے، جیسے وَعَلَيْكُمْ.

[٨٥١] عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **«عَشْرٌ»** ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: **«عِشْرُونَ»**، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: **«ثَلَاثُونَ»**. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[851] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: السلام علیکم۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) دس نیکیاں ہیں۔'' پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ بھی بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) بیس نیکیاں ہیں۔'' پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ چنانچہ وہ بھی بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) تیس نیکیاں ہیں۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حسن حدیث ہے۔)

فائدہ: اس سے واضح ہے کہ صرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنے سے دس نیکیاں ملیں گی اور وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کے اضافے سے مزید دس اور وَبَرَكَاتُهُ کے اضافے سے مزید دس نیکیاں ملیں گی، تاہم اس سے زیادہ الفاظ کا اضافہ احادیث سے ثابت نہیں۔ اس لیے اسی پر کفایت کرنا بہتر ہے۔

[٨٥٢] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«هٰذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ»** قَالَتْ: قُلْتُ: **«وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ»**. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[852] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''یہ جبریل ہیں جو تجھے سلام عرض کرتے ہیں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے جواب میں کہا: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. (بخاری ومسلم)

وَهٰكَذَا وَقَعَ فِي بَعْضِ رِوَايَاتِ الصَّحِيحَيْنِ: **«وَبَرَكَاتُهُ»** وَفِي بَعْضِهَا بِحَذْفِهَا وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ.

صحیحین (بخاری ومسلم) کی بعض روایات میں اسی طرح وَبَرَكَاتُهُ کے ساتھ ہے۔ اور بعض میں اس کے بغیر ہے۔ اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے (اس لیے وَبَرَكَاتُهُ کا اضافہ صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اثبات ہے۔ دوسرے غائبانہ سلام کا جواب دینے کے طریقے

---

[851] سنن أبي داود، الأدب، باب كيف السلام؟، حديث:5195، وجامع الترمذي، الاستئذان...... باب ماذكر في فضل السلام، حديث:2689.

[852] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث:3217، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها، حديث:2447.

کا بیان ہے کہ جواب میں وَعَلَیْکُمْ کی بجائے عَلَیْہِ السَّلَامُ (ضمیر غائب کے ساتھ) کہا جائے۔

[٨٥٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[853] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبئ اکرم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ اور جب کسی قوم کے پاس آ کر سلام کہتے تو سلام بھی تین مرتبہ کہتے۔ (بخاری)

وَهٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى مَا إِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيرًا .

یہ اس صورت میں ہے جب لوگ بہت زیادہ ہوتے۔

فائدہ: اس میں نبئ اکرم ﷺ کے کرم واخلاق کے ایک پہلو کا بیان ہے کہ آپ لوگوں کے جذبات کا احترام اور ان کی خاطر داری کا اہتمام فرماتے تھے کیونکہ سب کا سلام سننا اور جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ اگر مجمع میں سے ایک شخص بھی سلام سن کر جواب دے دے تو کافی ہے، یہ دل داری ہی کا اہتمام ہے کہ اس کے باوجود آپ تین تین مرتبہ سلام کہتے تاکہ سب سن لیں اور کسی کو شکوہ نہ ہو، نیز یہ آپ کے عجز وانکسار کی دلیل ہے۔

[٨٥٤] وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ، قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَصِيبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجِيءُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَّا يُوقِظُ نَائِمًا، وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[854] حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے لیے آپ کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے کو بیدار نہ کرتے اور بیدار کو سنا دیتے۔ چنانچہ نبی ﷺ تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح آپ کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں اس مسئلے کی وضاحت ہے کہ جہاں کچھ لوگ سوئے ہوئے اور کچھ بیدار ہوں تو کس طرح سلام کیا جائے۔ اس طرح کہ سوئے ہوئے بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہوں وہ سلام کی آواز سن کر جواب دے دیں۔ ② اس میں رسول اکرم ﷺ کی حکمت اور دانائی کا بھی بیان ہے۔

[٨٥٥] وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَأَلْوٰى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[855] حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد سے گزرے تو وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے)

[853] صحيح البخاري، العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثًا ليفهم عنه، حديث:95.

[854] صحيح مسلم، الأشربة، باب إكرام الضيف و فضل إيثاره، حديث:2055.

[855] جامع الترمذي، الاستئذان......، باب ماجاء في التسليم على النساء، حديث:2697، وسنن أبي داود، الأدب، باب في السلام على النساء، حديث:5204.

وَهٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى أَنَّهُ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْإِشَارَةِ، وَيُؤَيِّدُهُ أَنَّ فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: «فَسَلَّمَ عَلَيْنَا».

یہ اس صورت پر محمول ہے کہ آپ نے الفاظ اور اشارہ دونوں کو جمع فرمالیا' یعنی منہ سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے الفاظ ادا فرمائے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا۔ اور اس کی تائید ابوداود کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ آپ نے ہمیں سلام کہا۔

فوائد ومسائل: ① دور سے صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ طریقہ غیر مسلموں میں رائج ہے' البتہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔ ② نبی ﷺ کے لیے عورتوں کو سلام کہنا جائز تھا کیونکہ آپ تو مغفور اور اللہ کی حفاظت میں رہنے والے تھے' تاہم دوسروں کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ٔفتنہ ہے۔ ہاں جہاں فتنے اور دیگر خرابیوں کا خطرہ نہ ہو تو وہاں حدیث پر عمل کرنے کی گنجائش ہے' جیسے محترم اور عمر رسیدہ قسم کی عورتوں کو سلام کرنا۔ یہ جائز ہے' تاہم جوان عورتوں کو سلام کرنا فتنے کا باعث بن سکتا ہے' اس لیے جہاں فتنے کا خوف ہو سلام نہ کیا جائے۔ ③ محرم عورتوں کو سلام کرنا چاہیے، البتہ مصافحہ مردوں کے ساتھ خاص ہے۔

[٨٥٦] وَعَنْ أَبِي جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِطُولِهِ [برقم: ٧٩٦].

[856] حضرت ابوجری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! آپ ﷺ نے فرمایا: "عَلَیْکَ السَّلَامُ مت کہو' اس لیے کہ عَلَیْکَ السَّلَامُ مُردوں کا سلام ہے۔" (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔) یہ حدیث پوری پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھیے' حدیث: 796)

فائدہ: اسے مُردوں کا سلام' زمانۂ جاہلیت کے اعتبار سے فرمایا ہے' ورنہ اسلام میں تو زندہ اور مُردہ دونوں کے لیے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہی ہے۔

[١٣٣] بَابُ آدَابِ السَّلَامِ

باب:133- سلام کے آداب کا بیان

[٨٥٧] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ

[857] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ

[856] سنن أبي داود، الأدب، باب كراهية أن يقول: عليك السلام، حديث:5209، و جامع الترمذي، الاستئذان......، باب ماجاء في كراهية أن يقول......، حديث: 2721، مطولًا.

[857] صحيح البخاري، الاستئذان، باب تسليم القليل على الكثير، حديث:6231، و صحيح مسلم، السلام، باب يسلّم الراكب على الماشي......، حديث:2160.

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : «يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي، وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''سوار پیدل چلنے والے کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے نیز تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ : «وَالصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ».

اور بخاری کی روایت میں ہے: ''اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔''

فائدہ: مذکورہ طریقے سے سلام کرنا چاہیے۔ اس میں رتبوں کا اعتبار نہیں' مذکورہ صورتوں کا اعتبار ہوگا۔

[٨٥٨] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ. وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اَلرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ، أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ؟ قَالَ: «أَوْلَاهُمَا بِاللهِ تَعَالَى». قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[858] حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک لوگوں میں اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔'' اسے ابوداود نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے بھی اسے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (اس میں ہے کہ) آپ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! (یہ بتلایئے) دو آدمی جو آپس میں ملیں' ان میں سے سلام میں کون پہل کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو ان میں سے اللہ کے زیادہ قریب ہے۔'' (امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔)

فائدہ: جس کا تعلق اللہ سے گہرا اور پختہ ہوتا ہے اس میں تواضع اور فروتنی بھی زیادہ ہوتی ہے' اس لیے سلام میں پہل کرنے کی سعادت بھی اسی کے حصے میں آتی ہے اور دوسرے لوگ اکڑفوں ہی میں رہ جاتے ہیں۔

[١٣٤] بَابُ اسْتِحْبَابِ إِعَادَةِ السَّلَامِ عَلٰى مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلٰى قُرْبٍ بِأَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْحَالِ، أَوْ حَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَّنَحْوُهَا

باب:134- جس سے تھوڑے سے وقت میں وقفے وقفے سے بار بار ملاقات ہو، اسے بار بار سلام کرنے کے مستحب ہونے کا بیان' جیسے کوئی اندر گیا' پھر (ملنے کے بعد) باہر آ گیا' پھر فوراً اندر چلا گیا یا ان کے درمیان درخت اور اس قسم کی کوئی چیز حائل ہوگئی

[858] سنن أبي داود، الأدب، باب فضل من بدأ بالسلام، حديث:5197، و جامع الترمذي، الاستئذان...... باب ماجاء في فضل الذي يبدأ بالسلام، حديث:2694.

[٨٥٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِ الْمُسِيءِ صَلَاتَهُ، أَنَّهُ جَاءَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: «اِرْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَرَجَعَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[859] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث مُسِیءُ الصَّلاۃ (نماز بگاڑ کر پڑھنے والے کے قصے) میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ آیا اور نماز پڑھی' پھر نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''لوٹ جا' پھر نماز پڑھ' اس لیے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' چنانچہ وہ واپس گیا اور نماز پڑھی' پھر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ (آپ نے سلام کا جواب دے کر پھر اسے دوبارہ نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی) حتی کہ تین مرتبہ ایسا کیا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں تھوڑے سے وقفے اور فاصلے پر بار بار سلام کرنے کا اثبات ہے جیسا کہ امام صاحب نے باب باندھا ہے۔

[٨٦٠] وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ، أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[860] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو ملے تو اسے سلام کہے' اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے' پھر اسے ملے تو اسے چاہیے کہ پھر سلام کرے۔'' (ابوداود)

فوائد و مسائل: ① امام صاحب نے جو باب باندھا ہے' یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے جو بالکل واضح اور باب کو ثابت کر رہی ہے۔ ② سلام کرنا نیکی ہے اور نیکی کا کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ بار بار اگر نیکی کا موقع ملتا ہے تو اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔ حدیث میں اس کی ترغیب ہے۔

[١٣٥] بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

باب: 135- اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ [النور: ٦١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے نفسوں (گھر والوں) کو سلام کرو' یہ اللہ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔''

[859] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم، حديث:757، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث:397.

[860] سنن أبي داود، الأدب، باب في الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه أيسلم عليه؟، حديث:5200.

[٨٦١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا بُنَيَّ! إِذَا دَخَلْتَ عَلٰى أَهْلِكَ، فَسَلِّمْ، يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ، وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[861] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو، یہ تمھارے لیے اور تمھارے گھر والوں کے لیے باعث برکت ہوگا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم گھر والوں کو سلام کہنے کا حکم قرآن مجید میں ہے اور رسول اکرم ﷺ کا اسوہ بھی یہی ہے۔

[١٣٦] بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

باب: 136- بچوں کو سلام کرنے کا بیان

[٨٦٢] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[862] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انھیں سلام کیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: بچوں کو سلام کرنے میں بھی تواضع کا اظہار اور ان کی دلجوئی کا اہتمام ہے۔ علاوہ ازیں سلام کی اہمیت بھی ان پر واضح ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سنت رسول اور اسوۂ پیغمبر ہے، اس لیے اس پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔ تاہم بچوں کو یہ تعلیم دینی چاہیے کہ وہ بڑوں کے پاس سے گزریں تو ضرور سلام کریں۔

[١٣٧] بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلٰى زَوْجَتِهِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهِ وَعَلٰى أَجْنَبِيَّةٍ وَّأَجْنَبِيَّاتٍ لَّا يَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ وَسَلَامِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

باب: 137- آدمی کا اپنی بیوی کو، اپنی محرم عورت کو اور فتنے کا خوف نہ ہو تو اجنبی عورت یا (عام) عورتوں کو سلام کرنا اور اسی شرط کے ساتھ عورتوں کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا (جائز ہے)

[٨٦٣] عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[863] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

[861] ضعيف۔ جامع الترمذي، الاستئذان،...... باب ما جاء في التسليم إذا دخل بيته، حديث: 2698۔ اس کی سند زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[862] صحيح البخاري، الاستئذان، باب التسليم على الصبيان، حديث: 6247، وصحيح مسلم، السلام، باب استحباب السلام على الصبيان، حديث: 2168۔

[863] صحيح البخاري، الاستئذان، باب تسليم الرجال على النساء......، حديث: 6248۔

قَالَ: كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ - وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ - تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي الْقِدْرِ، وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِّنْ شَعِيرٍ، فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ، وَانْصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہمارے محلے میں ایک عورت تھی۔ اور ایک روایت میں ہے: بوڑھی عورت تھی۔ وہ چقندر کی جڑیں لیتی اور انھیں ہانڈی میں ڈالتی (پکاتی) اور جو کے کچھ دانے پیستی۔ جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو اسے سلام کرتے۔ وہ یہ کھانا ہمارے سامنے پیش کرتی۔ (بخاری)

قَوْلُهُ [تُكَرْكِرُ]، أَيْ: تَطْحَنُ.

تُکَرْکِرُ کے معنی ہیں: پیستی۔

[٨٦٤] وَعَنْ أُمِّ هَانِيءٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ، وَذَكَرَتِ الْحَدِيثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[864] حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ والے دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھیں۔ پس میں نے (آ کر) سلام عرض کیا۔ آگے لمبی حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

فائدہ: سابقہ مذکورہ حدیث میں مردوں کا بوڑھی عورت کو اور اس حدیث میں ایک عورت کا نبی ﷺ کو سلام کرنے کا ذکر ہے جس سے باب مذکور کے مفہوم کا اثبات ہوتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا] فاختہ بنت ابی طالب ہاشمیہ قرشیہ۔ ان کی کنیت ام ہانی ہے۔ نام بعض نے ہند بھی قلمبند کیا ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیر تھیں۔ ایک بڑی جماعت نے ان کی روایات کو اپنی اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ان کی صرف دو روایات ہیں۔ ان کے بیٹے جعدؔ ان کے پوتے اور دیگر لوگ ان سے روایات لیتے اور بیان کرتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئی ہیں۔

[٨٦٥] وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَهٰذَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ.

[865] حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم چند عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ہمیں سلام کیا۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے بیان کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ الفاظ ابوداود کے ہیں۔)

[864] صحيح مسلم، الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، حديث:336، وصحيح البخاري، الغسل، باب التستر في الغسل عند الناس، حديث:280.

[865] سنن أبي داود، الأدب، باب في السلام على النساء، حديث:5204، و جامع الترمذي، الاستئذان...... باب ماجاء في التسليم على النساء، حديث:2697.

وَلَفْظُ التِّرْمِذِيّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَأَلْوٰى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ.

اور ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد سے گزرے تو عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ سلام کیا۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو تو مرد عورت کو اور عورت مرد کو سلام کر سکتی ہے۔ عورتوں کی جماعت ہو یا بوڑھی عورت ہو تو مردوں کا ان کو سلام کرنا جائز ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ نہیں ہے، البتہ جوان عورت کا جب کہ وہ تنہا ہو مرد کو سلام کرنا اور اسی طرح مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا صحیح نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ ہے۔

[١٣٨] بَابُ تَحْرِيمِ ابْتِدَائِنَا الْكَافِرَ بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَّةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ وَاسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلٰى أَهْلِ مَجْلِسٍ فِيهِمْ مُّسْلِمُونَ وَكُفَّارٌ

باب: 138- کافر کو سلام کرنے کے حرام ہونے اور ان کو سلام کا جواب دینے کے طریقے' نیز کافروں اور مسلمانوں کی مشترکہ مجلس میں سلام کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

[٨٦٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَبْدَؤُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُ إِلٰى أَضْيَقِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[866] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہود اور نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو۔ جب تم ان میں سے کسی کو راستے میں ملو تو اسے راستے کے تنگ تر حصے پر چلنے پر مجبور کر دو۔'' (مسلم)

فائدہ: تنگ تر راستے سے مراد ہے' ایک کنارہ' یعنی جب راستے میں بھیڑ ہو تو درمیان میں مسلمانوں کو چلنا چاہیے تاکہ ان کی شوکت وحشمت کا اظہار ہو اور غیر مسلموں کو مجبور کیا جائے کہ وہ کناروں پر چلیں۔

[٨٦٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا: وَعَلَيْكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[867] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھیں اہل کتاب سلام کریں تو تم (صرف) وَعَلَيْكُمْ کہا کرو۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہود ونصاریٰ کو سلام کا جواب دینا جائز ہے لیکن انھیں ابتداءً سلام کرنا درست نہیں۔ نیز انھیں جواب میں

[866] صحیح مسلم، السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام......، حدیث: 2167.

[867] صحیح البخاري، الاستئذان، باب کیف الرد علی أهل الذمة بالسلام، حدیث: 6258. و صحیح مسلم، السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام......، حدیث: 2163.

صرف وعلیکم کہنا چاہیے۔

[٨٦٨] وَعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَى مَجْلِسٍ فِيهِ أَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ - عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ - فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[868] حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کا گزر ایک ایسی مجلس سے ہوا جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہود ملے جلے لوگ تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے انھیں سلام کیا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: گویا اس طرح مشترکہ مجلس میں مسلمانوں کو اپنا مخاطب سمجھ کر انھیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا چاہیے۔

[١٣٩] بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ إِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهُ أَوْ جَلِيسَهُ

باب: 139- جب مجلس سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں یا ساتھی سے جدا ہو تو سلام کرنا مستحب ہے

[٨٦٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[869] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مجلس میں پہنچے تو سلام کرے۔ اور جب اٹھ کر جانے لگے تب بھی سلام کرے، اس لیے کہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ فائق نہیں ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حسن حدیث ہے۔)

فائدہ: پہلا سلام تو وہ ہے جو مجلس میں پہنچتے ہی کیا جائے اور دوسرا وہ جو مجلس سے اٹھتے وقت کیا جائے۔ دونوں سلام ضروری ہیں۔ پہلا دوسرے سے فائق نہیں ہے' کا مطلب بھی یہی ہے کہ دونوں اوقات میں سلام کیا جائے۔

[١٤٠] بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَآدَابِهِ

باب: 140- اجازت حاصل کرنے اور اس کے آداب کا بیان

[868] صحيح البخاري، الاستئذان، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط......، حديث: 6254، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب في دعاء النبي ﷺ وصبره على أذى المنافقين، حديث: 1798.

[869] سنن أبي داود، الأدب، باب في السلام إذا قام من المجلس، حديث: 5208، و جامع الترمذي، الاستئذان......، باب ماجاء في التسليم عند القيام وعند القعود، حديث: 2706.

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا﴾ [النور: ٢٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا بَلَغَ ٱلْأَطْفَـٰلُ مِنكُمُ ٱلْحُلُمَ فَلْيَسْتَـْٔذِنُوا۟ كَمَا ٱسْتَـْٔذَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ [النور: ٥٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ (اندر داخل ہونے کے لیے) اسی طرح اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت مانگتے رہے ہیں۔''

فائدۂ آیات: ان آیات میں گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کے مخاطب بالغ مرد ہیں۔ حتی کہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بھی اجازت طلبی کے بغیر داخل ہونا ممنوع ہے۔

[٨٧٠] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**الْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[870] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اجازت طلب کرنا تین مرتبہ ہے۔ چنانچہ اگر اجازت دے دی جائے (تو اندر چلا جا) ورنہ واپس لوٹ جا۔'' (بخاری ومسلم)

[٨٧١] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**إِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[871] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اجازت کا طلب کرنا اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① انسان اپنے گھر کے خلوت خانے میں مختلف کاموں میں مصروف ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عورتیں بھی اپنے کام کاج میں لگی ہوتی ہیں۔ اگر کسی گھر کے اندر داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنا ضروری نہ ہوتا تو بہت سوں کی پردہ دری ہوتی اور نامحرم عورتوں پر بھی نظر پڑتی۔ ان دونوں قباحتوں کے سد باب کے لیے اجازت طلب کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجازت طلب کر کے اس طرح کھڑے نہیں ہونا چاہیے کہ گھر کے اندر نظر پڑے کیونکہ اس سے اجازت کا مقصود ہی فوت ہو جاتا ہے۔

[٨٧٢] وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

[872] حضرت ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ ہمیں

[870] صحيح البخاري، الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثًا، حديث:6245، وصحيح مسلم، الآداب، باب الاستيذان، حديث:2153.

[871] صحيح البخاري، الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر، حديث:6241، وصحيح مسلم، الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره، حديث: 2156.

[872] سنن أبي داود، الأدب، باب كيف الاستئذان؟، حديث:5177.

رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَامِرٍ، اِسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتٍ، فَقَالَ: أَأَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِخَادِمِهِ: «اُخْرُجْ إِلٰى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَّهُ: قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟» فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

بنو عامر قبیلے کے ایک آدمی نے بتلایا کہ اس نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی جب کہ آپ گھر کے اندر موجود تھے۔ اس نے ان الفاظ میں اجازت مانگی: کیا میں اندر داخل ہو جاؤں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا: ''اس شخص کے پاس جا اور اسے اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھلا اور اس سے کہہ کہ ان الفاظ کے ساتھ اجازت مانگ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، کیا میں اندر آ جاؤں؟'' اس آدمی نے یہ بات سنی اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کیا میں اندر آ جاؤں؟ چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اسے اجازت مرحمت فرمائی اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ (ابوداود نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: معلوم ہوا کہ دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے سلام کیا جائے اور پھر اندر جانے کی اجازت طلب کی جائے۔ نیز جسے معلوم نہ ہو اسے دین کی باتیں سکھلائی جائیں تا کہ وہ بھی شریعت کے مطابق عمل اختیار کرے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ربعی بن حراش رحمہ اللہ] ربعی بن حراش عبسی۔ یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابومریم ہے۔ نہایت عبادت گزار تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ امام عجلی رحمہ اللہ ان کے متعلق رقمطراز ہیں: یہ لوگوں میں سے بہترین شخصیت ہیں، انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ 100 ہجری کو فوت ہوئے۔

[٨٧٣] عَنْ كِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ أُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اِرْجِعْ فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ؟». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[873] حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیے بغیر ہی اندر داخل ہو گیا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''واپس لوٹ جا اور اس طرح کہہ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، کیا میں اندر آ جاؤں۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

راویٔ حدیث: [حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ] انھیں کلدہ بن حنبل یا ابن عبداللہ بن حنبل یمانی کہا جاتا ہے۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ صفوان بن امیہ کے بھائی ہیں۔ ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔ ان سے ان کے بھتیجے امیہ اور عمرو بن عبداللہ بن صفوان وغیرہ روایات بیان کرتے ہیں۔ کلدہ میں ''کاف'' کے نیچے زیر اور ''لام'' ساکن ہے۔

[873] سنن أبي داود، الأدب، باب كيف الاستئذان؟، حديث:5176، و جامع الترمذي، الاستئذان.....، باب ماجاء في التسليم قبل الاستئذان، حديث:2710.

[١٤١] بَابُ بَيَانِ أَنَّ السُّنَّةَ إِذَا قِيلَ لِلْمُسْتَأْذِنِ مَنْ أَنْتَ؟ أَنْ يَقُولَ: فُلَانٌ فَيُسَمِّي نَفْسَهُ بِمَا يُعْرَفُ بِهِ مِنَ اسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ، وَكَرَاهَةِ قَوْلِهِ: «أَنَا» وَنَحْوُهَا

باب:141-اجازت طلب کرنے والے سے جب پوچھا جائے: تم کون ہو؟ تو سنت یہ ہے کہ وہ جس نام یا کنیت سے مشہور ہو وہ بیان کرے۔ ''میں ہوں'' یا اس قسم کے الفاظ نہ بولے

[٨٧٤] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الْمَشْهُورِ فِي الْإِسْرَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثُمَّ صَعِدَ بِي جِبْرِيلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعِدَ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسَائِرِهِنَّ، وَيُقَالُ فِي بَابِ كُلِّ سَمَاءٍ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُولُ: جِبْرِيلُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[874] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسرا (معراج) کے بارے میں ان کی مشہور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر مجھے جبریل آسمان دنیا پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا، پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا: محمد (ﷺ)۔ پھر دوسرے، تیسرے، چوتھے اور باقی آسمانوں پر چڑھے اور ہر آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ تو جبریل جواب میں کہتے: جبریل۔'' (بخاری و مسلم)

[٨٧٥] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْشِي وَحْدَهُ، فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَآنِي فَقَالَ: «مَنْ هٰذَا؟» فَقُلْتُ: أَبُو ذَرٍّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[875] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول ﷺ اکیلے چل رہے ہیں تو میں بھی چاند کے سائے (چاندنی) میں (آپ کے پیچھے پیچھے) چلنے لگا۔ آپ مڑے تو مجھے دیکھ لیا اور فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے کہا: ابوذر۔ (بخاری و مسلم)

[٨٧٦] وَعَنْ أُمِّ هَانِيءٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ

[876] حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آئی جبکہ آپ غسل فرما رہے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا

[874] صحيح البخاري، المناقب، باب كان النبي ﷺ تنام عينه ولاينام قلبه، حديث:3570، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ......، حديث:162.

[875] صحيح البخاري، الرقاق، باب المكثرون هم المقلّون، حديث:6443، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الترغيب في الصدقة، حديث:94 بعد حديث:991.

[876] صحيح البخاري، الغسل، باب التستر في الغسل عند الناس، حديث:280، وصحيح مسلم، الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، حديث:336.

تَسْتُرُهُ، فَقَالَ: «مَنْ هٰذِهِ؟» فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِئٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے کہا: میں اُم ہانی ہوں۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت اس سے قبل بھی گزر چکی ہے' ملاحظہ ہو باب: 137، رقم: 864۔ لیکن یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کی گئی ہے۔

[٨٧٧] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: «مَنْ ذَا؟» فَقُلْتُ: أَنَا، فَقَالَ: «أَنَا أَنَا؟!» كَأَنَّهُ كَرِهَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[877] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''کون ہے یہ؟'' میں نے کہا: میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں میں (کیا ہے؟'') گویا آپ نے اسے برا سمجھا۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایات سے واضح ہے کہ اندر سے جب اجازت طلب کرنے والے کی بابت پوچھا جائے تو وہ یہ نہ کہے کہ میں ہوں' بلکہ اپنا نام (اور اگر کنیت سے مشہور ہے تو کنیت) بتلائے۔ ② دروازہ کھٹکھٹانا بھی اور آج کل گھنٹی بجا دینا بھی اجازت طلب کرنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ پھر جب صاحب خانہ دروازے پر آئے تو اسے پہلے سلام کیا جائے اور پھر کوئی گفتگو کی جائے۔

[١٤٢] بَابُ اسْتِحْبَابِ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ إِذَا حَمِدَ اللهَ تَعَالٰى وَكَرَاهَةِ تَشْمِيتِهِ إِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ تَعَالٰى وَبَيَانِ آدَابِ التَّشْمِيتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

باب: 142- چھینکنے والا جب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو اس کو جواب میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا مستحب اور نہ کہے تو جواب دینا بھی ناپسندیدہ ہے اور چھینک کا جواب دینے' چھینکنے اور جمائی کے آداب کا بیان

[٨٧٨] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللهَ تَعَالٰى

[878] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے' لہٰذا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے

[877] صحيح البخاري، الاستئذان، باب: إذا قال: من ذا؟ فقال أنا، حديث:6250، وصحيح مسلم، الآداب، باب كراهة قول المستأذن أنا؛ إذا قيل من هذا؟، حديث:2155.

[878] صحيح البخاري، الأدب، باب: إذا تثاءب فليضع يده على فيه، حديث:6226.

كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَّقُولَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو ہر اس مسلمان کے لیے جو اسے سنے، یَرْحَمُكَ اللّٰهُ (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) کہنا ضروری ہے۔ لیکن جمائی شیطان کی طرف سے ہے' اس لیے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو مقدور بھر اسے روکے کیونکہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: چھینک سے انسان کا دماغ ہلکا ہو جاتا اور جسم راحت محسوس کرتا ہے' اس لیے یہ پسندیدہ ہے اور اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے۔ اس کے برعکس جمائی' بسیار خوری' کسل اور ثقل (بوجھ) کی علامت ہے' اس لیے اسے ناپسندیدہ کہا گیا ہے' اور اسے روکنے کی تاکید کی گئی ہے' منہ بند کر کے یا منہ پر ہاتھ رکھ کر۔ اس لیے کہ جس کام سے شیطان خوش ہو' اس سے اجتناب ضروری ہے۔

[٨٧٩] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ؛ وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ. فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[879] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اور (سننے والا) اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کے لیے یہ دعا کرے: یَرْحَمُكَ اللّٰهُ (اللہ تجھ پر رحم کرے۔) اور جب وہ اس کو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہہ دے تو چھینکنے والا کہے: یَهْدِیكُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت دے اور تمھارے حال کی اصلاح فرمائے۔'') (بخاری)

فائدہ: اس میں ایک دوسرے کے حق میں کس طرح دعائے خیر کرنے اور احسان کے بدلے احسان کرنے کا سبق ہے جس سے باہم محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کاش! مسلمان اپنے مذہب کی ان سنہری تعلیمات پر عمل کریں۔

[٨٨٠] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتُوهُ، فَإِنْ لَّمْ يَحْمَدِ اللهَ فَلَا تُشَمِّتُوهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[880] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے) تو تم اس کے حق میں دعائے خیر کرو (یعنی یَرْحَمُكَ اللّٰهُ

[879] صحيح البخاري، الأدب، باب إذا عطس كيف يشمت؟، حديث:6224.

[880] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس......، حديث:2992.

کہو۔) اور اگر اس نے اللہ کی حمد بیان نہیں کی تو تم بھی اس کو (یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کے ساتھ) جواب مت دو۔'' (مسلم)

فائدہ: تَشْمِیت کے معنی ہیں، خیر و برکت کی دعا کرنا' اور بعض کے نزدیک معنی ہیں: اللہ تعالیٰ تجھے ایسی چیزوں سے دور رکھے جن سے تیرے دشمن خوش ہوں۔

[٨٨١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ، فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِي؟ فَقَالَ: «**هٰذَا حَمِدَ اللهَ، وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللهَ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[881] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبئ اکرم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی تو آپ نے ان میں سے ایک کو جواب دیا (یعنی اس کے لیے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہا) اور دوسرے کو جواب نہیں دیا۔ جس کو آپ نے جواب نہیں دیا تھا' اس نے کہا: فلاں شخص کو چھینک آئی تو آپ نے اسے جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص نے (جب اس کو چھینک آئی) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا اور تو نے اللہ کی حمد نہیں کی۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دعائے خیر کا مستحق وہی ہے جو سنت کے مطابق چھینک آنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے' ورنہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں' اگر اسے مسئلے کا علم نہیں تو اسے سمجھا دینا چاہیے۔

[٨٨٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلٰى فِيهِ، وَخَفَضَ - أَوْ غَضَّ - بِهَا صَوْتَهُ. شَكَّ الرَّاوِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[882] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنے منہ پر اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا رکھ لیتے اور اس کے ذریعے سے اپنی آواز کو ہلکا یا پست کرتے۔ راوی کو شک ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خفض کا لفظ استعمال کیا تھا یا غَضَّ کا۔ (مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔) (اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① یہ ایک نہایت ہی اہم بات ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ بالخصوص مجلس میں یہ بہت

[881] صحيح البخاري، الأدب، باب: لايشمت العاطس إذا لم يحمد الله، حديث:6225، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس......، حديث:2991.

[882] سنن أبي داود، الأدب، باب في العطاس، حديث:5029، و جامع الترمذي، الاستئذان......، باب ماجاء في خفض الصوت وتخمير الوجه عند العطاس، حديث:2745.

ضروری ہے کہ چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیا جائے تاکہ ایک آواز پست ہو جائے۔ دوسرے منہ اور ناک سے نکلنے والے ذرات دوسروں کے لیے ناگواری کا باعث نہ بنیں۔② اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے جہاں تہذیب وشائستگی کی تعلیم دی ہے وہاں دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنے کی بھی تلقین کی ہے۔ سبحان اللہ! کتنا عالی شان دین ہے اسلام۔

[٨٨٣] وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ الْيَهُودُ يَتَعَاطَسُونَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَرْجُونَ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ: يَرْحَمُكُمُ اللهُ، فَيَقُولُ: «**يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[883] **حضرت ابوموسیٰ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس بہ تکلف چھینکتے' اس امید پر کہ آپ ان کے لیے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہیں گے۔ لیکن آپ (اس کی بجائے) کہتے: يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ. (اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمھارے حال کی اصلاح فرمائے۔) (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی چھینک کے جواب میں صرف [يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ] کہا جائے۔

[٨٨٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[884] **حضرت ابوسعید خدری** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے اپنا منہ بند کر لے' اس لیے کہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: جمائی کے وقت منہ کو ہاتھ سے بند کر لینا چاہیے۔ اسی طرح اس موقع پر آواز نکالنے سے بھی منع کیا گیا ہے' اس سے بھی شیطان ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔ گویا شیطان کو ذلیل کرنے اور اسے ناکام بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

[١٤٣] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيلِ يَدِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَتَقْبِيلِ وَلَدِهِ شَفَقَةً وَمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ وَكَرَاهِيَةِ الْانْحِنَاءِ

باب:143- ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے' خندہ روئی سے پیش آنے' نیک آدمی کے ہاتھ کو اور شفقت سے اپنے بچے کو چومنے اور سفر سے آنے والے سے معانقہ کرنے کے مستحب ہونے کا اور جھک کر ملنے کے مکروہ ہونے کا بیان

[883] سنن أبي داود، الأدب، باب كيف يشمت الذمي؟، حديث:5038، وجامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء كيف يشمت العاطس؟، حديث:2739.

[884] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب، حديث:2995.

[٨٨٥] عَنْ أَبِي الْخَطَّابِ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[885] ابوالخطاب قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں مصافحے کا معمول تھا؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ (بخاری)

فائدہ: مُصَافَحَۃٌ، مُفَاعَلَۃٌ کے وزن پر مصدر ہے جس کے معنی ہیں: ایک ہتھیلی کو دوسرے شخص کی ہتھیلی سے ملانا۔ اس لفظ ہی سے واضح ہوتا ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیے اور مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔ بہرحال سلام کے ساتھ مصافحہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔

راویٔ حدیث: [حضرت قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ] قتادہ بن دعامہ دوسی' بصری۔ ان کی کنیت ابوالخطاب ہے اور یہ پیدائشی نابینا تھے۔ بہت بلند مرتبہ علماء میں سے تھے۔ یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ابن مسیّب اور ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ سے روایات بیان کرتے ہیں۔ ابن مسیّب ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ میرے پاس ان سے زیادہ حافظے والا عراقیوں میں سے کوئی نہیں آیا۔ 117 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٨٨٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[886] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمن والے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو پہلے پہل مصافحہ کرنے کا طریقہ لائے۔'' (اسے ابوداود نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کرنے کا طریقہ یمن میں رائج تھا' وہاں سے کچھ لوگ نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں آ کر بھی انھوں نے اس کا اظہار کیا جسے نبی ﷺ نے بھی پسند فرمایا' یوں یہ آپ کی تقریری سنت ہوگئی۔ ② نبی ﷺ نے اپنے سے پہلے جو اچھے طریقے رائج تھے وہ رہنے دیے اور جو برے تھے وہ بدل دیے۔ گویا نبی ﷺ کو ہر بات میں حسن پسند تھا اور قبح ناپسند۔ ③ اس روایت کی سند میں حمید راوی مدلس ہے جس کی وجہ سے بعض علماء نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ مسند احمد: (155/3) میں اس کے سماع کی صراحت ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث:527) تاہم ''وہ پہلے پہل مصافحے کا طریقہ لائے'' کا جملہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے رسول اکرم ﷺ کا فرمان نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد:226/21)

[٨٨٧] وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

[887] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے'

[885] صحيح البخاري، الاستئذان، باب المصافحة، حديث:6263.

[886] سنن أبي داود، الأدب، باب في المصافحة، حديث:5213، و مسند أحمد:3/212.

[887] سنن أبي داود، الأدب، باب في المصافحة، حديث:5212.

رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو دو مسلمان باہم ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو قبل اس کے کہ وہ جدا ہوں' ان کو بخش دیا جاتا ہے۔'' (ابوداود)

فوائد ومسائل: ① بخش دیے جانے کا مطلب ہے کہ ان کے صغیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد ان کی ادائیگی کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ بہرحال ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات اور مصافحہ جہاں از دیادِ محبت کا باعث ہے' وہاں مغفرت ذنوب کا بھی سبب ہے۔ ② اس روایت کی سند میں اگرچہ ابواسحاق السبیعی مدلس ہے لیکن شواہد ومتابعات کی بنا پر یہ روایت صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحة للألباني، حديث:525، والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد:517/30)

[٨٨٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! اَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ، أَيَنْحَنِي لَهُ؟ قَالَ: «لَا» قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: «لَا» قَالَ: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[888] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی یا دوست کو ملتا ہے تو کیا وہ اس کے سامنے جھکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' اس نے پوچھا: کیا پھر اس سے لپٹ جائے اور اسے بوسہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' اس نے کہا: پھر اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اس میں ملاقات کے وقت جھکنے کی ممانعت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رکوع کی حد تک جھکنا منع ہے۔ لیکن حدیث میں جھکنے سے مطلقاً روکا گیا ہے' اس لیے جھکنا مطلقاً ہی ممنوع ہوگا۔ جب مطلقاً جھکنا ممنوع ہے تو جھک کر کسی کے گھٹنوں اور پیروں کو ہاتھ لگانا کیوں کر جائز ہوگا۔ جو اہل بدعت اور پیر پرستوں میں رائج ہے۔ ② اس حدیث میں معانقے (گلے ملنے) سے بھی روکا گیا ہے اور بوسے سے بھی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب ملے تو معانقہ کرے اور بوسہ دے یہ جائز نہیں۔ ہاں مدت کے بعد یا سفر سے آکر ملے تو معانقہ کرسکتا ہے جیسا کہ کئی احادیث میں آیا ہے۔ ③ اس میں بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی صراحت ہے۔ اس میں یہ نہیں پوچھا گیا کہ دونوں ہاتھوں کو پکڑے اور مصافحہ کرے بلکہ اس نے پوچھا: اس کے ہاتھ کو پکڑے اور مصافحہ کرے؟ جس کا جواب نبی ﷺ نے اثبات میں دیا' جس سے مصافحہ کرنے کا مسنون طریقہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا معلوم ہوا۔

[٨٨٩] وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللهُ

[889] حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

[888] جامع الترمذي، الاستئذان......، باب ماجاء في المصافحة، حديث:2728.

[889] ضعيف- جامع الترمذي، الاستئذان......، باب ماجاء في قبلة اليد والرجل، حديث:2733.

عَنْهُ، قَالَ: قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اِذْهَبْ بِنَا إِلَى هٰذَا النَّبِيِّ، فَأَتَيَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ: فَقَبَّلَا يَدَهُ وَرِجْلَهُ، وَقَالَا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ.

کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: چل ہم اس پیغمبر کے پاس چلیں۔ چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی) نو واضح نشانیوں کی بابت پوچھا۔ راوی نے آگے حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے آپ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ پیغمبر ہیں۔ (اسے ترمذی وغیرہ نے صحیح سندوں سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: یہ روایت درج ذیل تینوں کتابوں میں ہے: سنن نسائی، سنن ابوداود اور جامع ترمذی۔ لیکن ایک تو ان کی سندیں الگ الگ نہیں ہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کے قول "اسانید صحیحۃ" کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ بقول شیخ البانی تینوں جگہ ایک ہی سند سے مروی ہے۔ دوسرے اس سند میں عبداللہ بن سلمہ مرادی راوی ہے جسے حفاظ حدیث اور محققین نے ضعیف قرار دیا ہے' چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف سنن أبي داود، ضعيف جامع الترمذي اور ضعيف سنن النسائي میں درج کیا ہے۔

[٨٩٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قِصَّةً، قَالَ فِيهَا: فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[890] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک قصہ منقول ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے قریب آئے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (ابوداود)

فائدہ: اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہاشمی راوی ہے جو ضعیف ہے۔ آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا' اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف ابو داود اور ضعیف ابن ماجہ میں درج کیا ہے۔ تاہم بعض دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں اس کے علاوہ بھی بعض روایات آتی ہیں جن کا مجموعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بعض موقعوں پر بعض صحابہ نے نبی ﷺ کی دست بوسی کی ہے۔ اس لیے عادت بنائے بغیر اگر کسی بزرگ یا متقی عالم کی دست بوسی کر لی جائے تو جائز ہے۔ (ریاض الصالحین بہ تحقیق الشیخ شعیب الارنووط' عبدالعزیز رباح واحمد یوسف الدقاق)

[٨٩١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِي، فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَجُرُّ ثَوْبَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ

[891] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ زید آپ کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ نبی ﷺ (شوق ووارفتگی کے عالم میں) اپنے کپڑے گھسیٹتے ہوئے ان کی

[890] ضعيف۔ سنن أبي داود، الأدب، باب في قبلة اليد، حديث:5223۔

[891] ضعيف۔ جامع الترمذي، الاستئذان......، باب ماجاء في المعانقة والقبلة، حديث:2732۔

حَسَنٌ.

طرف گئے' ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اسے شیخ البانی رحمہ اللہ اور دیگر محققین نے ضعیف قرار دیا ہے' اس میں محمد بن اسحاق راوی ہے جو تدلیس میں مشہور ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس میں دو اور راوی ضعیف ہیں۔ (ریاض الصالحین بہ تحقیق الشیخ شعیب الارنووط' عبدالعزیز رباح واحمد یوسف الدقاق) ② بہر حال علمائے محققین اور حفاظ حدیث کے نزدیک بوسہ دینے والی روایات سنداً مجروح اور ضعیف ہیں۔ اس لیے ملاقات کے وقت صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے' البتہ معانقہ کرنا بھی جائز ہے۔ بعض علماء نے معانقے کو مستحب بتایا ہے۔ بعض ممالک میں بوسے کا بہت رواج ہے' انھیں اس سے بچنا چاہیے' اس سے اور دروازے بھی کھل سکتے ہیں۔

[٨٩٢] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[892] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی بھی بھلائی کو ہرگز حقیر نہ جاننا اگرچہ تیرا اپنے بھائی سے خندہ روئی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔'' (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فائدہ: یہ حدیث بَابُ اسْتِحْبَابِ طِيبِ الْكَلَامِ وَطَلَاقَةِ الْوَجْهِ، حدیث: 695 میں گزر چکی ہے۔

[٨٩٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: إِنَّ لِي عَشْرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ!». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[893] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس نے کہا: میرے دس بچے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ حدیث بھی بَابُ تَعْظِيمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِينَ، رقم:225 میں گزر چکی ہے۔ بچوں کو پیار کرنا اور ان کو چومنا' رحم و شفقت کا ایک حصہ ہے۔ جو اس سے محروم ہوتا ہے اور لوگوں سے رحم و شفقت کا معاملہ نہیں کرتا وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہ سکتا ہے۔ اسی لیے دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے: [اِرْحَمْ مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكَ مَنْ فِي السَّمَاءِ] ''تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔'' (جامع الترمذي، البر والصلة، حديث:1924) اور [اِرْحَمُوا تُرْحَمُوا وَاغْفِرُوا يُغْفَرْ لَكُمْ] ''تم رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا' تم معاف کرو' تمھیں معاف کر دیا جائے گا۔'' (مسند أحمد:166/2)

[892] صحيح مسلم، البر والصلة......، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، حديث:2626.

[893] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله و معانقته، حديث:5997، وصحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال......، حديث:2318.

٦- كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ

عیادت مریض سے متعلق احکام ومسائل

٦ - كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَتَشْيِيعِ الْمَيِّتِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَحُضُورِ دَفْنِهِ وَالْمُكْثِ عِنْدَ قَبْرِهِ بَعْدَ دَفْنِهِ

باب :144- مریض کی تیمارداری کرنے، جنازے کے ساتھ جانے، جنازے کی نماز پڑھنے، اس کی تدفین میں شریک ہونے اور دفنانے کے بعد اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھہرنے کا بیان

[٨٩٤] عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[894] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مریض کی بیمار پرسی کرنے، جنازے کے ساتھ چلنے، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، قسم دینے والے کی قسم پوری کر دینے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کے پھیلانے اور عام کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری ومسلم)

[894] صحيح البخاري، الاستئذان، باب إفشاء السلام، حديث:6235، وصحيح مسلم، اللباس و الزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب......، حديث:2066.

فائدہ: یہ حدیث، کتاب السلام، رقم:847 میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے اسے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔

[٨٩٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[895] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' بیمار کی مزاج پرسی کرنا' جنازوں میں پیچھے چلنا' دعوت کا قبول کرنا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت بھی بَابُ تَعْظِيمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِينَ، رقم:238 میں گزر چکی ہے۔

[٨٩٦] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: «يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي! قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟! قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ! اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي! قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟! قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟ يَا ابْنَ آدَمَ! اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي! قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟! قَالَ: اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[896] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت (مزاج پرسی) نہیں کی۔ انسان کہے گا: اے میرے رب! میں کیسے تیری عیادت کرتا جب کہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی مزاج پرسی نہیں کی؟ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو یقیناً تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھلایا نہیں۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کس طرح کھانا کھلاتا جب کہ تو تو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے؟ اللہ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا' لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا؟ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یقیناً اس کو میرے پاس پاتا؟ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ کہے گا: اے

[895] صحيح البخاري، الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، حديث:1239، وصحيح مسلم، السلام، باب من حق المسلم للمسلم: رد السلام، حديث:2162.

[896] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل عيادة المريض، حديث:2569.

میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟ تو تو تمام جہانوں کا رب ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو یقیناً اس کو میرے پاس پاتا؟'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اللہ کی ضرورت مند مخلوق کی خدمت کرنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اللہ کو بہت پسند ہے اور وہ اس کی بہترین جزا عنایت فرمائے گا۔ ② اس میں اہل حاجات کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہایت موثر اور بلیغ انداز میں تعلیم دی گئی ہے۔ ③ ''تو مجھے اس کے پاس پاتا'' اللہ تعالیٰ کا اس کے پاس ہونا ایسے ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔

[٨٩٧] وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عُودُوا الْمَرِيضَ، وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[اَلْعَانِي]: اَلْأَسِيرُ.

[897] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہا کراؤ۔'' (بخاری)

اَلْعَانِي کے معنی ہیں: قیدی۔

فوائد و مسائل: ① اسلام نے مسلمانوں کو باہم تعاون کرنے کی جو تاکید کی ہے، گزشتہ حدیث کی طرح یہ حدیث بھی اسی تعلیم کا حصہ ہے۔ ② قیدی سے مراد وہ مسلمان قیدی ہے جو کسی طریقے سے یا جنگ میں کافروں کا قیدی بن گیا ہو۔ ایسے مسلمان قیدیوں کو کفار کے زنداں خانوں سے آزاد اور رہا کرانا ضروری ہے اور اسی میں وہ قیدی بھی آسکتے ہیں جو ناجائز مقدمات میں پھنسے ہوئے یا جیلوں میں محبوس ہوں۔ اور اسی طرح وہ بھی اس میں شامل ہیں جو قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے یا کسی کے ضمانتی بننے کی وجہ سے مالی تعاون کے ضرورت مند ہوں۔ ان کو بھی اس بوجھ سے نکالنا اور ذلت وخواری سے بچانا ضروری ہے۔

[٨٩٨] وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ»، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: «جَنَاهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[898] حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ جنت کے تازہ پھلوں کے چننے میں مصروف رہتا ہے۔'' آپ سے پوچھا گیا: خُرْفَةُ الْجَنَّة کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے تازہ پھل چننا۔'' (مسلم)

[897] صحيح البخاري، المرضى، باب وجوب عيادة المريض، حديث:5649.

[898] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل عيادة المريض، حديث:2568.

[٨٩٩] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[899] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جنت میں اس کے لیے چنے ہوئے پھلوں کا حصہ ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[اَلْخَرِيفُ]: اَلثَّمَرُ الْمَخْرُوفُ، أَيْ: اَلْمُجْتَنٰى.

اَلْخَرِيفُ کے معنی ہیں: چنے ہوئے پھل۔

فائدہ: اس میں اور اس سے ماقبل کی روایت میں مریض کی عیادت کی فضیلت بیان کی گئی ہے تاکہ لوگوں کے اندر ترغیب موجود رہے۔

[٩٠٠] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: «**أَسْلِمْ**» فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ؟ فَقَالَ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: «**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ**». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[900] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا: ''اسلام قبول کر لے۔'' اس نے (سوالیہ نظروں سے) اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا۔ اس نے کہا: ابوالقاسم (ﷺ) کی بات مان لے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ نبی ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچا لیا۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں کافر کی عیادت کرنے کا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے کا' صالحین کی صحبت کے اثرات کا' اہل کفر سے مایوس نہ ہونے کا اور والدین کا اپنی اولاد کو نیکی اختیار کرنے کی' گو وہ خود اس سے دور ہوں' تلقین کرنے کا بیان ہے۔

[899] جامع الترمذي، الجنائز ...... باب ما جاء في عيادة المريض، حديث: 969.

[900] صحيح البخاري، الجنائز، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه......، حديث: 1356.

[١٤٥] بَابُ مَا يُدْعَى بِهِ لِلْمَرِيضِ

باب:145- بیمار کو کن الفاظ سے دعا دی جائے

[٩٠١] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى الْإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِأُصْبُعِهِ هٰكَذَا، وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّاوِي سَبَّابَتَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[901] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی کسی بیماری کی بابت عرض کرتا یا اس کو کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبیٔ اکرم ﷺ اپنی انگلی کے ساتھ ایسے کرتے‘ اور حدیث کے راوی حضرت سفیان نے اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھی پھر اسے اٹھایا (یعنی آپ ﷺ اس طرح کرتے۔) اور یہ دعا پڑھتے: ”اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے مل کر ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہوگی۔“ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① آپ ﷺ اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھ کر اٹھا لیتے اور اس میں اپنے لعاب دہن کی آمیزش کر کے مریض کے درد والے حصے یا زخم پر رکھتے اور مذکورہ دعا پڑھتے جس سے اللہ کے حکم سے مریض شفایاب ہوجاتا۔ ② بعض کے نزدیک یہ آپ کا معجزہ تھا‘ اس لیے یہ عمل آپ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ یہ مٹی بھی مدینے کی خاص مٹی تھی اور آپ کے لعاب دہن کو بھی خاص شرف حاصل تھا۔ لیکن حافظ ابن حجر ؒ نے اس قول کو محل نظر کہا ہے۔ تھوک اور مٹی تو ظاہری اسباب ہیں جنھیں اختیار کرنے کا حکم ہے‘ اس میں تاثیر شفا کا پیدا ہوجانا مِنْ جَانِبِ اللّٰہ ہے۔ ③ حقیقت یہ ہے کہ یہ دم مسنون ہے اور اس میں اصل تاثیر بِإِذْنِ رَبِّنَا کے لفظ کی ہے۔ مومن کے منہ کا لعاب اور مٹی‘ خواہ کسی بھی سرزمین کی ہو‘ اس شفابخشی کا صرف ایک حصہ ہیں اور تجربے سے اس دم کا بے حد مؤثر ہونا ثابت ہے۔ ④ اہل علم واہل صلاح و تقوٰی کی طرف بھی دم کروانے کے لیے اور دعا کے لیے رجوع کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ تعویذ گنڈوں اور مشرکانہ طریقوں سے علاج نہ کرتے ہوں۔

[٩٠٢] وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعُودُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى وَيَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! رَبَّ

[902] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ اپنے بعض گھر والوں کی بیمار پرسی کرتے تو اپنا دایاں

[891] صحيح البخاري، الطب، باب رقية النبي ﷺ، حديث:5745، وصحيح مسلم، السلام، باب رقية المريض بالمعوذات والنفث، حديث:2194.

[902] صحيح البخاري، الطب، باب رقية النبي ﷺ، حديث:5743، وصحيح مسلم، السلام، باب استحباب رقية المريض، حديث:2191.

النَّاسِ، أَذْهِبِ الْبَأْسَ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہاتھ (مریض کے درد والے حصے پر) پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے: ''اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو دور فرما دے۔ تو شفا عطا فرما' تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری ہی شفا شفا ہے۔ تو ایسی شفا دے جو بیماری کو نہ چھوڑے۔ (اسے بالکل ختم کر دے۔'')

فوائد ومسائل: ① ریاض الصالحین میں یَعُودُ ہے (بیمار پرسی کرتے) لیکن صحیح بخاری میں یہ یُعَوِّذُ ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یَرْقِي کے ہم معنی قرار دیا ہے' یعنی دم کرتے۔ ② اہل علم وفضل کو لوگوں کی بیمار پرسی کرنی چاہیے اور از خود دم بھی کرنا چاہیے۔

[٩٠٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ لِثَابِتٍ رَحِمَهُ اللهُ: أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: اَللّٰهُمَّ! رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَأْسِ، اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[903] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ثابت (بنانی' تابعی) رحمہ اللہ سے کہا: کیا میں تم پر رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا دم نہ کروں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھی: اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو لے جانے والے! تو شفا عطا فرما۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔ تو ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کو نہ چھوڑے۔ (بخاری)

فائدہ: مذکورہ روایات سے نبی ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دم کرنا ثابت ہے' اس لیے دم کرنے کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے اسماء وصفات اور مسنون دعاؤں کے ذریعے سے ہو یا معوّذات و سورۂ فاتحہ وغیرہ قرآنی سورتوں اور آیات سے ہو۔ اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ ہو کہ یہ ظاہری اسباب بذات خود مؤثر نہیں' یہ اللہ کی مشیت اور تقدیر ہی سے مؤثر ہو سکتے ہیں۔

[٩٠٤] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: عَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! اِشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ! اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ! اشْفِ سَعْدًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[904] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو دعا فرمائی: ''اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔ اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔ اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔'' (مسلم)

---

[903] صحيح البخاري، الطب، باب رقية النبي ﷺ، حديث: 5742.

[904] صحيح البخاري، الإيمان، باب ماجاء أن الأعمال بالنية والحسبة، حديث: 56، وصحيح مسلم، الوصية، باب الوصية بالثلث، حديث: (8)-1628.

فائدہ: مریض کے لیے بطور خاص اس کا نام لے کر دعائے صحت وشفا کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح تکرار کے ساتھ بار بار بارگاہ الٰہی میں الحاح وزاری سے التجا ودعا کی جائے تا کہ اللہ کے ہاں شرف قبولیت پائے۔

[٩٠٥] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَجَعًا يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي تَأَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ: بِسْمِ اللهِ - ثَلَاثًا - وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[905] حضرت ابوعبداللہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو اپنے اس درد کی بابت بتلایا جو وہ اپنے جسم میں محسوس کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھو جو درد کرتا ہے اور تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ اور سات مرتبہ أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ کہو۔'' یعنی میں اللہ کی عزت کی پناہ اور اس کی قدرت میں آتا ہوں اس برائی سے جو میں پاتا اور جس سے ڈرتا ہوں۔ (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان خود بھی مسنون دعائیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرسکتا ہے۔ دوسروں سے ہی دم کرانا ضروری نہیں۔ بلکہ بہتر ہے کہ از خود دم کرے اور دوسروں سے دم کا مطالبہ نہ کرے تا کہ وہ ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جانے والوں میں سے ہو جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ] عثمان بن ابی العاص ثقفی، طائفی - ابوعبداللہ ان کی کنیت ہے۔ طائف سے جو وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، یہ ان میں سب سے کم عمر شخص تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو وفد پر عامل مقرر کر دیا۔ انھوں نے اللہ کے فضل سے اپنی قوم کو مرتد ہونے سے بچایا اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ دورِ فاروقی میں بحرین اور عمان کے گورنر رہے۔ یہ خلافت معاویہ میں بصرہ میں 51 ہجری کو فوت ہوئے۔ ان سے کل 9 روایات مروی ہیں۔

[٩٠٦] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَحْضُرْهُ أَجَلُهُ، فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ: إِلَّا عَافَاهُ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى

[906] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: میں اللہ برتر سے، جو عرش عظیم کا مالک بھی ہے، یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطا فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے ضرور عافیت بخش دے گا۔'' (اسے ابوداود

[905] صحيح مسلم، السلام، باب استحباب وضع يده على موضع الألم مع الدعاء، حديث:2202.

[906] سنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للمريض عند العيادة، حديث:3106، و جامع الترمذي، الطب، باب مايقول عند عيادة المريض؟، حديث:2083، و المستدرك للحاكم:4/213.

شَرْطِ الْبُخَارِيِّ .

اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح ہے۔)

فائدہ: صدق و اخلاص سے کی گئی دعا کی قبولیت کا بہت امکان ہوتا ہے' اس لیے پورے یقین و اذعان سے مریض کی صحت یابی کی دعا کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں مسنون دعاؤں میں بھی خصوصی تاثیر و برکت ہے' اس لیے اصل منقول الفاظ پڑھے جائیں۔

[٩٠٧] وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلٰى مَنْ يَعُودُهُ قَالَ: «لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[907] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے' اور آپ جس کی عیادت کے لیے بھی تشریف لے جاتے تو فرماتے: لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ''کوئی فکر نہیں' اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① طَهُورٌ کے معنی ہیں: یہ بیماری تیرے نفس کو گناہوں سے پاک کر دے گی۔ ② مریض کے پاس بیٹھ کر اس کی دل جوئی کرنا اور اس سے حوصلہ افزا باتیں کرنا سنت ہے۔ ③ مومن اگر بیماری میں صبر کرے تو اس کی یہ بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

[٩٠٨] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ! اِشْتَكَيْتَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[908] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: اے محمد (ﷺ)! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان الفاظ میں دعا فرمائی: اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں' ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذا پہنچائے، ہر حاسد نفس اور آنکھ کے شر سے، اللہ آپ کو شفا عطا فرمائے' اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ بھی ایک بشر تھے اور بشری عوارض (بیماری' تکلیف وغیرہ) آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے لیے ان چیزوں سے صحت و سلامتی کی دعا کی گئی۔ ہمیں پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی

[907] صحيح البخاري، المرضى، باب عيادة الأعراب، حديث: 5656.

[908] صحيح مسلم، السلام، باب الطب والمرض والرقى، حديث: 2186.

اتباع میں یہ دعائیں پڑھنی چاہئیں۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے پوچھنے پر بتانا کہ ''میں بیمار ہوں'' اللہ تعالیٰ کے شکوے کے زمرے میں نہیں آتا۔

[٩٠٩] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ. وَإِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، قَالَ: يَقُولُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي. وَإِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ. وَإِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي» وَكَانَ يَقُولُ: «مَنْ قَالَهَا فِي مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[909] حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جو بندہ بھی لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہتا ہے تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے: میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں۔ اور جب وہ کہتا ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں اکیلا ہوں' میرا کوئی شریک نہیں۔ اور جب وہ کہتا ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے سوا کوئی معبود نہیں' میری ہی بادشاہی ہے اور میرے ہی لیے تعریف ہے۔ اور جب وہ کہتا ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے سوا کوئی معبود نہیں' گناہ سے پھیرنا اور نیکی کرنے کی ہمت دینا بھی صرف میرا کام ہے۔'' اور نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''جو شخص مذکورہ کلمات اپنی بیماری میں پڑھے' پھر وہ اس میں مر جائے تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی (یعنی وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔'') (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: مذکورہ کلمات' اللہ کی توحید اور اس کی عظمت پر مبنی ہیں۔ بیماری میں بالخصوص ان کا پڑھنا حسن خاتمہ کا باعث ہے۔

[١٤٦] بَابُ اسْتِحْبَابِ سُؤَالِ أَهْلِ الْمَرِيضِ عَنْ حَالِهِ

باب:146- مریض کے گھر والوں سے مریض کے بارے میں پوچھنا مستحب ہے

[٩١٠] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ

[910] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

[909] جامع الترمذي، الدعوات...، ماجاء مايقول العبد إذا مرض؟، حديث: 3430.

[910] صحيح البخاري، الاستئذان، باب المعانقة...، حديث: 6266.

عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الْحَسَنِ! كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آپ کی اس بیماری میں باہر نکلے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ نے کیسے صبح کی؟ حضرت علی نے جواب دیا: الحمدللہ! آپ نے بہتر ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔ (صحیح بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مریض زیادہ نازک حالت میں ہو اور اس سے ملنا ممکن یا مفید نہ ہو تو اس کی بابت اس کے گھر والوں سے پوچھنا مستحب ہے۔ اسی طرح گھر والوں کے لیے ضروری ہے کہ مریض کی حالت' مسرت افزا انداز میں بیان کریں تا کہ پوچھنے والوں کے دلوں کو بھی ہمت و حوصلہ ہو۔

[١٤٧] بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ أَيِسَ مِنْ حَيَاتِهِ

باب: 147- زندگی سے مایوس ہونے والا شخص کیا دعا پڑھے

[٩١١] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلٰى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[911] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ میری طرف سہارا لگائے ہوئے تھے: ''اے میرے اللہ! مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① رفیق اعلیٰ سے مراد اکثر علماء کے نزدیک ذات باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نام رفیق بھی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد فرشتے' انبیاء و شہداء اور صالحین ہیں' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی: ﴿أَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾ (یوسف101:12) ''مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے۔'' بہر حال موت کے وقت اپنا تعلق دنیا سے منقطع کر کے آخرت سے جوڑ لینا چاہیے۔ ② نبی اکرم ﷺ کی طلب مغفرت کا مطلب رفع درجات اور اضافۂ حسنات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے تھے۔

[٩١٢] وَعَنْهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ

[912] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ میں

[911] صحيح البخاري، المرضى، باب تمني المريض الموت، حديث:5674، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها، حديث:2444.

[912] إسناده ضعيف: جامع الترمذي، الجنائز، باب ماجاء في التشديد عند الموت، حديث:978.

وَهُوَ بِالْمَوْتِ، عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! أَعِنِّي عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

نے رسول اللہ ﷺ کو موت کے وقت دیکھا کہ آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا' آپ اپنا ہاتھ پیالے میں ڈالتے' پھر اپنے چہرۂ مبارک پر پانی ملتے اور فرماتے: ''اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔'' (ترمذی)

فوائد ومسائل: ① یہ روایت سنداً ضعیف ہے' تاہم موت کے وقت آپ پر غشی کا طاری ہونا اور پانی لے کر چہرے پر ملنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحيح البخاري، المغازي، حديث:4449)

[١٤٨] بَابُ اسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ أَهْلِ الْمَرِيضِ وَمَنْ يَّخْدِمُهُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ وَالصَّبْرِ عَلٰى مَا يَشُقُّ مِنْ أَمْرِهِ وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهِ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ وَّنَحْوِهِمَا

باب:148- مریض کے خاندان اور اس کے خدمت گاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے' تکلیف برداشت کرنے اور اس کی طرف سے پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین' اسی طرح جس کی موت کا سبب قریب ہو' یعنی اس پر حد یا قصاص وغیرہ نافذ ہونے والا ہو' اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کا بیان

[٩١٣] عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا» فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[913] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت' جو زنا کے نتیجے میں حاملہ تھی' نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں (جرم کا ارتکاب کر کے) حد کو پہنچ گئی ہوں' آپ وہ حد مجھ پر نافذ فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے ولی (سرپرست) کو طلب کیا اور اس سے فرمایا: ''اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو' پھر جب یہ بچہ جن لے تو اسے میرے پاس لانا۔'' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا (یعنی زچگی کے بعد اس عورت کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔) تو نبی ﷺ نے اس کے متعلق حکم فرمایا' چنانچہ

[913] صحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث:1696.

اس پر اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھے گئے' پھر آپ کے حکم سے اسے سنگسار کر دیا گیا' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① امام نووی رحمہ اللہ نے جو باب باندھا ہے' اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ ② زنا سے اگر حمل ٹھہر جائے تو اس عورت پر فوراً حد کا نفاذ نہیں ہوگا' بلکہ وضع حمل کے بعد ہوگا کیونکہ اس میں بچے کا تو کوئی قصور نہیں۔ اسی طرح حد کا نفاذ اس کے گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

[١٤٩] بَابُ جَوَازِ قَوْلِ الْمَرِيضِ: أَنَا وَجِعٌ، أَوْ شَدِيدُ الْوَجَعِ أَوْ مَوْعُوكٌ أَوْ «وَارَأْسَاهُ» وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَبَيَانِ أَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى سَبِيلِ التَّسَخُّطِ وَإِظْهَارِ الْجَزَعِ

باب:149- مریض کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف یا شدید تکلیف یا بخار ہے یا ہائے میرا سر' وغیرہ بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ اللہ سے ناراضی اور جزع فزع کے اظہار کے طور پر نہ ہو

[٩١٤] عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ، فَمَسِسْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، فَقَالَ: «أَجَلْ، إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[914] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کے جسم کو ہاتھ لگایا اور کہا: آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں' مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں بھی بشریت رسول ﷺ کے ساتھ، باب میں بیان کردہ باتوں کا اثبات وجواز ہے۔

[٩١٥] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِي مَا تَرٰى، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[915] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ، میرے اس شدید درد میں جو مجھے لاحق تھا' میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: میں جس حالت کو پہنچ گیا ہوں آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور میں مالدار آدمی ہوں لیکن میری وارث میری ایک ہی بیٹی ہے۔ پھر باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری ومسلم)

[914] صحيح البخاري، المرضى، باب شدة المرض، حديث: 5647، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك......، حديث: 2571.

[915] صحيح البخاري، المرضى، باب ما رخص للمريض أن يقول: إني وجع......، حديث: 5668، وصحيح مسلم، الوصية، باب الوصية بالثلث، حديث: 1628.

[٩١٦] وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَارَأْسَاهُ! فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهُ!» وَذَكَرَ الْحَدِيثَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[916] قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ نے کہا: ہائے میرے سر کا درد! تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ میں کہتا ہوں: ہائے میرے سر کا درد!'' اور باقی حدیث بیان کی۔ (صحیح بخاری)

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ کے سر میں درد ہوا جس کا اظہار انھوں نے کیا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرا سر بھی درد کی شدت سے پھٹا جا رہا ہے۔'' مطلب یہ ہوا کہ درد وتکلیف کی شدت کا زبان سے اظہار جائز ہے اگر مقصد اللہ سے ناراضی کا یا جزع فزع کے اظہار کا نہیں ہے۔ ② قاسم' محمد بن ابی بکر ؓ کے صاحبزادے' یعنی حضرت عائشہ کے برادر زاد (بھتیجے) ہیں۔ یہ مدینے کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ ؒ۔

[١٥٠] بَابُ تَلْقِينِ الْمُحْتَضَرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

باب: 150- قریب المرگ کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کی تلقین کرنے کا بیان

[٩١٧] عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

[917] حضرت معاذ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی آخری گفتگو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه ہوگی وہ جنت میں جائے گا۔'' (اسے ابوداود اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اس کا مطلب یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا زبان پر جاری ہو جانا اس کے مومن ہونے کی علامت ہے اور مومن یقیناً جنتی ہے' تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پہلے مرحلے ہی میں جنت میں چلا جائے گا یا سزا بھگتنے کے بعد دوسرے مرحلے میں جائے گا۔ یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ ② اسی طرح توحید اور اس کے تقاضوں کو بھی اگر وہ سمجھنے اور شرک سے اجتناب کرنے والا ہوگا' تب جنت میں جائے گا ورنہ بہت سے نام نہاد کلمہ گو شرک صریح میں مبتلا ہیں' وہ کس طرح جنت میں جا سکتے ہیں۔

[٩١٨] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[918] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مُردوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی تلقین کرو۔'' (مسلم)

[916] صحيح البخاري، المرضى، باب ما رخص للمريض أن يقول: إني وجع ......، حديث: 5666.

[917] سنن أبي داود، الجنائز، باب في التلقين، حديث: 3116، والمستدرك للحاكم: 351/1، حديث: 1299.

[918] صحيح مسلم، الجنائز، باب تلقين الموتى: لا إله إلا الله، حديث: 916.

فائدہ: مُردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو قریب المرگ ہوں۔ اور تلقین کا مطلب بعض کے نزدیک یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھ کر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھا جائے تاکہ اسے سن کر وہ بھی پڑھ لیں۔ ان کو پڑھنے کی تلقین نہ کی جائے کیونکہ اس طرح کرنے میں خطرہ ہے کہ کہیں وہ گھبراہٹ یا جھنجھلاہٹ میں انکار نہ کر دیں جس سے کفر لازم آ سکتا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. لیکن شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس بات کو درست قرار نہیں دیا اور لکھا ہے کہ تلقین کا مطلب یہی ہے کہ اسے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے لیے کہا جائے اور خود رسول اکرم ﷺ سے بالفعل بھی ایسا ہی ثابت ہے۔ تفصیل اور دلیل کے لیے دیکھیے: أَحْكَامُ الْجَنَائِزِ، بَابُ تَلْقِينِ الْمَيِّتِ.

[١٥١] بَابُ مَا يَقُولُهُ بَعْدَ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

باب: 151- مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے

[٩١٩] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ»، فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: «لَا تَدْعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلٰى مَا تَقُولُونَ» ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ! وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[919] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ (قبض روح کے بعد) ان کی آنکھیں اوپر کو کھلی ہوئی تھیں (جیسے کسی کے تعاقب میں ہوتی ہیں۔) تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، پھر فرمایا: ''بے شک روح جب قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کے پیچھے لگتی ہیں۔'' تو ان کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ چیخ کر رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی جانوں کے لیے بھلائی ہی کی دعا کرو، اس لیے کہ جو تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اور اس کے درجے مہدیین میں بلند فرما اور اس کے بعد اس کے پسماندگان میں اس کا جانشین بن جا اور ہمیں اور اس کو اے رب العالمین! بخش دے۔ اور اس کی قبر کو فراخ کر دے اور اس کے لیے اس کی قبر کو روشن فرما۔'' (صحیح مسلم)

فوائد و مسائل: ① انسان کی روح جب قبض ہوتی ہے تو آنکھیں اس کے تعاقب میں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اس لیے میت کی آنکھیں بند کر دینی چاہئیں۔ ② ایسی مجالس میں بددعا نہ کی جائے کیونکہ وہاں موجود فرشتے آمین کہتے ہیں۔

[919] صحيح مسلم، الجنائز، باب في إغماض الميت والدعاء له إذا حضر، حديث:920.

③ اہل علم وفضل کو چاہیے کہ وہ میت والے گھر میں آئیں اور میت کے لیے مغفرت کی اور متعلقین کے لیے صبر جمیل اور دیگر امور خیر کی دعا کریں۔ ④ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے میت کو نفع پہنچتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ اس لیے مرنے کے بعد مرنے والے کے گھر آ کر تعزیت کرنا اور دعا کرنا ایک مسنون عمل ہے جس کے جائز بلکہ سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں جو رواج ہے کہ باہر دری یا صفیں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں اور تین دن تک بیٹھے رہتے ہیں' ان ایام میں لوگ آتے ہیں اور گھڑی گھڑی ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں' یہ طریقہ مسنون نہیں اور نہ اس موقع پر فاتحہ پڑھنے ہی کا کوئی جواز ہے۔ اس لیے اس رواج سے بچتے ہوئے مذکورہ سنت طریقے سے دعا کرنی چاہیے' میت کے لیے بھی اور اس کے ورثاء کے لیے بھی۔ اس موقع پر نبی ﷺ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہاتھ اٹھائے بغیر ہی دعا کرنا ہے کیونکہ طریقۂ نبوی اور تعامل صحابہ یہی ہے۔

[١٥٢] بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْمَيِّتِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ مَّاتَ لَهُ مَيِّتٌ

باب: 152- میت کے پاس کیا کہا جائے اور جس کے گھر موت کا حادثہ ہوا ہو' وہ کیا کہے

[٩٢٠] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ، أَوِ الْمَيِّتَ، فَقُولُوا خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ»، قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قَالَ: «قُولِي: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَلَهُ، وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبَى حَسَنَةً» فَقُلْتُ: فَأَعْقَبَنِيَ اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِّي مِنْهُ: مُحَمَّدًا ﷺ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا: «إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ» أَوِ «الْمَيِّتَ» عَلَى الشَّكِّ، وَرَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَغَيْرُهُ: [اَلْمَيِّتَ] بِلَا شَكٍّ.

[920] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو بھلی بات کہو' اس لیے کہ جو تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (میرے خاوند) ابوسلمہ فوت ہو گئے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابوسلمہ وفات پا گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ دعا پڑھو: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي......] اے اللہ! مجھے اور اسے بخش دے اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما۔'' میں نے انھی الفاظ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل محمد ﷺ عطا فرما دیے۔ مسلم نے اسی طرح ''جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ'' شک کے ساتھ روایت کیا ہے' البتہ ابوداود وغیرہ نے بغیر شک کے [المیت]

[920] صحيح مسلم، الجنائز، باب ما يقال عند المريض والميت؟ حديث: 919، و سنن أبي داود، الجنائز، باب ما يقال عند الميت من الكلام، حديث: 3115.

کے ساتھ روایت کیا ہے' ''یعنی جب تم میت کے پاس آؤ۔''

فائدہ: ورثائے میت کو چاہیے کہ وہ مرنے والے کے خلا کو پر کرنے کے لیے یہ مسنون دعا پڑھا کریں تا کہ انھیں بدل ہی نہیں نعم البدل ملے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' اس کے لیے کوئی بات مشکل نہیں۔

[۹۲۱] وَعَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ: اَللّٰهُمَّ! أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَجَرَهُ اللهُ تَعَالٰى فِي مُصِيبَتِهِ وَأَخْلَفَ لَهُ خَيْرًا مِّنْهَا. قَالَتْ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ كَمَا أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَخْلَفَ اللهُ لِي خَيْرًا مِّنْهُ رَسُولَ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[921] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے: ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما۔ اور اس کی جگہ بہتر بدل عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت میں اجر عطا کرتا اور اس کی جگہ اسے بہتر جانشین عطا فرماتا ہے۔'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہوگئے تو میں نے اسی طرح دعا کی جس طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے (بہت) بہتر جانشین' یعنی رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگیا۔ اس طرح دنیا ہی میں اللہ نے انھیں بہتر ہی نہیں بلکہ بہترین بدل عطا فرما دیا۔ ② اگر کسی کو دنیا میں بہتر بدلہ نہیں ملے گا تو آخرت میں تو یقینی ہے۔ بہر حال یہ بھی اللہ کی مشیت پر ہی موقوف ہے اور وہی بندوں کی مصلحتوں کو بہتر جانتا ہے۔

[۹۲۲] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيَقُولُ: فَمَاذَا قَالَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالٰى: اِبْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي

[922] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندے کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی۔ وہ کہتے ہیں: ہاں۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ وہ کہتے ہیں: ہاں۔ تو اللہ فرماتا ہے: تب میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں

[921] صحيح مسلم، الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة؟، حديث: 918.

[922] جامع الترمذي، الجنائز، باب فضل المصيبة إذا احتسب، حديث: 1021.

الْجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

کہ اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بَيْتُ الْحَمْد رکھو۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① وَلَدٌ (بچہ) سے مراد انسان کی اولاد ہے' چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اولاد کی وفات والدین کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے لیکن اس پر صبر کرنا اور اللہ کی تقدیر پر شاکر رہنا' اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ ② شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

[٩٢٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: «مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[923] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندے کی دنیا کی پسندیدہ چیز چھین لوں' پھر وہ اس پر ثواب کی نیت رکھے (اور صبر کرے) تو میرے پاس اس کے لیے جنت کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے۔'' (بخاری)

[٩٢٤] وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَرْسَلَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيْهِ تَدْعُوهُ وَتُخْبِرُهُ أَنَّ صَبِيًّا لَهَا - أَوِ ابْنًا - فِي الْمَوْتِ، فَقَالَ لِلرَّسُولِ: «ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَأَخْبِرْهَا أَنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ»، وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[924] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی نے آپ کو بلوانے کے لیے پیغام بھیجا اور آپ کو اطلاع دی کہ اس کا بچہ یا بیٹا موت کی آغوش میں ہے۔ آپ ﷺ نے قاصد سے فرمایا: ''واپس جا اور اس سے کہہ کہ اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا۔ اور ہر چیز اس کے پاس ایک وقت مقرر کے ساتھ ہے' پس اس کو حکم دے کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے۔'' اور باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تلقین کا بیان ہے۔ یہ روایت باب الصبر، رقم:29 میں بھی گزر چکی ہے۔

[923] صحيح البخاري، الرقاق، باب العمل الذي يبتغي به وجه الله تعالى، حديث:6424.

[924] صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ: يعذب الميت ببعض بكاء أهله......، حديث:1284، و صحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث:923.

[١٥٣] بَابُ جَوَازِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ

باب:153- میت پر بین اور نوحے کے بغیر رونے کے جائز ہونے کا بیان

أَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَأْتِي فِيهَا بَابٌ فِي كِتَابِ النَّهْيِ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى. وَأَمَّا الْبُكَاءُ فَجَاءَتْ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ بِالنَّهْيِ عَنْهُ، وَأَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ، وَهِيَ مُتَأَوَّلَةٌ وَّمَحْمُولَةٌ عَلٰى مَنْ أَوْصٰى بِهِ، وَالنَّهْيُ إِنَّمَا هُوَ عَنِ الْبُكَاءِ الَّذِي فِيهِ نَدْبٌ، أَوْ نِيَاحَةٌ، وَالدَّلِيلُ عَلٰى جَوَازِ الْبُكَاءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ، مِنْهَا:

نوحہ کرنا تو حرام ہے جس پر عنقریب کتاب النھي میں ان شاءاللہ ایک باب آئے گا' البتہ رونا (یعنی چیخ پکار کرنا) اس کی ممانعت کی بھی بہت سی احادیث ہیں اور یہ حدیث ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اس کی تاویل کی گئی ہے اور اسے ان لوگوں پر محمول کیا گیا ہے جو رونے پیٹنے کی وصیت کر کے جائیں۔ اور رونا وہ ممنوع ہے جس میں بین اور نوحہ ہو' ورنہ بین اور نوحے کے بغیر رونے کے جواز پر کثیر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

[٩٢٥] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَبَكٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَكَوْا؛ فَقَالَ: **«أَلَا تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا أَوْ يَرْحَمُ!»**. وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[925] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کی اور آپ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ (وہاں پہنچ کر) رسول اللہ ﷺ (بے اختیار) رو پڑے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم سنتے نہیں! یقیناً اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دے گا' لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم کرے گا۔'' اور آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① شدت غم سے آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا' اسی طرح دل کا غمگین ہونا' یہ دونوں چیزیں فطری ہیں جن پر انسان کا اختیار نہیں' بلکہ یہ رحمت کا ایک حصہ ہیں۔ یہ ممنوع ہیں نہ قابل مؤاخذہ۔ مؤاخذہ جس پر ہوگا اور

[925] صحيح البخاري، الجنائز، باب البكاء عند المريض، حديث:1304، وصحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث:924.

جس کی ممانعت ہے، وہ ہے زبان سے بین اور نوحہ کرنا۔ لیکن اگر اسی زبان سے صبر وشکر کے کلمات ادا کیے جائیں تو انسان رحمت الٰہی کا مستحق ہوگا۔ ② نَدْبٌ کے معنی ہیں: مرنے والے کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ۔ اور نوحہ کا مطلب ہے: چیخ چیخ کر ان کا ذکر کرنا اور پھر اس پر جزع فزع کرنا۔ یہ دونوں مل کر ممنوع ہیں جسے ہم بین اور ماتم کرنا کہتے ہیں۔ ورنہ محض مرنے والے کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ کرنا ممنوع نہیں بلکہ محمود و مستحسن ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی انھیں اختیار کرنے کی ترغیب ہو۔ اسی طرح جو حدیث ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی ایک تو رونے سے مراد وہی بین اور ماتم کرنا ہے ورنہ محض رونا تو فطری عمل ہے، وہ نہ ممنوع ہے نہ قابل گرفت۔ علاوہ ازیں یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جو خود بھی اپنی زندگی میں نوحہ و ماتم کرتا رہا ہوگا، یا اپنی میت پر نوحہ و ماتم کرنے کی وصیت کر کے مرا ہوگا، یا اس کے علم میں ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرے گھر والے مجھ پر خوب نوحہ و ماتم کریں گے جیسے کہ بعض خاندانوں میں رواج ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ انھیں منع کر کے نہیں مرا۔ ان تینوں صورتوں میں وہ خود بھی شریک جرم متصور ہوگا اور اس پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ لیکن اگر تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں ہوگی اور اس کے باوجود میت کے گھر والے محض اپنی جہالت کی وجہ سے اس پر نوحہ و ماتم کریں گے تو سارا گناہ نوحہ و ماتم کرنے والوں ہی کو ہوگا، میت کو ان کی وجہ سے عذاب نہیں ہوگا کیونکہ یہ کسی طرح بھی ان کے اس گناہ میں شریک نہیں ہے۔ اس لیے ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (بني إسرآئيل 15:17) کے مطابق اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔

[٩٢٦] وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رُفِعَ إِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ، فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هٰذَا يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «**هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالٰى فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[926] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ان کے نواسے کو اٹھا کر لایا گیا جو مرنے کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں ہی پر رحمت فرماتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

[٩٢٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِ ﷺ تَذْرِفَانِ،

[927] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم کے پاس آئے جو کہ جان کنی کے عالم میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کے ساغر چھلک پڑے تو

[926] صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ: يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه...... حديث: 1284، وصحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث: 923.

[927] صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ: [إنا بك لمحزونون]، حديث: 1303، وصحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال و تواضعه......، حديث: 2315.

فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: «يَا ابْنَ عَوْفٍ! إِنَّهَا رَحْمَةٌ» ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى، فَقَالَ: «إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ! لَمَحْزُونُونَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اور آپ بھی (روتے ہیں) اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن عوف! یہ رحمت و شفقت ہے۔'' اور آپ ﷺ دوبارہ رو پڑے اور فرمایا: ''بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی کر دے۔ اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمزدہ ہیں۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا ہے) اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

وَالْأَحَادِيثُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ مَشْهُورَةٌ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

اور صحیح بخاری میں اس موضوع کی بہت سی مشہور روایات ہیں۔ واللہ أعلم.

فائدہ: ابراہیم نبی ﷺ کا وہ بیٹا تھا جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا۔ وفات کا یہ واقعہ دس ہجری کا ہے۔ ان احادیث سے رونے کا جواز بالکل واضح ہے لیکن وہ رونا جس میں بین اور نوحہ نہ ہو۔

[١٥٤] بَابُ الْكَفِّ عَنْ مَّا يَرٰى مِنَ الْمَيِّتِ مِنْ مَّكْرُوهٍ

باب: 154- میت کے عیب بیان کرنے سے زبان کو روکنے کی تاکید

[٩٢٨] عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَسْلَمَ مَوْلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ، غَفَرَ اللهُ لَهُ أَرْبَعِينَ مَرَّةً». رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ: صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

[928] حضرت ابو رافع اسلم' رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی میت کو غسل دے (اور وہ اس میں کوئی عیب دیکھے) پس وہ اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرمائے گا۔'' (اسے امام حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ دوران غسل کوئی جسمانی عیب نظر آئے یا کسی وجہ سے اس کی شکل و صورت میں تغیر رونما ہو جائے تو اسے بیان کرنے سے گریز کیا جائے تاکہ اس کی ذلت و رسوائی نہ ہو۔ ② بعض علماء عبرت کے طور پر مسخ شدہ لاش کی بابت بیان کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں' تاہم حدیث میں پردہ ڈالنے ہی کا حکم ہے' اس لیے پردہ پوشی ہی صحیح ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو رافع اسلم مولیٰ رسول اللہ رضی اللہ عنہ] ان کے نام میں مختلف اقوال ہیں' لہٰذا ان کا نام اسلم'

[928] المستدرك للحاكم: 354/1، حديث: 1307.

ہرمز' ثابت یا ابراہیم ہے۔ یہ قبطی تھے۔ ان کی کنیت ابورافع ہے اور یہ کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے' انھوں نے بطور تحفہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ یہ غزوۂ بدر سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے مگر اس میں شریک نہیں ہوئے۔ احد اور بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی بشارت انھوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔ آپ نے خوشی کی یہ خبر سنتے ہی ابورافع کو آزاد کر دیا۔ 36 ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ 68 احادیث بیان کرتے ہیں۔

[١٥٥] بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَتَشْيِيعِهِ وَحُضُورِ دَفْنِهِ وَكَرَاهَةِ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

باب:155- نماز جنازہ پڑھنے' جنازے کے ساتھ چلنے اور تدفین میں شریک ہونے' نیز جنازوں کے ساتھ عورتوں کے چلنے کی کراہت کا بیان

وَقَدْ سَبَقَ فَضْلُ التَّشْيِيعِ.

(جنازے کے ساتھ چلنے کی فضیلت پہلے گزر چکی ہے)

[٩٢٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ، فَلَهُ قِيرَاطَانِ» قِيلَ: وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ: «مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[929] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جنازے میں حاضر ہوا یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے' اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے۔ اور جو اس کے دفن تک موجود رہے اس کے لیے دو قیراط اجر ہے۔'' دریافت کیا گیا: دو قیراط کی مقدار کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو بڑے پہاڑوں کی مثل۔''

(بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں مسلمان کے جنازے میں شرکت کی فضیلت کا بیان ہے۔ اگر جنازے اور نماز میں شرکت کی جائے تو ایک بڑے پہاڑ کی مانند اجر ملے گا اور اگر تدفین میں بھی شریک ہوا جائے تو اس سے دگنا اجر ملے گا' یعنی دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

[٩٣٠] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى

[930] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ

[929] صحيح البخاري، الجنائز، باب من انتظر حتى تدفن، حديث:1325، وصحيح مسلم، الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها، حديث:945.

[930] صحيح البخاري، الإيمان، باب اتباع الجنائز من الإيمان، حديث:47.

يُصَلِّي عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے چلے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے گا تو وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا۔ ہر قیراط احد پہاڑ کی مانند ہے۔ اور جو اس کو دفنائے جانے سے قبل صرف نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط کے ساتھ واپس آئے گا۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں واضح کر دیا گیا کہ یہ اجر عظیم صرف اس شخص کے لیے ہے جو ایمان کے تقاضے سے اور محض اللہ کی رضا کے لیے اس کا حکم سمجھ کر جنازے میں شرکت کرے۔ اور اس کے برعکس جو کسی اور غرض کے لیے شریک ہوتے ہیں، مثلاً: یہ ہمارا پڑوسی ہے، افسر ہے، ہمارا رشتہ دار ہے وغیرہ اور صرف لحاظ داری یا قرابت داری کی نیت دل میں ہوتی ہے تو اس صورت میں اجر کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔

[٩٣١] وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[وَمَعْنَاهُ]: وَلَمْ يُشَدَّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدَّدُ فِي الْمُحَرَّمَاتِ.

[931] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ہم (عورتوں) کو جنازوں کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم پر سختی نہیں کی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس کا مطلب ہے: منع تو یقیناً کیا گیا ہے لیکن اس میں سختی نہیں کی گئی جس طرح دوسرے محرمات میں سختی کی گئی ہے۔

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔ دوسرے عورتیں جزع فزع زیادہ کرتی ہیں، اس لیے شریعت نے سَدًّا لِلذَّرِيعَة انھیں جنازوں میں شریک ہونے سے روک دیا ہے۔ تاہم جہاں یہ مفاسد نہ ہوں وہاں ان کے لیے شرکت کی گنجائش ہے۔ ② عدم تشدید کا مطلب حسب ضرورت و اقتضا اس کا جواز ہے مگر بشرائط مذکورہ۔ اسی لیے جمہور علماء نے اس نہی کو نہی تنزیہی قرار دیا ہے، یعنی عورتوں کا جنازوں کے ساتھ نہ جانا بہتر ہے۔ (فتح الباری)

[١٥٦] بَابُ اسْتِحْبَابِ تَكْثِيرِ الْمُصَلِّينَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوفِهِمْ ثَلَاثَةً فَأَكْثَرَ

باب: 156- نماز جنازہ میں نمازیوں کا زیادہ ہونا، نیز تین یا اس سے زیادہ صفیں بنانا مستحب ہے

[931] صحيح البخاري، الجنائز، باب اتباع النساء الجنازة، حديث:1278، وصحيح مسلم، الجنائز، باب نهي النساء عن اتباع الجنائز، حديث:938.

[٩٣٢] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[932] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو سب میت کی بخشش کی سفارش کریں تو اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول ہو گی۔'' (مسلم)

[٩٣٣] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوتُ، فَيَقُومُ عَلٰى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَّا يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[933] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان آدمی مر جائے اور اس کے جنازے پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی مغفرت کی سفارش قبول فرماتا ہے۔'' (مسلم)

[٩٣٤] وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ، فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا، جَزَّأَهُمْ عَلَيْهَا ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ، فَقَدْ أَوْجَبَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[934] حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن ہبیرہ ؓ جب جنازے کی نماز پڑھنے لگتے اور لوگوں کا مجمع تھوڑا سمجھتے تو لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے، پھر فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص پر تین صفیں نماز پڑھیں تو اس نے جنت واجب کر لی۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① ان روایات سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت نہایت پسندیدہ ہے، لیکن ہوں وہ اہل ایمان وتوحید۔ اہل شرک و بدعت جتنے بھی ہوں، اللہ کے ہاں ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ جنازہ پڑھیں نہ پڑھیں ایک جیسا ہے۔ ② اگر آدمی تھوڑے ہوں تو انھیں تین صفوں میں تقسیم کر لینا بہتر ہے۔ مختلف روایات میں مختلف تعداد بیان ہوئی ہے جس سے مقصود کثرت ہے اور کثرت بھی، کثرت محض نہیں، اہل ایمان وتقوی اور اہل توحید کی کثرت۔ كَثَّرَ اللّٰهُ سَوَادَهُمْ.

[932] صحيح مسلم، الجنائز، باب من صلى عليه مائة شُفِّعُوا فيه، حديث:947.

[933] صحيح مسلم، الجنائز، باب من صلى عليه أربعون شفعوا فيه، حديث:948.

[934] سنن أبي داود، الجنائز، باب في الصف على الجنازة، حديث:3166، و جامع الترمذي، الجنائز، باب: كيف الصلاة على الميت والشفاعة له؟ حديث:1028.

راویٔ حدیث: [حضرت مرثد بن عبداللہ الیزنی رحمۃ اللہ علیہ] ان کی کنیت ابوالخیر ہے۔ مصری ہیں۔ فقیہ اور ثقہ آدمی ہیں۔ کتب ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ 90 ہجری میں فوت ہوئے۔

وضاحت: [حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ] مالک بن ہبیرہ بن خالد بن مسلم سکونی، کندی۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ حمص کے والی (نگران) اور مصر کے باسی (رہائشی) تھے۔ مروان بن حکم کا دورِ سلطنت وعہد حکومت جب شباب (عروج) پر تھا، ان دنوں یہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ صرف 4 احادیث رسول بیان کرتے ہیں۔

[١٥٧] بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

باب: 157- نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

يُكَبِّرُ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ: يَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْأُولٰى، ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ. وَالْأَفْضَلُ أَنْ يُتِمَّهُ بِقَوْلِهِ: كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ... إِلٰى قَوْلِهِ: إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. وَلَا يَفْعَلُ مَا يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِّنَ الْعَوَامِّ مِنْ قِرَاءَتِهِمْ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ﴾ الْآيَةَ [الأحزاب: ٥٦] فَإِنَّهُ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ إِذَا اقْتَصَرَ عَلَيْهِ. ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّالِثَةَ، وَيَدْعُو لِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِينَ بِمَا سَنَذْكُرُهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ يُكَبِّرُ الرَّابِعَةَ وَيَدْعُو، وَمِنْ أَحْسَنِهِ: اَللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ.

نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہے، پہلی تکبیر کے بعد أَعُوذُ بِاللّٰه پڑھ کر سورۂ فاتحہ (اور کوئی ایک سورت) پڑھے، پھر دوسری تکبیر کہہ کر نبی ﷺ پر درود پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ. افضل یہی ہے کہ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ تک پورا درود پڑھے۔ اور عوام کی اکثریت اپنی قراءت میں صرف یہ آیت پڑھتی ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ الْآيَة. اس طرح نہ کرے، اس کا پڑھنا صحیح نہیں اور نہ اس پر اکتفا کرنے سے نماز ہی صحیح ہوگی (کیونکہ یہ غیر مسنون طریقہ ہے۔) پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت اور مسلمانوں کے لیے وہ دعائیں پڑھے جو ہم آئندہ احادیث میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد دعا کرے اور بہترین دعاؤں میں سے یہ ہے: اَللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ.

وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ يُطَوِّلُ الدُّعَاءَ فِي الرَّابِعَةِ خِلَافَ مَا يَعْتَادُهُ أَكْثَرُ النَّاسِ، لِحَدِيثِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى الَّذِي سَنَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

اور پسندیدہ ہے کہ چوتھی مرتبہ میں خوب لمبی دعا کرے برعکس اس کے جس کے لوگ عادی ہیں۔ جیسا کہ ابن ابی اوفی کی حدیث سے ثابت ہے جس کو ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

فَأَمَّا الْأَدْعِيَةُ الْمَأْثُورَةُ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الثَّالِثَةِ،

تیسری تکبیر کے بعد جو دعائیں نبی ﷺ سے منقول ہیں

فَمِنْهَا :

[٩٣٥] عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ، وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا، كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ» حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

[935] حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو آپ کی وہ دعائیں نے یاد کر لی۔ آپ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، اس کو عذاب سے عافیت دے اور اس کو معاف کر دے، اس کی مہمان نوازی اچھی کر، اس کی قبر فراخ کر دے، اس کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو دے، اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیا۔ اور اس کو اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں بہتر گھر، اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا۔'' (حدیث کے راوی حضرت عوف فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے یہ دعا اس انداز سے مانگی) حتی کہ میں نے آرزو کی کہ کاش یہ میت میں ہوتا۔ (صحیح مسلم)

[٩٣٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي قَتَادَةَ، وَأَبِي إِبْرَاهِيمَ الْأَشْهَلِيِّ عَنْ أَبِيهِ - وَأَبُوهُ صَحَابِيٌّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا. اَللّٰهُمَّ! مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ، اَللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْأَشْهَلِيِّ، وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ

[936] حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوقتادہ اور ابوابراہیم اشہلی کے باپ جو کہ صحابی ہیں، رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو اس میں دعا فرمائی: ''اے اللہ! ہمارے زندہ اور مُردہ کو، ہمارے چھوٹے اور بڑے کو، ہمارے مردوں اور عورتوں کو، ہمارے حاضر اور غائب سب کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو فوت کرے اسے ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد کسی آزمائش سے دوچار نہ کرنا۔'' اس

[935] صحيح مسلم، الجنائز، باب الدعاء للميت في الصلاة، حديث:963.

[936] جامع الترمذي، الجنائز، باب مايقول في الصلاة على الميت، حديث:1024، وسنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، حديث:3201.

وَأَبِي قَتَادَةَ. قَالَ الْحَاكِمُ: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، قَالَ التِّرْمِذِيُّ: قَالَ الْبُخَارِيُّ: أَصَحُّ رِوَايَاتِ هٰذَا الْحَدِيثِ رِوَايَةُ الْأَشْهَلِيِّ. قَالَ الْبُخَارِيُّ: وَأَصَحُّ شَيْءٍ فِي الْبَابِ حَدِيثُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ.

روایت کو ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ اور اشہلی رضی اللہ عنہما کی روایت سے اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث کی روایات میں اشہلی کی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس باب میں سب سے زیادہ صحیح عوف بن مالک کی حدیث ہے۔

[٩٣٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ، فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[937] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میت پر نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔'' (ابوداود)

[٩٣٨] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ: «**اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهُ، فَاغْفِرْ لَهُ**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[938] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنازے پر نماز میں یہ دعا پڑھی: ''اے اللہ! تو ہی اس کا رب ہے، تو ہی نے اسے پیدا فرمایا، تو ہی نے اسے اسلام کی ہدایت و توفیق دی اور تو ہی نے اس کی روح قبض فرمائی اور تو ہی اس کے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں، پس تو اس کو بخش دے۔'' (ابوداود)

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے **ضعیف** سنن أبي داود، رقم: 703 میں درج کیا ہے۔

[٩٣٩] وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «**اَللّٰهُمَّ! إِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ،**

[939] حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی، میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! فلاں بن فلاں تیری امان میں اور تیری حفاظت کی پناہ میں

[937] سنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، حديث: 3199.

[938] سنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، حديث: 3200.

[939] سنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، حديث: 3202.

وَعَذَابَ النَّارِ ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ! فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ہے' تو اس کو قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے بچا۔ تو وعدے کو پورا کرنے والا اور تعریف کے لائق ہے۔ اے اللہ! تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما' بے شک تو بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے۔'' (ابوداود)

[٩٤٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، أَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَّهُ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ هٰكَذَا .

[940] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بیٹی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے' اس میں فوت شدہ بیٹی کے لیے مغفرت طلب کرتے اور دعا کرتے رہے۔ پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: كَبَّرَ أَرْبَعًا، فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمْسًا ، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَّمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَزِيدُكُمْ عَلٰى مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ، أَوْ: هٰكَذَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ایک اور روایت میں ہے: انھوں نے چار تکبیریں کہیں' پھر کچھ دیر ٹھہرے رہے' یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پانچویں تکبیر کہیں گے' پھر انھوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا: یہ کیا بات ہے؟ تو عبداللہ بن ابی اوفی نے فرمایا: میں تمھارے سامنے اس سے زیادہ نہیں کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا۔ یا (یہ فرمایا) رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① مذکورہ تمام دعائیں وہ ہیں جو نبی ﷺ نے نماز جنازہ میں پڑھی ہیں۔ اس لیے اگر ان سب کو جمع کر کے پڑھ لیا جائے تو بہت بہتر ہے کیونکہ میت کے لیے خلوص دل سے دعا کرنے کا حکم ہے۔ الحمدللہ! اہل حدیث یہ دعائیں پڑھتے اور الحاح واخلاص سے دعائیں کرتے ہیں جبکہ دیگر احباب اتنی عجلت سے نماز جنازہ پڑھاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھ لیجیے وہ نماز نہیں پڑھاتے' جھٹکا کرتے ہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی. ② دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ نماز جنازہ اونچی آواز سے بھی پڑھنا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اگر اونچی آواز سے نہ پڑھتے تو صحابہ کو یہ دعائیں بھی یاد نہ ہوتیں۔ تاہم مقتدیوں کا با آواز بلند ''آمین'' کہنا' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول نہیں تھا۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اہل حدیث عوام میں اس کا جو رواج ہے وہ قابل اصلاح

[940] المستدرك للحاكم: 360/1، حديث: 1330، وصحيح سنن أبي داود للألباني: 300/2.

ہے۔نماز جنازہ میں آمین دل میں کہی جائے۔ ③ تیسرے' نماز جنازہ کے بعد میت کی چارپائی کے گرد کھڑے ہو کر دعا کرنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے' یہ بدعت ہے' اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔آپ نے جنازے کے بعد اس طرح دعا نہیں مانگی۔نماز جنازہ میں تو دعائیں نہ مانگنا' جو دعاؤں کا محل ہے اور جس میں نبی ﷺ نے خوب دعائیں مانگی ہیں' اور نماز کے بعد اپنے خودساختہ طریقے سے دعا مانگنے پر اصرار کرنا بڑا عجیب ہے۔گویا نماز میں دعا مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ مقصود ہوتی تو سنت کے مطابق نماز میں مانگتے۔لگتا ہے کہ اصل مقصود اپنی خانہ ساز بدعت پر عمل کرنا ہے' اس لیے اس پر اصرار ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔آمین۔

[١٥٨] بَابُ الْإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

باب:158-جنازے کے لے جانے میں جلدی کرنے کا بیان

[٩٤١] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً، فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[941] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:''جنازہ لے جانے میں جلدی کرو' اس لیے کہ اگر وہ نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے آگے بڑھاؤ گے۔اور اگر وہ اس کے برعکس ہے تو وہ ایک برائی ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو گے۔''

(بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْهِ».

اور مسلم کی روایت میں ہے:''تم اسے بھلائی پر پیش کرو گے۔''

فائدہ: اس میں جلدی تکفین وتدفین کے حکم کے ساتھ' اس کی حکمت اور فائدہ بھی واضح کر دیا' اس لیے جنازے میں غیر ضروری تاخیر نہیں کرنی چاہیے' بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو اس کو اس کے مقام پر پہنچا دیا جائے۔بعض علماء نے اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد جنازہ اٹھا کر جلدی جلدی چلنا ہے۔الفاظ حدیث میں دونوں معانی کی گنجائش ہے۔واللہ أعلم.

[٩٤٢] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ، فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ

[942] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:''جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں' اگر وہ نیک ہوتا ہے

[941] صحيح البخاري، الجنائز، باب السرعة بالجنازة، حديث: 1315، وصحيح مسلم، الجنائز، باب الإسراع بالجنازة، حديث: 944.

[942] صحيح البخاري، الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء، حديث: 1314.

كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ لِأَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تو کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو۔ اور اگر نیک نہیں ہوتا تو لوگوں سے کہتا ہے: ہائے ہلاکت و بربادی! تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو یقیناً بے ہوش ہو جائے۔'' (بخاری)

فائدہ: میت کس طرح بولتی ہے؟ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ تاہم اس کا بولنا ناممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے بلوانا چاہے بلوا سکتا ہے۔ مُردے کا یہ بولنا صحیح حدیث سے ثابت ہے' اس لیے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اس سے میت کا عام گفتگو کرنا یا گفتگو سننا اور آنا جانا یا دنیا والوں کی ضروریات پوری کرنا یا مشکلات آسان کرنا وغیرہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ افسوس کچھ لوگ اس قسم کی احادیث سے اس طرح کی باتیں کشید کرتے اور اسے عقیدۂ اہل سنت مشتہر کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اتباع حق کی توفیق دے۔ آمین۔

[١٥٩] بَابُ تَعْجِيلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى تَجْهِيزِهِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ فُجَاءَةً فَيُتْرَكُ حَتَّى يُتَيَقَّنَ مَوْتُهُ

باب :159- میت کے ذمے قرض کی ادائیگی میں اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کا بیان' البتہ ہنگامی موت کی صورت میں توقف کرنا جائز ہے تاکہ موت کا یقین ہو جائے

[٩٤٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[943] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی جان اس کے قرض کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے جب تک کہ اسے ادا نہ کر دیا جائے۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: مُعَلَّقٌ (لٹکے رہنے) کا مطلب ہے کہ اس کی نجات یا عذاب کا فیصلہ قرض کی ادائیگی تک موقوف رہتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے میت کے ذمے جو قرض ہو' اس کی ادائیگی کرنی چاہیے۔ یہ کس قدر ستم ہے کہ میت کے مال پر قبضے کی فکر تو ہوتی ہے مگر اس کے قرض کی ادائیگی کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

[٩٤٤] وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرِضَ،

[944] حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی اکرم ﷺ ان کی

[943] جامع الترمذي، الجنائز، باب ما جاء أن نفس المؤمن معلقة بدينه...... حديث:1078.

[944] ضعيف- سنن أبي داود، الجنائز، باب تعجيل الجنازة وكراهية حبسها، حديث:3159.

فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقَالَ: «إِنِّي لَا أُرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا بِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

عیادت کے لیے تشریف لائے۔ (دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ طلحہ میں موت کے آثار پیدا ہو گئے ہیں' (جب یہ فوت ہو جائیں تو) مجھے اس کی اطلاع دینا اور ان کو (دفنانے میں) جلدی کرنا' اس لیے کہ کسی مسلمان کی لاش کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکے رکھنا مناسب نہیں۔'' (ابوداود)

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم بغیر معقول اور شرعی عذر کے جنازے کی تدفین میں تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ] حصین بن وحوح بن اسلت (عامر) بن جشم انصاری' اوسی' مدنی۔ یہ صحابیٔ رسول ہیں۔ ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔ سعید انصاری نے وہ روایت ان سے بیان کی ہے۔ یہ وہی صحابی ہیں جو حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرتے ہیں۔ ابن کلبی کے بقول حصین اور ان کے بھائی محصن جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے اور ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

وضاحت: [حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ] طلحہ بن براء بن عمیرہ بن وبرہ بلوی' انصاری۔ انصار کے قبیلے بنوعمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ جب یہ فوت ہونے لگے تو انھوں نے جو آخری باتیں کیں ان میں یہ بھی تھی کہ میرے مرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو خبر نہ کرنا کیونکہ یہودیوں کی شرارتوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ میں رسول اللہ ﷺ پر ڈرتا ہوں کہ انھیں یہودی تکلیف پہنچائیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ان کی قبر پر ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: ''اے اللہ! طلحہ سے اس انداز میں ملنا کہ وہ تجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہو اور تو اسے دیکھ کر تبسم فرما رہا ہو۔''

[١٦٠] بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

باب:160- قبر کے پاس وعظ و نصیحت کرنے کا بیان

[٩٤٥] عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَعَدَ، وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ»، فَقَالُوا:

[945] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع الغرقد (قبرستان) میں ایک جنازے کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے سر جھکایا اور چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا'

[945] صحيح البخاري، الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر......، حديث:1362، وصحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه......، حديث:2647.

يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا؟ فَقَالَ: «اِعْمَلُوا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ». وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پھر فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کا جہنمی اور جنتی ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسا نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نہیں بلکہ) عمل کرو' اس لیے کہ ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ہوگی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔'' اور باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے قبر کے پاس وعظ ونصیحت کرنے کا اثبات ہوا' جیسا کہ امام نووی نے باب باندھا ہے۔ اس وقت دنیا کی بے ثباتی کا حقیقی منظر انسان کے سامنے ہوتا ہے اور دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے' اس لیے اس موقع پر وعظ و نصیحت کے مؤثر اور کارگر ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔ ② اس میں مسئلۂ تقدیر کا بیان ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی بابت علم ہے کہ اس نے اچھے عمل کرنے ہیں یا برے۔ اور اس نے اپنے علم کے مطابق ہر شخص کا اچھا یا برا انجام لکھ رکھا ہے۔ لیکن اس کے علم یا لکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان وہ عمل کرنے پر مجبور ہے جو اللہ کے ہاں لکھا ہوا ہے' بلکہ یہ تو اللہ کو پہلے سے علم ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے نیکوں کا عمل کرے گا اور خوش انجام ہوگا اور فلاں بدوں کا عمل کرے گا اور انجام بد سے دوچار ہوگا اور جب تک اللہ کے علم اور اس کے لکھے ہوئے تک انسان کی رسائی نہیں ہوتی (اور یہ ہو ہی نہیں سکتی) تو پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے علم پر بھروسا کرتے ہوئے عمل صالح کا راستہ چھوڑ دے جبکہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ اس کے آخری انجام کی بابت اللہ نے کیا لکھ رکھا ہے۔ بنابریں انسان کے لیے اس کے بغیر چارہ نہیں کہ وہ کسب خیر میں سرگرم اور کوشاں رہے' اللہ نے اس کو اسی بات کا حکم دیا ہے اور وہ اسی عمل اختیاری پر محاسبہ فرمائے گا نہ کہ اپنے علم پر۔ ③ علاوہ ازیں اس کا یہ اصول بھی ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کام کی توفیق سے نوازتا اور اس کی راہیں اس کے لیے کشادہ کر دیتا ہے جس کے لیے اس کو اس نے پیدا کیا ہے۔ پھر کیوں نہ انسان نیکی کا راستہ اپنا کر اللہ سے خیر کی توفیق کا طالب اور آرزومند رہے۔

[١٦١] بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهِ وَالْقُعُودِ عِنْدَ قَبْرِهِ سَاعَةً لِلدُّعَاءِ لَهُ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَالْقِرَاءَةِ

باب:161- میت کو دفنانے کے بعد اس کے لیے دعا کرنے اور چند گھڑی اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر مرحوم کے لیے دعا' استغفار اور قراءت کرنے کا بیان

[٩٤٦] عَنْ أَبِي عَمْرٍو - وَقِيلَ: أَبُو عَبْدِ اللهِ، وَقِيلَ: أَبُو لَيْلٰى - عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[946] حضرت ابوعمرو اور بعض کے نزدیک ابوعبداللہ اور بعض کے نزدیک ابولیلیٰ' عثمان بن عفان ؓ سے روایت

[946] سنن أبي داود، الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف، حديث:3221.

قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، وَقَالَ: «اِسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لیے بخشش مانگو اور اس کے لیے (منکر نکیر کے سوال و جواب میں) ثابت قدمی کی دعا کرو' اس لیے کہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔'' (ابوداود)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں مُردے سے سوال ہوگا۔ جو مومن ہوگا اللہ تعالیٰ اسے صحیح جواب دینے کی توفیق سے نوازے گا اور وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے' میرا دین اسلام ہے اور جس شخص کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا' وہ محمد ﷺ ہیں۔ ② جو شخص مومن نہیں ہوگا وہ یہ جواب دینے سے محروم رہے گا اور کہے گا: هَاهَا لَا أَدْرِي ''افسوس! میں کچھ نہیں جانتا۔'' اس لیے دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنے کی بڑی تاکید ہے۔ اس کے لیے یہ دعا پڑھی جائے: اَللّٰهُمَّ! ثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ.

[۹٤٧] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: إِذَا دَفَنْتُمُونِي، فَأَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ، وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِطُولِهِ [رقم: ۷۱۱].

[947] حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب تم مجھے دفنا کر فارغ ہو جاؤ تو میری قبر کے گرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ میں تم سے اُنس حاصل کروں اور جان لوں کہ میں اپنے رب کے فرستادوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم) اور یہ روایت تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُقْرَأَ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ، وَإِنْ خَتَمُوا الْقُرْآنَ عِنْدَهُ كَانَ حَسَنًا.

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مستحب ہے کہ اس کے پاس قرآن سے کچھ حصہ پڑھا جائے اور اگر سارا قرآن ہی وہاں ختم کر دیں تو اچھا ہے۔

فوائد و مسائل: ① میت کو دفنانے کے بعد قبر پر کھڑے رہ کر اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنے کی تاکید تو نبی ﷺ نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ ماقبل کی حدیث میں گزرا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی وصیت فرمائی۔ باقی امام شافعی رحمہ اللہ کا جو قول قرآن کریم پڑھنے کی بابت نقل کیا گیا ہے' یہ مسنون طریقہ نہیں ہے۔ اس کی تلاوت کی بابت نبی ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ مسنون عمل صرف دعا کرنا ہی ہے' لہٰذا اسی پر اکتفا کرنا صحیح ہے۔ ② علاوہ ازیں امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت بھی مشکوک ہے' اس لیے کہ فتح الباری' تفسیر ابن کثیر اور دیگر کتب میں امام شافعی رحمہ اللہ کا

[947] صحیح مسلم، الإیمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله و کذلك الهجرة والحج، حدیث:121.

مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی جائز نہیں۔

[١٦٢] بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهُ

باب:162- میت کی طرف سے صدقہ کرنے اور اس کے لیے دعا کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: ﴿وَالَّذِينَ جَآءُو مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾ [الحشر: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔''

فائدۂ آیت: بعد میں آنے والوں سے مراد تابعین اور قیامت تک بعد میں آنے والے تمام مومن ہیں اور ان سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور وہ تمام مومن ہیں جو پہلے گزر گئے۔ اس میں بعد میں آنے والوں نے اپنے ساتھ اپنے سے پہلوں کے لیے بھی مغفرت کی دعا فرمائی جس سے امام نووی نے استدلال فرمایا کہ میت کے حق میں دعا کرنی جائز ہے۔ اسی طرح احادیث میں میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان ہے۔ ان دونوں کا فائدہ مرنے والوں کو پہنچتا ہے' اس لیے یہ دونوں کام کرنے صحیح ہیں۔ اب احادیث ملاحظہ ہوں:

[٩٤٨] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ، تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَّهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[948] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: میری ماں اچانک وفات پا گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے کچھ بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرنے کی تلقین کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں صراحت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اس کا ثواب اس کو پہنچے گا' جیسے دعا کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ قبول فرما لے۔ صدقہ اور دعا ایصال ثواب کی یہی دو صورتیں ہیں جو جائز ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسومات قل' ساتواں' دسواں اور چہلم وغیرہ ہیں' یہ تمام بدعات ہیں جو دراصل ہندووانہ رسمیں ہیں اور جاہل مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں۔ ② اسی طرح قرآن خوانی بھی ایصال ثواب کا مسنون طریقہ نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں بے فائدہ ہیں جن سے میت کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میت کو فائدہ صرف منصوص (صحیح ثابت شدہ) طریقوں ہی سے ہو سکتا ہے اور وہ صرف دو ہی ہیں۔ دعا اور صدقہ۔ اور صدقہ بھی وہ جو اولاد کی طرف سے ہو کیونکہ حدیث میں اولاد ہی کی طرف سے

[948] صحيح البخاري، الجنائز، باب موت الفجأة البغتة، حديث:1388، وصحيح مسلم، الزكاة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه، حديث:1004.

صدقے کا ذکر ہے' اس لیے غیر اولاد کی طرف سے ایصال ثواب کے لیے صدقہ کرنا بھی غیر صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: أحكام الجنائز' للألباني.

[٩٤٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[949] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے' سوائے تین چیزوں کے (کہ ان کا فیض اسے پہنچتا رہتا ہے:) صدقہ جاریہ۔ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو۔ یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ تینوں عمل ایسے ہیں جو دراصل انسان کے اپنے عمل ہیں' جو کسی نہ کسی انداز سے اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ جیسے صدقۂ جاریہ ہے' مثلاً: سرائے' ہسپتال' مسجد و مدرسہ اور کنواں وغیرہ بنوا جانا۔ یہ وقف کی طرح انسان کے اپنے آثار عمل ہیں۔ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَ آثَارَهُمْ﴾ (یٰس 36:12) کے تحت جب تک ان کا وجود قائم ہے اور لوگ فیض یاب ہوتے رہیں گے' ان کا اجر میت کو ملتا رہے گا۔ اسی طرح وہ علم جس کی اس نے لوگوں میں نشر و اشاعت کی اور لوگوں نے اس کی اقتدا کی' مثلاً: قرآن و حدیث پر مبنی کتابیں لکھیں' تبلیغ و دعوت کا کام کیا' مسند درس پر بیٹھ کر شاگردوں کو قرآن و حدیث کا علم پڑھایا اور شب و روز صرف کر کے لوگوں کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالا' تو یہ اس کی سعی اور عمل ہے اور بمصداق حدیث نبوی: [مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا] (سنن أبي داود، السنة، باب من دعا إلى السنة، حديث:4609) اقتدا کرنے والوں کا اجر بھی اسے پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح اولاد کو نبی ﷺ نے خود انسان کی اپنی کمائی قرار دیا ہے۔ (سنن النسائي، البيوع، باب الحث على الكسب، حديث:4454) ③ علاوہ ازیں اس میں اولاد صالح کی دعاؤں کا صلہ ملنے کی بابت کہا گیا ہے جو دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اس اعتبار سے مُردوں کے لیے ایصال ثواب کا مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ صدقہ یا خود میت کی طرف سے صدقۂ جاریہ' علم نافع اور دعا صرف یہ ایصال ثواب کے مسنون طریقے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور طریقے سے مُردوں کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ تاہم میت کے ذمے اگر حج کرنا یا نذر کے روزے رکھنا ہوں تو حدیث میں ورثاء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ میت کی طرف سے ادا کریں کیونکہ ان کی حیثیت قرض کی ہے۔ جس طرح میت کے ذمے قرض ہو تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح حج اس پر فرض ہو چکا ہو اور وہ ادا نہ کر سکے یا اس کی نذر مانی ہو' اسی طرح نذر کے روزے مرنے والے کے ذمے ہوں تو ان کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ یہ قرض ہے۔ تاہم ان پر دوسری بدنی عبادات کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عبادات و قربات میں قیاس کام نہیں دیتا۔ اس کے لیے تو نص شرعی کی ضرورت ہے۔

[949] صحيح مسلم، الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حديث:1631.

[١٦٣]بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب:163- میت کی تعریف کرنے کا بیان

[٩٥٠] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرُّوا بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَجَبَتْ»، ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرٰى، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَجَبَتْ»، فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: «هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[950] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا تو انھوں نے اس کی اچھے الفاظ میں تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔'' پھر وہ ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو انھوں نے اس کی برے الفاظ میں تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔'' تب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ شخص جس کی تم نے اچھے الفاظ میں تعریف کی' اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور یہ شخص جس کی تم نے برے الفاظ میں تعریف کی' اس کے لیے جہنم کی آگ واجب ہو گئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① مخلص مومنوں کی رائے چونکہ امانت و دیانت اور تقویٰ کی آئینہ دار ہوتی ہے' اس لیے وہ جس کے باطن کی صفائی کی گواہی دے دیں' وہ جنتی اور جس کی بد باطنی کی گواہی دے دیں وہ جہنمی ہوگا کیونکہ مومن کی بات میں خواہش نفس کی آمیزش نہیں ہوتی' تاہم فساق و فجار کا کسی کو اچھا یا برا کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ② علاوہ ازیں بعض احادیث میں مُردوں کی برائیاں بیان کرنے سے جو روکا گیا ہے تو اس کا تعلق مومنوں سے ہے' یعنی ان کے ایمان و تقویٰ سے بھرپور زندگی کو نظر انداز کر کے' ان کے عمل و کردار کی بعض کوتاہیاں اگر کسی کے علم میں آ جائیں تو انھیں اچھالنا اور بیان کرتے پھرنا جائز نہیں' ان کے اندر خوبیاں بھی ہیں اور وہ بہت زیادہ ہیں۔ انھیں چھوڑ کر محض برائیوں کی تشہیر کرنا نہایت نامناسب ہے۔ شریعت نے ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ البتہ کافروں کی یا فسق و فجور کا علانیہ ارتکاب کرنے والوں کی برائیوں کا اظہار جائز ہے تاکہ لوگ کافرانہ طور طریقوں اور فسق و فجور کے مظاہروں سے اجتناب کریں۔

[٩٥١] وَعَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَجَلَسْتُ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ

[951] حضرت ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ میں مدینے آیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

[950] صحيح البخاري، الجنائز، باب ثناء الناس على الميت، حديث:1367، و صحيح مسلم، الجنائز، باب فيمن يثنى عليه خير أو شر من الموتى، حديث:949.

[951] صحيح البخاري، الجنائز، باب ثناء الناس على الميت، حديث:1368.

عَنْهُ، فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ: قَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَاأَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **«أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ»**، فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: **«وَثَلَاثَةٌ»** فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: **«وَاثْنَانِ»** ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

لوگوں کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں کی طرف سے اس کے متعلق اچھے کلمات کہے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس کے بارے میں بھی اچھی باتیں کہی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کے متعلق بری باتیں کہی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: امیرالمومنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ انھوں نے فرمایا: میں نے وہی بات کہی ہے جو نبی ﷺ نے فرمائی ہے: ''جس مسلمان کے متعلق چار آدمی بھلائی کی گواہی دے دیں' اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' ہم نے کہا: اگر تین آدمی گواہی دیں تو؟ آپ نے فرمایا: ''تین آدمی بھی۔'' ہم نے کہا: اور دو آدمیوں کی گواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور دو بھی۔'' پھر ہم نے ایک شخص کی گواہی کے بارے میں نہیں پوچھا۔ (بخاری)

فائدہ: اس میں بھی فوت شدہ شخص کے بارے میں اہل ایمان وتقویٰ کی رائے کو اہمیت وفوقیت دی گئی ہے۔ بعض روایات میں قریبی ہمسایوں کی گواہی کا ذکر بھی ہے۔

[١٦٤] بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ أَوْلَادٌ صِغَارٌ

باب:164- اس شخص کی فضیلت کا بیان جس کے چھوٹے بچے فوت ہو جائیں

[٩٥٢] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ»**. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[952] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے قبل فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ان بچوں پر اپنی رحمت کی برکت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ فضیلت اس شخص کے لیے ہے جو ایمان کے تقاضوں کے مطابق بچوں کی وفات پر صبر کرے اور

[952] صحيح البخاري، الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، حديث:1248 من حديث أنس رضي الله عنه، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، حديث:2632 من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

اللہ سے ثواب کی امید رکھے۔ ② حِنْثٌ کے معنی گناہ کے ہوتے ہیں' بلوغت کے لیے حِنْثٌ کا لفظ اس لیے استعمال فرمایا ہے کہ بلوغت کے بعد انسان کے اعمال پر ثواب یا گناہ ہوتا ہے۔ قسم توڑنے کو بھی حِنْث کہتے ہیں کیونکہ قسم کا اعتبار بھی بلوغت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

[٩٥٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[953] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی' مگر قسم پوری کرنے کے لیے آگ پر سے گزرے گا۔'' (بخاری ومسلم)

وَ[تَحِلَّةُ الْقَسَمِ]: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ وَالْوُرُودُ: هُوَ الْعُبُورُ عَلَى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَنْصُوبٌ عَلٰى ظَهْرِ جَهَنَّمَ. عَافَانَا اللهُ مِنْهَا.

[تَحِلَّةُ الْقَسَمِ] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وان منکم...﴾ ''تم میں سے ہر شخص اس جہنم میں وارد ہوگا۔'' (مریم 71:19) اور وُرُود سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے۔ یہ ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے اس پر سے گزار دے۔ (آمین.)

فوائد ومسائل: ① مطلب یہ ہے کہ پل صراط جہنم کے وسط میں سے گزرتا ہے جس پر سے ہر مومن وکافر کو گزرنا ہوگا۔ مومن تو اپنے اپنے اعمال کے مطابق کچھ پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے' کچھ بجلی اور ہوا کی طرح' کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ عمدہ گھوڑوں اور دیگر سواریوں کی طرح گزر جائیں گے' یوں کچھ بالکل صحیح سالم' کچھ زخمی' تاہم اکثر اہل ایمان پل عبور کرلیں گے' کچھ کمزور ایمان جہنم میں گر پڑیں گے جنھیں بعد میں شفاعت کے ذریعے سے نکال لیا جائے گا۔ لیکن کافر اس پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے اور سب کے سب جہنم میں گر پڑیں گے۔ ② جس کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں گے اسے بھی قرآن میں اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مذکورہ قسم پوری کرنے کے لیے اس پل پر سے گزرنا ہوگا۔

[٩٥٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ، فَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَّأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ، قَالَ: «اِجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا»

[954] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی باتیں تو مرد ہی لے گئے (یعنی ان کا سننا سنانا ان ہی کے حصے میں آتا ہے) لہٰذا آپ اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لیے بھی مقرر فرمایئے' ہم اس دن آپ کے پاس

[953] صحيح البخاري، الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، حديث:1251، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، حديث:2632.

[954] صحيح البخاري، الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، حديث:1249، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب من يموت له ولد......، حديث:2633.

فَاجْتَمَعْنَ، فَأَتَاهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: «مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِّنَ الْوَلَدِ إِلَّا كَانُوا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ» فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَاثْنَيْنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آئیں' آپ اس میں ہمیں ان باتوں کی تعلیم دیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں فلاں دن تم جمع ہو جاؤ۔'' وہ اکٹھی ہوئیں تو ان کے پاس نبی ﷺ تشریف لے گئے اور ان کو ان باتوں کی تعلیم دی جو اللہ نے آپ کو سکھلائی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیج دے (یعنی وہ فوت ہو جائیں) تو وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گے۔'' ایک عورت نے کہا: اور دو بچوں کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو کا بھی یہی حکم ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① عورتوں کو بھی وعظ و نصیحت اور دینی علوم سکھلانے کا اہتمام کرنا چاہیے اور خود مسلمان عورتوں کے اندر بھی دینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی بھی اصلاح کر سکیں اور ان بچوں کی بھی جو ان کی گود میں پرورش پاتے ہیں کیونکہ ماں کی گود ہی ایک بچے کے لیے پہلا مدرسہ اور تعلیم گاہ ہے اور ماں بچے کی پہلی مُعلّمہ۔ اگر اس تعلیم و تربیت گاہ کا ماحول اسلامی ہوگا اور مُعلّمہ اسلامی تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہوگی تو بچے کی نشوونما بھی اسلامی ماحول میں اور مسلمان مُعلّمہ کے زیر سایہ ہوگی۔ ② آج مسلمان ماؤں کی یہ گودیں اسلامی ماحول اور اسلامی تعلیم سے بیگانہ ہوگئی ہیں تو دیکھ لیجیے' ہماری نوجوان نسل اسلام سے بیزار اور اسلامی تہذیب و تمدن سے عاری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان عورتوں کو اسلامی تعلیم و تربیت دی جائے اور اسلامی علوم سے انھیں آگاہ کیا جائے تاکہ وہ نسل نو کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کام کر سکیں۔

[١٦٥] بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُورِ بِقُبُورِ الظَّالِمِينَ وَمَصَارِعِهِمْ وَإِظْهَارِ الْافْتِقَارِ إِلَى اللهِ تَعَالَى وَالتَّحْذِيرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

باب:165- ظالموں کی قبروں اور ان کے تباہ شدہ کھنڈرات سے گزرتے وقت رونے' ڈرنے اور اللہ کی طرف اپنی احتیاج ظاہر کرنے کا بیان اور اس میں غفلت سے اجتناب کرنے کا بیان

[٩٥٥] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ

[955] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب

[955] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مواضع الخسف والعذاب، حديث:433، وصحيح مسلم، الزهد، باب: لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا أنفسهم......، حديث:2980.

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِأَصْحَابِهِ - يَعْنِي لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ- : دِيَارَ ثَمُودَ «لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ، لَا يُصِيبُكُمْ مَّا أَصَابَهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(رسول اللہ ﷺ کے) صحابۂ کرام مقام حجر پر پہنچے جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: ''تم ان عذاب یافتہ لوگوں کے پاس سے روتے ہوئے گزرنا' اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو وہاں سے مت گزرنا' کہیں تمھیں بھی وہ عذاب نہ پہنچے جو انھیں پہنچا۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: لَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْحِجْرِ قَالَ: «لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُّصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ»، ثُمَّ قَنَّعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى أَجَازَ الْوَادِيَ.

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرے تو فرمایا: ''تم ان لوگوں کے گھروں میں داخل مت ہونا جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' کہیں تم کو بھی عذاب نہ آلے جو انھیں پہنچا! ہاں تم روتے ہوئے گزرو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر ڈھانپ لیا اور رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ اس وادی سے آگے بڑھ گئے۔

فوائد و مسائل: ① ثمود' حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے' اس کا مسکن مدینے اور شام کے درمیان ہے۔ جب دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے شام کی سرحد کی طرف تشریف لے گئے تو اس تباہ شدہ علاقے سے بھی گزرے اور اس موقع پر مذکورہ ہدایات اپنے صحابہ کو دیں جو آپ کے ساتھ تھے۔ ② اس سے یہ معلوم ہوا کہ معذب قوموں (جن کو عذاب دیا گیا) کے علاقوں سے انسان کا گزر ہو تو وہ ان کے کھنڈرات کو صرف تاریخ کا ایک حصہ ہی نہ سمجھے بلکہ اس سے عبرت و موعظت حاصل کر کے اپنے اندر اللہ کا خوف پیدا کرے اور غفلت کا پردہ چاک کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ ایسے ہولناک انجام سے محفوظ رہے جس میں گزشتہ قومیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے مبتلا ہوئیں۔ اسی طرح اللہ کے نافرمانوں کی صحبت سے بھی انسان اجتناب کرے ورنہ اندیشہ ہے کہ اس کا انجام بھی ان ظالموں کی طرح برا ہی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (ھود 11:112) ''تم ظالموں کی طرف مت جھکو' ایسا کرو گے تو تم کو دوزخ کی آگ چمٹ جائے گی۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا.

٧ - كِتَابُ آدَابِ السَّفَرِ
سفر کے آداب کا بیان

[١٦٦] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْخُرُوجِ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَاسْتِحْبَابِهِ أَوَّلَ النَّهَارِ

باب:166- سفر کے لیے جمعرات کے دن کا انتخاب کرنا اور دن کی ابتدا میں نکلنا مستحب ہے

[٩٥٦] عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[956] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن مدینے سے باہر نکلے۔ اور آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ فِي «الصَّحِيحَيْنِ»: لَقَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْخَمِيسِ.

اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے علاوہ کسی اور دن میں سفر کریں۔

[956] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من أراد غزوة فورّى بغيرها.....، حديث:2950.

[٩٥٧] وَعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا»، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[957] حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دعا کرتے ہوئے) فرمایا: ''اے اللہ! میری امت کے لیے اس کے پہلے وقت (دن کے ابتدائی حصے) میں برکت عطا فرما۔'' اور آپ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو اسے دن کے ابتدائی حصے میں بھیجتے۔ اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے۔ یہ اپنی تجارت کا سامان دن کے ابتدائی حصے میں بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ (اس کی برکت سے) تونگر ہو گئے اور ان کا مال بہت ہو گیا۔ (اس حدیث کو امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ سفر تجارت یا اور کوئی کام ہو' ان کا آغاز دن کے پہلے پہر سے کرنا زیادہ مفید اور بابرکت ہے۔ اس وقت انسان تازہ دم ہوتا ہے اور اس کی قوت عمل وافر ہوتی ہے جو ترقی اور برکت کا باعث بنتی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت صخر بن وداعہ رضی اللہ عنہ] صخر بن وداعہ غامدی' حجازی۔ یہ قبیلۂ ازد کی ایک شاخ غامد میں سے ہونے کی وجہ سے غامدی کہلاتے ہیں۔ ان کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔ طائف میں رہائش پذیر رہے۔ عمار بن حدید ان سے روایت بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے صرف 2 حدیثیں بیان کی ہیں۔

[١٦٧] بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيرِهِمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيعُونَهُ

باب: 167- سفر کے لیے ساتھی تلاش کرنا اور کسی ایک کو اپنا امیر بنانا مستحب ہے

[٩٥٨] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُونَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[958] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہو جائے جس کا مجھے علم ہے تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔'' (بخاری)

[957] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الابتكار في السفر، حديث:2606، و جامع الترمذي، البيوع ...... باب ماجاء في التبكير بالتجارة، حديث:1212.

[958] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب السير وحده، حديث:2998.

فائدہ: سفر کسی سواری پر ہو یا پیدل' اسی طرح رات کو ہو یا دن کو' دونوں صورتوں میں سفر' سفر ہے اور تنہا سفر کرنا بہرصورت نقصان دہ ہے۔ سواری اور رات کا ذکر عموم کے اعتبار سے ہے کہ سفر کے لیے بالعموم سواری کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اسی طرح اکثر رات کو سفر کیا جاتا ہے' مقصد تنہا سفر کرنے سے روکنا ہے۔

[٩٥٩] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[959] حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سوار ایک شیطان ہے' دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔'' (اسے ابوداود' ترمذی اور نسائی وغیرہ نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رفقائے سفر' کم از کم تین ہوں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر دو ہوں گے تو کسی ایک کو کچھ ہو جائے گا تو پھر یہ تنہا ہی رہ جائے گا۔ ایک یا دو سوار شیطان ہیں' کا مطلب ہے کہ ایک کے ساتھ بھی شیطان ہوتا ہے اور دو کے ساتھ بھی' البتہ تین ہونے کی صورت میں یہ قافلہ شیطان کے حملوں سے زیادہ محفوظ رہے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

[٩٦٠] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[960] حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تین آدمی کسی سفر میں نکلیں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنا لیں۔'' (یہ حدیث حسن ہے۔ اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① کسی ایک کو امیر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ہدایت اور اطاعت میں سفر کیا جائے۔ اس میں متعدد فوائد ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ امر وجوب کے لیے ہے' تاہم بعض نے اسے استحباب کے لیے لیا ہے۔ پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ ② شیخ البانی رحمہ اللہ اور دیگر محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

[٩٦١] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

[961] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی اکرم

[959] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرجل يسافر وحده، حديث:2607، و جامع الترمذي، الجهاد......، باب ماجاء في كراهية أن يسافر الرجل وحده، حديث:1674.

[960] سنن أبي داود، الجهاد، باب في القوم يسافرون يؤمّرون أحدهم، حديث:2608.

[961] سنن أبي داود، الجهاد، باب فيما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا، حديث:2611، وجامع الترمذي، السير......، باب ماجاء في السرايا، حديث:1555.

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِّنْ قِلَّةٍ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ﷺ نے فرمایا: ''بہترین ساتھی چار ہیں۔ اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے۔ اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر محض تعداد کی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔'' (اس کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① بارہ ہزار کے لشکر کی بابت فرما دیا گیا ہے کہ ایمان اور عزم وارادہ کی قوت کے ساتھ یہ تعداد اتنی کافی ہے کہ اس کے مقابلے میں کتنی بھی بڑی سے بڑی فوج آ جائے' یہ محض قلت تعداد کی وجہ سے مار نہیں کھا سکتی۔ کسی اور وجہ سے مار کھالے اور مغلوب ہو جائے تو اور بات ہے اور ممکن بھی ہے لیکن قلت تعداد اس کی شکست کا باعث نہیں ہوگی۔ ② شیخ البانی ؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ (صحيح سنن أبي داود (مفصل) 126/2)

[١٦٨] بَابُ آدَابِ السَّيْرِ وَالنُّزُولِ وَالْمَبِيتِ وَالنَّوْمِ فِي السَّفَرِ، وَاسْتِحْبَابِ السُّرَى، وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِّ، وَمُرَاعَاةِ مَصْلَحَتِهَا، وَجَوَازِ الْإِرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ إِذَا كَانَتْ تُطِيقُ ذٰلِكَ وَأَمْرِ مَنْ قَصَرَ فِي حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا

باب: 168- سفر میں چلنے' ستانے' رات گزارنے اور سفر میں سونے کے آداب۔ اور رات کو چلنے، جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کے آرام و راحت کا خیال رکھنے کا استحباب' نیز جب جانور میں طاقت ہو تو پیچھے سواری بٹھا لینے کا جواز اور اس شخص کا معاملہ جو جانور کے حقوق میں کوتاہی کرے

[٩٦٢] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ، فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُم فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[962] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم خوش حالی میں سفر کرو (جبکہ زمین سرسبز و شاداب ہو) تو اونٹ (سواری کے جانور) کو اس کا زمین سے چرنے کا حصہ دو۔ اور جب خشک سالی میں سفر کرو (جبکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین بنجر اور بے سبزہ ہو) تو ان پر بیٹھ کر تیز رفتاری سے چلو اور ان کا گودا (طاقت) ختم ہونے سے پہلے ان کے ذریعے سے منزل مقصود تک پہنچنے میں جلدی کرو۔ اور جب تم رات کو پڑاؤ ڈالو تو عام راستے

[962] صحيح مسلم، الإمارة، باب مراعاة مصلحة الدواب في السير.....، حديث:1926۔

سے بچو (شاہراہ عام پر نہ ٹھہرو) اس لیے کہ یہ جانوروں کا راستہ اور رات کو کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانا ہے۔'' (مسلم)

مَعْنٰى :[أَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ]، أَيْ: أَرْفُقُوا بِهَا فِي السَّيْرِ لِتَرْعٰى فِي حَالِ سَيْرِهَا، وَقَوْلُهُ: [نِقْيَهَا]: هُوَ بِكَسْرِ النُّونِ، وَإِسْكَانِ الْقَافِ، وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ وَهُوَ: الْمُخُّ، مَعْنَاهُ: أَسْرِعُوا بِهَا حَتّٰى تَصِلُوا الْمَقْصِدَ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ. وَ[التَّعْرِيسُ]: اَلنُّزُولُ فِي اللَّيْلِ.

أَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ کے معنی ہیں: چلنے میں ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو تاکہ چلتے چلتے وہ سبزہ بھی چرتے جائیں۔ نِقْيَهَا ''نون'' کے نیچے زیر'' قاف'' ساکن اور اس کے بعد ''یا''۔ معنی ہیں: مغز' گودا۔ اور مطلب ہے کہ ان کو تیز چلاؤ تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ' کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں چرنے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے ان کا مغز' یعنی طاقت ختم ہو جائے۔ اور تَعْرِيس کے معنی ہیں: رات کو آرام کے لیے پڑاؤ ڈالنا۔

فوائد و مسائل: ① جس طرح آج کل کاریں' بسیں اور ویگنیں وغیرہ نقل وحمل کے ذرائع ہیں' اس طرح ایک زمانے میں اونٹ' خچر اور گھوڑے گدھے وغیرہ جانور باربرداری اور سفر کا ذریعہ تھے۔ اس لیے ان کی بابت حکم دیا گیا کہ راستے میں ان کی خوراک کا بھی خیال رکھنا' اور اگر راستے میں گھاس چارہ ملنے کا امکان نہ ہو تو اسی حساب سے ان کی رفتار تیز رکھنا تاکہ ان کی قوت کار ختم ہونے سے پہلے پہلے تم اپنی منزل پر پہنچ جاؤ۔ ② دوسری ہدایت یہ دی کہ راستے میں ستانے اور آرام کرنے کے لیے تمھیں رات کو کہیں قیام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو عام راستوں اور گزرگاہوں پر مت ٹھہرو' اس طرح آنے جانے والوں کو بھی تکلیف ہوگی' نیز جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں سے بھی تم محفوظ نہیں رہو گے۔ مطلب یہ کہ راستے سے ہٹ کر کسی ایک طرف ٹھہرنے کے لیے خیمے لگائے جائیں۔

[٩٦٣] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰى يَمِينِهِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى كَفِّهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[963] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے اور رات کو کہیں ٹھہرتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے۔ اور جب صبح صادق سے کچھ دیر پہلے ٹھہرتے تو اپنا داہنا بازو کھڑا کر لیتے اور اپنا سر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: إِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهُ لِئَلَّا يَسْتَغْرِقَ فِي النَّوْمِ، فَتَفُوتَ صَلَاةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا.

علماء نے کہا ہے: اپنا بازو اس لیے کھڑا کرتے تاکہ نیند میں استغراق نہ ہو' اور صبح کی نماز اپنے وقت یا اول وقت پر ادا کرنے سے نہ رہ جائے۔

[963] صحيح مسلم، المساجد ...... باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث:683.

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کا' بالخصوص سفر میں پورا خیال رکھا جائے اور سفر کی تکان یا اپنے آرام و راحت کا ضرورت سے زیادہ احساس کرتے ہوئے نماز کو اس کے وقت پر یا اول وقت پڑھنے میں غفلت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔

[٩٦٤] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[964] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم رات کے وقت سفر کرنے کو اختیار کرو' اس لیے کہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔'' (اسے امام ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[اَلدُّلْجَةُ]: اَلسَّيْرُ فِي اللَّيْلِ.

اَلدُّلْجَه کے معنی ہیں: رات کو سفر کرنا۔

فائدہ: اس میں رات کے وقت سفر کرنے کی ترغیب ہے۔

[٩٦٥] وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِّنَ الشَّيْطَانِ!» فَلَمْ يَنْزِلُوا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[965] حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل پر اترتے تو پہاڑ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے۔'' اس کے بعد صحابہ جس منزل پر بھی اترتے' ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہتے (الگ الگ نہ ہوتے۔) (اسے امام ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① پہاڑی راستے کو گھاٹی اور دو پہاڑوں کے درمیان گزرگاہ کو وادی کہتے ہیں۔ ② سفر میں جتنا مل جل کر' قریب قریب رہا جائے اس اعتبار سے اچھا ہوتا ہے کہ کسی ساتھی کو کچھ ہو جائے تو فوراً دوسرے ساتھی اسے سنبھال لیں۔ الگ الگ گھاٹیوں اور وادیوں میں ڈیرہ لگانے میں اجتماعیت کے یہ فوائد مفقود ہوتے ہیں' اس لیے نبی ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوثعلبہ جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ] یہ صحابیٔ رسول ہیں۔ کنیت ابوثعلبہ ہے اور یہ اپنی کنیت سے ہی مشہور ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض ان کو جرہم بن ناشب' بعض ابن ناشم' بعض ابن لاشر' بعض ابن عمرو اور بعض انھیں جرثوم بن ناشر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ خشین کی طرف منسوب ہیں۔ حدیبیہ اور بیعت رضوان وغیرہ میں شریک ہوئے۔ یہ خلافت معاویہ کے اوائل میں یا 75 ہجری میں فوت ہوئے۔ نبیٔ اکرم ﷺ سے 40 احادیث بیان کرتے ہیں۔

[964] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الدلجة، حديث:2571.

[965] سنن أبي داود، الجهاد، باب ما يؤمر من انضمام العسكر و سعته، حديث:2628.

[٩٦٦] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو - وَقِيلَ سَهْلُ بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ؛ فَقَالَ: «**اِتَّقُوا اللهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُوهَا صَالِحَةً**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[966] حضرت سہل بن عمروؓ اور بعض کے نزدیک سہل بن ربیع بن عمرو انصاری جو ابن حنظلیہ کے نام سے مشہور ہیں اور بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں' ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت (لاغری کی وجہ سے) اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم ان پر سواری بھی اس حال میں کرو کہ یہ ٹھیک ہوں اور ان کا گوشت بھی ان کے تندرست ہونے کی صورت میں کھاؤ۔'' (اسے امام ابو داود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی ﷺ نے بے زبان جانوروں کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ بھوکے ہوں گے یا ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادو گے تو وہ تکلیف تو ضرور محسوس کریں گے لیکن بول کر بتلا نہیں سکیں گے۔ اس لیے از خود ان کی خوراک اور دیگر باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اس میں کوتاہی ہوگی تو عنداللہ اس پر بازپرس ہوگی۔ ② اسی طرح بیمار اور لاغر جانوروں کا گوشت بھی نہیں کھانا چاہیے۔ گوشت بھی تندرست اور توانا جانور ہی کا کھانا صحیح ہے اور وہی قوت و توانائی کا باعث ہوتا ہے۔ بیمار جانور کا گوشت کھانے سے تو خود انسان کی صحت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

[٩٦٧] وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ، وَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ، يَعْنِي: حَائِطَ نَخْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا مُخْتَصَرًا.

[967] حضرت ابو جعفر عبداللہ بن جعفر ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور میرے ساتھ رازداری سے ایک بات کی جو میں کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کے لیے کسی اونچی چیز (دیوار' ٹیلہ وغیرہ) یا کھجور کے جھنڈ کے ساتھ پردہ کرنا سب سے زیادہ پسند تھا۔ (امام مسلم نے اسے اسی طرح مختصر روایت کیا ہے۔)

وَزَادَ فِيهِ الْبَرْقَانِيُّ بِإِسْنَادِ مُسْلِمٍ بَعْدَ قَوْلِهِ:

اور برقانی نے اسی سند مسلم کے ساتھ' حَائِشُ نَخْلٍ

[966] سنن أبي داود، الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم، حديث:2548.

[967] صحيح مسلم، الحيض، باب ما يستتر به لقضاء الحاجة، حديث:342، و سنن أبي داود، الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم، حديث:2549.

حَائِشُ نَخْلٍ: فَدَخَلَ حَائِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَإِذَا فِيهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَحَ سَرَاتَهُ - أَيْ: سَنَامَهُ - وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ؛ فَقَالَ: «مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ، لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟» فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: هٰذَا لِي يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «أَفَلَا تَتَّقِي اللهَ فِي هٰذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللهُ إِيَّاهَا؟ فَإِنَّهُ يَشْكُو إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ». وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ كَرِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ.

کے بعد یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے: پھر آپ ایک انصاری آدمی کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کی کوہان اور کان کے عقبی حصے پر ہاتھ پھیرا جس سے اس کو قرار آ گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟'' ایک انصاری نوجوان آیا اور کہا: یارسول اللہ! یہ میرا ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس جانور کے بارے میں، جس کا تجھ کو اللہ نے مالک بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتا؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور (کام زیادہ لے کر) اس کو تھکا دیتا ہے۔'' (اس روایت کو امام ابوداود نے برقانی کی روایت کی طرح بیان کیا ہے۔)

قَوْلُهُ: [ذِفْرَاهُ]: هُوَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَإِسْكَانِ الْفَاءِ، وَهُوَ لَفْظٌ مُفْرَدٌ مُؤَنَّثٌ. قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: اَلذِّفْرَى: اَلْمَوْضِعُ الَّذِي يَعْرَقُ مِنَ الْبَعِيرِ خَلْفَ الْأُذُنِ. وَقَوْلُهُ: [تُدْئِبُهُ]، أَيْ: تُتْعِبُهُ.

ذِفْرَاهُ ''ذال'' کے نیچے زیر اور ''فا'' ساکن ہے۔ یہ لفظ مفرد اور مؤنث ہے۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ ذِفْریٰ اونٹ کے کان کا وہ پچھلا حصہ ہے جس پر پسینہ آتا ہے۔ اور تُدْئِبُهُ کے معنی ہیں: اس کو تھکا دیتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ نے جو بات اس صحابی سے رازدارانہ انداز میں کہی تھی، وہ یقیناً ذاتی نوعیت کی ہوگی ورنہ شریعت کی بات کو تو چھپا کر رکھنا جائز ہی نہیں ہے۔ اس کی باب سے مناسبت واضح ہے۔ اگر جانور دو آدمیوں کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس پر اپنے پیچھے ایک اور آدمی کو بٹھایا جا سکتا ہے۔ جانور کو خوراک کم دینا اور اس سے کام زیادہ لینا، جانور پر ظلم ہے، اسلام نے اسے ناپسند کیا ہے۔ جانور کو خوراک بھی پوری دی جائے اور اس سے محنت و مشقت بھی اس کی طاقت کے مطابق لی جائے۔ ② جب جانوروں کی صورت حال یہ ہے کہ ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا اور ان کی خوراک کا پورا خیال رکھنا ضروری ہے تو انسان کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا تو کسی صورت بھی جائز نہیں کہ اس سے کام پورا لیا جائے اور مزدوری کم دی جائے۔ اس میں سرمایہ داروں کے لیے تنبیہ ہے کہ جن کی دولت آئے روز ترقی پذیر رہتی ہے اور مزدور کی تنخواہ کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ انھیں دیکھنا چاہیے کہ ایک مزدور انھیں کتنے کما کر دیتا ہے اور وہ مزدور پر کتنا خرچ کرتے ہیں؟ آج یورپ نازاں ہے کہ انھوں نے انسانوں حتیٰ کہ جانوروں کے

حقوق کی حفاظت کے لیے قوانین بنائے ہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ قوانین تو ہمارے رسول ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے بنا دیے تھے۔ انھوں نے کوئی نیا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ یہ اسلام کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ③ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ بیان ہوا ہے کہ ایک تو اونٹ نے آپ کو پہچان لیا' پھر آپ نے اس کی شکایت کو سنا اور سمجھ بھی لیا۔ دونوں باتوں میں اعجازی شان نمایاں ہے۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[٩٦٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

[968] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارا یہ معمول تھا کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو اپنی سواریوں کے پالان اتارنے سے پہلے ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (اسے ابوداود نے ایسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے جو مسلم کی شرط پر ہے۔)

وَقَوْلُهُ: [لَا نُسَبِّحُ]: ، أَيْ: لَا نُصَلِّي النَّافِلَةَ، وَمَعْنَاهُ: أَنَّا - مَعَ حِرْصِنَا عَلَى الصَّلَاةِ - لَا نُقَدِّمُهَا عَلٰى حَطِّ الرِّحَالِ وَإِرَاحَةِ الدَّوَابِّ.

لَانُسَبِّحُ کے معنی ہیں: ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نفلی نماز پڑھنے کا شوق رکھنے کے باوجود نماز کو پالان اتارنے اور جانوروں کو آرام پہنچانے پر مقدم نہیں کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① رِحَال' رَحْل کی جمع ہے جس کے معنی پالان یا کجاوے کے ہیں' یعنی سواری کے جانور پر بیٹھنے کے لیے جو گدی وغیرہ رکھی جاتی ہے تاکہ سوار آرام سے بیٹھ جائے اور اس پر ضروری سامان بھی رکھ لے۔ ② جانور اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے بنائے ہیں جن سے بار برداری اور دیگر فوائد حاصل کیے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان ان کا خیال نہ رکھے اور بلاضرورت ہی انھیں مشقت میں ڈالے رکھے بلکہ یہ لازمی امر ہے کہ جب ضرورت پوری ہو جائے تو انھیں آرام پہنچایا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ، یعنی خطبہ دینے کے لیے استعمال نہ کرو، البتہ ضرورت کے لیے ایسا کرنا ثابت ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی کہیں ستانے کے لیے ٹھہرتے تو سب سے پہلے جانور کو اس بوجھ سے ہلکا کر دیتے تاکہ اسے بھی راحت و آرام مل جائے۔ حتی کہ نماز بھی اس کے بعد پڑھتے۔ ③ اس حدیث سے سفر میں نفلی نماز پڑھنے کا استحباب بھی معلوم ہوا۔

[١٦٩] بَابُ إِعَانَةِ الرَّفِيقِ

باب: 169- رفیق سفر کی مدد کرنے کا بیان

فِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ تَقَدَّمَتْ كَحَدِيثِ: «وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ

اس باب سے متعلقہ بہت سے حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں' جیسے حدیث: ''اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرنے میں رہتا ہے

[968] سنن أبي داود، الجهاد' باب في نزول المنازل' حديث:2551.

أَخِيهِ» [رقم: ٢٤٥]. وَحَدِيثِ: «كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ» [رقم: ١٣٤]. وَأَشْبَاهِهِمَا.

جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہتا ہے۔'' (دیکھیے رقم: 245) اور حدیث: ''ہر نیکی صدقہ ہے۔'' دیکھیے (رقم: 134) اور اس جیسی اور احادیث۔ (کچھ حدیثیں یہاں بھی بیان کی جاتی ہیں۔)

[٩٦٩] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَّهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَّشِمَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهُ**» فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَهُ، حَتّٰى رَأَيْنَا: أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِّنَّا فِي فَضْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[969] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم سفر میں تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں نظر پھیر کر دیکھنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو وہ (بطور احسان) اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اور جس کے پاس زائد توشۂ سفر ہے' وہ اس کے ساتھ اس پر احسان کرے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔'' چنانچہ اس طرح آپ نے مال کی اور بھی قسمیں بیان فرمائیں (کہ جن کے پاس وہ ضرورت سے زائد ہوں وہ ضرورت مندوں کو دے دیں) یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے (کہ وہ اسے اپنے پاس جمع کر کے رکھے۔) (مسلم)

فوائد ومسائل: ① آج کل تعاون وتناصر کی جو صورتیں عام ہیں اور ان کی بڑی دھوم ہے' جیسے انشورنس' ہاؤس بلڈنگ' فنانس وغیرہ ان سب میں سود کی آمیزش ہے۔ اس لیے تعاون کا صرف نام ہی نام ہے حقیقت میں یہ سارے نظام جونکیں ہیں جو سود کی شکل میں انسان کا سارا خون چوس لیتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے باہمی تعاون کا ایک نہایت مخلصانہ نظام بتلایا ہے اور وہ یہ کہ جس کے پاس جو چیز بھی اس کی ضرورت سے زائد ہے' وہ معاشرے کے ایسے لوگوں کو دے دے جو اس سے محروم ہیں۔ یہ اگرچہ ایک اخلاقی ہدایت ہے لیکن مسلمانوں کو جس طرح جسد واحد قرار دیا گیا ہے اگر مسلمانوں میں اس کا صحیح احساس وشعور پیدا ہو جائے تو یہ اخلاقی ہدایت بھی نہایت مؤثر اور مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس اخلاقی ہدایت پر انسان کے ایمان واخلاق کے کمال کا انحصار ہے۔ جس کو ایمان واخلاق میں کمال کی ضرورت نہیں ہے' وہ یقیناً اس ہدایت کو درخور اعتنا نہ سمجھے' تاہم جس کا مقصود کمال ایمان کا حصول ہے وہ اس اخلاقی ہدایت کے تقاضوں سے بے نیازی نہیں برت سکتا۔ ② اس سے زائد از ضرورت گاڑی رکھنے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے اور یہ اسراف اور فضول خرچی میں نہیں آتا۔ اسی طرح ضرورت سے زائد مال رکھنا بھی زہد کے خلاف نہیں ہے کیونکہ بعض صحابہ کے پاس ایک

[969] صحيح مسلم، اللقطة، باب استحباب المؤاساة بفضول المال، حديث: 1728.

سے زائد سواریاں بھی تھیں اور مال بھی۔ تاہم افضل یہی ہے کہ زائد از ضرورت مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا جائے۔

[٩٧٠] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ! إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا، لَيْسَ لَهُمْ مَّالٌ، وَلَا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ، أَوِ الثَّلَاثَةَ» فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَّحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ؛ يَعْنِي أَحَدَهُمْ. قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِّنْ جَمَلِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[970] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد پر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''اے مہاجرین و انصار کی جماعت! تمھارے بھائیوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس مال ہے نہ ان کا کنبہ قبیلہ، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دو دو یا تین تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے۔'' چنانچہ ہم میں سے جس کے پاس سواری تھی وہ اس پر باری باری سواری کرتا (ہر سواری والے نے دو دو، تین تین ساتھی اپنے ساتھ ملا لیے اور یکے بعد دیگرے باری باری سواری کر کے سفر کرتے۔) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین آدمیوں کو ملا لیا تھا، میرے اونٹ پر میری باری بھی اس طرح تھی جیسے ان میں سے کسی ایک کی تھی۔ (ابوداود)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو مسلمانوں کی اس حالت کا بیان ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی کہ جہاد کے موقع پر بھی لشکر میں شامل افراد کی تعداد کے برابر سواریاں نہیں ہوتی تھیں اور یہی حال سامان حرب اور خوراک وغیرہ کا تھا، لیکن اس کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبۂ جہاد فزوں تر تھا۔ دوسرے اس باہمی تعاون کا نمونہ ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کے لیے پیش کیا۔ ان تمام اعتبارات سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیاز نمایاں اور واضح ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ. ② اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینا ایثار کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر 9:59) ''اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انھیں سخت ضرورت ہو۔''

[٩٧١] وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ، فَيُزْجِي الضَّعِيفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[971] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (دوران سفر) چلنے میں پیچھے رہتے، چنانچہ کمزور کو (سہارا دے کر) چلاتے، یا اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے لیے دعا فرماتے۔ (اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔)

[970] سنن أبي داود، الجهاد، باب الرجل يتحمل بمال غيره يغزو، حديث: 2534.

[971] سنن أبي داود، الجهاد، باب لزوم الساقة، حديث: 2639

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ امیر لشکر کو آگے ہونے کی بجائے پیچھے ہونا چاہیے تاکہ وہ کمزوروں کو سہارا اور بے وسائل لوگوں کو وسائل مہیا کر سکے اور ایسے لوگوں کے لیے دعا بھی کی جائے تاکہ دعا کی برکت سے ان کی کمزوریوں کا ازالہ ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کمزور اونٹ کو ہانکا تھا تو وہ سب اونٹوں سے آگے بڑھ گیا۔ ② ضرورت اور حالات کے مطابق رد و بدل بھی جائز ہے۔ کبھی امیر کے لیے پیچھے چلنا موزوں ہو سکتا ہے کبھی آگے اور کبھی درمیان میں۔ اس لیے اس میں ہر طرح کی گنجائش ہے۔ ③ اس سے رسول اللہ ﷺ کے عجز و انکسار کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر رعایا کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے حتیٰ کہ معاشرے کے عام فرد کو بھی اپنے پیچھے سوار فرما لیتے تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کلغی والے نام نہاد علماء اور پیروں کا رویہ، جو اپنے مریدوں کے برابر نہیں بیٹھتے بلکہ نماز بھی مسجد میں ادا نہیں کرتے، سراسر شیطانی ہے۔

[١٧٠] بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَكِبَ الدَّابَّةَ لِلسَّفَرِ

باب: 170- سفر میں سواری پر سوار ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْفُلْكِ وَٱلْأَنْعَٰمِ مَا تَرْكَبُونَ ۝ لِتَسْتَوُۥا عَلَىٰ ظُهُورِهِۦ ثُمَّ تَذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا ٱسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا۟ سُبْحَٰنَ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ﴾ [الزخرف: ١٢-١٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اس (اللہ) نے تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر سیدھے ہو کر بیٹھو پھر جب تم سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لیے نرم اور تابع کر دیا' ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

[٩٧٢] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلٰى سَفَرٍ، كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ. اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى. اَللّٰهُمَّ! هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ. اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ

[972] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہونے کے وقت جب اپنے اونٹ پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تو تین مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لیے نرم اور تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں

[972] صحيح مسلم، الحج، باب ما يقول إذا ركب إلى سفر الحج وغيره، حديث: 1342.

الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ. اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَلَدِ» وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: «آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نیکی' تقویٰ اور ایسے عمل کا سوال کرتے ہیں جسے تو پسند کرتا ہے۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان کر دے' اس کی دوری (مسافت) کو لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں (ہمارا) ساتھی اور گھر والوں کا نگران (خلیفہ) ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی سختی سے' دلدوز منظر سے اور واپسی پر مال' گھر اور اولاد میں بری تبدیلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' اور جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے' تب بھی یہ دعا پڑھتے اور اس کے ساتھ مزید یہ فرماتے: ''ہم سفر سے واپس آنے والے ہیں' تیری طرف رجوع کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔'' (مسلم)

مَعْنٰى [مُقْرِنِينَ]: مُطِيقِينَ. وَ[الْوَعْثَاءُ]: بِفَتْحِ الْوَاوِ وَإِسْكَانِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْمَدِّ، وَهِيَ: اَلشِّدَّةُ. وَ[الْكَآبَةُ]: بِالْمَدِّ، وَهِيَ: تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَّنَحْوِهِ. وَ[الْمُنْقَلَبُ]: اَلْمَرْجِعُ.

مُقْرِنِينَ کے معنی ہیں: طاقت رکھنے والے۔ اَلْوَعْثَآء: ''واؤ'' پر زبر' ''عین'' ساکن اور ''ثا'' اور مد۔ اس کے معنی سختی کے ہیں۔ اَلْكَآبَة: مد کے ساتھ: غم و الم وغیرہ سے نفس انسانی کا متغیر ہو جانا۔ اور اَلْمُنْقَلَب کے معنی ہیں: لوٹنا۔

فوائد ومسائل: ① یہ بڑی جامع دعا ہے۔ سفر میں انسان خود بھی خطرات سے محفوظ نہیں ہوتا اور اسی طرح پیچھے گھر میں جان و مال اور اہل وعیال کی حفاظت کا مسئلہ بھی بڑا سنگین ہوتا ہے۔ اس دعا میں دونوں ہی کے لیے بڑے اچھے الفاظ میں بارگاہ الٰہی میں حفاظت کی استدعا کی گئی ہے اور جس کا اور جس کے گھر والوں کا اللہ خلیفہ اور محافظ ہو' اس کا کون کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ اس لیے یہ دعا سفر پر روانہ ہوتے وقت اور واپسی پر دونوں موقعوں پر پڑھی جائے اور واپسی میں آیِبُونَ تَائِبُونَ...... کا اضافہ کر لیا جائے۔ ② اچھی سواری پر بیٹھ کر انسان کے دل میں بڑائی کا احساس پیدا ہو سکتا ہے اس لیے آپ نے سواری پر بیٹھ کر اللہ کی کبریائی بیان کر کے یہ درس دیا کہ کبریائی صرف اسی ذات عالی کو روا ہے۔ ہم تو اس کے عاجز بندے ہیں۔ اگر وہ اس سواری کو ہمارے لیے مسخر نہ کرے تو ہمارے اختیار میں کہاں کہ اسے مسخر کر سکیں۔ دور حاضر میں گاڑیوں کی سہولتیں اٹھانے والوں کو چاہیے کہ وہ گاڑیوں میں گانے بجانے کے بجائے تلاوت قرآن سنیں اور لغویات میں مشغول ہونے کی بجائے سفر میں بھی اللہ کا ذکر کریں۔

[۹۷۳] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللهُ

[973] حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

[973] صحيح مسلم، الحج، باب مايقول إذا ركب إلى سفر الحج وغيره، حديث:1343 وجامع الترمذي، الدعوات...... باب ما يقول إذا خرج مسافراً؟، حديث:3439 وسنن النسائي، الاستعاذة، باب الاستعاذة من الحور بعد الكور، حديث:5500، 5501.

عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ، وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. هٰكَذَا هُوَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ: اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، بِالنُّونِ، وَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: وَيُرْوٰى [اَلْكَوْرُ]: بِالرَّاءِ، وَكِلَاهُمَا لَهُ وَجْهٌ.

کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی' ناخوشگوار واپسی' کمال کے بعد تنزل' مظلوم کی بددعا اور اہل و عیال اور مال میں برے منظر سے پناہ مانگتے۔ (مسلم)

صحیح مسلم میں اس طرح اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ (نون کے ساتھ) ہے اور اسی طرح اسے ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اَلْكَوْرِ، ''را'' کے ساتھ بھی مروی ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کا مفہوم صحیح ہے۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَمَعْنَاهُ بِالنُّونِ وَالرَّاءِ جَمِيعًا: اَلرُّجُوعُ مِنَ الْاِسْتِقَامَةِ أَوِ الزِّيَادَةُ إِلَى النَّقْصِ. قَالُوا: وَرِوَايَةُ الرَّاءِ مَأْخُوذَةٌ مِّنْ تَكْوِيرِ الْعِمَامَةِ، وَهُوَ لَفُّهَا وَجَمْعُهَا، وَرِوَايَةُ النُّونِ مِنَ الْكَوْنِ، مَصْدَرُ «كَانَ يَكُونُ كَوْنًا» إِذَا وُجِدَ وَاسْتَقَرَّ.

علماء نے کہا ہے کہ نون (کَوْن) اور را (کور) دونوں کے معنی ہیں: استقامت یا زیادت سے کمی کی طرف لوٹنا۔ ان کا کہنا ہے کہ کَوْر، تَكْوِيرِ الْعِمَامَه سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: پگڑی کو لپیٹنا اور جمع کرنا۔ اور کَوْن، كَانَ يَكُوْنُ کا مصدر ہے جس کے معنی وجود اور استقرار کے ہیں۔ (یعنی وجود و ثبات کے بعد کمی سے پناہ مانگتا ہوں۔)

فوائد و مسائل: ① الحور کے معنی ہیں پگڑی کے پیچ یا بل کھول دینا اور کَوْر کے معنی ہیں پگڑی کے بل دینا' یعنی پگڑی باندھ کر اسے کھول دینا۔ یہ کنایہ ہے اصلاح کے بعد فساد سے' کسی کام کے صحیح طریقے سے انجام پا جانے کے بعد' اس میں کمی اور کوتاہی کے واقع ہو جانے سے' ایمان کے بعد کفر سے اور اطاعت کے بعد معصیت سے۔ گویا کسی ایک اچھی حالت سے بری حالت کی طرف لوٹنے سے پناہ مانگی۔ تقریباً یہی مفہوم کَوْر کی بجائے کون کا بھی ہے' جس کے معنی وجود و استقرار کے ہیں۔ یعنی اچھی حالت پر استقرار و ثبات کے بعد' اس سے لوٹ آنا یا اس میں کمی واقع ہو جانا۔ یا اللہ! اس سے بچا کر رکھنا۔ اس میں مظلوم کی بددعا سے بھی پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ مظلوم کی بددعا کو اللہ تعالیٰ فوراً سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان سفر پر روانہ ہونے سے قبل' اگر اس نے کسی پر ظلم کیا ہو تو اس کا ازالہ کرے' کہیں ایسا نہ ہو کہ سفر میں مظلوم کی بددعا اپنا اثر دکھائے تو حالت سفر میں اسے اور زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ ② سفر کتنا ہی پرسکون اور گھر کتنا ہی محفوظ کیوں نہ ہو، جب تک اللہ کی حفاظت شامل حال نہ ہو انسان کے سارے بندوبست دھرے رہ جاتے ہیں' اس لیے آسائش اور تنگی ہر حال میں اللہ کی پناہ کا طالب رہنا چاہیے۔

[٩٧٤] وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: شَهِدْتُ

[974] حضرت علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں

[974] سنن أبي داود، الجهاد، باب مايقول الرجل إذا ركب؟، حديث:2602، وجامع الترمذي، الدعوات، باب ما جاء ما يقول إذا ركب دابة؟، حديث:3446.

عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِّيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ﴾ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقِيلَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: «**إِنَّ رَبَّكَ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: اِغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰذَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کے پاس سواری کے لیے ایک جانور لایا گیا۔ جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا: بِسْمِ اللّٰه. پھر جب اس کی پشت پر سیدھے ہوئے تو فرمایا: اَلْحَمْدُلِلّٰه اس کے بعد فرمایا: سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰه اور تین مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَر کہا' پھر فرمایا: سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِي، اِنَّهُ لَايَغْفِرُالذُّنُوبَ اِلَّا أَنْتَ ''پاک ہے تو اے اللہ! بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا' پس تو مجھے بخش دے' تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔'' پھر آپ ہنسے۔ آپ سے پوچھا گیا: امیر المومنین! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا' جیسے میں نے کیا ہے۔ آپ ﷺ ہنسے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو ہنسی کس وجہ سے آئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا رب اپنے بندے سے' جب وہ کہتا ہے: یااللہ! میرے گناہ معاف کر دے' خوش ہوتا ہے۔ وہ بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔'' (اس حدیث کو امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض نسخوں میں ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے کہا: یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اور یہ الفاظ ابوداود کے ہیں۔)

فوائد ومسائل: ① رِکَاب اس آہنی حلقے کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی زین میں دونوں طرف لٹکا رہتا ہے اور جس پر پیر رکھ کر ہی سوار گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ پیر رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰه اور بیٹھنے کے بعد مذکورہ دعائیں پڑھی جائیں اور اللہ کی تحمید و تکبیر کی جائے۔ گویا گاڑی میں سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰه اور بیٹھ کر مذکورہ دعا پڑھی جائے۔ ② علاوہ ازیں اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس بے مثال جذبے کا بیان ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرنے کا ان کے اندر پایا جاتا تھا۔ رضی اللہ عنہم

[١٧١] بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشِبْهَهَا وَتَسْبِيحِهِ إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةَ وَنَحْوِهَا وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

باب:171- مسافر کے بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر اور گھاٹیوں وغیرہ سے اترتے ہوئے تسبیح پڑھنے کا بیان اور تکبیر وتسبیح وغیرہ میں زیادہ زور سے آواز بلند کرنے کی ممانعت

[٩٧٥] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[975] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو تکبیر (اللّٰهُ أكبر) کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰه) پڑھتے۔ (بخاری)

[٩٧٦] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[976] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے لشکر جب پہاڑیوں پر چڑھتے تو تکبیر اور جب نیچے اترتے تو تسبیح پڑھتے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔)

فائدہ: بلندی پر چڑھتے ہوئے' انسان کے دماغ میں اپنی بڑائی کا سودا نہ سما جائے' اس لیے اس وقت اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر اللہ کی بڑائی کا اظہار کیا جائے کہ وہی سب سے بڑا اور سب سے بلند و برتر ہے اور سب اس سے پست اور اس کے ماتحت ہیں اور نیچے اترتے وقت سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کا مطلب ہے کہ اس پستی سے' جس میں ہم اتر رہے ہیں' یا اللہ تو پاک ہے۔ اس پستی سے ہم تیری تنزیہہ و تقدیس بیان کرتے ہیں۔

[٩٧٧] وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ

[977] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب حج یا عمرے سے واپس تشریف لاتے تو جب بھی کسی پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے تو تین مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھتے' پھر پڑھتے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے لیے ہی بادشاہی اور تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹ کر آنے

[975] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب التسبيح إذا هبط واديا، حديث:2993.

[976] سنن أبي داود، الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا سافر؟، حديث:2599.

[977] صحيح البخاري، العمرة، باب مايقول إذا رجع من الحج أو العمرة أو الغزو؟، حديث:1797، وصحيح مسلم، الحج، باب ما يقول إذا رجع من سفر الحج وغيره؟، حديث:1344.

الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

والے' توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا' اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کفار کے لشکروں کو اس اکیلے نے شکست دے دی۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ.

اور مسلم کی روایت میں ہے: جب بڑے لشکروں یا چھوٹے لشکروں یا حج یا عمرے سے لوٹتے (تو مذکورہ دعا پڑھتے۔)

قَوْلُهُ: [أَوْفٰى]، أَيْ: اِرْتَفَعَ، وَقَوْلُهُ: [فَدْفَدٍ] هُوَ بِفَتْحِ الْفَاءَيْنِ بَيْنَهُمَا دَالٌ مُّهْمَلَةٌ سَاكِنَةٌ، وَآخِرُهُ دَالٌ أُخْرٰى وَهُوَ: الْغَلِيظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْأَرْضِ.

أَوْفٰى کے معنی ہیں: چڑھتے۔ فَدْفَد: دونوں ''فا'' پر زبر، ان کے درمیان ''دال'' ساکن اور اس کے آخر میں ''دال۔'' زمین کا سخت بلند حصہ۔

[٩٧٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُسَافِرَ فَأَوْصِنِي، قَالَ: «**عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالتَّكْبِيرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ**» فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ: «**اَللّٰهُمَّ! اِطْوِ لَهُ الْبُعْدَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[978] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں' آپ مجھے وصیت (نصیحت) فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ڈر کو لازم پکڑو اور ہر چڑھائی پر اَللّٰهُ أَكْبَر کہو۔'' جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اس کے لیے مسافت لپیٹ دے (سفر مختصر کر دے) اور اس پر سفر کو آسان فرما دے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① مسافر کے لیے مستحب ہے کہ سفر پر روانہ ہونے سے قبل ایسے لوگوں سے دعا کروائے جو علم وعمل اور زہد وتقویٰ میں ممتاز ہوں اور ایسے اصحاب علم وتقویٰ کو بھی چاہیے کہ وہ ان کی طرف رجوع کرنے والوں کی خیریت کے لیے خلوص دل سے دعا کریں۔ علاوہ ازیں انھیں تقویٰ کی اور دیگر نیک باتوں کی نصیحت کریں تاکہ وہ سفر میں اللہ کی یاد اور اطاعت سے غافل نہ ہوں۔ ② نبی ﷺ نے اس کے چلے جانے کے بعد دعا فرمائی' شاید اس لیے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا میں زیادہ خلوص پیدا ہو جاتا ہے اور اس لیے بھی کہ کسی مسلمان کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرنا قبولیت دعا کا باعث ہے۔

[978] جامع الترمذي، الدعوات، باب: منه [وصيته ﷺ المسافر بتقوى الله ...... حديث: 3445.

[٩٧٩] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَاأَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا. إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[979] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو تہلیل و تکبیر، یعنی لاإله إلا الله اور اَللّٰهُ أَكْبَر کہتے اور ہماری آوازیں اونچی ہو جاتیں۔ تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنے اوپر آسانی کرو' اس لیے کہ تم جس ذات کو پکار رہے ہو وہ بہری ہے اور نہ تم سے غائب اور دور۔ وہ تو تمھارے ساتھ ہے اور وہ یقیناً سننے والی اور بہت نزدیک ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[اِرْبَعُوا]: بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ أَيْ: أُرْفُقُوا بِأَنْفُسِكُمْ.

اِربعوا: ''با'' پر زبر۔ اپنی جانوں کے ساتھ آسانی کرو۔

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر و تہلیل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے معمول سے زیادہ اونچی آوازیں ہو جاتی تھیں' اس لیے آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ زیادہ اونچی آواز میں اللہ کا ذکر کر کے اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو بلکہ وقار اور سکون سے پست آواز میں اللہ کا ذکر کرو۔ ② دوسرے' اللہ کی بابت فرمایا کہ وہ تم سے غائب نہیں ہے' تمھارے قریب ہے اور تمھاری باتوں کو سنتا ہے' تو یہ اللہ کے علم اور اس کی قدرت کے اعتبار سے ہے' ورنہ وہ خود تو عرش پر مستوی ہے' گو اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ ③ اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی عبرت ہے جو سلام پھرتے ہی اونچی آواز میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد شروع کر دیتے ہیں یا صلاۃ وسلام پڑھنے لگ جاتے ہیں حتی کہ نمازیوں کے لیے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خود ساختہ مجالس ذکر میں اَللّٰه هُوْ وغیرہ کی اونچی آواز میں بلکہ اب اسپیکروں پر ضربیں لگاتے ہیں۔ اندازہ کیجیے! ہمارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام اپنے صحابہ کو کیا تعلیم دے رہے ہیں اور آج کل کے اصحاب جبہ و قبہ کا عمل کیا ہے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن﴾ اللہ تعالیٰ ان بدعات سے مسلمانوں کو بچائے اور سنت کے مطابق ہر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

[١٧٢] بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ فِي السَّفَرِ

باب:172- سفر میں دعا کرنا پسندیدہ ہے

[٩٨٠] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

[980] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ

[979] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب مايكره من رفع الصوت في التكبير، حديث:2992، و صحيح مسلم، الذكر و الدعاء...... باب استحباب خفض الصوت بالذكر...... حديث:2704.

[980] سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء بظهر الغيب، حديث:1536، و جامع الترمذي، البر والصلة...... باب ما جاء في دعوة الوالدين، حديث:1905.

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: «عَلٰى وَلَدِهِ».

ﷺ نے فرمایا: ''تین دعائیں مقبول ہیں۔ ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور باپ کی اپنی اولاد کے خلاف دعا۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ اور ابوداود کی روایت میں عَلٰی وَلَدِہٖ کے الفاظ نہیں ہیں۔)

فوائد ومسائل: ① مظلوم کی دعا تو اس شخص کے حق میں ہوگی جو اس کی مدد اور فریاد رسی کرے گا اور ظالم کے لیے بددعا۔ اسی طرح مسافر کی دعا اس کے حق میں ہوگی جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے گا اور بدسلوکی کرنے والے کے لیے بددعا۔ اولاد نافرمان اور گستاخ ہو تو باپ کی اولاد کے لیے بددعا بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور دوسری احادیث کے مطابق باپ سے بھی زیادہ ماں کی بددعا مؤثر ہے کیونکہ ماں کا حق اولاد پر باپ سے بھی زیادہ ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ ظلم اور ماں باپ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے تاکہ مظلوم کی اور ماں باپ کی بددعا سے انسان محفوظ رہے' جن کی دعا اور بددعا اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔ علاوہ ازیں اس سے پیٹھ پیچھے دعا کی قبولیت کا بھی اثبات ہوتا ہے' جیسا کہ ابوداود کی تبویب سے واضح ہے۔

[١٧٣] بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا خَافَ نَاسًا أَوْ غَيْرَهُمْ

باب: 173- لوگوں سے خطرہ ہو تو اس سے بچاؤ کے لیے کون سی دعا پڑھی جائے

[٩٨١] عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[981] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو یہ دعا پڑھتے تھے: ''اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ذریعے سے ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔'' (اسے ابوداود اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: نُحُور، نَحر کی جمع ہے' حلق کے قریب ذبح کرنے والی جگہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تیری مدد کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ سمجھتے ہیں' چنانچہ تو ہی ان کافروں کے مکر وکید کو ہم سے ان کے سینوں کی طرف پھیر دے۔ سفر میں اس دعا کی خاص اہمیت ہے' کیونکہ سفر میں دشمن کی طرف سے نقصان پہنچنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

[١٧٤] بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا

باب: 174- جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے

[٩٨٢] عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ رَضِيَ اللهُ

[982] حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں

[981] سنن أبي داود، الوتر، باب ما يقول الرجل إذا خاف قومًا، حديث:1537، والسنن الكبرٰى للنسائي، حديث:8631.
[982] صحيح مسلم، الذكر والدعاء...، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغيره، حديث:2708.

عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص کسی منزل پر اترے' پھر یہ کہے: میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے سے مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو اسے اپنی اس منزل سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔'' (مسلم)

فائدہ: اللہ کے کلمات سے مراد اس کی ازلی صفات ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ اَلتَّامَّات کا مطلب: جن میں کوئی نقص نہیں۔ انسان جہاں بھی قیام کرے' تھوڑا یا لمبا' رات کو یا دن کو' تو یہ دعا پڑھے۔

[٩٨٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ: «يَا أَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[983] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہو جاتی تو یہ دعا کرتے: ''اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں تیرے شر سے اور جو چیزیں تیرے اندر ہیں ان کے شر سے اور جو چیزیں تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں اور جو چیزیں تیرے اوپر چلتی پھرتی ہیں' ان سب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں شیر سے' بڑے سانپ (یا افعی صفت شخص)' عام سانپ اور بچھو سے اور اس سرزمین کے رہنے والوں (جنات)' والد (شیطان' یعنی ابلیس) اور اولاد (شیطان کی ذریت) سے۔'' (ابوداود)

وَ[الْأَسْوَدُ]: اَلشَّخْصُ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ: وَ[سَاكِنِ الْبَلَدِ]: هُمُ الْجِنُّ الَّذِينَ هُمْ سُكَّانُ الْأَرْضِ. قَالَ: وَالْبَلَدُ مِنَ الْأَرْضِ: مَا كَانَ مَأْوَى الْحَيَوَانِ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ بِنَاءٌ وَمَنَازِلُ. قَالَ: وَيَحْتَمِلُ أَنَّ الْمُرَادَ [بِالْوَالِدِ]: إِبْلِيسُ. [وَمَا وَلَدَ]: اَلشَّيَاطِينُ.

أَسْوَدُ سے مراد شخص ہے۔ خطابی نے کہا: سَاكِنُ الْبَلَد سے مراد وہ جن ہیں جو زمین میں رہتے ہیں۔ اور بلد زمین کا وہ حصہ ہے جس میں حیوانات کا ٹھکانا ہو' چاہے اس میں کوئی عمارت اور منزلیں نہ ہوں۔ اور کہا: احتمال ہے کہ وَالِدٌ سے مراد ابلیس اور وَمَا وَلَدَ سے مراد شیاطین (ابلیس کی ذریت) ہوں۔

فوائد و مسائل: ① زمانۂ جاہلیت میں لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ مختلف علاقوں پر جنات کی حکومت ہے' اس

[983] سنن أبي داود، الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا نزل المنزل؟، حديث:2603.

لیے وہ جب بھی کسی علاقے میں پڑاؤ ڈالتے تو کہتے کہ ہم اس علاقے کے بڑے شیطان یا جن کی پناہ میں آتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کی تردید کر کے امت کو درج ذیل دعا سکھائی۔ ② یہ دعا بھی بڑی جامع ہے۔ جو چیزیں زمین کے اندر ہیں' سے مراد موذی جانور اور حشرات الارض ہیں۔ جو چیزیں تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں' سے مراد درخت وغیرہ سے ٹکرانا ہے۔ رات کی تاریکی میں مذکورہ تمام چیزوں سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے' اس لیے رات کو بالخصوص یہ دعا سفر میں پڑھی جائے۔

[١٧٥] بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوعَ إِلٰى أَهْلِهِ إِذَا قَضٰى حَاجَتَهُ

باب:175- مقصد سفر پورا ہو جانے کے بعد مسافر کے لیے فوراً گھر واپس آ جانا مستحب ہے

[٩٨٤] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ، فَلْيُعَجِّلْ إِلٰى أَهْلِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[نَهْمَتَهُ]: مَقْصُودَهُ.

[984] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمھارے مسافر کو اس کے کھانے' پینے اور سونے سے روک دیتا ہے (خاطر خواہ انداز سے یہ کام نہیں ہو پاتے۔) لہٰذا جب تم میں سے کوئی اپنے سفر سے اپنا مقصود پورا کر لے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر لوٹنے میں جلدی کرے۔'' (بخاری ومسلم)

نَهْمَتَهُ کے معنی ہیں: اپنا مقصود۔

فوائد ومسائل: ① سفر کو عذاب اس لیے قرار دیا کہ ایک تو اس میں اہل وعیال اور احباب کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑتا ہے۔ دوسرے سفر کی مشقتیں اور کٹھنائیاں الگ برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس لیے انسان کو مقصد سفر پورا ہوتے ہی فوراً گھر واپس آ جانا چاہیے۔ ② گھر انسان کے لیے جائے سکونت ہے۔ انسان گھر میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔ عبادات بجالانی آسان ہوتی ہیں اور پھر گھر میں رہ کر انسان بہت سے مفاسد اور پریشانیوں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے شریعت نے بلاوجہ گھر سے باہر رہنا ناپسند کیا اور گھر میں رہنا نہ صرف پسند کیا بلکہ اسے باعث نجات قرار دیا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول نجات کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيئَتِكَ ''زبان پر کنٹرول رکھو، گھر میں رہو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔'' (جامع الترمذي' الزهد....' باب ماجاء في حفظ اللسان' حديث:2406)

[984] صحيح البخاري، العمرة، باب السفر قطعة من العذاب، حديث:1804، و صحيح مسلم، الإمارة، باب السفر قطعة من العذاب...، حديث:1927.

[١٧٦] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُومِ عَلٰى أَهْلِهِ نَهَارًا وَّكَرَاهَتِهِ فِي اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ

باب:176- اپنے گھر والوں میں دن کے وقت آنا مستحب اور بغیر ضرورت کے رات کو آنا مکروہ ہے

[٩٨٥] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ أَهْلَهُ لَيْلًا».

[985] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی غیر حاضری (اپنے گھر سے) طویل ہوجائے تو (سفر سے) اپنے گھر والوں کے پاس رات کو نہ آئے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى أَنْ يَّطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کے پاس رات کو آئے۔ (بخاری ومسلم)

[٩٨٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا، وَكَانَ يَأْتِيهِمْ غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[986] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو (سفر سے) اپنے گھر والوں کے پاس نہیں آتے تھے۔ آپ ان کے پاس صبح یا شام کے وقت تشریف لاتے۔ (بخاری ومسلم)

[اَلطُّرُوقُ]: اَلْمَجِيءُ فِي اللَّيْلِ.

اَلطُّرُوق کے معنی ہیں: رات کے وقت آنا۔

فوائد ومسائل: ① سفر سے رات کو اپنے گھر والوں کے پاس آنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب بغیر اطلاع کے ہو ورنہ اگر اطلاع کے بعد ہو تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں' جیسے آج کل بالعموم اطلاع ہوتی ہی ہے یا پھر ٹیلیفون کے ذریعے سے رابطہ رہتا ہے۔ تاہم جہاں یہ رابطہ نہ ہو' نہ ہوسکتا ہو تو پھر رات کو بغیر اطلاع دیے گھر والوں کے پاس آنا مکروہ ہے' لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے۔ ② اس سفر سے مراد لمبا سفر ہے، مثلاً: انسان کسی دور دراز علاقے میں گیا ہوا ہے۔ تاہم جو آدمی روزانہ معمول کے مطابق گھر آجاتا ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ دوسری احادیث میں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ پراگندہ بالوں والی (جس کا شوہر غائب تھا اور اس نے زینت ترک کررکھی تھی) کنگھی کرلے اور جسم کی

[985] صحيح البخاري، العمرة، باب لايطرق أهله إذا بلغ المدينة، حديث:1801، وصحيح مسلم، الإمارة، باب كراهة الطروق، وهو الدخول ليلًا، لمن ورد من سفر، حديث:715- بعد حديث: 1928.

[986] صحيح البخاري، العمرة، باب الدخول بالعشي، حديث:1800، وصحيح مسلم، الامارة، باب كراهة الطروق، وهو الدخول ليلًا، لمن ورد من سفر، حديث:1928.

صفائی کر لے تاکہ عرصے کے بعد آنے والا شوہر اس کی پراگندہ حالت دیکھ کر متنفر نہ ہو جائے۔

[۱۷۷] بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَأَى بَلْدَتَهُ

باب:177-جب واپس آئے اور اپنے شہر کو دیکھے تو کیا پڑھے

فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ فِي بَابِ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا [برقم:٩٧٦،٩٧٧].

اس میں ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو پہلے بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا میں گزری ہے۔ (دیکھیے رقم:976)

[۹۸۷] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ قَالَ: «آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ». فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذٰلِكَ حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[987] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ (سفر سے) واپس آئے' یہاں تک کہ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔ آپ برابر یہ کہتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ (مسلم)

فائدہ: کسی بھی قسم کے سفر سے جب انسان واپس آئے اور اپنا شہر اسے نظر آنے لگے تو مذکورہ کلمات پڑھنا شروع کر دے اور اپنے شہر میں داخل ہونے تک پڑھتا رہے۔

[۱۷۸] بَابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِي فِي جِوَارِهِ وَصَلَاتِهِ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ

باب:178-سفر سے آنے والے کے لیے مستحب ہے کہ پہلے وہ اپنی قریبی مسجد میں آئے اور اس میں دو رکعتیں پڑھے

[۹۸۸] عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[988] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ دو رکعت نفل بطور شکرانہ ہیں کہ خیر و عافیت کے ساتھ انسان اپنے گھر واپس آ گیا ہے۔ ایسے موقع پر انسان

[987] صحيح مسلم، الحج، باب ما يقول إذا رجع من سفر الحج وغيره؟، حديث:1345.

[988] صحيح البخاري، الجهاد، باب الصلاة إذا قدم من سفر، حديث:3088، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين...، باب استحباب ركعتين في المسجد لمن قدم من سفر أول قدومه، حديث:716.

بڑا خوش ہوتا ہے اور مومن کی شان یہی ہے کہ طرب و مسرت کے موقع پر اللہ کا شکر اور اس کی تسبیح و تکبیر بیان کرے۔

[۱۷۹] بَابُ تَحْرِيمِ سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا

باب: 179- عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

[۹۸۹] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[989] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، جائز نہیں ہے کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر اختیار کرے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک دن اور رات کی مسافت کا ذکر ہے اور بعض روایات میں دو دن اور بعض میں تین دن اور تین راتوں کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے سوال کرنے والے کے حالات اور سوال کی نوعیت کے مطابق مختلف جواب دیے ہیں۔ اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ ایک یا دو اور تین دنوں کا اعتبار نہیں۔ اصل اعتبار سفر کا ہے کہ اتنی مسافت جس کو سفر کہا جاسکے، وہ تنہا عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔ اس لیے جب تک خاوند یا محرم ساتھ نہ ہو اسے تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ ② بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم غیر واجب سفر کے لیے ہے لیکن جو چیز عورت پر فرض ہو، اس کی ادائیگی کے لیے وہ اکیلی بھی سفر کر سکتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے محرم کا ساتھ جانا ممکن نہ ہو، جیسے فریضۂ حج ہے، اگر وہ صاحب استطاعت ہوگئی ہے تو حج اس پر فرض ہے۔ اگر خاوند یا کوئی اور محرم نہیں ہے یا اس کے ساتھ جانے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو وہ قابل اعتماد قافلے کی دیگر عورتوں کے ساتھ حج کے سفر پر جاسکتی ہے۔ تاہم بعض علماء مطلقاً بغیر محرم کے عورت کے سفر کو ناجائز قرار دیتے ہیں، چاہے عام سفر ہو یا برائے حج ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں دونوں رائے تفصیل سے ذکر کی ہیں، لیکن کسی ایک رائے کو ترجیح نہیں دی ہے۔ راقم کے ناقص خیال میں مخصوص حالات میں پہلی رائے پر عمل کرنے کی شرعاً گنجائش موجود ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، فتح الباري، كتاب الحج، باب حج النساء، و فقه السنه) ③ محرم سے مراد خاوند کے علاوہ عورت کے وہ قریبی رشتے دار ہیں جن سے اس کا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا اور اسی طرح رضاعی باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا ہیں۔ علاوہ ازیں مدخول بہا بیٹی کا خاوند، یعنی داماد ہے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی اس کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ ان کے علاوہ کسی کے ساتھ سفر پر نہیں جاسکتی۔ ④ علاوہ ازیں عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو سادہ لباس میں ملبوس ہو، باپردہ ہو، یعنی اس کی زیب و زینت کا اظہار نہ ہو، ایسا عطر یا پرفیوم نہ لگایا ہو جس کی خوشبو لوگوں تک پہنچے اور وہ ادھر متوجہ ہوں، نہ اس کے زیور کی جھنکار سنائی دے۔

[989] صحيح البخاري، التقصير، باب في كم يقصر الصلاة، حديث: 1088، و صحيح مسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم الى حج وغيره، حديث: 1339.

[٩٩٠] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ» فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: «اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[990] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر اس حالت میں کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتے دار ہو۔ اور عورت محرم رشتے دار کے بغیر سفر نہ کرے۔'' تب آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے جبکہ میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھا جا چکا ہے (اب میرے لیے کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جا، تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① عورت کے ساتھ جبکہ گھر میں اس کے علاوہ اس کا خاوند یا کوئی اور محرم نہ ہو کسی مرد کا تنہائی اختیار کرنا نہایت خطرناک معاملہ ہے، ایسے موقعوں پر شیطان ان کو بہکا سکتا ہے اور وہ بہ اغوائے شیطانی غلط کام میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ منع کر دیا ہے۔ کچھ اور نہیں تو کسی کو ناجائز طور پر بدنام کرنے کا موقع ہی مل سکتا ہے کیونکہ تنہائی بہرحال مظنۂ تہمت ہے۔ ② شریعت اسلامیہ کی اس ہدایت کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بڑا فساد برپا ہے۔ جن گھروں میں اس ہدایت نبوی کے مطابق شرعی پردے کا اہتمام اور غیر محرموں سے اجتناب نہیں ہے، وہاں ایک عورت اپنے ہی دیور یا جیٹھ یا اور قریبی رشتے دار کے عشق میں مبتلا یا ایک مرد اپنی ہی کسی قریبی عزیزہ کے دام محبت کا اسیر بنا ہوتا ہے۔ بلکہ اب تو اس سے بھی بڑھ کر بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کے چکر نے غیر رشتے داروں کے لیے بھی جنسی ہوس پرستی کے راستے چوپٹ کھول دیے ہیں۔ ایک عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ اور خاوند اپنی بیوی کو چھوڑ کر اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہے۔ یہ دوسری بیماری ابھی صرف مغرب زدہ طبقے تک محدود ہے لیکن پہلی کمزوری ہمارے گھروں میں عام ہے، جس نے بے شمار گھروں کا سکون برباد کیا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی مسلمان اپنے مذہب کی ہدایات کے مطابق شرعی پردہ اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے مذہب کا صحیح شعور اور اس پر عمل کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین. ③ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ عورت بغیر محرم کے سفر پر بھی نہیں جا سکتی، لیکن جو علماء جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ امر استحباب کے لیے ہے، جواز کے دلائل کے لیے دیکھیے: (فقه السنة، للسيد سابق مصري:334/1) بہرحال جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ بعض دوسرے دلائل کی رو سے مخصوص حالات میں قابل اعتماد قافلے کی عورتوں کے ساتھ کوئی اکیلی عورت بھی سفر حج پر جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کو اپنے بارے میں کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ شوافع

[990] صحيح البخاري، النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم......، حديث:5233، و صحيح مسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، حديث:1341.

وغیرہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ جس طرح مخصوص حالات میں بالکل ہی تنہا سفر کر سکتی ہے' جیسے قافلے سے بچھڑ جانے کی صورت میں یا مسلمان ہونے کی صورت میں دارالکفر سے ہجرت کرنے کے لیے۔ اسی طرح ناگزیر حالات میں' جبکہ اس کے خیال میں اس کی عزت و عصمت کو کوئی خطرہ نہ ہو' تو قافلے میں شریک دوسری قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ حج کے سفر پر بھی جا سکتی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

٨ - كِتَابُ الْفَضَائِلِ

فضیلتوں کا بیان

[١٨٠] بَابُ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

باب:180- قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت کا بیان

[٩٩١] عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[991] حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قرآن (کثرت سے) پڑھا کرو' اس لیے کہ قیامت والے دن یہ اپنے (پڑھنے والے) ساتھیوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کی فضیلت کا بیان ہے' کیونکہ عمل کے بغیر محض خوش الحانی سے پڑھ لینے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ ② سفارشی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو قوت گویائی عطا فرمائے گا اور وہ اپنے قاری اور عامل کے گناہوں کی مغفرت کا اللہ سے سوال کرے گا' جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا' جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

[٩٩٢] وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللهُ

[992] حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

[991] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، حدیث:804۔

[992] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، حدیث:805۔

عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْقُرْآنِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ، تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت والے دن قرآن کو اور ان لوگوں کو جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے' (بارگاہ الٰہی میں) پیش کیا جائے گا۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ان کے آگے آگے ہوں گی' اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔'' (مسلم)

فائدہ: بارگاہ الٰہی میں قرآن کریم اور خاص طور پر مذکورہ سورتیں' اپنے پڑھنے والے اور ان پر عمل کرنے والے کے لیے سفارش کریں گی اور رب تعالیٰ سے اصرار و تکرار کر کے ان کی مغفرت کروائیں گی۔

[٩٩٣] وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[993] حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھلائے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں قرآن کریم کی تعلیم و تعلم' یعنی خود سیکھنے اور دوسروں کو' اللہ کی رضا کے لیے' سکھلانے کی فضیلت ہے۔ ② عصر حاضر میں قرآن مجید اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے اکثر و بیشتر ان خاندانوں کے بچے ہوتے ہیں جو مالی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور کئی لوگ ان طلبہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس حدیث میں ایسے لوگوں کے لیے تنبیہ ہے کہ یہ قرآن پڑھنے والے سب سے افضل لوگ ہیں۔ ③ دینی تعلیم سے وابستہ علماء اور طلبہ کو بھی اپنی قدر و منزلت پہچاننی چاہیے۔ خودداری اور وقار کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی ضرورتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنی چاہئیں۔

[٩٩٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[994] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور (صحت کے ساتھ) قرآن کریم پڑھنے میں ماہر ہے تو وہ (قیامت والے دن) بزرگ' نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس کے پڑھنے میں اسے مشقت ہوتی ہے' اس کے لیے دگنا اجر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ماہر سے مراد قرآن کریم کا حافظ اور تجوید و حسن صوت سے پڑھنے والا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کے الفاظ اور ان کی تبویب سے واضح ہے۔ ② دوسرا وہ شخص ہے جو حافظ نہیں ہے اور تجوید و حسن صوت سے بھی بہرہ ور نہیں ہے۔ اس لیے قرآن فصاحت و روانی سے نہیں پڑھ سکتا' لیکن اس کے باوجود ذوق و شوق

[993] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه، حديث: 5027.

[994] صحيح البخاري، التفسير، تفسير سورة عبس، حديث: 4937، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل الماهر بالقرآن والذي يتتعتع فيه، حديث: 798.

سے اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور پڑھنے میں جو مشقت ہوتی ہے اسے برداشت کرتا ہے' اس مشقت کی وجہ سے اسے دگنا اجر ملے گا۔ ③ سَفَرَة سے مراد وحی پہنچانے والے فرشتے ہیں۔ یہ سَافِر کی جمع ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے معنی کیے ہیں: صلح کرانے والا۔ فرشتوں کو بھی' جو اللہ کی وحی اور اس کی طرف سے تادیب لے کر اترتے ہیں' ان سفیروں کی مثل قرار دیا گیا جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ (صحیح البخاري، تفسیر سورة عبس)

[٩٩٥] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ: رِيحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ: لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ: رِيحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ: لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[995] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس مومن کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے' ترنجبین (نارنگی' سیب) کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا' کھجور کی سی ہے کہ اس کی خوشبو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے' خوشبودار پودے (جیسے نازبو' یاسمین وغیرہ) کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے لیکن ذائقہ تلخ ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا' اندرائن (تمے) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی نہیں اور اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا حافظ اور اس پر عمل کرنے والا مومن تو خوش رنگ اور خوش ذائقہ پھل کی طرح عنداللہ بھی مقبول ہے اور لوگوں میں بھی اس کی عزت ہے اور جو مومن حافظ قرآن نہیں ہے' تاہم قرآن کا عامل ہے' اللہ کے ہاں اور لوگوں کی نظروں میں یہ بھی اچھا ہے۔ اور قرآن پڑھنے والے منافق کا ظاہر اچھا ہے لیکن باطن گندا اور تاریک ہے اور آخر میں اس منافق کا ذکر ہے جو قرآن نہیں پڑھتا' اس کا ظاہر و باطن ناپاک ہے۔ ② اس میں حاملین قرآن کے لیے یہ وعظ ہے کہ ان کا اخلاق اچھا ہونا چاہیے اور ان کا کردار خوش ذائقہ پھل کی طرح ہونا چاہیے جو اپنے کاٹنے والے کو بھی برابر مزہ دیتا ہے۔

[٩٩٦] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[996] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبئ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سرفراز فرمائے گا اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلیل کردے گا۔'' (مسلم)

[995] صحیح البخاري، التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق، وأصواتهم وتلاوتهم لاتجاوز حناجرهم، حدیث: 7560، وصحیح مسلم، صلاة المسافرین وقصرها، باب فضیلة حافظ القرآن، حدیث: 797.

[996] صحیح مسلم، صلاة المسافرین وقصرها، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه......، حدیث: 817.

فائدہ: سرفراز' اللہ کے حکم سے وہی ہوں گے جو قرآن کے احکام کو بجا لائیں گے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کریں گے اور اس کے برعکس کردار کے حامل لوگوں کے لیے بالآخر ذلت و رسوائی ہی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو اللہ نے ابتدائی چند صدیوں میں ہر جگہ سرخرو کیا اور انھیں سرفرازیاں عطا کیں کیونکہ وہ قرآن کے حامل اور عامل تھے' اس پر عمل کی برکت سے وہ دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ لیکن مسلمانوں نے جب سے قرآن کے احکام و قوانین پر عمل کرنے کو اپنی زندگی سے خارج کر دیا' تب ہی سے ان پر ذلت و رسوائی کا عذاب مسلط ہے۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی. کاش! مسلمان دوبارہ قرآن کریم سے اپنا رشتہ جوڑیں تاکہ ان کی عظمت رفتہ بحال ہو سکے۔

[٩٩٧] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ؛ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا؛ فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[997] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے: ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن عطا کیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) چنانچہ وہ اس کے ساتھ رات اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا ہے (اللہ کی عبادت کرتا ہے۔) اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا' وہ اسے (اللہ کی راہ میں) رات اور دن کی گھڑیوں میں خرچ کرتا ہے۔''

(بخاری و مسلم)

وَ[الْآنَاءُ]: اَلسَّاعَاتُ.

اَلْآنَاءُ کے معنی ہیں: ساعتیں (گھڑیاں' لمحات۔)

فائدہ: یہ حدیث اس سے قبل دو جگہ گزر چکی ہے۔ ایک بَابُ الْكَرَمِ وَالْجُودِ رقم:544 میں اور دوسری جگہ بَابُ فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ' رقم:572 میں۔ یہاں اسے قرآن کریم کی فضیلت کے اثبات میں لائے ہیں جیسا کہ اس سے واضح ہے۔

[٩٩٨] وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ، وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُو، وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: «تِلْكَ

[998] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا' اس کے پاس ہی ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس شخص کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا' وہ بادل اس کے قریب ہوتا تھا اور اس کا گھوڑا بادل کو دیکھ کر اچھلنے کودنے لگتا۔ جب صبح ہوئی تو وہ آدمی نبیؐ

[997] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول النبي ﷺ: رجل آتاه الله القرآن......، حديث: 7529، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه......، حديث: 815.

[998] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل الكهف، حديث:5011، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب نزول السكينة لقراءة القرآن، حديث:795.

السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سکینت تھی جو قرآن کی وجہ سے (تجھ پر) نازل ہوئی (اللہ کی خاص رحمت تیرے اطمینان قلب کے لیے نازل ہوئی۔)'' (بخاری ومسلم)

[اَلشَّطَنُ]: بِفَتْحِ الشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَالطَّاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَلْحَبْلُ.

اَلشَّطَن: ''شین'' اور ''طا'' پر زبر۔ معنی رسی کے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو سورۂ کہف کی فضیلت اور دوسرے نیک بندوں پر اللہ کی خصوصی رحمت و سکینت کے نزول کا بیان ہے جس سے ان کے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ② تلاوت قرآن پر اس طرح بادل کی ظاہری صورت میں سکینت کا نزول ایک خرق عادت واقعہ (کرامت) ہے جس میں کسی نیک بندے کے اپنے اختیار کا دخل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی مشیت پر منحصر ہے۔ اسی لیے یہ اصول مسلمہ ہے کہ معجزے یا کرامت سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا' نہ اس سے اس قسم کا کوئی استدلال کرنا ہی جائز ہے' جیسے اہل بدعت کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام کے عقیدوں کو خراب کرتے ہیں۔

[٩٩٩] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ: ﴿الٓمٓ﴾ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ: أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيمٌ حَرْفٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[999] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کا ایک حرف پڑھا' اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے' بلکہ الف ایک حرف ہے' لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔'' (یہ تین حرفوں سے مرکب ہے اور دس ضرب تین' یعنی 30 نیکیاں پڑھنے والے کو ملیں گی۔) (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: اس کی سند حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر قرآن کا مفہوم نہیں سمجھتا لیکن تلاوت کرتا ہے تو ایسا شخص بھی ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔ اور جو شخص تلاوت بھی نہیں کر سکتا اسے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔

[١٠٠٠] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ». رَوَاهُ

[1000] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک وہ شخص جس کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ (یاد) نہ ہو' ویران گھر کی طرح ہے۔'' (اس حدیث کو

[999] جامع الترمذي، ثواب القرآن، باب ما جاء في من قرأ حرفًا من القرآن ما له من الأجر، حديث: 2910.

[1000] ضعيف- جامع الترمذي، ثواب القرآن، باب إن الذي ليس في جوفه من القرآن كالبيت الخرب.....، حديث: 2913. اس کی سند قابوس بن ابی ظبیان کی وجہ سے ضعیف ہے۔

التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: اس کی سند حسن صحیح ہے۔)

[١٠٠١] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1001] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷠ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(روز قیامت) صاحب قرآن (قرآن پڑھنے اور اسے حفظ کرنے والے) سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور (درجے) چڑھتا جا اور اس طرح آہستہ آہستہ تلاوت کر جیسے تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا' چنانچہ تیرا مقام وہ ہوگا جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہوگی۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں قرآن کریم کے حافظ اور کثرت سے تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے والوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔ ② چڑھنے سے مراد جنت کے درجوں پر چڑھنا ہے۔ یعنی جتنا قرآن یاد ہوگا اسی حساب سے وہ ترتیل سے پڑھتا جائے گا اور جنت کے درجات پر فائز ہوتا چلا جائے گا۔ ③ اس میں قرآن کی تلاوت اور اس کے حفظ کرنے کی ترغیب ہے تاکہ وہ جنت میں حفظ قرآن کی بدولت زیادہ سے زیادہ بلند درجات حاصل کر سکے۔ جَعَلَنَا اللهُ مِنْهُمْ.

[١٨١] بَابُ الْأَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْآنِ وَالتَّحْذِيرِ مِنْ تَعْرِيضِهِ لِلنِّسْيَانِ

باب:181- قرآن کریم کی دیکھ بھال کرنے کا حکم اور اس کو بھلا دینے سے ڈرانے کا بیان

[١٠٠٢] عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تَعَاهَدُوا هٰذَا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَهُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِّنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1002] حضرت ابوموسیٰ ﷛ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس قرآن کی حفاظت (دیکھ بھال) کرو' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! یہ (قرآن سینوں سے) نکل جانے میں اس اونٹ سے زیادہ تیز ہے جو رسی میں بندھا ہوا ہو (اور اسے کھول کر بھاگ نکلنے والا ہو۔'') (بخاری و مسلم)

[1001] سنن أبي داود، الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القراءة، حديث:1464، وجامع الترمذي، فضائل القرآن، باب إن الذي ليس في جوفه من القرآن كالبيت الخرب......، حديث:2914.

[1002] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب استذكار القرآن وتعاهده، حديث:5033، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الأمر بتعهد القرآن......، حديث:791.

فائدہ: قرآن کریم کی حفاظت اور دیکھ بھال کا مطلب ہے کہ پابندی سے اس کی تلاوت کی جائے' ورنہ غفلت کی صورت میں انسان اسے اتنی تیزی سے بھولتا ہے کہ اتنی تیزی سے اونٹ بھی رسی تڑا کے نہیں بھاگتا۔ یہ تیزی سے بھول جانے میں تشبیہ ہے۔

[۱۰۰۳] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1003] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حافظ قرآن کی مثال رسی سے بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے۔ اگر وہ اس اونٹ کا خیال رکھتا ہے تو وہ (اپنے کھونٹے سے) بندھا رہتا ہے اور اگر اسے کھول دے گا تو چلا جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی وہی مذکورہ بات بیان کی گئی ہے۔ صاحب قرآن سے مراد' قرآن کا حافظ ہے' مکمل حافظ ہو یا کچھ اجزاء کا حافظ' جتنا بھی یاد ہوا سے پڑھتا رہے گا تو یاد رہے گا' جیسے اونٹ پر کڑی نظر رکھی جائے تو وہ بندھا رہتا ہے اور اگر اسے کھول دیا جائے تو ایسا بھاگے گا کہ اسے تلاش کرنا اور پکڑنا مشکل ہو جائے گا۔ ② اس میں ان والدین کے لیے بھی سبق ہے جو بچوں کو حفظ کروا کر سکول داخل کروا دیتے اور پھر وہ قرآن کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے' اسی طرح منزل یاد کیے بغیر جلدی حفظ کرنے والے حضرات کے لیے بھی تنبیہ ہے۔

[۱۸۲] بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حُسْنِ الصَّوْتِ وَالْاِسْتِمَاعِ لَهَا

باب:182- قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کا استحباب اور خوش آواز شخص سے قرآن پڑھنے کا مطالبہ کرنے اور اسے توجہ سے سننے کا بیان

[۱۰۰٤] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1004] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ کسی چیز کے لیے اس طرح کان نہیں لگاتا جس طرح وہ اس خوش آواز پیغمبر کے لیے کان لگاتا ہے جو قرآن کو غنا کے ساتھ اونچی آواز سے پڑھتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[1003] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب استذكار القرآن وتعاهده، حديث: 5031، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الأمر بتعهد القرآن......، حديث: 789.

[1004] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن......، حديث: 5023، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، حديث: 792.

مَعْنَى [أَذِنَ اللهُ]، أَيْ: اِسْتَمَعَ، وَهُوَ إِشَارَةٌ إِلَى الرِّضَى وَالْقَبُولِ.

أَذِنَ اللهُ (کان لگاتا ہے) کے معنی ہیں: سنتا ہے۔ اور یہ اشارہ ہے کہ ایسے پڑھنے والے سے اللہ خوش ہوتا اور اس کے عمل کو قبول فرماتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کان لگا کر توجہ سے سنتا ہے' یہ جہاں ایک طرف اس کی رضا اور قبولیت کی دلیل ہے' وہاں دوسری طرف اس کی ایک صفت (کان) اور اس سے سننے کا بیان ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ تاہم ہم اس کی کیفیت بیان کر سکتے ہیں نہ اسے کسی کے ساتھ تشبیہ ہی دے سکتے ہیں۔ ② غنا کے ساتھ پڑھنے کا مطلب گانے کی طرح تکلف اور تصنع سے پڑھنا نہیں ہے' جیسے آج کل کے بہت سے قاری بالخصوص مصر کے بعض قراء پڑھتے ہیں' بلکہ اس کا مطلب تجوید و حسن صوت کے ساتھ ایسے سوز سے پڑھنا ہے جس سے رقت طاری ہو۔ ③ اس میں خوش آوازی اور سوز سے قرآن پڑھنے کی ترغیب ہے' تاہم یہ ضروری ہے کہ حرفوں کی ادائیگی اس طرح ہو کہ اس میں کمی یا بیشی نہ ہو۔

[١٠٠٥] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ: «لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1005] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تمھیں حضرت داود کے سُروں میں سے ایک سُر (خوش آوازی) دی گئی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ: «لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ الْبَارِحَةَ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اگر تم مجھے دیکھ لیتے جب کہ گزشتہ رات میں تمھاری قراءت سن رہا تھا (تو یقیناً تم خوش ہوتے۔'')

فوائد و مسائل: ① مِزْمَار، گانے بجانے کے آلے (بانسری وغیرہ) کو کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں مراد سُر اور خوش آوازی ہے۔ ② آل داود' میں آل کا لفظ زائد ہے' مراد خود حضرت داود علیہ السلام ہیں' کیونکہ حسن صوت حضرت داود علیہ السلام ہی کو عطا کیا گیا تھا' نہ کہ آپ کی آل کو یا ان میں سے کسی کو۔ بہر حال حسن صوت بھی اللہ کا ایک انعام ہے' جس کو چاہے' وہ اس سے نواز دے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنھیں یہ نعمت ملی اور وہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو اللہ کا کلام سنا کر اللہ کے دین کی طرف بلاتے ہیں۔ خوش آوازی کو دنیا کمانے کے لیے بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ نہیں بناتے' جس کا انجام نہایت برا ہے۔

[١٠٠٦] وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ

[1006] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورت

[1005] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، حديث:5048، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، حديث:793.

[1006] صحيح البخاري، الأذان، باب القراءة في العشاء، حديث:769، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث:464.

بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا' چنانچہ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جس طرح دیگر تمام خوبیاں عطا کی گئی تھیں' حسن صوت سے بھی آپ کو نوازا گیا تھا اور دعوت وتبلیغ میں اس کی آپ کو ضرورت بھی تھی۔

[۱۰۰۷] وَعَنْ أَبِي لُبَابَةَ بَشِيرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

[1007] حضرت ابو لبابہ بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو قرآن کو غنا کے ساتھ نہ پڑھے' وہ ہم میں سے نہیں۔'' (اسے ابوداود نے جید سند سے روایت کیا ہے۔)

وَمَعْنَى [يَتَغَنَّى]: يُحَسِّنُ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ.

يَتَغَنَّى (غنا کے ساتھ پڑھنے) کے معنی ہیں: وہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے۔

فائدہ: ہم میں سے نہیں' کا مطلب ہے ہمارے طریقے اور سنت پر نہیں ہے۔ اس میں بھی خوش آوازی اور سوز ورقت سے قرآن پڑھنے کی ترغیب ہے' کیونکہ اس سے قرآن کے حسن اور تاثیر میں اضافہ ہوتا ہے۔

[۱۰۰۸] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ»، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قَالَ: «إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي» فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى جِئْتُ إِلَى هٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا﴾ قَالَ: «حَسْبُكَ الْآنَ» فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1008] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''(اے ابن مسعود!) مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔'' تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر تو وہ اترا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا پسند کرتا ہوں۔'' چنانچہ میں نے آپ کے سامنے سورۂ نساء کی تلاوت کی' یہاں تک کہ میں اس آیت تک پہنچ گیا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا ...﴾ ''چنانچہ اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر اے پیغمبر! تجھے گواہ بنائیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب تم بس کرو۔'' جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری ومسلم)

[1007] سنن أبي داود، الوتر، كيف يستحب الترتيل في القراءة، حديث: 1471، وله شواهد عند البخاري: 7527.

[1008] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا......﴾، حديث: 4582، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل استماع القرآن......، حديث: 800.

فائدہ: یہ روایت اس سے پہلے بَابُ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ میں گزر چکی ہے۔ (دیکھیے رقم: 446) یہاں اسے اس مقصد سے بیان کیا ہے کہ اس میں اہل علم وفضل کی توقیر وتعظیم کا پہلو ہے۔ نیز دوسروں سے قرآن کی تلاوت سننے اور اس پر تدبر کرنے کی بھی ضرورت ہے، جس طرح خود نبی ﷺ نے اس طرح کیا۔

[١٨٣] بَابُ الْحَثِّ عَلَى سُوَرٍ وَّآيَاتٍ مَّخْصُوصَةٍ

باب:183- مخصوص سورتیں اور آیتیں پڑھنے کی ترغیب کا بیان

[١٠٠٩] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلَّى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟» فَأَخَذَ بِيَدِي، فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ قُلْتَ: لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: «اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيُّ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1009] حضرت ابوسعید رافع بن معلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا میں تجھے مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم ترین سورت نہ سکھلاؤں؟'' آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ جب ہم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تجھے قرآن کی عظیم ترین سورت سکھلاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ یہ سبع مثانی (بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں) اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① قرآن کریم میں آتا ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ (الحجر 87:15) ''اے پیغمبر! ہم نے تجھ کو سات (آیتیں) جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔'' مذکورہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر ہے۔ نبی ﷺ نے سبع مثانی سے سورۂ فاتحہ مراد لی ہے، کیونکہ یہ سات آیتیں ہر نماز میں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہیں اس لیے کہ اس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی، جیسا کہ فرمان رسول ہے: (لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) ''اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔'' ② اسے قرآن کی عظیم ترین سورت اس لیے فرمایا گیا ہے کہ یہ تمام مقاصد قرآن کی جامع اور مجملاً ان تمام مضامین پر مشتمل ہے جو قرآن کریم کی دیگر سورتوں میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں عقیدۂ توحید اور صرف ایک رب کی عبادت اور اسی سے استعانت کرنے کا، نیز روز جزا، وعدہ و وعید اور گزشتہ امتوں کے سعادت مندوں اور گمراہوں دونوں کے قصوں سے عبرت پکڑنے کا بیان ہے۔ اسی لیے ابوداود اور ترمذی کی ایک روایت میں اسے أُمُّ الْقُرْآن بھی کہا گیا ہے، یعنی قرآن کی جڑ، اصل اور بنیاد۔ (جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3124)

راویٔ حدیث: [حضرت رافع بن معلی رضی اللہ عنہ] ابوسعید ان کی کنیت ہے۔ انصاری، زرقی ہیں۔ ان کے نام میں بہت

[1009] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل فاتحة الكتاب، حديث: 5006.

اختلاف ہے۔ انھیں سعد بن عمارہ، عمارہ بن سعید اور عامر بن مسعود وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اہل حجاز صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے شاگردوں میں عبداللہ بن مرہ اور مکحول ؒ کے نام ملتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے یہ صرف 2 احادیث بیان کرتے ہیں۔

[١٠١٠] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي: ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ».

وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: «أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ» فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، وَقَالُوا: أَيُّنَا يُطِيقُ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، اَللهُ الصَّمَدُ: ثُلُثُ الْقُرْآنِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1010] حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کے بارے میں فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک یہ (سورۂ اخلاص) تہائی قرآن کے برابر ہے۔“

ایک اور روایت میں ہے: بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ایک رات میں تہائی 1/3 قرآن پڑھے؟“ یہ بات صحابہ ؓ کو گراں معلوم ہوئی اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ (کوئی نہیں رکھتا) تو آپ نے فرمایا: ”﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ (آخر تک) تہائی قرآن ہے۔“ (بخاری)

فائدہ: سورۂ اخلاص ایک مرتبہ پڑھ لینا اجر و ثواب میں ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ اس سورت میں اللہ کی توحید کا بیان اور اس کے کسی ہم سر کے ہونے کی نفی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی توحید کا بیان کتنا پسند ہے اور اسی حساب سے اس کو شرک سے کتنی نفرت ہے۔ اسی لیے اس نے شرک کو ناقابل معافی گناہ قرار دیا ہے۔

[١٠١١] وَعَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1011] حضرت ابو سعید خدری ؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ بار بار دہراتے ہوئے سنا۔ جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اس شخص کا ذکر کیا۔ وہ اس عمل کو کمتر (معمولی) سمجھتا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔“ (بخاری)

فائدہ: يَتَقَالُّهَا کا مطلب ہے کہ تعجب کرنے والا شخص، جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس شخص کا تذکرہ کیا جو بار

[1010] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، حديث: 5013-5015.

[1011] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، حديث: 5013.

بار پڑھتا تھا اور سورۂ اخلاص کے پڑھنے کو اجر وثواب کے لحاظ سے معمولی سمجھتا تھا' لیکن آپ نے اس کی فضیلت بیان فرما کر اس کی غلط فہمی کو دور فرما دیا۔

[١٠١٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي: ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾: «**إِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1012] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کے بارے میں فرمایا: ''یہ تہائی (1/3) قرآن کے برابر ہے۔'' (مسلم)

[١٠١٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُحِبُّ هٰذِهِ السُّورَةَ: ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾، قَالَ: «**إِنَّ حُبَّهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ تَعْلِيقًا.

[1013] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس سورت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو پسند کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے صحیح بخاری میں معلق ذکر کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کے تعلیقاً بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سند کا پہلا حصہ وہ حذف کر دیتے ہیں۔ ② سورۂ اخلاص کی بیان کردہ فضیلت کی توجیہ بعض علماء نے اس طرح کی ہے کہ علوم قرآن کی تین قسمیں ہیں: ایک توحید' دوسری تشریع اور تیسری قسم اخلاق۔ ان میں سے پہلی قسم توحید کا جامع اور مکمل بیان اس سورت میں ہے۔ (نُزْهَةُ الْمُتَّقِين) اس کی اور بھی کئی توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ امام ابن عبدالبر کے نزدیک اس قسم کی توجیہات سے سکوت بہتر ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: دَلِيلُ الْفَالِحِين' محمد بن علان دمشقي)

[١٠١٤] وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾، وَ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1014] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے نہیں معلوم کہ کچھ آیات اس رات میں ایسی نازل کی گئی ہیں جن کی مثل پہلے کبھی نہیں دیکھی گئیں؟ (وہ) ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: أَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا' یا تجھے معلوم نہیں۔ کلمۂ تعجب ہے۔ ''ان کی مثل نہیں دیکھی گئیں'' کا مطلب ہے کہ کوئی سورت ان کے علاوہ' ایسی ہو کہ سب کی سب تعویذ ہو' یعنی پناہ طلب کرنے پر مشتمل ہو۔ یہ چیز صرف ان دو

[1012] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، حديث: 812.

[1013] صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين……، حديث: 774، وجامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ما جاء في سورة الإخلاص……، حديث: 2901.

[1014] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة المعوّذتين، حديث: 814.

سورتوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ اسی لیے انھیں مُعَوِّذَتَیْن کہا جاتا ہے' پناہ دینے والیں' کیونکہ ان کے ذریعے سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔

[١٠١٥] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ، وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ، حَتَّى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ، فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1015] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (معوذتین کے نزول سے پہلے اپنے الفاظ میں) جنوں اور لوگوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے' یہاں تک کہ معوذتین نازل ہوگئیں۔ جب یہ نازل ہوگئیں تو آپ نے ان کے ذریعے سے پناہ مانگنے کو اختیار فرما لیا اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کو چھوڑ دیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① انسانوں کی طرح جنات میں بھی اچھے اور برے دونوں قسم کے جن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی طاقت بھی عطا فرمائی ہے کہ وہ انسانوں کو اگر نقصان پہنچانا چاہیں تو اللہ کی مشیت سے پہنچا سکتے ہیں۔ بنا بریں شرارتی جن بعض دفعہ انسانوں کو تنگ کرتے اور انھیں نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں۔ اسی طرح نظر کا لگنا بھی برحق ہے' جس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کو بغض و حسد کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس کے بداثرات دوسرے شخص تک بھی پہنچ جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ نقصان یا کسی حادثے اور تکلیف سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ نظر محبت سے بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ جنات اور نظر بد دونوں سے اپنے الفاظ میں پناہ مانگا کرتے تھے۔ مثلاً: [أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ] ''میں تیرے ذریعے سے پناہ مانگتا ہوں جنوں سے انسانوں کی نظر سے۔'' وغیرہ۔ جب ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ نازل ہوئیں تو پھر آپ نے اپنے الفاظ کی بجائے ان سورتوں کے ذریعے سے پناہ طلب کرنا شروع کر دی کیونکہ یہ سورتیں اسی مقصد کے لیے نازل کی گئی تھیں۔ ② ان کو معوذتین بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں' اللہ کے حکم سے' اپنے پڑھنے والوں کو جنات اور نظر بد سے بچاتی ہیں۔ معوذتین کے معنی ہیں' پناہ دینے والی دو سورتیں۔ اس لیے ان مقاصد کے لیے ان سورتوں کا پڑھنا بہت مفید ہے' ان کے ذریعے سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

[١٠١٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مِنَ الْقُرْآنِ سُورَةٌ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ، وَهِيَ: تَبَارَكَ الَّذِي

[1016] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کی ایک تیس آیتوں والی سورت ایسی ہے جس نے ایک آدمی کی (اللہ کے ہاں) سفارش کی'

[1015] جامع الترمذي، الطب، باب ما جاء في الرقية بالمعوذتين، حديث:2058. شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (هداية الرواة:282/2، حديث: 4488)

[1016] سنن أبي داود، شهر رمضان، باب في عدد الآي، حديث:1400، وجامع الترمذي، فضائل القرآن......، باب ما جاء في فضل سورة الملك، حديث:2891.

بِيَدِهِ الْمُلْكُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

یہاں تک کہ اس کی بخشش کر دی گئی اور وہ سورت ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ہے۔" (اس روایت کو امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: [تَشْفَعُ].

اور ابوداود کی ایک روایت میں (ماضی کے صیغے کی بجائے) تَشْفَعُ (صیغۂ مضارع) ہے، یعنی سفارش کرے گی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ سورت قیامت والے دن اپنے پڑھنے والے کے لیے بارگاہ الٰہی میں مغفرت کی سفارش کرے گی۔ اسے صیغۂ ماضی میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ ماضی کی طرح ہی اس کا وقوع متحقق ہے۔ تاہم بعض روایات میں بصیغۂ مضارع ہے۔

[١٠١٧] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قِيلَ: كَفَتَاهُ الْمَكْرُوهَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَقِيلَ: كَفَتَاهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

[1017] حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں وہ اس کو کافی ہو جائیں گی۔" (بخاری و مسلم)

بعض نے کہا ہے کہ "کافی ہو جائیں گی" کا مطلب ہے: اس رات کو ناپسندیدہ چیزوں سے اسے کافی ہو جائیں گی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قیام اللیل سے کافی ہو جائیں گی۔ (یعنی یہ دونوں آیتیں قیام اللیل کے ثواب کو متضمن ہیں۔)

فوائد و مسائل: ① کافی ہو جانے کا مطلب ہے کہ سرکش شیاطین کی شرارتوں وغیرہ سے انسان بچ جاتا ہے۔ ② دوسرا مفہوم یہ ہے جیسا کہ امام نووی نے بھی دوسرا قول نقل فرمایا ہے کہ یہ دونوں آیات تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گی۔ سورۂ بقرہ کی یہ آخری دو آیتیں ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ﴾ سے آخر سورت تک ہیں۔

[١٠١٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1018] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔" (مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ قبرستان میں جس طرح مردے پڑے ہوتے ہیں اور کوئی عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، اسی

[1017] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب من لم ير بأسًا أن يقول: سورة البقرة وسورة كذا و كذا، حديث: 5040، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل الفاتحة و خواتيم سورة البقرة......، حديث: 807.

[1018] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته و......، حديث: 780.

طرح اگر تم بھی گھروں میں نفل نماز اور تلاوت قرآن کا اہتمام نہیں کرو گے تو تمھارے گھر بھی قبرستان اور تم خود مُردوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ علاوہ ازیں اس میں گھروں سے شیطان کو بھگانے کا نسخہ بھی بتلا دیا گیا ہے اور وہ ہے سورۂ بقرہ کی خصوصی تلاوت۔

[١٠١٩] وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟**» قُلْتُ: ﴿اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ: «**لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ!**» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1019] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابومنذر! کیا تو جانتا ہے کہ تیرے پاس کتاب اللہ کی سب سے بڑی آیت کون سی ہے (تیرے سینے میں محفوظ ہے؟'') میں نے کہا: ﴿اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''ابومنذر! تجھے علم مبارک ہو (قرآن کی عظیم ترین آیت معلوم ہونے کا علم۔'') (مسلم)

فوائد ومسائل: ① ﴿اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ سے مراد پوری آیت الکرسی ہے۔ اس میں اللہ کی صفات جلیلہ اور قدرت عظیمہ کا بیان ہے' اس لیے اس آیت کی بڑی فضیلت ہے۔ ② علم مبارک ہو' کا مطلب ہے: تیرے لیے نافع اور عزت و سرفرازی کا باعث ہو۔ اس علم سے مراد قرآن و حدیث کا علم ہے جو یقیناً دنیا و آخرت میں سرخ روئی کا باعث ہے۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد اگر سوال کا جواب درست دے تو اسے دعا دینے کے ساتھ ساتھ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرنی چاہیے۔

[١٠٢٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ، فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَبِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟**» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. فَقَالَ: «**أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ**» فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ

[1020] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکاۃِ رمضان (صدقۂ فطر) کی حفاظت میرے سپرد کی۔ چنانچہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کھانے کے غلے میں سے لپ بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں یقیناً تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا: میں ضرورت مند اور عیال دار ہوں' مجھے سخت ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی (تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ! گزشتہ رات کو تیرے قیدی نے کیا کیا؟'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس نے

[1019] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، حديث: 810.

[1020] صحيح البخاري، الوكالة، باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئًا فأجازه الموكل ...... حديث: 2311.

ﷺ فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟»** قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَقَالَ: **«إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ»** فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ. فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّكَ لَا تَعُودُ، ثُمَّ تَعُودُ! فَقَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُكَ اللهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ، فَإِنَّهُ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟»** قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُنِيَ اللهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: **«مَا هِيَ؟»** قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ: ﴿ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَيُّ ٱلْقَيُّومُ﴾ وَقَالَ لِي: لَا يَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَنْ يَّقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **«أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟!»** قُلْتُ: لَا،

اپنی ضرورت مندی اور عیال داری کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ دوبارہ آئے گا۔'' مجھے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ دوبارہ آئے گا' چنانچہ میں اس کے انتظار میں رہا، چنانچہ وہ آیا اور غلے میں سے لپ بھرنے لگا تو میں نے کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دے' میں ضرورت مند اور عیال دار ہوں اور میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر ترس آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی (اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! تیرے رات کے قیدی نے کیا کیا؟'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس نے حاجت اور عیال داری کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔'' میں تیسری مرتبہ اس کے انتظار میں رہا، چنانچہ وہ آیا اور غلے میں سے لپ بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا' تیرا یہ آنا تیسری مرتبہ ہے' تو (ہر مرتبہ) یہی کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دے' میں تجھے چند کلمات سکھا دیتا ہوں' ان کے ذریعے سے اللہ تجھے فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تو اپنے بستر کی طرف قرار پکڑے تو آیت الکرسی پڑھ لیا کر' (اس کی وجہ سے) صبح تک تجھ پر اللہ کی طرف سے ایک نگران مقرر رہے گا اور شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ تو میں نے (پھر) اسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ جب میں نے (اللہ کے فضل سے) صبح کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

قَالَ : «ذَاكَ شَيْطَانٌ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

''تیرے رات کے قیدی نے کیا کیا؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نے مجھے یہ یقین دلایا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھلائے گا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ پہنچائے گا' تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کلمات کون سے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: اس نے مجھ سے کہا: جب تو اپنے بستر کی طرف قرار پکڑے تو آیت الکرسی پڑھ لیا کر۔ اول سے آخر تک۔ اور اس نے (یہ بھی) کہا کہ اللہ کی طرف سے تجھ پر ایک نگران رہے گا اور صبح تک شیطان ہرگز تیرے قریب نہیں آئے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ رہو! یقیناً اس نے سچ کہا' حالانکہ وہ خود بڑا جھوٹا ہے۔ اے ابوہریرہ! تو جانتا ہے تین راتوں سے تو کس سے مخاطب رہا ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شیطان تھا۔'' (بخاری)

فائدہ: حَثَايَحْثُو: کے معنی ہیں: دونوں ہتھیلیوں سے کسی چیز کو سمیٹنا اور لینا۔ اسے اردو میں لپ بھر کر لینا کہتے ہیں۔ اس آیت میں آیت الکرسی کی فضیلت اور رات کو سوتے وقت پڑھنے کی ترغیب ہے۔

[١٠٢١] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ». وَفِي رِوَايَةٍ : «مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْكَهْفِ». رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ .

[1021] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کر لے گا وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں (یاد کر لے گا۔'') (مسلم)

فوائد و مسائل: ① دجال کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا۔ اسے اللہ تعالیٰ بعض خارق عادت امور پر قدرت دے گا جنھیں دیکھ کر بہت سے کمزور ایمان والے لوگ متزلزل ہو جائیں گے۔ اس لیے یہ فتنہ بہت ہی سخت اور نہایت صبر آزما ہوگا' اسی لیے ہر پیغمبر نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا اور ہمارے پیغمبر نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی امت کو اس فتنے سے خبردار کیا ہے اور اس سے بچنے اور پناہ مانگنے کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ ② اس حدیث میں بھی دجال کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچاؤ کے لیے نسخہ بتلایا گیا ہے۔ ③ سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات اور آخری دس آیات دونوں کو یاد کرنا اور صبح و شام ان کی تلاوت کرنا اس کام کے لیے مفید ہیں۔ تاہم شیخ البانی رحمہ اللہ نے دوسری روایت کو شاذ اور پہلی روایت ہی کو محفوظ قرار دیا

[1021] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، حديث:809.

ہے۔یعنی پہلی دس آیات کی تلاوت فتنۂ دجال سے بچاؤ کے لیے مفید ہیں۔ دیکھیے: الصحيحة للألباني، رقم:582.

[١٠٢٢] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَيْنَمَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَقِيضًا مِّنْ فَوْقِهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ، وَلَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ، فَقَالَ: هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَسَلَّمَ وَقَالَ: «أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا، لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[اَلنَّقِيضُ]: اَلصَّوْتُ.

[1022] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے کہ انھوں نے اپنے اوپر سے ایک آواز سنی۔ انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے یہ کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اور اس سے ایک فرشتہ اترا ہے۔ حضرت جبریل نے فرمایا: یہ فرشتہ جو زمین پر اترا ہے' آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ چنانچہ اس فرشتے نے آپ کو سلام عرض کیا اور کہا: آپ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو عطا کیے گئے۔ آپ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دیے گئے: (ایک) سورۂ فاتحہ اور (دوسرا) سورۂ بقرہ کی آخری آیات۔ آپ ان میں سے جس ایک حرف کی بھی تلاوت کریں گے (مضمون کی مناسبت سے) وہ چیز آپ کو عطا کر دی جائے گی۔ (مسلم)

اَلنَّقِيضُ کے معنی ہیں: آواز۔

فائدہ: اس میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ سے آخر سورت تک کی فضیلت ہے۔ جو انھیں اخلاص کے ساتھ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے وہ ہدایت وسعادت عطا فرما دے گا جن پر یہ آیات مشتمل ہیں۔

[١٨٤] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الْقِرَاءَةِ

باب:184- قرآن کریم پڑھنے کے لیے جمع ہونے کے استحباب کا بیان

[١٠٢٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ

[1023] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس کا تکرار کرتے (یا درس دیتے) ہیں تو

[1022] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل الفاتحة و خواتيم سورة البقرة......، حديث:806.

[1023] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن و على الذكر، حديث:2699.

الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ان پر (اللہ کی طرف سے) سکینت (تسکین) نازل ہوتی ہے، رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یَتَدَارَسُونَهُ کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو درس دیتے ہیں، یعنی قرآنی علوم و معارف پر مذاکرہ و مباحثہ کرتے ہیں۔ دوسرا مفہوم ہے کہ قرآن مجید کا باہم دور کرتے ہیں، یعنی ایک دوسرے کو قرآن کریم سناتے ہیں۔ یہ دونوں مفہوم ہی صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ دونوں ہی کام محمود و مستحسن ہیں اور اللہ کی خصوصی رحمت و رضامندی کا باعث بھی ہیں۔ ② اس حدیث سے دور حاضر میں گھروں میں قرآن خوانی کرنے کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں درس و تدریس مراد ہے نہ کہ قرآن خوانی کیونکہ اس کا ثبوت سلف سے نہیں ملتا۔

[١٨٥] بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ

باب:185-وضو کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدة: ٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں کو (مکمل) دھولو...... اس قول تک: اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔''

فائدۂ آیت: اس آیت میں وضو کرنے کا حکم ہے، اس لیے امام نووی رحمہ اللہ نے اسے یہاں نقل فرمایا ہے۔

[١٠٢٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ، فَلْيَفْعَلْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1024] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے لوگوں کو قیامت والے دن اس حال میں پکارا جائے گا کہ وضو کے نشانات سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اپنی یہ روشنی بڑھانے کی طاقت رکھے تو وہ ضرور ایسا کرے۔'' (یعنی اعضائے وضو کو ان کی مقدار سے زیادہ دھونے کی کوشش کرے تاکہ روشنی میں مزید اضافہ ہو۔) (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① غُرٌّ، أَغَرّ کی جمع ہے، أَغَرّ کے معنی ہیں: چمک یا سفیدی والا، سفید پیشانی والے جانور (گھوڑے

[1024] صحيح البخاري، الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء، حديث: 136، و صحيح مسلم، الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، حديث: 246.

وغیرہ) کے لیے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ یہاں مراد وہ نور ہے جس سے روز قیامت اہل ایمان کی پیشانیاں روشن ہوں گی اور وہ اس کی وجہ سے ممتاز ہوں گے۔ مُحَجَّلِين، تَحْجِيل سے ہے' اس کے معنی بھی سفیدی کے ہیں' لیکن اس کا استعمال اس سفیدی کے لیے ہوتا ہے جو گھوڑے کی چاروں یا تین ٹانگوں میں ہوتی ہے۔ یہاں حدیث سے مراد اہل ایمان کے ہاتھوں اور پیروں کی وہ روشنی ہے جو وضو کی وجہ سے انھیں حاصل ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ گھوڑا ممتاز ہوتا ہے جس کے منہ اور ٹانگوں پر سفیدی ہوتی ہے اسی طرح امت محمدیہ کے اہل ایمان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے اور وہ میدان محشر میں دوسری امتوں سے ممتاز ہوں گے۔ ② امت کی دو قسمیں ہیں: ایک امت دعوت' یعنی وہ امت جس کی طرف رسول ﷺ کو مبعوث کیا گیا' اس اعتبار سے تمام انسان بلا امتیاز وتفریق امت محمد ﷺ میں شامل ہیں۔ دوسری قسم ہے امت اجابت' یعنی امت کے وہ افراد جنھوں نے پیغمبر کی دعوت پر لبیک کہا اور ایمان لائے۔ اس حدیث میں امت سے مراد یہی امت اجابت ہے۔ ③ اس سے جہاں ایک طرف وضو کی فضیلت واضح ہے' وہاں دوسری طرف اس امر کی بھی ترغیب ہے کہ اعضائے وضو کو اس حد سے زیادہ دھویا جائے جو ضروری ہے، جیسے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کی بجائے قدرے زیادہ اور پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کی بجائے قدرے زیادہ دھویا جائے۔ سلف کی ایک جماعت اور فقہائے شافعیہ وحنفیہ کی اکثریت نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (فتح الباری)

[١٠٢٥] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ خَلِيلِي ﷺ يَقُولُ: «تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1025] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''(جنت میں) مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی وضو کے پانی کو زیادہ سے زیادہ جگہ تک پہنچانے کی ترغیب ہے۔

[١٠٢٦] وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1026] حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے وضو کیا اور اچھے طریقے سے (سنت کے مطابق) وضو کیا تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اچھے طریقے سے وضو کرنے کا مطلب سنت کے مطابق وضو کرنا ہے۔ ② جسم سے گناہ نکلنے کا مطلب گناہوں کی معافی ہے اور گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ خالص توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔

[١٠٢٧] وَعَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ

[1027] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' وہ

[1025] صحیح مسلم، الطهارة، باب: تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء، حديث: 250.

[1026] صحیح مسلم، الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، حديث: 245.

[1027] صحیح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، حديث: 229.

تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس طرح وضو کرے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کی نماز اور اس کے مسجد کی طرف چل کر جانے کا ثواب ایک زائد چیز ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: وضو کر کے جانا نہایت فضیلت والا عمل ہے' اسی عمل سے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا مسجد کی طرف چل کر جانا اور مسجد میں نماز پڑھنا مزید ثواب اور رفع درجات کا باعث ہے۔

[١٠٢٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ - أَوِ الْمُؤْمِنُ - فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ، خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ، خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1028] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے' پس وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے وہ تمام خطائیں نکل جاتی ہیں جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا (آنکھوں سے سرزد ہونے والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔) پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا (فرمایا:) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا (ان کا ارتکاب ہاتھوں نے کیا تھا۔) اور جب اپنے پاؤں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پیر چل کر گئے تھے' یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر نکل آتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس کا مطلب بھی وہی ہے جو گزشتہ حدیثوں کا بیان ہوا کہ وضو سے صغیرہ گناہ' جو حقوق اللہ سے متعلق ہوں' معاف ہو جاتے ہیں۔ گویا وضو جسمانی نظافت کے ساتھ باطنی طہارت کا بھی ذریعہ ہے۔

[١٠٢٩] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ

[1029] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لائے اور فرمایا: ''تم پر سلام

[1028] صحیح مسلم، الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، حديث:244.

[1029] صحیح مسلم، الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، حديث:249.

شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ». وَوَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا» قَالُوا: أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «أَنْتُمْ أَصْحَابِي، وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ»، قَالُوا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟! فَقَالَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ، أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟» قَالُوا: بَلٰى، يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ، وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہوا اے ایمان دار گھر والو! اور ہم‘ اگر اللہ نے چاہا تو تمھیں ملنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔‘‘ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میرے ساتھی ہو‘ اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔‘‘ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی امت کے وہ لوگ جو ابھی تک نہیں آئے‘ آپ انھیں کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ بتلاؤ‘ اگر ایک آدمی کے ایسے گھوڑے جن کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں‘ خالص سیاہ رنگ کے گھوڑوں کے درمیان ہوں‘ کیا وہ اپنے گھوڑے پہچان نہیں لے گا؟‘‘ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ’’پس (میری امت) کے بعد میں آنے والے لوگ بھی اس حال میں (میدان محشر میں) آئیں گے کہ وضو کی وجہ سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ اور میں حوض (کوثر) پر ان کا میر سامان (پہلے پہنچا ہوا) ہوں گا۔‘‘ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں اپنے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ نے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات 10:49) کے مطابق اپنا بھائی قرار دیا ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مزید یہ شرف و فضل حاصل ہے کہ وہ بھائی ہونے کے علاوہ صحابی بھی ہیں۔ ② اس میں اس حوض کوثر کا بیان ہے جو نبی ﷺ کو قیامت والے دن عطا کیا جائے گا اور آپ اپنے امتیوں کو اس میں سے پانی پلائیں گے جس کے بعد انھیں کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ تاہم اہل بدعت اس شرف سے محروم رہیں گے جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت ہے۔ ③ فَرَطٌ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قافلے میں سے سب سے پہلے آگے جا کر قافلے کے ٹھہرنے اور ان کی دیگر ضروریات کا انتظام کرتا ہے‘ یعنی میر سامان۔ یہ امت محمدیہ کا شرف ہے کہ ان کے پیش رو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔

[١٠٣٠] وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا: بَلٰى، يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ:

[1030] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹا دیتا ہے اور درجے

[1030] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره، حديث: 251.

«إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ؛ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بلند فرماتا ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''مشقت اور ناگواری کے باوجود کامل وضو کرنا' مسجدوں کی طرف زیادہ قدم چلنا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا' پس یہی رباط ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① مشقت اور ناگواری کا مطلب سخت سردی وغیرہ میں پورا وضو کرنا ہے۔ ② رِبَاط کا مطلب ہوتا ہے سرحد یا محاذ جنگ پر پہرہ دینا اور رات دن کسی ایک جگہ پر بیٹھ کر نگرانی کرنا تاکہ دشمن کو اندر آنے یا حملہ آور ہونے کا موقع نہ ملے۔ نماز کے بعد نماز کے انتظار کو رِبَاط اس لیے فرمایا کہ اس طرح ایک نمازی بھی اپنے نفس کو مسلسل اللہ کی اطاعت وعبادت پر لگائے رکھتا ہے تاکہ شیطان اس کے نفس پر غالب نہ آسکے۔ ③ یہ روایت (بَابُ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ) میں بھی گزر چکی ہے۔ دیکھیے' رقم:131۔

[١٠٣١] وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1031] حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔'' (مسلم)

وَقَدْ سَبَقَ بِطُولِهِ فِي بَابِ الصَّبْرِ [برقم: ٢٥].

یہ روایت پوری تفصیل سے بَابُ الصَّبْر، رقم:25 میں گزر چکی ہے۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِي آخِرِ بَابِ الرَّجَاءِ [برقم: ٤٣٨]، وَهُوَ حَدِيثٌ عَظِيمٌ، مُشْتَمِلٌ عَلَى جُمَلٍ مِّنَ الْخَيْرَاتِ.

اور اس موضوع پر عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (بھی) ہے جو پہلے بَابُ الرَّجَاء کے آخر میں گزر چکی ہے۔ یہ حدیث بڑی اہم ہے جو نیکی کے بہت سے کاموں پر مشتمل ہے۔ (دیکھیے' رقم:438)

فوائد ومسائل: ① طُهُور کے معنی پاکیزگی ہیں۔ یہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ ناپاکی کی حالت میں انسان کے لیے نماز پڑھنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ ② پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دینے سے پاکیزگی کی اہمیت واضح ہے۔

[١٠٣٢] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ - أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ - ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ

[1032] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبئ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص وضو کرے اور کامل وضو کرے' پھر کہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی

[1031] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث:223، وصلاة المسافرين وقصرها، باب إسلام عمرو بن عبسة، حديث:832.

[1032] صحيح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، حديث:234، وجامع الترمذي، الطهارة، باب في ما يقال بعد الوضوء، حديث:55، وزيادة الترمذي ضعيفة.

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ؛ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔" (مسلم)

وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ: «اللّٰهُمَّ! اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ».

اور ترمذی نے یہ الفاظ زیادہ روایت کیے ہیں: "اے اللہ! مجھے خوب توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور خوب پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنا۔"

فائدہ: راوی کو شک ہے کہ نبی ﷺ نے یُبْلِغُ کا لفظ استعمال فرمایا یا فَیُسْبِغُ کا، مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے، کامل وضو کرنا۔ تَوَّابٌ کے معنی ہیں: بہت زیادہ (اللہ کی طرف) رجوع، یعنی توبہ کرنے والا۔ خوب پاکیزگی حاصل کرنے سے مراد ہے: گناہوں اور نافرمانیوں سے بچ کر روحانی پاکیزگی حاصل کرنا۔

[١٨٦] بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

باب:186-اذان کی فضیلت کا بیان

[١٠٣٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا عَلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1033] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر لوگ اس فضیلت کو جان لیں جو اذان دینے اور پہلی صف میں ہے، پھر وہ اس پر قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ پائیں تو یقیناً وہ اس پر قرعہ اندازی کریں۔ اور اگر وہ جان لیں کہ اول وقت آنے میں کیا فضیلت ہے تو وہ ضرور دوڑ دوڑ کر اس (اوّل وقت) میں آئیں۔ اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر کی نماز کی کتنی فضیلت ہے تو وہ ضرور اس میں شریک ہوں اگرچہ انھیں گھسٹ گھسٹ کر آنا پڑے۔" (بخاری ومسلم)

[اَلْاِسْتِهَامُ]: اَلْاِقْتِرَاعُ، وَ[التَّهْجِيرُ]: اَلتَّبْكِيرُ إِلَى الصَّلَاةِ.

اَلْاِسْتِهَام: قرعہ اندازی کرنا۔ تَهْجِير: نماز کی طرف جلدی اور اوّل وقت میں آنا۔

فوائد و مسائل: ① حَبْوًا کے معنی ہیں: ہاتھوں کے سہارے چلنا، جیسے بچہ ابتدا میں چلتا ہے یا گھٹنوں یا سرینوں (چوتڑوں) کے بل گھسٹ گھسٹ کر چلنا۔ ② اس میں اذان اور پہلی صف کی فضیلت کے علاوہ عشاء اور فجر کی نماز باجماعت

[1033] صحيح البخاري، الأذان، باب الاستهام في الأذان، حديث: 615، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها......، حديث: 437.

پڑھنے کی تاکید ہے کیونکہ دوسری روایات میں آتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں منافقین پر سب سے زیادہ بھاری ہیں۔

[١٠٣٤] وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَلْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1034] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اذان دینے والے قیامت کے دن دیگر تمام لوگوں سے لمبی گردن والے ہوں گے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس سے اذان کی فضیلت واضح ہے۔ اذان' اللہ کی عبادت اور خیر کی طرف بلانے کا نام ہے۔ جتنے لوگ مؤذن کی اذان سن کر نماز پڑھنے آئیں گے' موذن کو بھی ان سب نمازیوں کی نمازوں کے برابر ثواب ملے گا' کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ» ''جو خیر کی طرف رہنمائی کرے گا تو اس کو بھی اس خیر کے عمل کرنے والے کی مثل اجر ملے گا۔'' (صحیح مسلم' الإمارۃ، حدیث: 1893) اسی لیے میدان محشر میں وہ تمام لوگوں میں ممتاز ہوگا کہ اس کی گردن سب سے لمبی ہوگی۔

[١٠٣٥] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ: أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ لَهُ: «إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ - أَوْ بَادِيَتِكَ - فَأَذَّنْتَ لِلصَّلَاةِ، فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ، وَلَا إِنْسٌ، وَلَا شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1035] حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل کو پسند کرتے ہو۔ پس جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو اور نماز کے لیے اذان کہو تو اذان میں اپنی آواز کو اونچا کیا کرو' اس لیے کہ مؤذن کی آواز کو آخری حد تک جو جن' انسان اور کوئی اور چیز سنتی ہے' قیامت والے دن وہ اس کے لیے گواہی دے گی۔ حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① ''کوئی اور چیز'' یہ عام ہے۔ اس میں حیوانات' نباتات اور جمادات آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی قوت گویائی عطا فرمائے گا اور یہ چیزیں بھی انسانوں اور جنات کی طرح بارگاہ الٰہی میں مؤذن کی اذان کی شہادت دیں گی۔ ② اس سے بھی اذان اور مؤذن کی فضیلت واضح ہے۔

[١٠٣٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ

[1036] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو

[1034] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان و هرب الشيطان عند سماعه، حديث: 387.

[1035] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع الصوت بالنداء، حديث: 609.

[1036] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل التأذين، حديث: 608، وصحيح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان و هرب الشيطان عند سماعه، حديث: 389.

الشَّيْطَانُ، لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ، حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ: اُذْكُرْ كَذَا، وَاذْكُرْ كَذَا - لِمَا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ - حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

شیطان پادتا (ہوا خارج کرتا) ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سنے۔ اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو (واپس) آ جاتا ہے' یہاں تک کہ جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے۔ پھر جب تکبیر پوری ہو جاتی ہے تو (پھر) آ جاتا ہے حتی کہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر' فلاں چیز یاد کر' وہ چیزیں جو اس سے پہلے اسے یاد نہ تھیں' یہاں تک کہ آدمی کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلتَّثْوِيبُ]: اَلْإِقَامَةُ.

تثویب کے معنی ہیں: اقامت (تکبیر کہنا۔)

فوائد و مسائل: ① أَدْبَرَ اور وَلَهُ ضُرَاطٌ کا مطلب ہے: شیطان تیزی سے بھاگتا ہے جس سے اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور پیچھے سے ہوا خارج ہوتی رہتی ہے۔ یا وہ بالقصد شرارتاً گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور اذان سے کراہت شیطان کا فعل ہے۔ دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ نماز میں خشوع خضوع کا اہتمام ضروری ہے تاکہ شیطان کی وسوسہ اندازی کو ناکام بنایا جا سکے۔

[١٠٣٧] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1037] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھو' اس لیے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر تم اللہ سے میرے لیے وسیلے کا سوال کرو۔ بے شک یہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے۔ یہ اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ چنانچہ جو شخص میرے لیے وسیلے کا سوال کرے گا' اس کے لیے (میری) شفاعت حلال ہو جائے گی۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① صلاۃ کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس وقت اس کے معنی رحمت و مغفرت کے' فرشتوں کی طرف

[1037] صحیح مسلم، الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن....، حدیث: 384.

ہوتو مغفرت طلب کرنے کے اور بندوں کی طرف ہوتو دعا کرنے کے ہوتے ہیں۔ ② وسیلہ کے لغوی معنی قرب کے ہیں' یا وہ طریقہ اور ذریعہ جس سے انسان اپنے مقصود تک پہنچ جائے۔ لیکن یہاں اس سے مراد جنت کا وہ درجہ ہے جو اللہ کے نبی ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ ③ شفاعت کے معنی ہوتے ہیں: خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر کرنے کے یا کسی سے کسی کے لیے خیر کی درخواست کرنا۔ حدیث میں اس سے مراد آپ کا وہ حق شفاعت ہے جس کی رو سے آپ ان لوگوں کی مغفرت کی درخواست کریں گے جن کی بابت اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی۔ ④ اس میں ایک تو اس امر کی ترغیب ہے کہ اذان سننے والا بھی کلمات اذان ادا کرتا رہے' البتہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه کہے۔ دوسرے' اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھے اور پھر دعائے وسیلہ' تو ایسے شخص کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی' بشرطیکہ اس کا خاتمہ ایمان و توحید پر ہو۔ ⑤ یہ بھی معلوم ہوا کہ مفضول (کم تر درجے والے) کی دعا سے فاضل (بلند تر رتبہ رکھنے والے) کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

[١٠٣٨] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُولُوا كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1038] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں بھی کلمات اذان دہرانے کا حکم ہے۔

[١٠٣٩] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ! آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ، وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1039] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر یہ کہے: اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما۔ اور انھیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو قیامت والے دن میری شفاعت اس کے لیے حلال (واجب) ہو گی۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① دعوت سے مراد یہاں الفاظ اذان ہیں اور کامل کا مطلب ہے کہ قیامت تک اس میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں آئے گی' یا اس میں کوئی نقص نہیں ہے' کیونکہ یہ تمام عقائد کے جامع ہیں۔ ② قائم ہونے والی نماز کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اذان کے بعد ہی وہ قائم ہونے والی ہے' یا یہ ہے کہ قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ ③ اس میں دعائے وسیلہ پڑھنے کی فضیلت ہے۔ اسے اسی طریقے سے پڑھا جائے جس کی وضاحت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزری' یعنی پہلے کلمات اذان دہرائے جائیں' پھر درود پڑھا جائے اور پھر نبی ﷺ کے لیے وسیلے کی دعا کی جائے۔ ④ دعا

[1038] صحيح البخاري، الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي؟، حديث:611، وصحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن……، حديث:383.

[1039] صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء عند النداء، حديث:614.

میں خودساختہ الفاظ کا اضافہ شریعت سازی کے مترادف ہے۔ ایسا شخص گویا کہ نبی ﷺ کے سکھائے ہوئے کلمات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ کامل نہیں ہیں اور جو خودساختہ الفاظ یہ کہہ رہا ہے وہ کامل ہیں۔ معاذ اللہ۔

[١٠٤٠] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1040] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اذان سن کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے پر محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔ تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں دعائے وسیلہ کے علاوہ ایک اور دعا ہے' اسے بھی پڑھنا چاہیے۔

[١٠٤١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1041] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذان اور تکبیر کے درمیان کی گئی دعا رد نہیں کی جاتی۔'' (اس روایت کو ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اذان اور تکبیر کے درمیان کا وقت بھی قبولیت دعا کا وقت ہے۔ اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کوشش کر کے فرض نماز سے پہلے نوافل وغیرہ اور دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ ہمارے عوام کی اکثریت اس وقت کو کوئی اہمیت نہیں دیتی اور نہ دعا ہی کرتی ہے لیکن فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کروانے پر اصرار کرتی ہے حالانکہ اس کا ثبوت بھی نہیں ہے۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائیں۔

[١٨٧] بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ

باب:187- نمازوں کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ﴾ [اَلْعَنْكَبُوت: ٤٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک نماز بے حیائی اور منکر کاموں سے روکتی ہے۔''

فائدۂ آیت: نماز کا یہ فائدہ اس شخص کے حصے میں آتا ہے جو نماز کو اس کے آداب کے ساتھ ادا کرتا ہے' یعنی سنت نبوی کے مطابق اور خشوع خضوع کے ساتھ۔ ٹھونگوں والی' اور تو چل میں آیا' کے انداز میں پڑھی جانے والی نماز' نماز ہی

[1040] صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حديث:386.

[1041] سنن أبي داود، الصلاة، باب في الدعاء بين الأذان والإقامة، حديث:521، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في أن الدعاء لا يرد بين الأذان والإقامة، حديث:212.

نہیں، اس سے انسان کے اندر کوئی تبدیلی بھی نہیں آتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ نماز کو نماز سمجھ کر ہی پڑھا جائے۔

[١٠٤٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟» قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالَ: «فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1042] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بھلا بتلاؤ، اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر (بہہ رہی) ہو جس سے وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو، کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا۔'' صحابہ نے عرض کیا: اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں پانچوں نمازوں کی ادائیگی کی فضیلت اور اس کا فائدہ بیان کیا گیا ہے کہ ان سے انسان کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ لیکن اسی نماز سے جو سنت کے مطابق خشوع وخضوع کے ساتھ پابندی سے ادا کی جائے، نہ کہ اپنے من مانے طریقے سے اور جب جی چاہا پڑھ لینے سے۔

[١٠٤٣] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[الْغَمْرُ]: بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْكَثِيرُ.

[1043] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازوں کی مثال اس بڑی گہری نہر کی سی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہہ رہی ہو جس سے وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو۔'' (مسلم)

اَلْغَمْر: ''غین'' پر زبر۔ اس کے معنی ہیں: زیادہ۔

[١٠٤٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيْلِ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ﴾ [هود: ١١٤] فَقَالَ الرَّجُلُ: أَلِيَ هٰذَا؟

[1044] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت کو بوسہ دے دیا۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو بتلایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ''اور نماز قائم کیجیے دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کی گھڑیوں میں، بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔''

[1042] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة، حديث: 528. و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا و ترفع به الدرجات، حديث: 667.

[1043] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات، حديث: 668.

[1044] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿واقم الصلاة طرفي النهار ...... ﴾، حديث: 4687. وصحيح مسلم، التوبة، باب قوله تعالى: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾، حديث: 2763.

قَالَ: «لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(ھود 114:11) پھر اس آدمی نے کہا: کیا یہ آیت (خاص) میرے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری تمام امت کے لیے ہے۔“ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① دن کے دونوں کناروں سے مراد فجر اور مغرب کی نماز اور بعض کے نزدیک صرف عشاء اور بعض کے نزدیک مغرب اور عشاء کی نماز ہے۔ اور رات کی کچھ گھڑی سے مراد نماز تہجد ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ یہ آیت معراج سے قبل نازل ہوئی ہو جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں' کیونکہ اس سے قبل دو نمازیں ہی فرض تھیں' ایک طلوع شمس سے قبل اور ایک غروب سے قبل اور رات کے پچھلے پہر میں نماز تہجد۔ ② بہر حال اس بحث سے قطع نظر یہاں اس آیت کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ نماز ایک بہت بڑی نیکی ہے اور نیکی کفارۂ سیئات ہے۔

[١٠٤٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1045] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعے تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان ہوں گے جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔“ (مسلم)

فائدہ: اس میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ پانچوں نمازوں کے درمیان اور ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک کے وقفے کے دوران جو چھوٹے چھوٹے گناہ ہوتے ہیں' وہ معاف ہو جاتے ہیں' بشرطیکہ کبائر کا ارتکاب نہ ہو۔ کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوں گے' جیسے شرک' والدین کی نافرمانی' جھوٹی قسم' جھوٹی گواہی' یتیم کا مال کھانا' پاک دامنوں پر تہمت لگانا وغیرہ گناہ ہیں۔ یہ صرف نماز پڑھ لینے سے معاف نہیں ہوں گے۔

[١٠٤٦] وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنِ امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَّكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا، وَخُشُوعَهَا، وَرُكُوعَهَا، إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ تُؤْتَ كَبِيرَةٌ، وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1046] حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو مسلمان مرد ایسا ہے کہ فرض نماز کا وقت آنے پر اس کے لیے اچھا وضو کرے' اچھے طریقے سے خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے ماقبل کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گی' جب تک وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ اور یہ (اللہ تعالیٰ کا معاملۂ رحمت) ہمیشہ رہتا ہے۔“ (مسلم)

فائدہ: اس میں نماز کے آداب و ارکان کو صحیح طریقے سے بجا لانے کا بیان ہے' مثلاً: وضو' خشوع' خضوع' اعتدالِ ارکان وغیرہ۔ ایسی نماز ہی کفارۂ سیئات بنے گی۔ ورنہ پھر بقول علامہ اقبال:

[1045] صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس و الجمعة إلى الجمعة ......، حديث: 233.

[1046] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عقبه، حديث: 228.

ع تیرا دل تو ہے صنم آشنا' تجھے کیا ملے گا نماز میں

[١٨٨] بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

باب:188- صبح اور عصر کی نماز کی فضیلت

[١٠٤٧] عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[اَلْبَرْدَانِ]: اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

[1047] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد صبح اور عصر ہے۔

فوائد و مسائل: ① ویسے تو ہر نماز کی پابندی ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے' تاہم بعض نمازیں ایسی ہیں کہ جن کی پابندی خصوصی اہتمام کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے ان کی مزید فضیلتیں بیان کر دی گئی ہیں تاکہ مسلمان ان میں سستی کا ارتکاب نہ کریں۔ ان ہی میں سے ایک فجر کی نماز ہے' نیند کی وجہ سے اس کی ادائیگی بہ نسبت دوسری نمازوں کے مشکل ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز ہے' اس کی ادائیگی اس لیے مشکل ہوتی ہے کہ اس وقت کاروباری مصروفیات کا ہجوم ہوتا ہے' ان کو چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھنا نہایت گراں ہوتا ہے۔ بنابریں ان دونوں نمازوں کی فضیلت مذکورہ حدیث میں بطور خاص بیان کی گئی ہے۔ ② یہ حدیث بَابُ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ میں بھی گزر چکی ہے' دیکھیے' رقم: 132۔

[١٠٤٨] وَعَنْ أَبِي زُهَيْرٍ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا» يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1048] حضرت ابوزہیر عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو کوئی سورج نکلنے سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے پہلے' (یعنی فجر اور عصر کی) نماز پڑھتا ہے' وہ ہرگز جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① صرف ان دو نمازوں کی پابندی کرنے والا جہنم سے محفوظ نہیں رہے گا بلکہ وہ مسلمان جہنم میں جانے سے بچے گا جو پانچوں نمازیں پابندی کے ساتھ پڑھے گا۔ ② حدیث میں صرف دو نمازوں (صبح اور عصر) کا ذکر ان کی خصوصی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ گویا ان دونوں نمازوں کی حفاظت کرنے والا یقیناً دوسری نمازوں میں بھی کوتاہی نہیں کرتا اور اسی طرح دیگر فرائض وسنن کا بھی اہتمام کرتا ہے کیونکہ نجات کے لیے ضروری ہے کہ تمام فرائض وسنن کا حتی الامکان اہتمام کیا جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوزہیر عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ] عمارہ بن رویبہ ثقفی۔ ان کی کنیت ابوزہیر ہے۔ قبیلہ بنوجشم

[1047] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة الفجر، حديث:574، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، حديث:635.

[1048] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، حديث:634.

بن ثقیف سے تعلق ہے۔ کوفی ہیں۔ صحابیٔ رسول ہیں ...... ان سے ان کے بیٹے ابوبکر اور ابواسحاق رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ یہ 9 فرامین رسول کے راوی ہیں۔

[١٠٤٩] وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ فَانْظُرْ يَا ابْنَ آدَمَ! لَا يَطْلُبَنَّكَ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1049] حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے' وہ اللہ کی امان میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اے انسان! تو غور سے دیکھ' اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنی امان کی بابت کسی قسم کی باز پرس نہ کرے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اے انسان! تو صبح کی نماز میں غفلت نہ کیا کر' کہیں اللہ تعالیٰ اس غفلت کی وجہ سے تیرا مواخذہ نہ کر لے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جو نمازی اللہ کی حفظ و امان میں ہو جاتا ہے تو اس سے تعرض نہ کر اور اسے کسی قسم کی تکلیف مت پہنچا' کیونکہ اگر تو نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے باز پرس فرمائے گا۔ اس میں گویا صبح کی نماز پابندی سے پڑھنے کی ترغیب اور مداومت کرنے والے کی فضیلت اور ایسے شخص کو نقصان پہنچانے سے اجتناب کی تاکید ہے۔

[١٠٥٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ، وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمُ اللهُ - وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1050] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے اندر رات کو اور دن کو فرشتے باری باری آتے اور جاتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے جو تمھارے اندر رات گزارتے ہیں' اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے' حالانکہ وہ خوب جانتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم انھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں۔ اور ہم جب ان کے پاس گئے تھے' تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① فرشتوں کے باری باری آنے کا مطلب ہے کہ بندوں کی حفاظت' یعنی اعمال لکھنے کے لیے جو فرشتے آتے ہیں' وہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ رات کے فرشتے عصر کے وقت آتے ہیں' جب کہ صبح کے فرشتے موجود ہوتے ہیں' اس وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ پھر یہ فرشتے صبح کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے

[1049] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، حديث:657.

[1050] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث:555، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، حديث:632.

آ جاتے ہیں جب کہ اللہ کے نیک بندے فجر کی نماز میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور اس وقت بھی ان فرشتوں کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ یوں جس وقت فرشتے آتے اور جس وقت جاتے ہیں، نمازی عصر اور فجر کی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ② اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے لیکن وہ فرشتوں سے اپنے بندوں کی بات پوچھتا ہے تاکہ فرشتوں پر بھی اہل ایمان کا شرف و فضل واضح ہو جائے۔

[١٠٥١] وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1051] حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے۔ چاند کی چودھویں رات تھی۔ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''بے شک تم اپنے رب کو (آخرت میں) ایسے ہی دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تم اس کے دیکھنے میں کوئی مشقت محسوس نہیں کرتے۔ لہٰذا اگر تم اس بات کی طاقت رکھو کہ سورج طلوع ہونے سے قبل کی نماز اور سورج غروب ہونے سے قبل کی نماز میں تم مغلوب نہ ہو (وہ تم سے چھوٹنے نہ پائیں) تو تم ضرور ایسا کرو۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشَرَةَ».

ایک اور روایت میں ہے: ''آپ نے چودھویں رات کو چاند کی طرف دیکھا۔''

فوائد ومسائل: ① بَدْر، چودھویں رات کے چاند کو کہتے ہیں۔ یہ مُبَادَرَت (جلدی کرنا) سے ہے۔ چودھویں رات کو چونکہ یہ نکلنے میں جلدی کرتا ہے، اس لیے اسے بدر کہا جاتا ہے۔ پندرھویں رات سے اس کے طلوع میں تاخیر ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ② اس حدیث سے واضح ہے کہ دنیا میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن آخرت میں اہل ایمان، اللہ کی رؤیت سے مشرف ہوں گے۔ دوسرے، اس میں بھی عصر اور فجر کی نماز کی حفاظت کی تاکید اور ان کی فضیلت کا بیان ہے۔

[١٠٥٢] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1052] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، یقیناً اس کے عمل برباد ہو گئے۔'' (بخاری)

فائدہ: عمداً کسی ایک نماز کا ترک بھی اگرچہ سخت گناہ، بلکہ بعض روایات کی رو سے کفر ہے لیکن بالخصوص عصر کی نماز کا ترک تو

[1051] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة الفجر، حديث: 573، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، حديث: 633.

[1052] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من ترك العصر، حديث: 553.

بہت ہی اشد گناہ ہے۔اس سے انسان کے عمل ہی برباد ہو جاتے ہیں۔اس لیے نماز عصر کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

[١٨٩] بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الْمَسَاجِدِ

باب:189- مساجد کی طرف چل کر جانے کی فضیلت

[١٠٥٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1053] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمانی تیار کرتا ہے' صبح یا شام' جب بھی جائے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: غدا' زوال سے قبل اور راح زوال کے بعد چلنے کو کہتے ہیں اور بعض دفعہ صبح یا شام سے قطع نظر مطلق چلنے کے مفہوم میں بھی یہ استعمال ہوتے ہیں۔اس میں مسجد میں اللہ کی عبادت اور نماز ادا کرنے کی نیت سے جانے کی فضیلت ہے۔جب بھی وہ جائے' صبح یا شام کو اور مومن کا تو دل ہی مسجد کے ساتھ اٹکا ہوتا ہے' اسی لیے صبح و شام کی تمام ہی گھڑیوں میں وہ مسجد میں جاتا اور باجماعت نماز ادا کرتا ہے۔

[١٠٥٤] وَعَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ مَضَى إِلَى بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللهِ لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِّنْ فَرَائِضِ اللهِ، كَانَتْ خُطُوَاتُهُ، إِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِيئَةً، وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1054] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح طہارت حاصل کی (وضو یا غسل کیا) پھر وہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں گیا تاکہ وہ اللہ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ ادا کرے تو اس کے قدم اس طرح (شمار) ہوں گے کہ ان میں سے ایک قدم گناہ کو مٹائے گا اور دوسرا قدم درجہ بلند کرے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کی ترغیب بھی ہے اور اس کی فضیلت کا بیان بھی کیونکہ ہر قدم سے ایک گناہ معاف اور ایک درجہ بلند ہوگا۔ ② اس میں اللہ کے فضل و کرم کی وسعت کا بیان بھی ہے۔

[١٠٥٥] وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْعَدَ

[1055] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی تھا۔میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو

[1053] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل من غدا إلى المسجد و من راح، حديث:662، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات، حديث:669.

[1054] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات، حديث:666.

[1055] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، حديث:663.

مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَتْ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ! فَقِيلَ لَهُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ قَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس سے زیادہ مسجد سے دور ہو۔ (لیکن اس کا یہ حال تھا کہ) کوئی نماز اس سے نہ چوکتی (ہر نماز جماعت سے ادا کرتا۔) اس سے کہا گیا: اگر تو کوئی گدھا خرید لے تاکہ اندھیرے اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر آ جایا کرے (تو بہتر ہو۔) اس نے کہا: مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر جانا اور جب میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس آؤں تو میرا لوٹنا لکھا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ نے تیرے لیے یہ سب جمع فرما دیا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ آتے جاتے اس کے قدموں کے حساب سے اس کو زیادہ سے زیادہ نیکیاں ملیں گی اور اس کے گناہوں کی معافی ہوگی۔ ② اس میں صحتِ نیت کی بھی فضیلت ہے، انسان اپنی صحیح نیت کی وجہ سے بھی بڑے درجات حاصل کر سکتا ہے۔

[١٠٥٦] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ، فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ: «بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟!» قَالُوا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ، فَقَالَ: «بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ» فَقَالُوا: مَا يَسُرُّنَا أَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ.

[1056] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد (نبوی) کے اردگرد کچھ جگہیں خالی ہوئیں تو بنوسلمہ (قبیلے) نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ یہ بات نبئ اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟'' انھوں نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول! یقیناً ہم نے یہ ارادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بنوسلمہ! تم اپنے گھروں ہی میں رہو، تمھارے نشانات قدم لکھے جاتے ہیں۔'' تو انھوں نے کہا: ہمیں پسند نہیں کہ ہم (مسجد کے قریب) منتقل ہوں۔ (اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری نے بھی اس مفہوم کی روایت حضرت انس سے بیان کی ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی مسجد سے دور رہنے کی فضیلت کا بیان ہے، تاہم یہ اہل عزیمت کے لیے ہے۔ ہر شخص کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے جن لوگوں میں ذوق عبادت اور نماز کی پابندی کا اہتمام کرنے کی کمی ہو، ان کے لیے مسجد کے

[1056] صحيح البخاري، الأذان، باب احتساب الآثار، حديث: 655، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، حديث: 665.

قریب رہنا زیادہ بہتر ہے تاکہ کم از کم فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے تو وہ مرتکب نہ ہوں کیونکہ فرائض کی ادائیگی' نوافل سے اہم تر بلکہ اشد ضروری ہے' کہیں شوق نوافل میں فرائض ہی سے محروم نہ رہ جائیں۔

[١٠٥٧] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ إِلَيْهَا مَمْشًى، فَأَبْعَدُهُمْ، وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1057] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ اجر والا وہ شخص ہے جو اس کی طرف سب سے زیادہ دور سے چل کر آتا ہے' پھر وہ جو اس سے بھی زیادہ دور سے آتا ہے۔ اور جو شخص نماز (پڑھنے) کا منتظر رہتا ہے کہ وہ امام کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھے' وہ اس شخص سے کہیں زیادہ اجر کا مستحق ہے جو (جماعت کے بغیر ہی) نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں دور سے چل کر آنے کی مشقت کے حساب سے زیادہ ثواب ملنے کے بیان کے علاوہ' نماز باجماعت اور نماز کے لیے انتظار کرنے کی فضیلت کا بھی اثبات ہے۔ البتہ محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مساجد میں بلاوجہ جانا درست نہیں کیونکہ محلے کی مساجد کو آباد کرنا بھی ضروری ہے۔

[١٠٥٨] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَشِّرُوا الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ.

[1058] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت والے دن کامل روشنی (ملنے) کی خوش خبری سنا دو۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اندھیروں سے مراد عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔ آج کل شہروں میں تو بجلی کے بلبوں اور قمقموں کی وجہ سے اندھیرا زیادہ محسوس نہیں ہوتا' تاہم پھر بھی قدرتی اندھیروں کو بالکلیہ ختم کرنے پر کوئی قادر نہیں ہے۔ اس لیے عشاء اور فجر روشنیوں کی فراوانی کے باوجود اب بھی اندھیروں ہی کی نمازیں ہیں۔ اس کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ قیامت والے دن ایسے نمازیوں کو اللہ کی طرف سے کامل نور ملے گا جس سے وہ پل صراط وغیرہ کا نہایت کٹھن اور دشوار گزار مرحلہ آسانی سے طے کرلیں گے' جب کہ اس نور سے محروم لوگ مشکلات میں مبتلا ہوں گے۔

[1057] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل صلاة الفجر في جماعة، حديث:651، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، حديث:662.

[1058] سنن أبي داود، الصلاة، باب ما جاء في المشي إلى الصلاة في الظُّلَم، حديث:561، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في فضل العشاء والفجر في الجماعة، حديث:223.

[١٠٥٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ! قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ؛ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1059] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹا دیتا اور درجے بلند کرتا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں' اے اللہ کے رسول! (ضرور بتلایئے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''مشقتوں کے باوجود کامل وضو کرنا' مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا' بس یہی رباط (محاذ جنگ پر پڑاؤ) ہے' یہی رباط ہے۔'' (مسلم)

وَقَوْلُهُ: [إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ]، أَيْ: اِسْتِيعَابُ أَعْضَائِهِ بِالْغُسْلِ وَالْمَسْحِ مَعَ اسْتِيفَاءِ آدَابِهِ وَمُكَمِّلَاتِهِ. وَ[عَلٰى]: بِمَعْنٰى: مَعَ. وَ[الْمَكَارِهُ] جَمْعُ مَكْرَهٍ، وَهُوَ الْمُشَقَّةُ.

اِسْبَاغُ الْوُضُوءِ کا مطلب ہے: پورے آداب وشرائط کے ساتھ اپنے اعضاء مکمل طور پر دھونا اور (جو مسح والے ہیں ان کا مکمل) مسح کرنا۔ اور عَلٰی 'مَعَ' کے معنی میں ہے۔ اَلْمَکَارِہ 'مَکْرَہٌ' کی جمع ہے۔ معنی ہیں: مشقت۔

فائدہ: یہ روایت ابھی بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ میں بھی گزری ہے اور اس سے پہلے بَابُ بَیَانِ کَثْرَۃِ طُرُقِ الْخَیْرِ میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے رقم: 1030، و رقم: 131. یہاں اسے بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ طہارت' نماز اور عبادت پر ہیشگی بھی جہاد فی سبیل اللہ اور محاذ جنگ پر دشمن سے معرکہ آرائی کی طرح ہے۔

[١٠٦٠] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ﴾» الآية: [التوبة: ١٨] رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1060] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی آدمی کو بار بار مسجد میں آتا جاتا دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: یَعْتَادُ، عَوْدٌ، عادت سے ہے' جس کے معنی لوٹنے کے ہیں، یعنی بار بار لوٹ کر مسجد میں آتا اور باجماعت نماز ادا کرتا ہے۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہے' تاہم مساجد سے تعلق رکھنا دوسری صحیح احادیث کی روشنی میں باعث فضیلت ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ایسے شخص کے لیے عرش الٰہی کے سائے کی بشارت ہے۔

[1059] صحیح مسلم، الطھارۃ، باب فضل إسباغ الوضوء علی المکارہ، حدیث:251.

[1060] ضعیف۔ جامع الترمذي، تفسیر القرآن......، باب و من سورۃ التوبۃ، حدیث: 3093. اس کی سند دَرّاج عن أبي الھیثم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[١٩٠] بَابُ فَضْلِ انْتِظَارِ الصَّلَاةِ

باب:190- نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت کا بیان

[١٠٦١] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1061] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی ہمیشہ نماز ہی میں رہتا ہے جب تک نماز اس کو روکے رکھے' اس کو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے سے نماز کے سوا کوئی چیز روکنے والی نہ ہو۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہے گا اجر و ثواب کے اعتبار سے حکمًا وہ نماز میں شمار ہوگا۔

[١٠٦٢] وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَّا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ! ارْحَمْهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1062] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے تمھارے اس آدمی کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے' جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔ فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے' اے اللہ! اس پر رحم فرما۔'' (بخاری)

فائدہ: یہ فضیلت ہر اس شخص کے لیے ہے جو نماز ادا کر کے دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا رہتا ہے، اپنے گھر نہیں جاتا' اس لیے مصلّٰی سے مراد جائے سجود ہی نہیں بلکہ تمام مسجد ہے کیونکہ جب تک دوسری نماز کے انتظار میں ہے، وہ نماز ہی میں شمار ہوگا۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں دانستہ ہوا خارج کرنے سے گریز کیا جائے۔ (فتح الباري: 697/1)

[١٠٦٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ: «صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مُّنْذُ انْتَظَرْتُمُوهَا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1063] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر نماز پڑھانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''(دوسرے) لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو' برابر نماز کی حالت میں ہو۔'' (بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام اور جماعت کے انتظار میں بیٹھنا بھی اجر و ثواب کا باعث ہے اور ایسا شخص نماز کی حالت ہی میں شمار ہوگا۔

[1061] صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد، حديث: 659، و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة......، حديث: 649 بعد حديث: 661.

[1062] صحيح البخاري، الصلاة، باب الحدث في المسجد، حديث: 445.

[1063] صحيح البخاري، الصلاة، باب وقت العشاء إلى نصف الليل، حديث: 572.

[١٩١] بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب:191- جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

[١٠٦٤] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِينَ دَرَجَةً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1064] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ افضل ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[١٠٦٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَّعِشْرِينَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ! ارْحَمْهُ. وَلَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[1065] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا جماعت سے نماز پڑھنا' اپنے گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ (اجر وثواب کا باعث) ہے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ جب آدمی وضو کرے اور اچھے طریقے سے وضو کرے' پھر مسجد کی طرف جائے اور مسجد کی طرف جانے سے اس کا مقصد سوائے نماز کے کوئی اور نہ ہو تو یہ جو قدم بھی اٹھائے گا اس کے ذریعے سے اس کا ایک درجہ بلند اور ایک گناہ معاف ہوگا۔ پھر جب نماز پڑھ لے گا تو جب تک باوضو اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے گا' فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت فرما۔ اے اللہ! اس پر مہربان ہو جا۔ اور جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے' وہ برابر نماز ہی میں رہتا ہے۔'' (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں بھی اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں' جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان ہے۔ پچھلی حدیث میں یہ فضیلت ستائیس گنا اور اس میں پچیس گنا زیادہ بتلائی گئی ہے۔ اس کی توجیہ میں بعض علماء نے تو یہ کہا ہے کہ پہلے یہ فضیلت نبی کریم ﷺ کو پچیس گنا بتلائی گئی اور پھر ستائیس گنا۔ اور جیسے جیسے آپ کو اللہ کی طرف سے بتلایا گیا' آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بتلا دیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ خشوع خضوع اور نماز کی ہیئت وآداب کی حفاظت کے

[1064] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حديث:645، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة...... حديث:650.

[1065] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حديث:647، وصحيح مسلم، المساجد، باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة...... حديث:649 بعد حديث:661.

اعتبار سے کمی بیشی ہوتی ہے۔ ② ایک اختلاف یہ ہے کہ یہ فضیلت کس جماعت سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر قسم کی جماعت سے، چاہے وہ کہیں بھی ہو، گھر میں، دکان میں یا کسی کھلی فضا، میدان اور صحراء وغیرہ میں۔ یا صرف اس جماعت سے جس کا اہتمام مسجد میں ہوتا ہے۔ بعض علماء پہلی رائے کے قائل ہیں اور بعض دوسری رائے کے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسری رائے کو ترجیح دی ہے کیونکہ الفاظ حدیث [وَذٰلِكَ أَنَّهُ......] اس کے مؤید ہیں۔

[١٠٦٦] وَعَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ أَعْمٰى، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ، فَرَخَّصَ لَهُ، فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: «هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَجِبْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1066] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا کوئی قائد نہیں جو مجھے مسجد تک لے آیا کرے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ اسے اس بات کی رخصت دیں کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لیا کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے رخصت عطا فرما دی۔ جب اس نے (جانے کے لیے) پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا: ”کیا تو نماز کی اذان سنتا ہے؟“ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اس کا جواب دے یا قبول کر (یعنی مسجد ہی میں آکر نماز پڑھ۔)“ (مسلم)

[١٠٦٧] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ - وَقِيلَ: عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْمُؤَذِّنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ الْمَدِينَةَ كَثِيرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ؟ فَحَيَّهَلًا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَمَعْنٰى [حَيَّهَلًا]: تَعَالَ.

[1067] حضرت عبداللہ اور بعض کے نزدیک عمرو بن قیس، المعروف ابن ام مکتوم، مؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مدینے میں کیڑے مکوڑے (سانپ، بچھو وغیرہ) اور درندے بہت ہیں (اس لیے آپ مجھے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت عنایت فرما دیں۔) رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تو حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سنتا ہے؟ (اگر سنتا ہے) تو مسجد میں آ۔“ (اسے امام ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔) اور حیھلا کے معنی ہیں: آؤ۔

فوائد ومسائل: ① مذکورہ دونوں حدیثوں میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ ان کا نام کیا تھا؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک عبداللہ ہے اور بعض کے نزدیک عمرو بن قیس۔ اور یہ دوسرا نام زیادہ مشہور اور صحیح ہے۔ ② اذان کی آواز سننے پر نبی اکرم ﷺ نے انھیں نابینا ہونے کے باوجود رخصت عنایت نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں

[1066] صحيح مسلم، المساجد......، باب يجب إتيان المسجد على من سمع النداء، حديث: 653.

[1067] سنن أبي داود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، حديث: 553.

باجماعت نماز پڑھنے کی بہت زیادہ تاکید بلکہ واجب اور فرض ہے۔

[١٠٦٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1068] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے: یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیوں (کو اکٹھا کرنے) کا حکم دوں چنانچہ انھیں اکٹھا کیا جائے پھر نماز کا حکم دوں۔ چنانچہ اس کے لیے اذان دی جائے پھر میں کسی ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو مسجد میں نہیں آتے) اور ان سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا مذکورہ واقعہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ جو لوگ تندرست اور مقیم ہوں اور انھیں کوئی عذر نہ ہو تو مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھنا ان پر فرض ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے (گو ان کی نماز ہو جاتی ہے مگر) وہ فرض کے ترک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جماعت کی تاکید بھی اسی فرضیت کی وجہ سے کی گئی ہے اور اس کی فضیلت بھی انفرادی طور پر نماز پڑھنے کے مقابلے میں بہت زیادہ، یعنی ستائیس گنا ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گھروں میں چھپے ہوئے لوگوں کو ضرورت کی بنا پر کسی طریقے سے باہر نکالنا اور اسی طرح اہل جرائم واہل معاصی کو اچانک بے خبری کے عالم میں پکڑنا جائز ہے۔

[١٠٦٩] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللهَ تَعَالٰى غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ، حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَإِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهِ، يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى

[1069] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ کل کو وہ اللہ سے اس حال میں ملے کہ وہ مسلمان ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ان نمازوں کی اس جگہ حفاظت کرے جہاں ان کے لیے اذان دی جائے۔ (یعنی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے پیغمبر کے لیے ہدایت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں۔ اور یہ نمازیں بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اور اگر تم نمازیں اپنے گھروں میں پڑھو گے جس طرح یہ پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے پیغمبر کی

[1068] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة، حديث:644، وصحيح مسلم، المساجد...... باب فضل صلاة الجماعة......، حديث:651.

[1069] صحيح مسلم، المساجد......، باب صلاة الجماعة من سنن الهدىٰ، حديث:(257)-654.

يُقَامَ فِي الصَّفِّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سنت چھوڑ دو گے۔ اور اگر تم نے اپنے پیغمبر کی سنت چھوڑ دی تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور میں نے تو اپنے لوگوں کا یہ حال دیکھا ہے کہ نماز سے وہی پیچھے رہتا جو کھلم کھلا منافق ہوتا۔ اور البتہ تحقیق (بعض مریض قسم کے) آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے سے لایا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى؛ وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ.

اور اسی مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت کے طریقے سکھلائے۔ اور ہدایت کے طریقوں میں سے اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جس میں اذان دی جاتی ہے۔

فائدہ: اس میں ایک تو نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید ہے۔ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شوق نماز کا بیان ہے۔ تیسرے جماعت سے گریز صرف منافقین کا شیوہ تھا۔ چوتھے نبی اکرم ﷺ کے طریقے اور سنت کی پیروی کی ترغیب ہے کیونکہ اس سے گریز وفرار گمراہی کا باعث ہے۔

[١٠٧٠] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ. فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ؛ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[1070] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں جن میں (باجماعت) نماز کا اہتمام نہ کیا جائے تو ان پر یقیناً شیطان غالب آ گیا ہے۔ لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، یقیناً بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو ریوڑ سے دور رہتی ہے۔“ (اسے ابوداود نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید اور اس سے گریز کے نقصانات کا بیان ہے۔ جماعت سے الگ رہنے والا اس بکری کی طرح ہے جو ریوڑ سے الگ رہتی ہے اور بھیڑیے کا شکار ہو جاتی ہے۔ الگ رہنے والے کو بھی شیطان آسانی سے اپنے وساوس کا شکار کر لیتا اور اس پر غالب آ جاتا ہے۔

[١٩٢] بَابُ الْحَثِّ عَلٰى حُضُورِ الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ

باب:192- صبح اور عشاء کی جماعت میں حاضری کی ترغیب کا بیان

[1070] سنن أبي داود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، حديث: 547.

[١٠٧١] عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1071] حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے جماعت سے عشاء کی نماز پڑھی تو اس نے گویا آدھی رات قیام کیا (اللہ کی عبادت کی۔) اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو اس نے گویا ساری رات نماز پڑھی۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ**». قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اور ترمذی کی روایت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی' اس کے لیے آدھی رات کے قیام کا ثواب ہے۔ اور جس نے عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو اس کے لیے پوری رات کے قیام کے برابر ثواب ہے۔'' (امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: مطلب واضح ہے کہ عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کا ثواب اتنا ہے' جیسے اس نے ساری رات اللہ کی عبادت کرتے ہوئے گزاری۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے اب تہجد وغیرہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی فضیلت اپنی جگہ مسلّم ہے۔

[١٠٧٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ بِطُولِهِ. [رقم: ١٠٣٣]

[1072] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ عشاء اور صبح کی نماز کی فضیلت جان لیں تو انھیں گھٹنوں کے بل بھی آنا پڑے تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں۔'' (بخاری ومسلم)۔ یہ روایت تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے۔ دیکھیے: 1033)

[١٠٧٣] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

[1073] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول

[1071] صحيح مسلم، المساجد......، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، حديث: 656، وجامع الترمذي، الصلاة......، باب ماجاء في فضل العشاء والفجر في جماعة، حديث: 221.

[1072] صحيح البخاري، الأذان، باب الاستهام في الأذان، حديث: 615، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف......، حديث: 437.

[1073] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل صلاة العشاء في الجماعة، حديث: 657، وصحيح مسلم، المساجد......، باب فضل صلاة الجماعة و بيان التشديد في التخلف عنها، حديث: (252)-651.

«لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں۔ اور اگر وہ (لوگ) ان کی فضیلت جان لیں تو ضرور ان میں حاضر ہوں چاہے انھیں گھٹنوں (یا سرینوں) کے بل گھسٹ کر آنا پڑے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: منافقین پر یہ نمازیں اس لیے بھاری ہیں کہ وہ تو صرف دکھلاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں' اللہ کے خوف سے یا اس کی رضا کے لیے نہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو ان نمازوں میں بالخصوص سستی اور کوتاہی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی مشابہت منافقین کے ساتھ ہو جائے۔

[١٩٣] بَابُ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَالنَّهْيِ الْأَكِيدِ وَالْوَعِيدِ الشَّدِيدِ فِي تَرْكِهِنَّ

باب :193- فرض نمازوں کی حفاظت کرنے کا حکم اور ان کے چھوڑنے کی سخت ممانعت اور سخت وعید

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿حَٰفِظُوا۟ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ﴾ [البقرة: ٢٣٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نمازوں کی' بالخصوص درمیانی نماز کی' حفاظت کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ﴾ [التوبة: ٥].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس اگر وہ توبہ کر لیں' نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔''

فائدۂ آیات: درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ راستہ چھوڑ دو کا مطلب ہے کہ ان کے جان و مال سے تعرض مت کرو' کیونکہ توبہ کرنے اور فرائض کی ادائیگی کے بعد وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ گویا مسلمان کی دلیل اور علامت فرائض اسلام (نماز' زکاۃ وغیرہ) کی پابندی ہے۔

[١٠٧٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «اَلصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا» قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «بِرُّ الْوَالِدَيْنِ» قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1074] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری و مسلم)

[1074] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حديث:527، و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:85.

فوائد ومسائل: ① یہ روایت بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے رقم:312- یہاں اس کے بیان کرنے سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نماز کو اپنے اصل وقت پر ادا کرنا چاہیے' اس میں تاخیر صحیح نہیں۔ نماز میں تاخیر سے بالآخر یہ ہوتا ہے کہ انسان سست ہو جاتا ہے اور اس سے اعراض و غفلت اس کی عادت بن جاتی ہے جو نہایت خطرناک امر ہے۔
② امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے: جو شخص نماز میں اتنی سستی کرے کہ اس کا وقت نکل جائے تو اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ گویا نماز میں سستی کرنا' لیٹ پڑھنا یا وقت گزار کر پڑھنا یا بلا وجہ دو نمازوں کو اکٹھا کرنا یا ہمیشہ نمازوں کی دو ایک رکعت ضائع کر دینا سنگین جرم ہے' یہ سب صورتیں نماز میں غفلت کی ہیں۔

[١٠٧٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1075] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکاۃ ادا کرنا' بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں اسلام کو ایک عظیم عمارت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کی پانچ بنیادیں ہیں۔ جس طرح بنیادوں کے بغیر کوئی عمارت قائم نہیں رہ سکتی' اسی طرح ارکان خمسہ کے بغیر اسلام کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس لیے جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک فرض کا انکار کرے گا تو وہ کافر اور جو یوں ہی سستی اور غفلت کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک فرض کا تارک ہوگا' وہ فاجر و فاسق ہوگا۔

[١٠٧٦] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1076] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ کی گواہی دیں' نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں۔ جب وہ یہ کام کر لیں تو انھوں نے اپنے خون اور اپنے مال مجھ سے محفوظ کر لیے' مگر حق اسلام کی وجہ سے' اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ روایت بَابُ إِجْرَاءِ الْأَحْكَامِ عَلَى الظَّاهِرِ' رقم:390 میں گزر چکی ہے۔ حق الاسلام سے

[1075] صحيح البخاري، الإيمان، باب: دعاؤكم إيمانكم......، حديث:8، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أركان الإسلام و دعائمه العظام، حديث:16.

[1076] صحيح البخاري، الإيمان، باب: ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ......﴾، حديث: 25، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله......، حديث:22.

مراد حدود وقصاص وغیرہ سزائیں ہیں جو چوری' زنا' قتل وغیرہ جرائم کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں پر نافذ ہوتی ہیں۔
②ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے' کا مطلب ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے یا جو جرائم عدالت اور حاکم مجاز کے علم میں نہ آئیں' ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے جس کا فیصلہ وہ آخرت میں فرمائے گا۔

[١٠٧٧] وعن معاذ رضي الله عنه، قال: بعثني رسول الله ﷺ إلى اليمن فقال: «إنك تأتي قومًا من أهل الكتاب، فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله، وأني رسول الله، فإن أطاعوا لذلك، فأعلمهم أن الله تعالى افترض عليهم خمس صلوات في كل يوم وليلة، فإن هم أطاعوا لذلك، فأعلمهم أن الله تعالى افترض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم. فإن هم أطاعوا لذلك، فإياك وكرائم أموالهم واتق دعوة المظلوم، فإنه ليس بينها وبين الله حجاب». متفق عليه.

[1077] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: ''تم ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ چنانچہ تم انھیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ یہ اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں (محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان کو بتلاؤ کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ یہ بات بھی مان لیں تو ان کو بتلاؤ کہ اللہ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ یہ مان لیں تو تم (بطور زکاۃ) ان کے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی بددعا سے ڈرنا' اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔''

(بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت باب تحريم الظلم میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے رقم: 208- یہاں باب کی مناسبت سے اسے دوبارہ ذکر کرنے سے مقصود فرائض کی اہمیت اور ان کی پابندی کی وضاحت کرنا ہے۔

[١٠٧٨] وعن جابر رضي الله عنه، قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة». رواه مسلم.

[1078] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ آدمی اور کفر کے درمیان (حد فاصل) نماز کا چھوڑنا ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① مطلب یہ ہے کہ کفر واسلام کے درمیان حد فاصل یا فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ جو شخص صفت اسلام سے متصف ہوگا اور نماز پڑھے گا' اس نے یقیناً اپنے اور کفر کے درمیان ایک حد کھڑی کر دی' اب اس کی طرف کفر وشرک نہیں جائیں گے۔ اور جس نے اسلام لانے کے بعد نماز نہیں پڑھی تو اس کے اور کفر کے ساتھ متصف ہونے کے درمیان کوئی

[1077] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث: 1395، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، حديث: 19.

[1078] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، حديث: 82.

حد موجود نہ رہی یعنی وہ کافر ہو گیا۔ گویا کفر کے ساتھ متصف ہونے میں مانع' نماز ہے اور اس نماز کا ترک ایسے ہے جیسے اس حد یا مانع کو گرا دیا۔ (ابن علان) ② اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا ترک کفر ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جو ترک صلاۃ کو حلال سمجھے اور جو محض سستی کی وجہ سے ترک کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوتا' تاہم بعض کے نزدیک (اگر وہ توبہ نہ کرے) تو بطور حد قتل کر دیا جائے اور بعض کے نزدیک اسے زدوکوب کیا جائے تا آنکہ وہ نماز پڑھنا شروع کر دے۔ ③ اس حدیث سے واضح ہے کہ اسلام میں نماز کی کتنی اہمیت ہے کہ اس کے بغیر ایک مدعی اسلام بھی مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

[١٠٧٩] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنا وَبَيْنَهُمُ الصَّلاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1079] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ (فرق کرنے والا) عہد جو ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان ہے' نماز ہے۔ پس جس نے نماز چھوڑ دی' وہ یقیناً کافر ہو گیا۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٠٨٠] وَعَنْ شَقِيقِ بْنِ عَبْدِاللهِ - التَّابِعِيِّ الْمُتَّفَقِ عَلَى جَلَالَتِهِ - رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1080] حضرت شقیق بن عبداللہ تابعی رحمہ اللہ' جن کی بزرگی پر اتفاق ہے' فرماتے ہیں: اصحاب محمد ﷺ نماز کے سوا کسی بھی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ (اسے امام ترمذی نے کتاب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خیال نبی ﷺ کی ان احادیث کی روشنی میں تھا' جو پہلے گزری ہیں۔ انھوں نے ان احادیث کو' جن میں ترک نماز کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے' زجر و توبیخ پر محمول نہیں کیا' بلکہ نماز میں تساہل و تغافل کو کفر و ارتداد ہی سمجھا اور نماز کو اسلام کی علامت قرار دیا۔

راویٔ حدیث: [حضرت شقیق بن عبداللہ رحمہ اللہ] شقیق بن عبداللہ تابعی ہیں۔ مولیٰ آل حضرمی کہلاتے تھے۔ یہ حضرت انس' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت معاذ بن جبل وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت لیتے ہیں۔ ابن معین کے بقول یہ ثقہ ہیں اور ان کی ثقاہت متفق ہے۔ 64 ہجری میں فوت ہوئے۔

[١٠٨١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ، فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ، فَقَدْ خَابَ

[1081] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک وہ عمل جس کے متعلق سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے حساب لیا جائے گا' اس کی نماز ہے۔ اگر وہ درست ہوئی تو یقیناً وہ کامیاب اور سرخ رو

[1079] جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، حديث: 2621.

[1080] جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، حديث: 2622.

[1081] جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء أن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة، حديث: 413.

وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْئًا، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ، فَيُكَمَّلَ مِنْهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ؟ ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ أَعْمَالِهِ عَلَى هٰذَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ہوگا۔ اور اگر نماز خراب ہوئی تو بلاشبہ وہ ناکام و نامراد ہوگا۔ پس اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ عزوجل فرمائے گا: دیکھو! کیا میرے بندے کے نامۂ اعمال میں کچھ نوافل ہیں کہ اس کے ذریعے سے فرائض کی کمی کو پورا کر دیا جائے؟ پھر اس کے سارے اعمال کا حساب اسی طریقے پر ہوگا۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں بیان کردہ حقوق سے مراد حقوق اللہ ہیں۔ ان میں سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا، ورنہ حقوق العباد میں سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہوگا جو بندوں نے بندوں کا بہایا ہوگا۔ ② اس میں ایک تو فرائض کی ادائیگی کی تاکید ہے۔ دوسرے انھیں صحیح طریقے سے ادا کرنے اور مفسدات سے بچنے کی تلقین ہے۔ تیسرے نوافل کی ترغیب ہے تاکہ ان کے ذریعے سے فرائض میں کمی کوتاہیوں کا ازالہ ہو سکے۔

[١٩٤] بَابُ فَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْأَمْرِ بِإِتْمَامِ الصُّفُوفِ الْأُوَلِ وَتَسْوِيَتِهَا وَالتَّرَاصِّ فِيهَا

باب: 194- پہلی صف کی فضیلت' (پہلے) پہلی صفوں کو مکمل اور برابر کرنے کا حکم اور بغیر شگاف کے مل کر کھڑے ہونے کا بیان

[١٠٨٢] عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟» فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ! وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: «يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ، وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1082] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا تم ایسے صفیں نہیں باندھتے جیسے فرشتے اپنے رب کے پاس باندھتے ہیں؟'' تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے پاس کیسے صفیں باندھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ پہلے پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور چونا گچ دیوار کی طرح باہم مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① تراصّ کے معنی ہیں: اس طرح مل کر کھڑے ہونا جیسے دیوار میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کے ساتھ پیوست ہوتی ہے' درمیان میں ذرا سا بھی فاصلہ اور شگاف نہیں ہوتا۔ اسی طرح نمازیوں کو بھی پیر کے ساتھ پیر اور کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہونا چاہیے تاکہ صفوں کے درمیان کوئی خلا اور شگاف نہ رہے۔ ② علاوہ ازیں پہلے

[1082] صحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة ....، حديث: 430.

پہلی صف کو مکمل کیا جائے پھر بعد والی کو۔ لیکن اس کے برعکس پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں اور دوسری صف میں جگہ ہوتے ہوئے تیسری صف میں کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔ وعلیٰ ھذا القیاس لیکن افسوس کہ بہت سی مساجد میں لوگ اس کی پروانہیں کرتے۔

[۱۰۸۳] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1083] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ پہلی صف اور اذان کی فضیلت جان لیں' پھر وہ اسے قرعہ اندازی کے بغیر نہ پائیں' تو یقیناً وہ قرعہ اندازی کریں۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت باب فضل الأذان' رقم: 1033 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اسے پہلی صف کی فضیلت کے اثبات میں دوبارہ ذکر کیا ہے۔

[۱۰۸٤] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1084] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر صف پہلی اور ان کی سب سے بدتر صف آخری ہے۔ اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر صف آخری اور سب سے بری پہلی صف ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اسلام نے مرد وزن کے باہمی اختلاط کو سخت ناپسند کیا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے دور رہنے اور عورتوں کو پردہ کرنے کی تاکید کی ہے۔ ② صفوں کی تقدیم وتاخیر کی فضیلت اور عدم فضیلت کا جو مسئلہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے' وہ بھی اسی پس منظر کی رو سے ہے' کیونکہ عہد نبوی میں خواتین مسجد نبوی ہی میں آ کر نماز باجماعت پڑھتی تھیں اور ان کی صفیں مردوں کے آخر میں ہوتی تھیں۔ گیلری یا الگ گوشے کا انتظام نہیں تھا۔ اس لیے مردوں کی پہلی صف کو سب سے بہتر قرار دیا گیا' کیونکہ وہ عورتوں سے سب سے دور ہوتی ہے اور عورتوں کی آخری صف کو سب سے بہتر فرمایا' کیونکہ یہ بھی مردوں سے سب سے دور ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مردوں کی آخری صف' عورتوں کی پہلی صف کے قریب اور عورتوں کی پہلی صف' مردوں کی آخری صف سے متصل ہوتی تھی' اس لیے انہیں بدتر قرار دیا۔ ③ اس میں خیر (بہتر) اور شر (بدتر) سے مراد ثواب کی کثرت وقلت ہے۔ ورنہ نمازیوں کی کسی صف میں بھی شر (نقصان) کا پہلو نہیں ہے' ہر صف میں خیر ہی خیر ہے لیکن مذکورہ پہلو کی وجہ سے مردوں کی پہلی صف اور عورتوں کی آخری صف زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے اور مردوں کی آخری صف اور عورتوں کی پہلی صف میں ثواب کم ہے۔ ④ اس میں عورتوں کے لیے نماز باجماعت ادا کرنے کا بھی

[1083] صحيح البخاري، الأذان، باب الاستهام في الأذان، حديث: 615، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف......، حديث: 437.

[1084] صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها......، حديث: 440.

اثبات ہے اگرچہ گھروں میں نماز ادا کرنا ان کے حق میں افضل ہے۔

[١٠٨٥] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: «تَقَدَّمُوا فَأْتَمُّوا بِي. وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَّنْ بَعْدَكُمْ، لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1085] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں (صفوں میں) پیچھے رہنے کا عمل دیکھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو۔ اور جو تمھارے بعد کے لوگ ہیں وہ تمھاری اقتدا کریں۔ (یاد رکھو) لوگ برابر پیچھے ہٹتے رہتے ہیں' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں پیچھے ہی کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① باب کے اعتبار سے حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں پیچھے رہنے کو ناپسند فرمایا' اور صحابہ کو اپنے قریب اگلی صفوں میں کھڑے ہونے کی تاکید فرمائی تاکہ وہ آپ کے طریقۂ نماز کا اچھی طرح مشاہدہ کر لیں اور آپ کی اقتدا کریں اور پچھلی صفوں میں کھڑے لوگ اگلی صف والوں کی اقتدا کریں۔ اس ضمن میں آپ نے ایسا جملہ استعمال فرمایا جو عام ہے اور نماز کے علاوہ دیگر امور خیر پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ② شرف و فضل' یا علم و عمل کے اخذ و حصول میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے' ایسے لوگوں کو پھر اللہ تعالیٰ بھی پیچھے کر دیتا ہے اور جو اکتساب فضائل میں خوب سعی و جہد کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کے لیے راستے آسان کر دیتا ہے۔ اس میں امام کے قریب کھڑے ہونے کی تاکید بھی ہے اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب بھی۔

[١٠٨٦] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ، وَيَقُولُ: «اِسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1086] حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (صف بندی کے وقت) ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے: ''برابر برابر ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے اختلاف مت کرو' اس طرح تمھارے دل مختلف ہو جائیں گے۔ تم میں سے میرے قریب وہ لوگ ہوں جو صاحب فہم و ذکا اور اہل دانش ہیں' پھر اس کے بعد جو (عقل و دانش میں) ان سے قریب اور پھر وہ جو ان سے قریب ہیں۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① کندھوں پر ہاتھ پھیرنے کا مطلب ہے: اپنے دست مبارک سے کندھوں کو سیدھا فرماتے تاکہ کوئی صف سے آگے پیچھے نہ رہے۔ ② ''اختلاف نہ کرو'' کا مطلب یہاں یہ ہے کہ کسی کا کندھا آگے پیچھے نہ ہو کیونکہ اس کا روحانی اثر دلوں پر پڑے گا' یعنی صفوں کا تقدم و تأخر دلوں کے اندر اختلاف پیدا کرنے کا باعث بنے گا جس سے فتنے پیدا

[1085] صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف و إقامتها......، حديث: 438.

[1086] صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف و إقامتها......، حديث: 432.

ہوں گے' اختلاف رونما ہوگا' مسلمانوں کی قوت وشوکت کمزور ہوگی اور دشمن کا تسلط اور غلبہ بڑھے گا۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ امام صفوں کو درست کرنے کا اعلان کرے اور اعلان سے صفیں درست نہ ہوں تو خود اپنے ہاتھ سے سیدھا کرنے کا اہتمام کرے۔ اسی طرح پہلی صف میں امام کے ساتھ اصحاب شرف وفضل اور عقل مند کھڑے ہوں پھر درجہ بدرجہ عقل و دانش میں ممتاز لوگ۔ ④ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں اصحاب فضل و دانش کی بڑی اہمیت ہے۔ نبی ﷺ نے نماز میں بھی ان کا قرب پسند فرمایا ہے۔

[١٠٨٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سَوُّوا صُفُوفَكُمْ؛ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: «فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ».

[1087] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفیں درست کیا کرو' اس لیے کہ صفوں کی درستی کمال نماز میں سے ہے۔'' (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: ''صفوں کو درست (سیدھا) کرنا نماز کو قائم کرنے کا ایک حصہ ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی صفوں کی درستی کی تاکید ہے' بلکہ یہ کمال نماز اور اقامت نماز کا ایک حصہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صفوں کی درستی کے بغیر نماز' صحیح معنوں میں نماز ہی نہیں۔ ② اس حدیث مبارکہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے دین میں نظم و قرینے کو کس قدر اہمیت حاصل ہے کہ نماز میں اس کی باقاعدہ تربیت دی جا رہی ہے۔

[١٠٨٨] وَعَنْهُ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ؛ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهِ، وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ.

[1088] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور چونا گچ دیوار کی طرح مل کر کھڑے ہو' تحقیق میں تمھیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔'' (اسے بخاری نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور مسلم میں اسی کے ہم معنی الفاظ میں روایت ہے۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: ہم میں سے ہر کوئی اپنے ساتھی کے کندھے سے اپنا کندھا اور اس کے پیر سے اپنا پیر ملاتا تھا۔

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی ﷺ کے معجزے کا بیان ہے کہ جماعت کے وقت آپ پچھلی صفوں کے لوگوں کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھ لینے پر قادر تھے' جیسا کہ بعض لوگ

[1087] صحيح البخاري، الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلاة، حديث: 723، و صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف و إقامتها……، حديث: 433.

[1088] صحيح البخاري، الأذان، باب إلزاق المنكب بالمنكب و القدم بالقدم في الصف، حديث: 725، و صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف و إقامتها……، حديث: 434.

باور کراتے ہیں۔ بلکہ یہ آپ کا ایک معجزہ تھا جس کا ظہور جماعت کے وقت اللہ کی مشیت سے ہوتا تھا کیونکہ معجزہ صرف اللہ کی مشیت اور قدرت ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس نبی کے ذریعے سے ظاہر ہوتا ہے' اس کے اختیار میں یہ نہیں ہوتا۔ اسی لیے وہ اپنی مرضی سے جب چاہے معجزہ ظاہر کر کے دکھلانے پر قادر نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر وہ خود صاحب اختیار ہوتا تو یقیناً اسے یہ اختیار ہوتا کہ وہ جب چاہتا معجزہ ظاہر کر کے دکھلا دیتا۔ لیکن کوئی نبی ایسا با اختیار نہیں ہوا' نہ نبی ﷺ ہی ایسے اختیارات کے مالک تھے۔ البتہ نبی کی درخواست اور طلب پر اللہ تعالیٰ معجزہ ظاہر فرما دیتا ہے۔ ② دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ صفوں کو سیدھا اور درست کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صف میں ایک نمازی کا کندھا دوسرے نمازی کے کندھے سے اور اس کا پیر دوسرے کے پیر سے ملا ہونا چاہیے۔ اسی بات کو نبی ﷺ نے [تَرَاصُّوا] سے تعبیر فرمایا کہ چونا گچ دیوار کی طرح باہم مل جاؤ' جیسے ایک اینٹ دوسری اینٹ سے ملی ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام ؓ نے اس کا یہی مفہوم سمجھا جیسا کہ یہ حدیث تصریح کر رہی ہے اور اس کے مطابق انھوں نے عمل کیا۔ آج اہل حدیث مساجد کے علاوہ کسی بھی مسجد میں نبیٔ اکرم ﷺ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا جاتا اور اس مفہوم کے مطابق قدم بہ قدم مل کر کھڑا نہیں ہوا جاتا' بلکہ اس کو برا سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے' تاکہ وہ نماز تو سنت نبوی کے مطابق ادا کریں۔

[١٠٨٩] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا، حَتَّى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ، حَتَّى رَأَى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ. ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتَّى كَادَ يُكَبِّرُ، فَرَأَى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ؛ فَقَالَ: «عِبَادَ اللهِ! لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ».

[1089] حضرت نعمان بن بشیر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''یا تو تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرو' ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے چہروں کے درمیان اختلاف پیدا فرما دے گا۔'' (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے' گویا آپ ان کے ذریعے سے تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں حتی کہ آپ ﷺ نے جان لیا کہ ہم آپ ﷺ کی بات سمجھ گئے ہیں۔ پھر آپ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے' تکبیر کہنے ہی کو تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے بندو! یا تو تم ضرور اپنی صفیں سیدھی کر لو' ورنہ اللہ تعالیٰ یقیناً تمھارے چہروں کے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔''

فوائد ومسائل: ① یہ روایت اس سے قبل بَابٌ فِي الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَآدَابِهَا، رقم:160 میں گزر چکی

[1089] صحيح البخاري، الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها، حديث:717، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها......، حديث:436.

ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ لائے ہیں۔ ② ''چہروں کے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا'' کا مطلب ہے کہ تمھارے اندر باہم بغض و عناد پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے تمھارے اندر وحدت کی بجائے تفرق و انتشار' قوت و استحکام کی بجائے ضعف و اضمحلال اور امن و سکون کی بجائے قتال و جدال عام ہو جائے گا' اسلام اور مسلمانوں کی شوکت ختم اور دشمن کا خوف اور رعب مسلط ہو جائے گا۔ اور اس کے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صفوں کی نادرستی کی پاداش میں تمھارے چہروں کو گدی کی طرف پھیر کر انھیں بدل اور بگاڑ دے گا۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُمَا. اللہ تعالیٰ دونوں سزاؤں سے ہم کو بچائے۔ آمین. ③ ''گویا آپ ان کے ذریعے سے تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں'' یہ صفوں کو سیدھا کرنے کے غایت درجہ اہتمام کرنے کا بیان ہے کہ جس طرح تیر کو جب تک بالکل نشانے (ہدف) کے مطابق نہیں کر لیا جاتا' تیر اپنا کام نہیں کرتا اور نشانے پر نہیں لگتا۔ اس لیے اس کو سیدھا کرنے کا خوب خوب اہتمام کیا جاتا ہے۔ صف بندی میں بھی یہ اہتمام نہایت ضروری ہے۔

[١٠٩٠] وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ، يَمْسَحُ صُدُورَنَا، وَمَنَاكِبَنَا، وَيَقُولُ: «لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ» وَكَانَ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُوَلِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[1090] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھرتے' ہمارے سینوں اور کندھوں کو ہاتھ لگاتے (ان کو ٹھیک کرتے) اور فرماتے: ''تم اختلاف نہ کرو (آگے پیچھے مت ہوو) ورنہ تمھارے دل مختلف ہو جائیں گے۔'' اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔'' (اسے امام ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی صفوں کی درستی کی تاکید اور عدم درستی کے نتائج بد کا بیان ہے۔ اس سے واضح ہے کہ ظاہر کے اختلاف سے باطن میں بھی اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔ صفوں میں آگے پیچھے ہونا ظاہری اختلاف ہے' لیکن اس کی نحوست نمازیوں کے دلوں پر پڑتی ہے اور باہم پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ ② صلاۃ کی اضافت اللہ کی طرف ہو تو معنی رحمت کے ہوتے ہیں اور فرشتوں کی طرف ہو تو استغفار و دعا کے' یعنی فرشتے پہلی صف والوں کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس سے پہلی صفوں کی فضیلت واضح ہے۔

[١٠٩١] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَقِيمُوا الصُّفُوفَ، وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ، وَلِينُوا بِأَيْدِي

[1091] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صفوں کو سیدھا کرو اور کندھوں کو برابر رکھو اور صفوں کے درمیان خلا کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے

[1090] سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 664.

[1091] سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 666.

إِخْوَانِكُمْ، وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے درمیان میں جگہ مت چھوڑو۔ اور جو صف کو ملائے گا' اللہ اسے ملائے گا اور جو صف کو توڑے گا' اللہ تعالیٰ اسے توڑے گا۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہونے کا مطلب ہے کہ جو شخص صفوں کو درست کرنے کی سعی کرے' اس کے ساتھ تعاون کرو اور اس پر ناراض ہونے کی بجائے خوش دلی سے اس کی ہدایات کے مطابق صفوں کو درست اور سیدھا کر لیا کرو۔ ② اس حدیث میں بھی صفوں کو درست کرنے کی سخت تاکید ہے اور درمیان میں خلا چھوڑنے کو شیطان کے لیے جگہ چھوڑنے کے ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔ صف کو ملانے کا مطلب ہے: اس میں خلا اور شگاف باقی نہ رہنے دیا جائے' اسی طرح اگلی صف کو مکمل کیے بغیر دوسری صف شروع نہ کی جائے۔ اور صف کو توڑنا یہ ہے کہ صف میں خلا چھوڑ دیا جائے یا اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف شروع کر دی جائے۔ ③ [وَصَلَهُ اللّٰهُ اور قَطَعَهُ اللّٰهُ] یہ دعائیہ اور بددعائیہ کلمات بھی ہو سکتے ہیں' یعنی اللہ اسے ملائے یا جوڑے اور اللہ اسے توڑے۔ یہ نبی ﷺ کی طرف سے صف کو ملانے والے کے حق میں دعائے خیر ہے جو بہت بڑی سعادت ہے اور صف توڑنے والے کے لیے بددعا ہے جو نہایت حرماں نصیبی اور بدبختی کی بات ہے۔

[١٠٩٢] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «رُصُّوا صُفُوفَكُمْ، وَقَارِبُوا بَيْنَهَا، وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ، كَأَنَّهَا الْحَذَفُ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

[1092] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو چونا گچ کرو اور صفوں کو باہم قریب رکھو اور گردنوں کو برابر کرو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک میں شیطان کو صفوں کے درمیان شگافوں میں داخل ہوتے ہوئے (اس طرح) دیکھتا ہوں' گویا وہ بکری کا بچہ ہے۔'' (یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداود نے اسے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو شرط مسلم پر ہے۔)

[اَلْحَذَفُ]: بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ وَّذَالٍ مُّعْجَمَةٍ، مَفْتُوحَتَيْنِ، ثُمَّ فَاءٌ وَهِيَ: غَنَمٌ سُودٌ صِغَارٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ.

اَلْحَذَفُ: ''حا'' اور ''ذال'' دونوں پر زبر اور پھر ''فا''۔ سیاہ چھوٹی بکریاں جو یمن میں ہوتی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس میں صفوں کو چونا گچ دیوار کی طرح باہم ملانے کے حکم کے ساتھ' ان کو باہم قریب رکھنے کی بھی تاکید ہے۔ اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک صف سے دوسری صف کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ رکھا جائے۔ گردنوں کو برابر کرنے کا مطلب' کندھوں کو برابر کرنا ہے جس کی تاکید پہلے گزر چکی ہے۔ ② نبی ﷺ کا شیطان کو صفوں کے

[1092] سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 667.

درمیان شگافوں میں گھستے ہوئے دیکھنا یا تو حقیقتاً ہے اللہ نے آپ کو معجزے کے طور پر یہ منظر دکھایا' یا بذریعۂ وحی آپ کو اس سے آگاہ فرمایا گیا کہ صفوں میں خلا رکھنے سے شیطان خوش ہوتا ہے اور اسے وسوسہ اندازی کا زیادہ موقع فراہم ہوتا ہے۔

[١٠٩٣] وَعَنْهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ، ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ؛ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ .

[1093] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اگلی صف پوری کرو' اس کے بعد جو اس سے متصل ہے۔ اور جو کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہو۔'' (اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر صف کو مکمل کرنا ضروری ہے۔ پہلے' پہلی صف پوری کی جائے' پھر دوسری' تیسری' چوتھی اور اسی طرح باقی صفیں۔ نقص' یعنی کمی آخری صف میں ہونی چاہیے نہ کہ پہلی صفوں میں۔

[١٠٩٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَفِيهِ رَجُلٌ مُخْتَلَفٌ فِي تَوْثِيقِهِ .

[1094] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔''
(اسے ابوداود نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو شرط مسلم پر ہے۔ اس سند میں ایک راوی ایسا ہے جس کی توثیق میں محدثین کا اختلاف ہے۔)

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ مختلف فیہ راوی اسامہ بن زید لیثی ہے' جس کے متعلق بالآخر علمائے محققین اور نقادانِ فن نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اگر یہ کسی کی مخالفت نہ کرے تو حسن الحدیث ہے۔ (ریاض الصالحین' بہ تحقیق شیخ البانی رحمہ اللہ) علاوہ ازیں تعلیقات مشکاۃ میں شیخ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے لیکن اس کے بعض راویوں نے متن کے بیان کرنے میں غلطی کی ہے اور [میامن الصفوف] روایت کیا ہے' جس کی ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے مخالفت کی ہے اور انھوں نے [علی الذین یصلون الصفوف] کے الفاظ میں روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ (تعلیقات علی المشکاۃ: 342/1) یعنی اللہ اور اس کے فرشتے ایسے لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں ''صفوں کے دائیں حصوں پر'' رحمت بھیجنے والے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ امام بیہقی نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے۔ (ابن علان)

[١٠٩٥] وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحْبَبْنَا أَنْ

[1095] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم آپ کی دائیں

[1093] سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 671.

[1094] سنن أبي داود، الصلاة، باب من يستحب أن يلي الإمام......، حديث: 676.

[1095] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب يمين الإمام، حديث: 709.

نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ، يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ - أَوْ تَجْمَعُ - عِبَادَكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جانب کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے تاکہ آپ اپنے چہرۂ مبارک کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ (ایک دن) میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اے میرے رب! مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائے گا یا (فرمایا:) تو حساب کے لیے جمع کرے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں جہاں مقتدیوں کے لیے امام کی دائیں جانب کھڑے ہونے کا استحباب ہے' وہاں امام کا سلام پھیرنے کے بعد' مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کے مسنون ہونے کا بیان ہے۔ بہت سی مساجد میں یہ سنت بھی متروک ہے۔ ② نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو کچھ دیر سلام پھیرنے کے بعد اپنی جگہوں پر بیٹھنا چاہیے۔

[١٠٩٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَسِّطُوا الْإِمَامَ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1096] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام کو درمیان میں رکھو اور صفوں کے درمیان خلا کو بند کرو۔'' (ابوداود)

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس روایت کی سند میں دو راوی مجہول ہیں۔ تاہم روایت کا دوسرا حصہ [سُدُّوا الْخَلَلَ] اپنے شاہد کی وجہ سے صحیح ہے۔ یہ شاہد ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جو اسی باب میں چار حدیثوں سے پہلے (رقم: 1091) میں گزری ہے۔ (رياض الصالحين' بہ تحقيق شيخ الألباني رحمہ اللہ۔)

[١٩٥] بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَائِضِ وَبَيَانِ أَقَلِّهَا وَأَكْمَلِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا

باب:195- فرض نمازوں کے ساتھ سنن مؤکدہ کی فضیلت اور ان کے کم سے کم اور اکمل اور ان کی درمیانی صورت کا بیان

[١٠٩٧] عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ حَبِيبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ تَعَالَى كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيضَةِ، إِلَّا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ! أَوْ: إِلَّا

[1097] ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے فرض نمازوں کے علاوہ روزانہ بارہ رکعتیں نفل پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ یا (اس طرح فرمایا:) اس کے

[1096] ضعيف۔ سنن أبي داود، الصلاة، باب مقام الإمام من الصف، حديث: 681. یہ روایت یحییٰ بن بشیر اور اس کی والدہ امۃ الواحد کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[1097] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن، حديث: 728.

بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

لیے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: تَطَوُّع کے معنی ہیں: فرائض کی ادائیگی کے ساتھ اپنی خوشی سے مزید نوافل کا اہتمام۔ اس حدیث میں نوافل کی فضیلت کا بیان ہے اور ان پر مداومت (ہمیشگی) جنت میں جانے کا باعث ہے۔

[١٠٩٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1098] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت اس کے بعد اور دو رکعت جمعہ کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد پڑھیں۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① فرض نمازوں کے علاوہ ہر نماز کے ساتھ' اس سے پہلے یا بعد میں جو نفلی نماز پڑھی جاتی ہے' اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ نماز ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے مداومت فرمائی ہے' جیسے اس حدیث میں ان کی تعداد دس رکعات بیان ہوئی ہے اور بعض میں ان کی تعداد بارہ یا چودہ بیان ہوئی ہے۔ یہ سنن مؤکدہ یا سنن رواتب کہلاتی ہیں' یعنی ایسی رکعتیں جو نبی ﷺ کے طریقے' عمل اور فرمان سے ثابت ہیں اور جن پر آپ نے ہمیشہ عمل فرمایا۔ اس کی دوسری قسم وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل نہیں تھا' انھیں نوافل یا غیر مؤکدہ کہا جاتا ہے' تاہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق پیدا کرنے کے لیے نوافل کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لیے اہل ایمان اس سے غفلت نہیں برتتے۔ تاہم ان کی شرعی حیثیت نفل نماز ہی کی ہے' جس کی ادائیگی پر ثواب ہے اور عدم ادائیگی پر گناہ نہیں۔ ② علاوہ ازیں سنن رواتب یا مؤکدہ کے بارے میں افضل یہ ہے کہ وہ گھر میں پڑھی جائیں۔ نبی اکرم ﷺ کا عام معمول بھی یہی تھا اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ احناف کے ہاں نوافل کو فرائض کے ساتھ مخصوص تعداد میں جو ضروری قرار دیا جاتا ہے تو وہ محل نظر ہے۔

[١٠٩٩] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ» قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «لِمَنْ شَاءَ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اَلْمُرَادُ بِالْأَذَانَيْنِ: اَلْأَذَانُ وَالْإِقَامَةُ.

[1099] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔'' تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو پڑھنا چاہے۔'' (بخاری ومسلم)

[1098] صحيح البخاري، التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، حديث: 1165، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب السنن الراتبة قبل الفرائض و بعدهن، حديث: 729.

[1099] صحيح البخاري، الأذان، باب بين كل أذانين صلاة لمن شاء، حديث: 627، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب بين كل أذانين صلاة، حديث: 838.

دواذانوں سے مراد اذان اور تکبیر (اقامت) ہے۔

فائدہ: دواذانوں سے مراد اذان اور تکبیر ہے' جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے خود بھی صراحت فرمائی ہے' یعنی اذان اور تکبیر کے درمیانی وقفے میں دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ یہ غیر مؤکدہ نوافل میں سے ہے۔ یہ نفل پانچوں نمازوں کی اذانوں کے بعد' جماعت کے کھڑے ہونے سے پہلے پڑھے جاسکتے ہیں۔ واللہ أعلم.

[١٩٦] بَابُ تَأْكِيدِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ

باب:196- صبح کی دوسنتوں کی تاکید کا بیان

[١١٠٠] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1100] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح (فجر) سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔ (بخاری)

فائدہ: اس میں ظہر کی چار سنتوں اور فجر کی دوسنتوں کی بابت نبی ﷺ کا عمل بیان کیا گیا ہے کہ آپ انھیں پابندی سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایسی ہی سنتوں کو سنن رواتب یا سنن مؤکدہ کہا جاتا ہے۔

[١١٠١] وَعَنْهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1101] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) کا جتنا خیال رکھتے تھے اتنا کسی اور نفلی نماز کا نہیں رکھتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے اس خصوصی اہتمام کا بیان ہے جو آپ فجر کی دوسنتوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

[١١٠٢] وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1102] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا».

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''یہ دو رکعتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔''

فائدہ: اس میں فجر کی دوسنتوں کی فضیلت کا بیان ہے۔

[١١٠٣] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ

[1103] حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ' رسول اللہ

[1100] صحيح البخاري، التهجد، باب الركعتين قبل الظهر، حديث: 1182.

[1101] صحيح البخاري، التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر ومن سماها تطوعا، حديث: 1169، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث: 724.

[1102] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث: 725.

[1103] سنن أبي داود، التطوع، باب في تخفيفهما، حديث: 1257.

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ -: أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيُؤْذِنَهُ بِصَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَشَغَلَتْ عَائِشَةُ بِلَالًا بِأَمْرٍ سَأَلَتْهُ عَنْهُ حَتَّى أَصْبَحَ جِدًّا، فَقَامَ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، وَتَابَعَ أَذَانَهُ، فَلَمْ يَخْرُجْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَمَّا خَرَجَ صَلَّى بِالنَّاسِ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ شَغَلَتْهُ بِأَمْرٍ سَأَلَتْهُ عَنْهُ حَتَّى أَصْبَحَ جِدًّا، وَأَنَّهُ أَبْطَأَ عَلَيْهِ بِالْخُرُوجِ، فَقَالَ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ -: «**إِنِّي كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ**» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ أَصْبَحْتَ جِدًّا! قَالَ: «**لَوْ أَصْبَحْتُ أَكْثَرَ مِمَّا أَصْبَحْتُ، لَرَكَعْتُهُمَا، وَأَحْسَنْتُهُمَا، وَأَجْمَلْتُهُمَا**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

ﷺ کے مؤذن سے روایت ہے کہ وہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو صبح کی نماز کی اطلاع دیں تو حضرت عائشہ نے بلال کو ایسے کام میں مشغول کر دیا جس کی بابت وہ ان سے پوچھنا چاہتی تھیں، حتی کہ صبح خوب ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ بلال کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز کی اطلاع دی اور بار بار اطلاع دی لیکن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف نہیں لائے۔ پھر (تھوڑی دیر کے بعد) آپ ﷺ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ تو بلال نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ حضرت عائشہ نے انھیں ایک کام میں مشغول کر دیا تھا جس کی بابت انھوں نے ان سے پوچھا تھا حتی کہ صبح خوب روشن ہوگئی۔ اور (پوچھا کہ) آپ نے بھی باہر تشریف لانے میں دیر کر دی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) پڑھ رہا تھا۔'' بلال نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تو بالکل صبح کر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس سے بھی زیادہ صبح ہو جاتی، تب بھی میں یہ دو سنتیں پڑھتا اور خوب اچھے اور بہترین طریقے سے پڑھتا۔'' (اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی فجر کی دو سنتوں کی اہمیت، نیز انھیں احسن طریقے، یعنی خشوع وخضوع سے پڑھنے کا بیان ہے۔ بہر حال مذکورہ احادیث سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ فجر کی دو سنتوں کی بہت فضیلت اور اہمیت ہے۔ اس لیے ان کی ادائیگی میں کوتاہی یا سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ② ان دو سنتوں کو فرائض سے پہلے ادا کرنا چاہیے، البتہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد فرض نماز میں شامل ہونے کی بجائے سنتوں میں مشغول رہنا ناجائز ہے اور اس طرح یہ ادا نہیں ہوتیں۔ رہ جانے کی صورت میں انھیں نماز کے بعد یا سورج طلوع ہونے کے بعد ادا کرنا چاہیے۔

[١٩٧] بَابُ تَخْفِيفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يُقْرَأُ فِيهِمَا، وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا

باب: 197- فجر کی دو رکعتوں کو ہلکا پڑھنے کا بیان، نیز یہ کہ ان میں کیا پڑھا جائے اور ان کا وقت کیا ہے

[١١٠٤] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1104] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے وقت اذان اور تکبیر کے درمیان دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا: يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، إِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ فَيُخَفِّفُهُمَا حَتَّى أَقُولَ: هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ!

اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب اذان سنتے تو فجر کی دو سنتیں ادا فرماتے اور انھیں اتنا مختصر اور ہلکا پڑھتے کہ میں (دل میں) کہتی کہ آپ ﷺ نے ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھی ہے (یا نہیں۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ إِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا. وَفِي رِوَايَةٍ: إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ اذان کی آواز سنتے تو دو رکعت پڑھتے اور ان میں تخفیف فرماتے اور ایک روایت میں ہے: جب فجر طلوع ہو جاتی۔

فائدہ: تخفیف کا مطلب ہے کہ آپ فجر کی ان دو سنتوں میں قیام وقراءت اور رکوع سجود وغیرہ میں اختصار سے کام لیتے تھے کیونکہ اس کے بعد آپ نے فجر کی نماز پڑھانی ہوتی تھی جس میں قراءت وغیرہ میں طوالت ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں فجر یا اذان کے ہوتے ہی آپ انھیں فوراً ادا فرماتے جس سے آپ کا وہ اہتمام واضح ہے جو فجر کی دو سنتوں کے لیے آپ فرماتے تھے۔

[١١٠٥] وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ، وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1105] حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن صبح کی نماز کے لیے اذان دیتا اور صبح واضح ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ ہلکی سی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: جب فجر طلوع ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ مختصر سی دو رکعتوں کے علاوہ کچھ نہ پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو سنتیں طلوع فجر کے بعد پڑھنی چاہییں، صبح صادق سے پہلے نہیں۔ نیز ان میں طوالت کی بجائے اختصار سے کام لیا جائے تاکہ انسان فرض کی ادائیگی میں مستعد اور ہوشیار رہے۔

[1104] صحيح البخاري، التهجد، باب ما يقرأ في ركعتي الفجر؟...، حديث: 1170، 1171، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر...، حديث: 724.

[1105] صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان بعد الفجر، حديث: 618، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر...، حديث: 723.

[١١٠٦] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ، وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَكَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1106] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو (نماز تہجد) دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے اور رات کے آخری حصے میں ایک رکعت وتر پڑھتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت (سنت) پڑھتے۔ (اور ان میں اتنی تیزی کرتے کہ) گویا تکبیر آپ کے کانوں میں ہے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① ''گویا تکبیر آپ کے کانوں میں ہے'' کا مطلب ہے کہ فجر کی دو سنتیں اتنی سرعت سے ادا فرماتے' جیسے تکبیر کی آواز آپ کے کانوں میں آ رہی ہے اور آپ نماز کا اول وقت فوت ہو جانے کے اندیشے سے جلدی سنتیں ادا کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ رکوع وسجود میں اعتدال ہی نہ کیا جائے۔ ② اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ رات کو نفلی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جائے۔ دوسری بات یہ کہ وتر ایک رکعت بھی صحیح ہے۔ تیسری بات یہ کہ فجر کی اذان ہوتے ہی فجر کی سنتیں پڑھ لی جائیں اور مختصر پڑھی جائیں۔

[١١٠٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا: ﴿قُولُوٓا ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا﴾ اَلْآيَةُ [١٣٦] اَلَّتِي فِي الْبَقَرَةِ، وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا: ﴿ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: ٥٢].

وَفِي رِوَايَةٍ: فِي الْآخِرَةِ الَّتِي فِي آلِ عِمْرَانَ: ﴿تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ [آل عمران: ٦٤]. رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ.

[1107] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں آیت: ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا...﴾ (آخر تک) پڑھتے جو کہ سورۂ بقرہ میں ہے۔ اور دوسری میں ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ پوری آیت پڑھتے۔

ایک اور روایت میں ہے: دوسری رکعت میں یہ آیت پڑھتے: ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ﴾ (یہ دونوں روایتیں مسلم کی ہیں۔)

فائدہ: گویا سورۂ فاتحہ کے ساتھ مذکورہ دو مختصر آیتیں دونوں رکعتوں میں پڑھتے۔

[١١٠٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1108] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو سنتوں میں (یہ دو سورتیں) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾

[1106] صحيح البخاري، الوتر، باب ساعات الوتر، حديث: 995، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل، حديث: 749.

[1107] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر ......، حديث: 727.

[1108] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر ......، حديث: 726.

پڑھیں۔ (مسلم)

[١١٠٩] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ شَهْرًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1109] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو مہینہ بھر دیکھا' آپ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے تھے۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① فجر کی دو سنتوں میں کوئی بھی سورت یا آیت پڑھی جا سکتی ہے۔لیکن مذکورہ آیات یا سورتیں پڑھی جائیں گی تو سنت پر عمل ہوگا۔ ہر مسلمان کو سنت نبوی پر عمل کرنے کی فضیلت حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ہی سورت نماز میں کافی عرصے تک پڑھی جا سکتی ہے۔

[١٩٨] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ أَمْ لَا

باب: 198- فجر کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنے کے استحباب اور اس کی ترغیب کا بیان' چاہے اس نے تہجد کی نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو

[١١١٠] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، اِضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1110] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی دو سنتیں ادا فرما لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔ (بخاری)

[١١١١] وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ، وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ،

[1111] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز سے فراغت سے فجر تک کے درمیانی وقفے میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے۔ جب مؤذن فجر کی نماز کی اذان دے کر خاموش ہو جاتا اور فجر آپ کے سامنے واضح ہو جاتی اور مؤذن (نماز فجر کے وقت کی اطلاع

[1109] جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في تخفيف ركعتي الفجر......، حديث: 417.

[1110] صحيح البخاري، التهجد، باب الضجعة على الشق الأيمن بعد ركعتي الفجر، حديث: 1160.

[1111] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث: 736.

هٰكَذَا حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

دینے) آپ کے پاس آتا تو آپ کھڑے ہو کر دو مختصر رکعتیں پڑھتے' پھر آپ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے' یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس اقامتِ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوتا۔ (مسلم)

قَوْلُهَا: [يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ] هٰكَذَا هُوَ فِي مُسْلِمٍ، وَمَعْنَاهُ: بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ.

يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ. مسلم میں الفاظ اسی طرح ہیں۔ اس کے معنی ہیں: ہر دو رکعتوں کے بعد (سلام پھیرتے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں فجر کی دو سنتوں کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹنے کے علاوہ نبیٔ اکرم ﷺ کی نماز تہجد کا بھی بیان ہے اور وہ ہے گیارہ رکعات۔ دو دو کر کے آپ دس رکعات ادا فرماتے اور پھر ایک وتر پڑھتے۔ یا بعض دوسری روایات کی رو سے آٹھ رکعات کے بعد تین وتر پڑھتے' دونوں طریقے جائز ہیں۔ ② اس روایت سے بھی ایک وتر کا ثبوت ملتا ہے جسے بعض لوگ نہیں مانتے حالانکہ یہ بالکل واضح ہے۔ ③ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ تہجد اور وتر کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر صبح صادق تک ہے۔ اس وقفے میں کسی بھی وقت نماز تہجد پڑھی جاسکتی ہے' تاہم اس کا افضل وقت رات کا تیسرا آخری پہر ہے تاکہ تہجد سے فراغت کے بعد صبح صادق ہو جائے اور انسان فجر کی نماز باجماعت ادا کر لے۔ ④ رمضان المبارک میں جو نماز تراویح ادا کی جاتی ہے' وہ بھی یہی قیام اللیل' یعنی نماز تہجد ہے۔ آسانی اور جماعت کے ثواب کے لیے رمضان میں اسے اول وقت' یعنی عشاء کے فوراً بعد پڑھ لیا جاتا ہے۔ اسی لیے تراویح کی تعداد بھی آٹھ رکعت ہی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے رمضان یا غیر رمضان میں بالعموم آٹھ رکعات اور تین وتر سے زیادہ قیام نہیں فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے۔ احادیث میں رات کی نفلی نماز کو قیام اللیل ہی سے تعبیر کیا گیا ہے' جس کے لیے قرآن و حدیث میں تہجد کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن تراویح کا لفظ کسی حدیث میں نہیں آتا۔ رمضان کے قیام اللیل کے لیے تراویح کے لفظ کا استعمال عہد نبوت اور عصر صحابہ کے بعد رائج ہوا ہے۔ اس لیے تراویح کی رکعات کی وہی تعداد مسنون اور افضل ہے جو نبیٔ اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے اور وہ صرف اور صرف آٹھ رکعات ہیں نہ کہ بیس۔ صحیح احادیث سے اسی کا ثبوت ملتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: راقم کی کتاب ''رمضان المبارک کے احکام و مسائل'' مطبوعہ دارالسلام)

[١١١٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِينِهِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1112] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی فجر کی دو سنتیں پڑھے تو اس کو چاہیے کہ اپنی دائیں جانب پر لیٹ جائے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[1112] سنن أبي داود، التطوع، باب الاضطجاع بعدها، حديث:1261، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في الاضطجاع بعد ركعتي الفجر، حديث:420. شیخ البانی ؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني: 429/4، حديث:1146)

فائدہ: گزشتہ احادیث میں نبی ﷺ کا عمل بیان کیا گیا تھا۔ اس حدیث میں آپ کا حکم نقل ہوا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ فجر کی دو سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹنا نبی ﷺ کے قول اور فعل دونوں سے ثابت ہے جس سے اس کے سنت اور مستحب ہونے میں کوئی کلام نہیں رہتا۔

[١٩٩] بابُ سُنَّةِ الظُّهْرِ

باب:199- ظہر کی سنتوں کا بیان

[١١١٣] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1113] حضرت ابن عمر ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ (بخاری ومسلم)

[١١١٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1114] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے (انھیں پابندی سے ادا فرماتے تھے۔) (بخاری)

فائدہ: بعض روایات میں دو رکعات پہلے اور دو بعد کا ذکر ہے۔ اس میں پہلے چار رکعات کا بیان ہے۔ اس لیے دونوں عدد صحیح ہیں' حالات و واقعات کے مطابق دونوں میں سے کسی پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔

[١١١٥] وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ، فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِي، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1115] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ میرے گھر میں ظہر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعات پڑھتے' پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے' پھر واپس تشریف لا کر دو رکعت ادا فرماتے۔ اور آپ ﷺ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھا کر پھر میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور پھر میرے گھر تشریف لا کر دو رکعت ادا فرماتے۔ (مسلم)

[١١١٦] وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ

[1116] حضرت ام حبیبہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ظہر (کے فرضوں) سے پہلے چار

[1113] صحيح البخاري، التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، حديث:1165، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن و بيان عددهن، حديث:729.

[1114] صحيح البخاري، التهجد، باب الركعتين قبل الظهر، حديث:1182.

[1115] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب جواز النافلة قائمًا و قاعدًا......، حديث:730.

[1116] سنن أبي داود، التطوع، باب الأربع قبل الظهر و بعدها، حديث:1269، وجامع الترمذي، الصلاة، باب منه آخر، حديث:427.

رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا، حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

رکعتوں کی اور ظہر کے بعد چار رکعتوں کی حفاظت کرے گا (انھیں ہمیشہ پڑھے گا) تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دے گا۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس قسم کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کی موت اسلام پر آئے گی اور کافروں کی طرح جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا' یعنی اللہ اس پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کو حرام فرما دیتا ہے۔ ② اسی طرح بعض روایات میں آتا ہے: ''اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی'' اسکا مطلب بھی یہ ہوتا ہے کہ ہمیشگی کی آگ نہیں چھوئے گی' ورنہ اگر مسلمان گناہ گار اور مستحق عقوبت ہوگا تو اس کا چند دنوں یا ہفتوں یا مہینوں کے لیے (بقدر جرم) جہنم میں جانا ان احادیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ بالآخر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ③ مسلمان ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا' اس سے یہ سمجھ لینا کہ مسلمان جو چاہے کرے وہ جہنم میں جائے گا ہی نہیں' صحیح نہیں ہے۔ اگر اللہ نے پہلی مرتبہ ہی میں معاف نہ کیا تو جب تک اللہ چاہے گا جہنم کی سزا بھگتنی ہوگی اور اس کے بعد ہی جنت میں جانا نصیب ہوگا۔

[١١١٧] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: «إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1117] حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں' چنانچہ میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا کوئی نیک عمل اوپر چڑھے۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① سورج کے ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ گویا ظہر کی چار سنتیں نبی ﷺ بالکل آغاز میں پڑھ لیتے' کیونکہ آپ عشاء کے علاوہ ساری نمازیں اول وقت ہی میں پڑھتے تھے۔ ② آسمان کے دروازے کھولے جانے سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال زمین سے آسمان پر لے جائے جاتے ہیں۔

[١١١٨] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1118] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھ سکتے تو انھیں ظہر کے (فرضوں کے) بعد پڑھتے تھے۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[1117] جامع الترمذي، الوتر، باب ما جاء في الصلاة عند الزوال، حديث: 478.

[1118] جامع الترمذي، الصلاة، باب منه آخر، حديث: 426.

فائدہ: اس سے نبی ﷺ کے اس اہتمام کا پتہ چلتا ہے جو آپ سنتوں کی ادائیگی میں فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے ہر مسلمان کو سنتوں کی ادائیگی کا بھی بھرپور اہتمام کرنا چاہیے اور پہلے ادا نہ کر سکا ہو تو فرض نماز کے بعد ادا کر لیا کرے۔ لیکن اسے معمول نہیں بنانا چاہیے۔

[٢٠٠] بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ

باب:200- عصر کی سنتوں کا بیان

[١١١٩] عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1119] حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عصر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے۔ ان کے درمیان ملائکۂ مقربین اور ان کی تابعداری کرنے والے مسلمانوں اور مومنوں پر سلام کہنے کے ساتھ فصل (جدائی) کرتے تھے۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① سلام کے ساتھ فصل کرنے کا مطلب ہے کہ دو دو رکعتوں کے بعد تشہد بیٹھتے تھے۔ اس سے نماز ختم کرنے والا سلام مراد نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذي: 2/416) ② مومنوں کو ملائکۂ مقربین کا تابعدار اس لیے کہا ہے کہ اہل ایمان بھی فرشتوں کی طرح اللہ کی توحید اور اس کی عظمت پر ایمان رکھتے ہیں۔

[١١٢٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «رَحِمَ اللهُ امْرَءًا صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1120] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعات ادا کرتا ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: یہ چار رکعتیں دو دو کر کے بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور ایک سلام کے ساتھ بھی، دونوں طرح جائز ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ عصر کی یہ چار سنتیں غیر مؤکدہ ہیں۔ تاہم اس کے پڑھنے والے کے حق میں نبی کریم ﷺ کی دعائے رحمت سے اس کی اہمیت واضح ہے۔

[١١٢١] وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ

[1121] حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے

[1119] جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في الأربع قبل العصر، حديث: 429.

[1120] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة قبل العصر، حديث: 1271، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الأربع قبل العصر، حديث: 430.

[1121] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة قبل العصر، حديث: 1272.

رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تھے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: یہ روایت صحیح ہے لیکن اس میں ''دو رکعت ادا فرماتے'' والی بات شاذ ہے۔ صحیح چار رکعتیں ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت قبل ازیں گزر چکی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني: 45/10)

[٢٠١] بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

باب: 201- مغرب سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان

تَقَدَّمَ فِي هٰذِهِ الْأَبْوَابِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ [برقم: ١٠٩٨] وَحَدِيثُ عَائِشَةَ [برقم: ١١١٥] وَهُمَا صَحِيحَانِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.

گزشتہ ابواب میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی صحیح حدیثیں گزر چکی ہیں کہ نبی ﷺ نماز مغرب کے بعد دو رکعت (سنتیں) ادا فرمایا کرتے تھے۔ دیکھیں رقم: 1098 اور 1115۔

[١١٢٢] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ» قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «لِمَنْ شَاءَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1122] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔'' (تین مرتبہ فرمایا) تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا: ''جو چاہے (پڑھے۔'') (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس نماز سے مراد مغرب کی اذان کے بعد' فرض نماز سے پہلے' دو رکعتیں ہیں' جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت ہے۔ اس کی حیثیت اگرچہ سنت غیر مؤکدہ کی ہے' تاہم تین مرتبہ اس کی تاکید کرنے سے اس کی اہمیت واضح ہے۔ ② امر (حکم) کا صیغہ تو بالعموم وجوب پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں ''جو چاہے'' کے قرینے نے اسے استحباب میں بدل دیا ہے۔ بہرحال آپ کی ترغیب و تاکید سے اس کے مستحب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ آنے والی حدیثوں سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

[١١٢٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1123] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا کہ وہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① ستونوں کی طرف جلدی کرنے کا مطلب ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا کرنے کے لیے ستونوں کو سترہ بنا کر دو رکعتیں ادا کرنے کے لیے ستونوں کی طرف ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے۔ ② اس میں

[1122] صحيح البخاري، التهجد، باب الصلاة قبل المغرب، حديث: 1183.

[1123] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة إلى الأسطوانة، حديث: 503.

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کا اثبات اور سترے کا اہتمام واضح ہے۔

[۱۱۲٤] وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقِيلَ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَّاهُمَا؟ قَالَ: كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1124] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غروب شمس کے بعد' نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ پڑھیں؟ انھوں نے جواب دیا: آپ ہمیں یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپ نے ہمیں حکم دیا نہ منع فرمایا۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کا بیان ہے اور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں۔ یوں حضرت انس کی بیان کردہ کیفیت کی رو سے یہ دو رکعتیں تقریراً ثابت ہوئیں۔ لیکن حضرت انس کا یہ بیان ان کے اپنے علم کے مطابق ہے' ورنہ پہلے حدیث گزر چکی ہے جس میں نبی ﷺ نے ترغیبی انداز میں ان کے پڑھنے کا حکم دیا ہے' گویا یہ آپ کے قول سے بھی ثابت ہیں۔ ② بعض لوگوں کا ایسے نوافل فرائض کے ساتھ ملحق کرنے کا اہتمام جن کا رسول اللہ ﷺ نے اہتمام کیا نہ ان کی ترغیب دلائی' اور ان نوافل کو چھوڑ دینا بلکہ ناجائز کہنا نہایت تعجب خیز بات ہے اور اس کی بنیادی وجہ اندھی تقلید اور سنت نبوی سے دوری ہے۔

[۱۱۲٥] وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، اِبْتَدَرُوا السَّوَارِيَ، فَرَكَعُوا رَكْعَتَيْنِ، حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيهِمَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1125] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں: ہم مدینے میں تھے تو جب مؤذن مغرب کی نماز کے لیے اذان دیتا' لوگ ستونوں کی طرف جلدی کرتے اور دو رکعتیں ادا کرتے حتی کہ کوئی نو وارد مسافر مسجد میں آتا تو کثرت سے ان دو رکعت پڑھنے والوں کو دیکھ کر گمان کرتا کہ فرض نماز پڑھی جا چکی ہے (اور لوگ بعد کی سنتیں پڑھ رہے ہیں۔) (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول تھا۔ تاہم اس کے باوجود یہ غیر مؤکدہ سنت ہیں اور بعد کی دو رکعت' سنت مؤکدہ ہیں۔

[۲۰۲] بَابُ سُنَّةِ الْعِشَاءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

باب:202- عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان

فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ

اس میں ایک تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سابق حدیث

[1124] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب، حديث: 836.

[1125] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب، حديث: 837.

ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَحَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: «بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. كَمَا سَبَقَ [برقم: ١٠٩٨ و ١٠٩٩].

ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ عشاء کے بعد دو رکعت (سنت) پڑھیں۔ اور دوسری عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہر تکبیر اور اذان کے درمیان نماز ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ (دیکھیے باب: 195، رقم: 1098، 1099)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی وہ نماز جو نبی ﷺ نے پڑھی ہے اور جسے صحابہ نے امت کے لیے بیان فرمایا، وہ صرف چار فرض اور اس کے بعد دو سنتیں ہیں۔ وتر کا بیان اس لیے نہیں ہے کہ وتر آپ ﷺ نماز تہجد کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ تاہم تین وتر شامل کر کے یہ نو رکعتیں بنتی ہیں۔ یار لوگوں نے عشاء کی 17 رکعتیں بنائی ہوئی ہیں جس کے تصور سے ہی لوگ گھبراتے ہیں اور نماز کے قریب نہیں جاتے۔ اگر لوگوں کو سنت نبوی کے مطابق عشاء کی 9 رکعتیں بتلائی جائیں تو وہ کبھی نماز سے، بالخصوص عشاء کی نماز سے وحشت نہ کھائیں۔

[٢٠٣] بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ

باب: 203- جمعے کی سنتوں کا بیان

فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ [برقم: ١٠٩٨]: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس میں ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سابق حدیث ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ جمعے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (بخاری و مسلم۔ دیکھیے رقم: 1098) (مزید چند احادیث ملاحظہ ہوں۔)

فائدہ: اس باب میں امام نووی رحمہ اللہ نے جمعہ کے بعد کی سنتوں کی وضاحت کی ہے کہ وہ کتنی رکعت ہیں۔ اس کی ضروری تفصیل آگے آ رہی ہے۔ لیکن جمعے سے قبل کتنی سنتیں پڑھی جائیں؟ اس کی بابت صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں آنے والا دو رکعت پڑھ کر بیٹھے، حتی کہ اگر کوئی شخص خطبۂ جمعہ کے دوران میں بھی آئے تو نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ مختصر طور پر دو رکعت ضرور پڑھے، پھر خطبہ سنے۔ تاہم خطبے سے قبل آنے والا شخص دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد، دو دو کر کے جتنے چاہے نوافل پڑھ سکتا ہے۔

[١١٢٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ، فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1126] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص جمعے کی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اس کے بعد چار رکعات (سنت) پڑھے۔'' (مسلم)

[١١٢٧] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ

[1127] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبیؐ

[1126] صحيح مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، حديث: 881.

[1127] صحيح مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، حديث: (71)-882.

النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کریم ﷺ جمعے کے بعد (مسجد میں) کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہاں سے واپس آتے اور اپنے گھر میں دو رکعت ادا فرماتے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں چار رکعت اور دوسری میں دو رکعت کا بیان ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ② بعض علماء نے یہ تطبیق دی ہے کہ مسجد میں پڑھنے والا چار اور گھر جا کر پڑھنے والا دو رکعت پڑھے۔ اسی طرح چار رکعت کس طرح پڑھی جائیں۔ اس میں بھی دو رائے ہیں: ایک رائے تو یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھی جائیں اور دوسری رائے یہ ہے کہ دو دو کر کے چار رکعت پڑھی جائیں۔ گویا یہ بھی دونوں طرح جائز ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دو دو کر کے پڑھی جائیں کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: [صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى] امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ایک باب ان الفاظ میں باندھا ہے: [صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى] ''رات اور دن کی (نفلی) نماز دو دو رکعت کر کے پڑھنی ہے۔''

[٢٠٤] بَابُ اسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَاءٌ الرَّاتِبَةُ وَغَيْرُهَا وَالْأَمْرِ بِالتَّحَوُّلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَوْضِعِ الْفَرِيضَةِ أَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ

باب: 204- نوافل کا گھر میں ادا کرنا مستحب ہے' چاہے راتبہ ہوں یا غیر راتبہ۔ اور نفلوں کے لیے فرض والی جگہ کو بدلنے یا ان کے درمیان گفتگو سے فصل کرنے کا حکم

[١١٢٨] عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «صَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ! فِي بُيُوتِكُمْ؛ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1128] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو' اس لیے کہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے' سوائے فرض نماز کے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں فرض نماز کے علاوہ' کیونکہ اسے تو مسجد میں باجماعت ادا کرنے کی تاکید ہے' باقی نفل نمازیں اور سنتیں گھروں میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' جس سے اس کی فضیلت واضح ہے کیونکہ اس میں ایک تو انسان ریاکاری سے محفوظ رہتا ہے' دوسرے اس سے گھروں میں برکت نازل ہوتی ہے۔

[١١٢٩] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ

[1129] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم

[1128] صحيح البخاري، الأذان، باب صلاة الليل، حديث:731، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته......، حديث:781.

[1129] صحيح البخاري، الصلاة، باب كراهية الصلاة في المقابر، حديث:432، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته......، حديث:777.

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اِجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں پڑھو اور انھیں قبرستان نہ بناؤ۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① کچھ حصے سے مراد نوافل اور سنتیں ہیں۔ جس گھر میں نوافل کی ادائیگی کا اہتمام نہیں ہوتا' وہ قبرستان کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح قبریں عمل اور عبادت سے خالی ہوتی ہیں' ایسے گھر بھی عمل وعبادت سے محروم ہوتے ہیں' جو بہت بڑی محرومی ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبرستان نماز اور تلاوت کی جگہ نہیں ہے۔

[١١٣٠] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ فِي مَسْجِدِهِ، فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيبًا مِّنْ صَلَاتِهِ؛ فَإِنَّ اللهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1130] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز مسجد میں ادا کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنی نماز میں سے کچھ حصہ اپنے گھر کے لیے بھی رکھے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں اس کی نماز کی ادائیگی سے خیر وبرکت عطا فرمائے گا۔'' (مسلم)

فائدہ: اس کا وہی مفہوم ہے جو اس سے پہلی حدیث کا ہے' یعنی فرض نماز مسجد میں اور نفل نماز گھر میں ادا کرے۔

[١١٣١] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: نَعَمْ، صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ، قُمْتُ فِي مَقَامِي، فَصَلَّيْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ. إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ، فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ؛ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ، أَنْ لَّا نُوصِلَ صَلَاةً بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1131] حضرت عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیر نے انھیں سائب بن اخت نمر کی طرف وہ چیز دریافت کرنے کے لیے بھیجا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کی نماز میں دیکھی تھی۔ انھوں نے فرمایا: ہاں میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنی (فرض والی) جگہ پر کھڑا ہوگیا اور (سنتیں) پڑھیں۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے تو میری طرف پیغام بھیج کر بلوایا اور فرمایا: تم نے جو کیا ہے' آئندہ نہ کرنا۔ جب تم جمعے کی نماز پڑھ لو تو اس کے ساتھ کوئی اور نماز مت ملاؤ' یہاں تک کہ گفتگو کرلو یا وہاں سے نکل جاؤ (جگہ بدل لو۔) اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم ایک نماز کو کسی دوسری نماز کے ساتھ

[1130] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته......، حديث: 778.

[1131] صحيح مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، حديث: 883.

نہ ملائیں‘ یہاں تک کہ کسی سے بات کر لیں یا وہاں سے نکل جائیں۔(مسلم)

فوائد و مسائل: ① مقصورہ سے مراد مسجد کے کسی گوشے میں بنایا ہوا وہ مخصوص حجرہ یا جگہ ہے جو حکمرانوں کی حفاظت کے لیے بنائی جاتی تھی۔ خلیفۂ وقت اور حکمران اس محفوظ جگہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ ② جمعے کا ذکر صرف واقعے کی نوعیت کی وجہ سے ہے‘ ورنہ یہ حکم ہر نماز کے لیے ہے‘ صرف جمعے کے لیے نہیں ہے۔ ہر فرض نماز اور سنتوں کے درمیان بات چیت کے ذریعے سے یا جگہ بدل کر یا مسجد سے نکل کے گھر آ کر‘ فصل کرنے کا حکم ہے‘ جیسا کہ پہلے حدیث بھی گزری ہے۔ اس میں حضرت معاویہ ﷺ نے جو کچھ بیان کیا ہے‘ وہ حدیث کی روشنی ہی میں بیان فرمایا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عمر بن عطاء رحمہ اللہ] عمر بن عطاء بن ابی الخوار۔ نہایت متقی‘ پرہیزگار اور رحم دل انسان تھے۔ تابعی ہیں۔ صدوق ہیں۔ امام مسلم اور ابوداود رحمہما اللہ نے اپنی کتابوں میں ان کی روایات بیان کی ہیں۔

[حضرت نافع بن جبیر رحمہ اللہ] یہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ نہایت شریف انسان تھے۔ اپنے دور میں اپنے علاقے کے مفتی تھے۔ تابعی ہیں۔ امام بخاری و مسلم کے علاوہ اصحاب سنن اربعہ نے بھی ان سے روایات لی ہیں اور اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں۔ 99 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٢٠٥] بَابُ الْحَثِّ عَلٰى صَلَاةِ الْوِتْرِ وَبَيَانِ أَنَّهُ سُنَّةٌ مُّؤَكَّدَةٌ وَبَيَانِ وَقْتِهِ

باب:205- وتر کی ترغیب اور اس بات کا بیان کہ وہ سنت مؤکدہ ہے۔ اور اس کے وقت کا بیان

[١١٣٢] عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُّحِبُّ الْوِتْرَ، فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ!». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1132] حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نماز وتر فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے مقرر فرمایا ہے (یہ سنت ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔ لہٰذا اے اہل قرآن! تم وتر پڑھا کرو۔‘‘ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① وِتر‘ طاق عدد کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ طاق ہے‘ کا مطلب ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے‘ اس کا کوئی ثانی نہیں۔ صَلَاةُ الْوِتْر کو بھی اسی لیے وتر کہا جاتا ہے کہ وہ ایک‘ تین‘ پانچ یا سات وغیرہ طاق عدد

[1132] سنن أبي داود، الوتر، باب استحباب الوتر، حديث: 1416، وجامع الترمذي، الوتر، باب ما جاء أن الوتر ليس بحتم، حديث: 453 واللفظ له.

میں ادا کی جاتی ہے۔اسے دو' چار' چھ' آٹھ وغیرہ جفت اعداد میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ وتر فرض و واجب نہیں ہے سنت مؤکدہ ہے' تاہم اس میں تساہل و تغافل صحیح نہیں کیونکہ سنت رسول کی پیروی ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔صحابہ کو اہل قرآن فرمایا' اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث کو نہ مانتے تھے بلکہ اہل قرآن کا مطلب شریعت اسلامیہ کے پیروکار ہیں اور شریعت قرآن و حدیث دونوں کے مجموعے کا نام ہے نہ کہ حدیث کے بغیر صرف قرآن کا جیسا کہ آج کل قرآن کے ماننے کا دعوے دار ایک گروہ کہتا ہے۔یہ گروہ حدیث کا منکر ہے' اس لیے حقیقت میں وہ قرآن کا بھی منکر ہے' کیونکہ حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھا جا سکتا ہے نہ اس پر عمل ہی کیا جا سکتا ہے۔

[١١٣٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَمِنْ أَوْسَطِهِ، وَمِنْ آخِرِهِ، وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1133] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصے میں نماز وتر پڑھی ہے: رات کی ابتدا میں' اس کے درمیان میں اور اس کے آخر میں۔اور (آخر کو) آپ کی نماز وتر سحر (صبح) تک پہنچ گئی۔(بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں نماز وتر کے وقت کا بیان ہے کہ اس کا اول وقت عشاء کی نماز کے فوراً بعد اور آخری وقت صبح صادق ہے۔گویا عشاء سے لے کر طلوع فجر تک وتر پڑھے جا سکتے ہیں۔

[١١٣٤] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اِجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1134] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ وتر ادا کرنے کے بعد نفل نماز پڑھنی جائز نہیں کیونکہ آپ نے وتر کو سب سے آخری نماز بنانے کا حکم دیا ہے۔لیکن امام نووی اور دیگر بعض علماء نے اس حکم کو وجوب کی بجائے استحباب پر محمول کیا ہے کیونکہ خود نبی ﷺ سے بھی وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنے کا ثبوت صحیح احادیث میں موجود ہے۔اس لیے اس حدیث کے مطابق عمل کرنا بہتر ہے لیکن اگر کوئی وتر کے بعد دو نفل پڑھنا چاہے تو جائز ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھیے' مرعاۃ المفاتیح' شرح مشکاۃ المصابیح، باب الوتر) ② شیخ البانی ؒ نے ابن خزیمہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص وتر کے بعد دو رکعت پڑھ لے تو یہ قیام اللیل کی طرح ہو جاتا ہے۔اس کے بعد لکھا ہے کہ میں وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کے بارے میں مدت تک توقف کا شکار رہا۔لیکن اس روایت سے مطلع ہونے کے بعد میں نے اس پر عمل شروع کر دیا اور میں نے یہ جان لیا کہ: [اِجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا] میں امر تخییر کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں۔(رسالہ قیام رمضان' ص:25 للشیخ

[1133] صحيح البخاري، الوتر، باب ساعات الوتر، حديث:996، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ......، حديث:745.

[1134] صحيح البخاري، الوتر، باب ليجعل آخر صلاته وترا، حديث:998، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل، حديث:(151)-751.

الألباني) ③اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر رات کے آخری حصے میں پڑھنے بہتر ہیں۔ لیکن یہ بھی اس شخص کے لیے ہے جو قیام اللیل (نماز تہجد) کا عادی ہو ورنہ عام لوگوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے ساتھ ہی آخر میں ادا کرلیں۔

[١١٣٥] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

[1135] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''صبح کرنے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی صبح صادق سے پہلے پہلے وتر ادا کر لینے کا حکم ہے۔

[١١٣٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ بِاللَّيْلِ ، وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ ، أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

[1136] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنی رات کی نماز (تہجد) پڑھتے تھے جب کہ وہ (حضرت عائشہ) آپ کے سامنے لیٹی ہوتی تھیں۔ جب آپ کے وتر باقی رہ جاتے تو آپ انھیں بھی جگا دیتے اور وہ وتر پڑھ لیتیں۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ : فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَالَ : «قُومِي فَأَوْتِرِي يَا عَائِشَةُ!» .

اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے: جب آپ کے وتر باقی رہ جاتے تو آپ ﷺ فرماتے: ''عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھ لو۔''

فوائد ومسائل: ① بخاری میں متکلم کے صیغوں کے ساتھ ہے' یعنی میں سامنے لیٹی ہوتی تھی' آپ مجھے جگا دیتے تو میں وتر ادا کرتی۔ ② اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے قبلہ رخ کوئی سویا ہوا ہو تو نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح گھر والوں کو رات کو نفلی نماز وغیرہ کے لیے اٹھانا مستحب ہے۔ نیز رات کو آخری حصے میں اٹھ کر صرف وتر بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

[١١٣٧] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ» . رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

[1137] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''صبح ہونے سے پہلے وتر کے ادا کرنے میں جلدی کرو۔'' (اسے امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام

[1135] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى، والوتر ركعة من آخر الليل، حديث:754.

[1136] صحيح البخاري، الوتر، باب إيقاظ النبي ﷺ أهله بالوتر، حديث:997، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث:744.

[1137] سنن أبي داود، الوتر، باب وقت الوتر، حديث:1436، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في مبادرة الصبح بالوتر، حديث:467 وله طريق آخر عند مسلم في صحيحه، صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل مثنى مثنى......، حديث:750.

ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١١٣٨] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ خَافَ أَنْ لَّا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذٰلِكَ أَفْضَلُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1138] حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری پہر کو نہیں اٹھ سکے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ رات کے اول حصے میں وتر پڑھے۔ اور جس کو رات کے آخر میں اٹھنے کی امید ہو تو وہ رات کے آخر میں وتر پڑھے۔ اس لیے کہ رات کے آخری پہر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ افضل بات ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: جس کو امید ہو' کے معنی ہیں کہ اپنی عادت یا کسی جگانے والے شخص یا آلے (الارم وغیرہ) کی وجہ سے قوی امید' یعنی یقین ہو کہ وہ رات کے آخری پہر میں اٹھ جائے گا' اس کے لیے وتر رات کے آخر میں ادا کرنے بہتر ہیں' بصورت دیگر اول وقت میں۔

[٢٠٦] بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الضُّحٰى وَبَيَانِ أَقَلِّهَا وَأَكْثَرِهَا وَأَوْسَطِهَا، وَالْحَثِّ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا

باب:206- نماز چاشت کی فضیلت کا اور اس کی کم سے کم' زیادہ سے زیادہ اور درمیانی تعداد کا بیان اور اس پر مداومت (ہیشگی) کرنے کی ترغیب

[١١٣٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَرْقُدَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1139] حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے' چاشت کی دو رکعتیں اور سونے سے پہلے وتر ادا کرنے کی وصیت فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

وَالْإِيتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ إِنَّمَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَّا يَثِقُ بِالْاِسْتِيقَاظِ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنْ وَثِقَ، فَآخِرُ اللَّيْلِ أَفْضَلُ.

سونے سے پہلے وتر کی ادائیگی صرف اس شخص کے لیے مستحب ہے جو رات کے آخری حصے میں اٹھنے کے بارے میں اپنے آپ پر اعتماد نہیں کرتا۔ اگر اسے اعتماد ہو تو پھر رات

[1138] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله، حديث: 755.

[1139] صحيح البخاري، التهجد، باب صلاة الضحٰى في الحضر، حديث: 1178، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب صلاة الضُّحٰى......، حديث: 721.

کا آخری حصہ افضل ہے۔

فوائد و مسائل: ① وصیت سے مراد تلقین و تاکید ہے کیونکہ فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام عنداللہ قرب خصوصی کا باعث ہے۔ تین دن سے مراد کوئی سے بھی تین دن ہو سکتے ہیں لیکن أیام بیض (یعنی قمری مہینے کی 13، 14 اور 15 تاریخ) مراد لی جائے تو زیادہ بہتر ہے' کیونکہ ان ایام میں خود رسول اللہ ﷺ بھی روزے رکھتے تھے۔ ② اس سے چاشت کی نماز اور وتر کی اہمیت' نیز نیکی کے کاموں کی تلقین و ترغیب کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

[١١٤٠] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِىءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1140] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر آدمی اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ذمے اس کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے۔ پس ہر ایک بار [سُبْحَانَ اللّٰهِ] کہنا صدقہ ہے' ہر بار [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] کہنا صدقہ ہے۔ ہر مرتبہ [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] کہنا صدقہ ہے' ہر مرتبہ [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ اور ان کے مقابلے میں چاشت کی وہ دو رکعتیں بھی کفایت کر جاتی ہیں جنھیں کوئی آدمی ادا کرتا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① ہر جوڑ پر صدقہ ہے' کا مطلب ہے کہ انسان جب صبح اٹھتا ہے تو ہر جوڑ کی سلامتی پر اللہ کا شکر ادا کرنا اس پر واجب ہوتا ہے' اس لیے انسان کو چاہیے کہ اللہ کی تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کا اہتمام کرے' کیونکہ مذکورہ کلمات تسبیح و تحمید کی ایک ایک مرتبہ ادائیگی ایک ایک صدقہ ہے۔ ② ہر انسان کے جسم میں 360 جوڑ ہوتے ہیں' اتنی تعداد میں ہر انسان کو ضرور تسبیح و تحمید کا اہتمام کرنا چاہیے' علاوہ ازیں کسی کو نیکی کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور انسان اگر چاشت کی دو رکعتیں ادا کر لے تو تمام جوڑوں کی طرف سے صدقہ ہو جاتا ہے۔ ③ اس سے بھی چاشت کی نماز کی اہمیت و فضیلت واضح ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ صرف مال خرچ کرنے ہی کا نام نہیں ہے' بلکہ صدقے کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے اور وہ نیکی کی مذکورہ تمام صورتوں کو حاوی ہے۔

[١١٤١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى أَرْبَعًا، وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1141] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور جو اللہ چاہتا' زیادہ بھی ادا کر لیتے تھے۔ (مسلم)

فائدہ: آپ کا زیادہ معمول چار رکعات کا تھا لیکن کبھی زیادہ بھی پڑھ لیا کرتے تھے' چنانچہ دوسری روایات میں یہ تعداد

[1140] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین...... باب استحباب صلاۃ الضُّحٰی......، حدیث: 720.

[1141] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین......، باب استحباب صلاۃ الضُّحٰی......، حدیث: 719.

8 رکعات تک بیان ہوئی ہے۔ یعنی دو، چار اور آٹھ رکعتیں حسب توفیق و گنجائش پڑھی جاسکتی ہیں۔

[١١٤٢] وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ، صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، وَذٰلِكَ ضُحًى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1142] حضرت اُم ہانی فاختہ بنت ابی طالب ؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں فتح مکہ والے سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئی تو میں نے آپ کو غسل فرماتے ہوئے پایا۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے آٹھ رکعات ادا فرمائیں۔ اور یہ چاشت کا وقت تھا۔ (بخاری و مسلم)

وَهٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ إِحْدٰى رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ.

اور یہ الفاظ مسلم کی روایات میں سے ایک روایت کا اختصار ہیں۔

فائدہ: اس میں آٹھ رکعات کی تعداد کا ذکر ہے اور دوسری روایات میں صراحت ہے کہ یہ آپ نے 2، 2 رکعت کر کے ادا فرمائیں۔ چاشت کا وقت کون سا ہے؟ اور چاشت اور اشراق کی نماز ایک ہی ہے یا یہ الگ الگ ہیں؟ ان دونوں باتوں میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک چاشت (ضحٰی) اور اشراق ایک ہی نماز کا نام ہے جو سورج نکلنے کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں: صلاۃ الضحٰی کا اول وقت، طلوع شمس کے فوراً بعد ہے اور اس کا آخری وقت زوال سے کچھ پہلے تک ہے۔ اول وقت پڑھی گئی نماز کو اشراق کی اور آخری وقت میں پڑھی گئی کو چاشت کی نماز کہا جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک نیزے کے برابر سورج بلند ہونے پر دو رکعت نماز، اشراق کی نماز ہے اور جب سورج پھیل جائے اور آسمان کے چوتھائی حصے تک ہو جائے تو اس وقت چار رکعت چاشت کی نماز ہے۔ بعض کہتے ہیں: اشراق کی نماز چھوٹے چاشت میں اور صلاۃ الضحٰی بڑے چاشت میں پڑھی جائے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (مرعاۃ المفاتیح، شرح مشکاۃ المصابیح، باب صلاۃ الضحٰی) جمہور کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے۔

[٢٠٧] بَابٌ تَجُوزُ صَلَاةُ الضُّحٰى مِنِ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ إِلٰى زَوَالِهَا وَالْأَفْضَلُ أَنْ تُصَلّٰى عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَارْتِفَاعِ الضُّحٰى

باب:207- سورج کے بلند ہونے سے زوال تک چاشت کی نماز جائز ہے، تاہم سورج کے خوب چڑھ جانے اور گرمی کی شدت کے وقت پڑھنا افضل ہے

[١١٤٣] عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ رَأٰى قَوْمًا يُصَلُّونَ مِنَ الضُّحٰى، فَقَالَ: أَمَا لَقَدْ

[1143] حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو

[1142] صحيح البخاري، التهجد، باب صلاة الضُّحٰى في السفر، حديث: 1176، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب صلاة الضُّحٰى......، حديث: 336 بعد حديث: 719.

[1143] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة الأوّابين حين ترمض الفصال، حديث: 748.

عَلِمُوا أَنَّ الصَّلَاةَ فِي غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ أَفْضَلُ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ حِينَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرمایا: خبردار! یقیناً یہ لوگ جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ دوسرے وقت میں اس نماز کا پڑھنا افضل ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اوابین (رجوع کرنے والوں) کی نماز اس وقت ہے جب گرمی کی شدت سے اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلیں۔''

[تَرْمَضُ]: بِفَتْحِ التَّاءِ وَالْمِيمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، يَعْنِي: شِدَّةَ الْحَرِّ. وَ[الْفِصَالُ]: جَمْعُ فَصِيلٍ وَهُوَ: الصَّغِيرُ مِنَ الْإِبِلِ.

تَرْمَضُ: ''تا'' اور ''میم'' پر زبر اور آخر میں ''ضاد''۔ گرمی کی شدت۔ فِصَالٌ، فَصِيلٌ کی جمع ہے۔ اونٹ کا بچہ۔

فائدہ: اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ چاشت کی نماز' اشراق کی نماز سے مختلف ہے۔ اشراق کی نماز سورج کے ایک نیزے کے برابر بلند ہونے پر پڑھ لینی چاہیے جب کہ چاشت کی نماز اس وقت ہے جب سورج کی حرارت سے جانوروں کے پیروں کو تکلیف اور جلن ہو۔ عام طور پر مغرب کے بعد چھ رکعات نفل نماز کو صلاۃ الاوابین کہا جاتا ہے جس کی بنیاد ایک ضَعِيفُ السَّنَد روایت ہے جبکہ اس صحیح حدیث میں چاشت کی نماز کو صلاۃ الاوابین سے تعبیر کیا گیا ہے' اس لیے صلاۃ الاوابین اصل میں یہی چاشت کی نماز ہے۔

[٢٠٨] بَابُ الْحَثِّ عَلٰى صَلَاةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوسِ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي أَيِّ وَقْتٍ دَخَلَ وَسَوَاءٌ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ أَوْ صَلَاةِ فَرِيضَةٍ أَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ أَوْ غَيْرِهَا

باب:208-تحیۃ المسجد کی ترغیب اور دو نفل پڑھنے سے پہلے مسجد میں بیٹھنے کی کراہت' چاہے کسی وقت بھی داخل ہو' نیز یہ دو رکعت' تحیۃ المسجد یا فرض نماز یا سنت راتبہ یا غیر راتبہ کی نیت سے پڑھے' سب صورتوں میں کراہت سے بچ جائے گا

[١١٤٤] عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1144] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعت پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔'' (بخاری و مسلم)

[١١٤٥] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

[1145] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبیؐ

[1144] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا دخل المسجد فليركع ركعتين، حديث: 444، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب تحية المسجد بركعتين......، حديث: 714.

[1145] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا دخل المسجد فليركع ركعتين، حديث: 443، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب تحية المسجد بركعتين......، حديث: 715.

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: «صَلِّ رَكْعَتَيْنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو رکعتیں پڑھو۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① دونوں حدیثوں میں دو رکعت پڑھنے کی تاکید ہے (یہ کم از کم تعداد ہے ورنہ دو دو کر کے جتنے نوافل انسان پڑھنا چاہے، پڑھ سکتا ہے۔) علاوہ ازیں امام نووی رحمہ اللہ کی تبویب کی رو سے آنے والا اگر (فوت شدہ) فرض نماز یا سنت راتبہ پڑھے گا، تب بھی وہ کراہت کے حکم سے بچ جائے گا۔ ② بعض علماء کے نزدیک مذکورہ احادیث میں امر وجوب کے لیے ہے، اس لیے ان کے نزدیک تحیۃ المسجد واجب ہے، جب کہ دوسرے علماء نے اس امر کو استحباب کے لیے قرار دیا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اہتمام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ترک نہیں کرنا چاہیے لیکن افسوس کہ آج ان دو رکعتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی جو سراسر غفلت اور سنت نبوی کو درخور اعتنا نہ لانے کے مترادف ہے۔

[٢٠٩] بَابُ اسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوءِ

باب:209-وضو کے بعد دو رکعت پڑھنے کے مستحب ہونے کا بیان

[١١٤٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِبِلَالٍ: «يَا بِلَالُ! حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ». قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي مِنْ أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُورًا فِي سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[1146] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے بلال! مجھے تم اپنا وہ عمل بتلاؤ جو تم نے اسلام میں سب سے زیادہ امید والا کیا ہے۔ اس لیے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمھارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔'' انھوں نے جواب دیا: میں نے کوئی عمل اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید والا نہیں کیا کہ میں نے رات یا دن کی جس گھڑی میں بھی وضو (یا غسل) کیا تو اس کے ساتھ، جتنی نماز میرے مقدر میں تھی، میں نے ضرور پڑھی۔ (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

[اَلدَّفُّ]: بِالْفَاءِ، صَوْتُ النَّعْلِ وَحَرَكَتُهُ عَلَى الْأَرْضِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

اَلدَّفُّ: ''فا'' کے ساتھ۔ زمین پر جوتے کی حرکت اور اس کی آواز۔ واللہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① طُهُورٌ کا لفظ وضو، غسل اور تیمّم تینوں کے لیے استعمال ہوتا ہے کیونکہ تینوں طریقوں سے شرعی

[1146] صحيح البخاري، التهجد، باب فضل الطهور بالليل والنهار ......، حديث:1149، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل بلال رضي الله عنه، حديث: 2458.

طہارت حاصل ہو جاتی ہے جس کے بعد نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس لیے مطلب یہ ہوگا کہ دن رات کی جس گھڑی میں بھی حضرت بلال وضو یا غسل کرتے تو کچھ نفل نماز ضرور پڑھتے۔ اور بعض دوسری روایات میں صراحت ہے کہ دو رکعت پڑھتے اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل بہت پسند آیا اور ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی جس کا مشاہدہ خود نبی ﷺ نے فرمایا۔ ② جنت کا یہ مشاہدہ آپ کو معراج کے موقع پر حاصل ہوا' یا خواب میں کشف کے طور پر آپ کو کرایا گیا' بہر حال اس سے تحیۃ الوضو کی فضیلت واضح ہے۔ ③ بعض علماء کے نزدیک اوقاتِ مکروہہ میں بھی تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کے نفل پڑھنے جائز ہیں' کیونکہ آپ کا حکم عام ہے' جب کہ دوسرے علماء اس عموم میں ان احادیث سے تخصیص کے قائل ہیں جن میں نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد نفلی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص اوقاتِ مکروہہ میں مسجد میں آ کر تحیۃ المسجد کے دو نفل پڑھتا ہے تو دوسرے فریق کو اس میں تشدد نہیں کرنا چاہیے۔

[٢١٠] بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَوُجُوبِهَا وَالْاغْتِسَالِ لَهَا وَالتَّطَيُّبِ وَالتَّبْكِيرِ إِلَيْهَا وَالدُّعَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهِ وَبَيَانِ سَاعَةِ الْإِجَابَةِ وَاسْتِحْبَابِ إِكْثَارِ ذِكْرِ اللهِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

باب: 210- جمعے کے دن کی فضیلت' نماز جمعہ کے وجوب' اس کے لیے غسل کرنے' خوشبو لگانے' جلدی جانے' جمعے کے دن دعا کرنے' اس میں نبی ﷺ پر درود پڑھنے' اس میں قبولیت دعا کی گھڑی اور جمعے کے بعد کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الجُمُعَة: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر جب (جمعے کی) نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

فائدۂ آیت: آیت میں نماز جمعہ سے فراغت کے بعد اپنی حاجات کے لیے اور تجارت و کاروبار کے ذریعے سے اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے زمین میں پھیل جانے کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں یہ حکم نہیں ہے کہ جمعے کے دن تم اپنے کاروبار یکسر بند رکھو بلکہ نماز جمعہ سے قبل اور اس کے بعد دنیوی معاملات اور کاروبار میں حصہ لینے کی اجازت وصراحت فرما کر واضح کر دیا کہ صرف نماز اور خطبے کے وقت کاروبار بند رکھو' سارا دن چھٹی کرنا ضروری نہیں ہے۔ اب احادیث ملاحظہ ہوں:

[١١٤٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ: فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ

[1147] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے' جمعے کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا' اسی

[1147] صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، حديث: 854.

الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی میں ان کو اس (جنت) سے نکالا گیا۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں جمعے کے دن کی فضیلت کا بیان ہے' علاوہ ازیں اس میں بڑے بڑے امور سرانجام پائے' اس سے بھی اس کی فضیلت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

[١١٤٨] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ، وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى، فَقَدْ لَغَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1148] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے وضو کیا اور اچھے طریقے سے وضو کیا' پھر جمعہ پڑھنے کے لیے آیا اور کان لگا کر (خطبہ) سنا اور خاموش رہا' تو اس کے اس جمعے سے دوسرے جمعے تک کی درمیانی مدت اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اچھے طریقے سے وضو کرنے کا مطلب' سنت کے مطابق وضو کرنا ہے' یعنی اس میں اسراف اور حد سے تجاوز نہ ہو۔ ہر عضو کو زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ دھوئے' پانی ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کرے اور کوئی جگہ خشک نہ رہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کر کے مسجد میں آنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ ③ دس دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ ایک نیکی کا اجر کم از کم دس گنا ہے۔ گناہ سے صغیرہ گناہ مراد ہیں' ورنہ کبیرہ گناہ خالص توبہ کے بغیر اور حقوق العباد سے متعلق گناہ ان کی تلافی اور ازالے کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ ④ خطبے کو خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔ تنکوں اور کنکریوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف نہ ہوا جائے' یہ ایک لغو اور بے فائدہ کام ہے بلکہ آدابِ خطبہ کے منافی ہونے کے باعث سراسر گناہ ہے۔

[١١٤٩] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَّا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1149] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں' ایک جمعہ دوسرے جمعے تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک' درمیانی مدت کے گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں جب بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ حدیث میں بیان کردہ اعمال صالحہ گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہیں' لیکن اس وقت جب انسان کبیرہ گناہوں سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معاف ہونے والے گناہ صغیرہ گناہ

[1148] صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل من استمع و أنصت في الخطبة، حديث: 857.

[1149] صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة……، حديث: 233.

ہیں۔ کبیرہ گناہ نماز روزوں سے معاف نہیں ہوں گے' ان کے لیے خالص توبہ کی ضرورت ہے۔

[١١٥٠] وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ: «لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1150] حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے منبر کے تختوں پر یہ فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ جمعے چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا' پھر وہ یقیناً غافل لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (مسلم)

فائدہ: غافل لوگوں میں سے ہو جائیں گے' کا مطلب ہے جو اللہ کے ذکر اور اس کے احکام سے بالکل بے پروا ہوں۔ اور ایسے لوگ کافر اور منافقین ہی ہوتے ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔ گویا مسلسل جمعے کی نمازوں کا ترک ایک ایسا خطرناک فعل ہے کہ اس سے دلوں پر مہر لگ سکتی ہے جس کے بعد انسان کے لیے فلاح اخروی کی امید ختم ہو جاتی ہے۔

[١١٥١] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ، فَلْيَغْتَسِلْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1151] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص جمعے کی نماز کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ (پہلے) غسل کر لے۔'' (بخاری ومسلم)

[١١٥٢] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1152] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعے کا غسل ہر بالغ آدمی پر واجب ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اَلْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ: اَلْبَالِغُ. وَالْمُرَادُ بِالْوُجُوبِ: وُجُوبُ اخْتِيَارٍ، كَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ: حَقُّكَ وَاجِبٌ عَلَيَّ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

مُحْتَلِمٌ سے مراد بالغ ہے۔ اور وَاجِبٌ سے مراد وجوبِ اختیاری (استحباب) ہے۔ جیسے ایک آدمی اپنے ساتھی سے کہے: تیرا حق مجھ پر واجب ہے (مؤکد ہے نہ کہ ایسا واجب جس کے ترک پر سزا اور عقوبت ہو۔) واللہ أعلم.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے جمعے کی نماز کے لیے غسل کو واجب قرار دیا ہے اور جو وجوب کے قائل نہیں ہیں' وہ امام نووی کی طرح واجب کی مذکورہ تاویل کر لیتے ہیں۔ وجوب یا استحباب غسل میں

[1150] صحيح مسلم، الجمعة، باب التغليظ في ترك الجمعة، حديث: 865.

[1151] صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة.....، حديث: 877، و صحيح مسلم، الجمعة، باب: كتاب الجمعة، حديث: 845.

[1152] صحيح البخاري، الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم، حديث: 895، وصحيح مسلم، الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة على كل بالغ من الرجال.....، حديث: 846.

عورتیں بھی شامل ہیں اگر وہ جمعے کے لیے مسجد میں جانا پسند کریں۔ ② راجح یہی ہے کہ بغیر مجبوری کے جمعے کا غسل ترک نہ کیا جائے۔

[١١٥٣] وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1153] حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جمعے کے دن وضو کیا تو اس نے اچھا اور بہتر کیا۔ اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔“ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث عدم وجوب غسل کے قائلین کی دلیل ہے کیونکہ ایک تو اس میں وضو کی رخصت دی گئی جبکہ اسے اچھا قرار دیا گیا ہے اور دوسرے غسل کو افضل بتلایا گیا ہے جس سے ترک غسل کی اجازت نکلتی ہے۔ بہرحال اس کے مستحب اور مسنون ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ غسل کا وقت طلوع فجر سے خطبۂ جمعہ کا وقت ہونے تک ہے۔ ② جو لوگ وجوب غسل کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کی افضلیت اس کے عدم وجوب پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ نماز باجماعت ادا کرنا واجب ہے لیکن یہ کہا گیا ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی نماز اکیلے نماز سے پچیس یا ستائیس درجے افضل ہے۔ اب اس افضل کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ نماز باجماعت ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

[١١٥٤] وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1154] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جمعے کے دن غسل کرے، اپنی طاقت کے مطابق پاکیزگی حاصل کرے، تیل لگائے یا اپنے گھر میں موجود خوشبو استعمال کرے، پھر وہ گھر سے نکلے اور (مسجد میں) دو آدمیوں کے درمیان (گھس کر ان میں) تفریق نہ کرے، پھر اس کے مقدر میں جو نماز ہے وہ پڑھے اور جب امام خطبہ شروع کرے تو خاموش رہے تو اس کے اس جمعے سے دوسرے جمعے تک کی درمیانی مدت میں ہونے والے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① اس میں جمعے والے دن زیادہ سے زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے اور تیل یا خوشبو وغیرہ لگانے کی تاکید ہے تاکہ جسم یا کپڑوں سے دوسروں کو بدبو نہ آئے بلکہ خوشبو آئے۔ ② جلدی جانے کی ترغیب تاکہ اسے

[1153] سنن أبي داود، الطهارة، باب الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة، حديث: 354، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ما جاء في الوضوء يوم الجمعة، حديث: 497.

[1154] صحيح البخاري، الجمعة، باب الدهن للجمعة، حديث: 883.

لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے کی یا دو آدمیوں کے درمیان گھس کر بیٹھنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اور اگر مسجد میں جانے میں دیر ہو جائے تو وہ ان آداب کو ملحوظ رکھے اور جہاں جگہ ملے، بیٹھ جائے۔ ③ مسجد میں جانے کے بعد نوافل کا اہتمام کرے۔ ④ خطبے کے دوران بالکل خاموشی اختیار کیے رکھے اور اسے توجہ سے سنے۔ ⑤ ان مذکورہ آداب کے ساتھ جو جمعہ پڑھے گا، وہ بیان کردہ فضیلت کا مستحق ہوگا۔

[١١٥٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْأُولٰى، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ، حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1155] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے جمعے والے دن غسل جنابت کی مانند (خوب اہتمام سے) غسل کیا، پھر پہلی گھڑی میں (نماز جمعہ کے لیے) گیا، تو گویا اس نے ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا۔ اور جو اس کے بعد والی گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک گائے قربان کی۔ اور جو تیسری گھڑی میں گیا تو اس نے گویا سینگوں والا مینڈھا قربان کیا۔ اور جو چوتھی گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کا صدقہ کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا۔ اور جو پانچویں گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک انڈہ اللہ کی راہ میں صدقہ کیا۔ پھر جب امام (خطبے کے لیے گھر سے) نکل آئے تو فرشتے (مسجد کے اندر) حاضر ہو جاتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں (نام درج کرنے والا رجسٹر بند کر دیتے ہیں)۔'' (بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ: [غُسْلَ الْجَنَابَةِ]، أَيْ: غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ.

غُسْلَ الْجَنَابَةِ کا مطلب ہے: اس طرح غسل کرے جس طرح جنابت کا غسل (خوب اہتمام سے) کیا جاتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں نمازِ جمعہ کے لیے جلد سے جلد جانے کی ترغیب وفضیلت کا بیان ہے۔ جو جتنی جلدی جائے گا، اتنا ہی زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا اور تاخیر میں، تاخیر کے تناسب سے ثواب میں کمی ہوتی جائے گی، حتی کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد پہنچنے والا سرے سے ان فضیلتوں ہی سے محروم رہتا ہے، کیونکہ فضیلتوں والے رجسٹر میں اس کا اندراج ہی نہیں ہوتا۔ ② نمازِ جمعہ میں فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں جس سے جمعے کے خطبے اور نماز کی اہمیت واضح ہے۔ ③ جمعے کا غسل خوب اہتمام سے کرنا چاہیے، جیسے جنابت کے غسل میں کیا جاتا ہے۔

[1155] صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الجمعة، حديث :881، وصحيح مسلم، الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة، حديث :850.

[١١٥٦] وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: «فِيهَا سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ شَيْئًا، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ» وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1156] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعے کے دن کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا: ''اس میں ایک گھڑی ہے، جس مسلمان بندے کو وہ میسر آجائے اور وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اللہ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرما دیتا ہے۔'' اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس گھڑی کے مختصر ہونے کا اشارہ فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں جمعے کے دن کی ایک اور فضیلت کا بیان ہے کہ اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں کی گئی دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے۔ یہ گھڑی مختصر سی ہوتی ہے اور اس کا وقت بھی نہیں بتلایا گیا، اس لیے جمعے والے دن کثرت سے اللہ کا ذکر اور اس سے دعا ومناجات کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ انسان اس ساعتِ سعید کو پا سکے جو قبولیت دعا کی ساعت ہے۔

[١١٥٧] وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَسَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فِي شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَّجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1157] حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد سے جمعہ کی ساعت کے وقت کی بابت رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت ابو بردہ کہتے ہیں: میں نے کہا: ہاں، میں نے اپنے والد سے سنا، وہ فرما رہے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ کے ختم ہونے تک ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس گھڑی کی بابت علماء کے مابین بہت اختلاف ہے کہ یہ کس وقت ہوتی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک راجح قول وہ ہے جو اس حدیث پر مبنی ہے کہ قبولیت دعا کی یہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز کے ختم ہونے تک کے درمیانی وقفے میں ہوتی ہے۔ لیکن شیخ البانی وغیرہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو موقوف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (ریاض الصالحین، بہ تحقیق شیخ البانی رحمہ اللہ) اس لیے دوسرے علماء نے ابوداود اور نسائی کی ایک مرفوع روایت کی بنا پر، جس میں اس گھڑی کو عصر کے بعد آخری ساعت میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے، عصر کے بعد مغرب سے پہلے اس کا وقت قرار دیا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ] ابو بردہ عامر بن ابوموسیٰ اشعری۔ ان کا شمار معروف تابعین

[1156] صحيح البخاري، الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 935، و صحيح مسلم، الجمعة، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 852.

[1157] صحيح مسلم، الجمعة، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 853.

میں ہوتا ہے۔انھوں نے اپنے والد، حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں۔فقیہ اور کوفہ کے قاضی تھے۔ 80 سال کی عمر پا کر 103 یا 104 ہجری میں فوت ہوئے۔

[١١٥٨] وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1158] حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا دن جمعے کا دن ہے' پس تم اس دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو' اس لیے کہ تمھارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ زمان ومکان کے شرف سے عمل صالح میں بھی مزید فضیلت کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے، جیسے اس حدیث میں جمعے کے دن زیادہ درود پڑھنے کا حکم ہے۔ ② اس دن درود نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ براہ راست آپ کسی کا درود نہیں سنتے' قریب سے نہ بعید سے۔قریب سے سننے کی ایک روایت مشہور ہے لیکن وہ صحیح نہیں۔اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ آپ خود کسی کا درود نہیں سنتے' فرشتے ہی آپ تک درود پہنچاتے ہیں۔ ③ درود کے بہترین الفاظ وہی ہیں جو درود ابراہیمی میں ہیں کیونکہ یہ نبی ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتلایا ہوا درود ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ] اوس بن اوس اور بقول بعض ان کا نام اوس بن ابی اوس ہے۔ان کا شمار شامی صحابہ میں ہوتا ہے۔دمشق میں رہے۔ان کا گھر اور ان کی مسجد بھی دمشق میں تھی۔امام ترمذی اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے ان کی روایات ذکر کی ہیں۔نبی اکرم ﷺ کے دو فرامین کے راوی ہیں۔

[٢١١] بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُودِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُولِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ أَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

باب:211- کسی ظاہری نعمت کے حاصل ہونے یا کسی ظاہری مصیبت کے ٹلنے کے وقت سجدۂ شکر کے مستحب ہونے کا بیان

[١١٥٩] عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ مَكَّةَ نُرِيدُ الْمَدِينَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا مِّنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ

[1159] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے سے مدینہ جانے کی نیت سے نکلے۔پس جب ہم عَزْوَرَاء جگہ کے قریب پہنچے تو

[1158] سنن أبي داود، الصلاة، باب فضل يوم الجمعة......حديث: 1047.

[1159] ضعيف- سنن أبي داود، الجهاد، باب في سجود الشكر،حديث: 2775- اس کی سند یحییٰ اور اشعث کے جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔

رَفَعَ يَدَيْهِ، فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا - فَعَلَهُ ثَلَاثًا - وَقَالَ: إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي، وَشَفَعْتُ لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي الثُّلُثَ الْآخِرَ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّي». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

آپ اپنی سواری سے نیچے اترے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر اللہ سے دعا فرمائی۔ پھر آپ سجدے میں گر گئے اور کافی دیر تک سجدے میں رہے' پھر کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر دعا فرمائی اور پھر سجدے میں گر گئے' اس طرح آپ نے تین مرتبہ کیا اور فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو اللہ نے مجھے میری امت کا تہائی حصہ عطا فرمایا۔ چنانچہ میں شکر کے طور پر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا تو میرے رب نے مجھے میری امت کا ایک تہائی عطا کیا۔ میں پھر شکر کے طور پر اپنے رب کے لیے سجدے میں گر پڑا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا تو اللہ نے مجھے آخری تہائی بھی عطا کر دیا۔ پس میں اپنے رب کے لیے سجدہ ریز ہو گیا۔'' (ابوداود)

فوائد و مسائل: ① اپنی امت کے لیے سوال اور اس کے لیے شفاعت کرنے کا مطلب اس کے لیے مغفرت اور اسے جنت میں داخل کرنے کی دعا ہے۔ ② اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ امت محمدیہ کے تمام افراد، جنھوں نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا ہوگا، بالآخر جنت میں چلے جائیں گے' جہنم میں ہمیشہ کے لیے کوئی نہیں رہے گا۔ کوئی اپنے کبیرہ گناہوں کی سزا بھگت کر' کوئی شفاعت کے ذریعے سے اور کوئی اللہ کے فضل خاص سے۔ یہ مفہوم بلاشبہ اپنی جگہ صحیح ہے جو دوسری احادیث سے ثابت ہے اور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ لیکن زیر بحث حدیث سنداً صحیح نہیں ہے۔ دیکھیے: (ضعيف سنن أبي داود، رقم: 590، والإرواء رقم: 474، وضعيف الجامع الصغير، رقم: 2089) تاہم سجدۂ شکر' جس کے اثبات کے لیے امام نووی رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں نقل کی ہے' دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ اس لیے خوشی کے موقع پر یا کسی مصیبت کے ٹلنے پر بطور شکر الٰہی سجدہ ریز ہونا جائز اور صحیح ہے۔ دیکھیے: (إرواء الغليل: 226/2) ③ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو اسے سن کر وہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

[٢١٢] بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

باب: 212- رات کے قیام کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِۦ نَافِلَةً

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور رات کے کچھ حصے میں نماز تہجد

لَكَ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ [الإسراء: ٧٩].

ادا کر۔ یہ تیرے لیے ایک زائد عمل ہے۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو (قیامت کے دن) مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ ٱلْمَضَاجِعِ﴾ [السجدة: ١٦].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان (اہل ایمان) کے پہلو ان کے بستروں سے دور رہتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿كَانُوا۟ قَلِيلًا مِّنَ ٱلَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ﴾ [الذاريات: ١٧].

اور فرمایا: ''وہ (اہل ایمان وتقویٰ دنیا میں) رات کو کم ہی سویا کرتے تھے۔''

فائدۂ آیات: نَافِلَةً لَّكَ کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اے پیغمبر! یہ تہجد کی نماز تجھ پر ایک زائد فرض ہے، جب کہ دیگر افراد امت پر یہ فرض نہیں۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ تیرے ثواب اور رفع درجات میں زیادتی کا باعث ہے۔ دوسری آیات میں شب بیداری (قیام اللیل) کو اہل ایمان وتقویٰ کی خاص صفت اور ان کا معمول بتلایا گیا ہے جس سے نماز تہجد، یعنی قیام اللیل کی اہمیت وفضیلت بھی ثابت ہوتی ہے اور اس کی ترغیب وتاکید بھی۔ اب احادیث ملاحظہ ہوں:

[١١٦٠] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَارَسُولَ اللهِ! وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: «أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟!». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ نَحْوُهُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1160] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو اتنا قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پیر مبارک پھٹ جاتے۔ میں نے (ایک دن) آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں اتنی مشقت برداشت فرماتے ہیں جب کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بھی بخش دیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں (اللہ کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (بخاری ومسلم)

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی بخاری ومسلم میں اسی طرح روایت ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت باب المجاهدة، رقم: 98 میں گزر چکی ہے، یہاں قیام اللیل کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو بیان کرنے کے لیے دوبارہ لائے ہیں۔ ② رات کی نفل نماز پورے اطمینان، سکون اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی جائے۔ ③ جس شخص پر اللہ کے جتنے انعامات زیادہ ہوں، اسے اسی حساب سے زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت بھی کرنی چاہیے۔ ④ بارگاہ الٰہی میں عجز ونیاز کے اظہار کا بہترین وقت آخر شب ہے۔

[١١٦١] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ

[1161] حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم

[1160] صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي ﷺ الليل، حديث: 1130، وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب إكثار الأعمال والاجتهاد في العبادة، حديث: 2820.

[1161] صحيح البخاري، التهجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل والنوافل من غير إيجاب، حديث: 1127، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب الحث على صلاة الليل وإن قلت، حديث: 775.

ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلًا، فَقَالَ: «أَلَا تُصَلِّيَانِ؟». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ ان کے اور حضرت فاطمہ ؓ کے پاس رات کو تشریف لائے تو فرمایا: ''کیا تم (تہجد کی) نماز نہیں پڑھتے؟'' (بخاری ومسلم)

[طَرَقَهُ]: أَتَاهُ لَيْلًا.

طَرَقَهُ: وہ اس کے پاس رات کو آیا۔

فائدہ: اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی شب بیداری اور سحر خیزی کی تاکید کی جائے تا کہ وہ بھی مزید فضیلت حاصل کرسکیں۔

[١١٦٢] وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ!» قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1162] حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب ؓ اپنے باپ (عبداللہ بن عمر ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر یہ رات کو نماز پڑھتا۔'' حضرت سالم کہتے ہیں کہ اس کے بعد (میرے والد) عبداللہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی فضیلت ومنقبت کے علاوہ قیام اللیل کی بھی فضیلت کا بیان ہے۔ ② ایسے شخص کی مدح وتعریف اس کے روبرو کرنی جائز ہے جس کی بابت یہ اندازہ ہو کہ وہ اس سے غرور اور اعجاب نفس میں مبتلا نہیں ہوگا۔ ③ اپنے اور دوسرے کے لیے خیر کی تمنا اور آرزو کرنے کی ترغیب ہے۔

[١١٦٣] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللهِ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ: كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1163] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! تو فلاں شخص کی طرح نہ ہونا' وہ رات کو قیام کرتا تھا' پھر اس نے رات کو (عبادت کے لیے) اٹھنا چھوڑ دیا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں بھی قیام اللیل کی فضیلت وترغیب ہے۔ علاوہ ازیں اعمال صالحہ پر مداومت کرنے اور نیکی کرنے والوں کی اقتدا کرنے اور اس میں کوتاہی کرنے والوں کا سا رویہ اختیار نہ کرنے کی تلقین وتاکید ہے۔

[١١٦٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى

[1164] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ

[1162] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، مناقب عبدالله بن عمر ......، حديث: 3739، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن عمر ؓ، حديث: 2479.

[1163] صحيح البخاري، التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه، حديث: 1152، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر ......، حديث: (185)-1559.

[1164] صحيح البخاري، التهجد، باب إذا نام ولم يصل بال الشيطان في أذنه، حديث: 1144، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين ......، باب الحث على صلاة الليل و إن قلت، حديث: 774.

أَصْبَحَ! قَالَ: «ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ - أَوْ قَالَ: فِي أُذُنِهِ -» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رات کو صبح ہونے تک سویا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ آدمی ہے جس کے کانوں میں' یا فرمایا: کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① پیشاب کرنا حقیقتاً بھی ہوسکتا ہے (گو ہمیں اس کا ادراک نہ ہو) کیونکہ عدم استعاذہ کی صورت میں شیطان انسان کے کھانے پینے اور دیگر اعمال میں شریک ہو جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے' اس لیے اس کا پیشاب کرنا بھی ممکن ہے۔ ② بعض کے نزدیک یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ جو شخص سویا رہتا ہے' رات کو اٹھ کر نماز نہیں پڑھتا' شیطان اس کے لیے اللہ کی یاد میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس کی تحقیر واہانت کرتا ہے۔ ③ بہر حال اس سے یہ معلوم ہوا کہ قیام اللیل کا ترک ناپسندیدہ ہے' اس سے شیطان کو اپنی کارستانی کا موقع ملتا ہے اور وہ انسان کو اللہ کی یاد سے اور اس کی طاعت وعبادت سے روکنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

[١١٦٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ، إِذَا هُوَ نَامَ، ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ، فَذَكَرَ اللهَ تَعَالٰى، اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ، اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلّٰى، اِنْحَلَّتْ عُقَدُهُ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1165] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر' جب وہ سوتا ہے' تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ پر وہ منتر پڑھتا (افسوں پھونکتا) ہے: تیرے لیے رات بہت لمبی ہے' پس خوب سو۔ اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر وہ وضو بھی کر لے تو ایک گرہ اور کھل جاتی ہے۔ پھر اگر اس نے نماز بھی پڑھی تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور پاکیزہ نفس ہوتا ہے' ورنہ اس کی صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ وہ خبیث النفس اور سست ہوتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[قَافِيَةُ الرَّأْسِ]: آخِرُهُ.

قَافِيَةُ الرَّأْسِ سے مراد سر کا پچھلا حصہ (گدی) ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ گرہ لگانا بھی حقیقتاً ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے جادوگر اپنا عمل سحر کرتا ہے۔ شیطان اپنے اس عمل سے رات کو اللہ کی عبادت کے لیے اٹھنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ② بہر حال شیطان انسان کو اللہ کی عبادت سے روکنے کے لیے اپنا جتن کرتا ہے' جو شخص رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ شیطان کی چال کو ناکام بنا دیتا ہے' بصورت دیگر شیطان انسان کو اپنے دام میں پھنسا لیتا ہے۔

[١١٦٦] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ

[1166] حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

[1165] صحيح البخاري، التهجد، باب عقد الشيطان على قافية الرأس إذا لم يصل بالليل، حديث: 1142 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين...... باب الحث على صلاة الليل و إن قلت، حديث: 776.

[1166] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق والورع...... باب حديث: أفشوا السلام ......، حديث: 2485.

عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں' (اس طرح) تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں ان لوگوں کے لیے بشارت ہے جو ذوق شوق سے مذکورہ کام کرتے ہیں۔ ② جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہونے کا مطلب ہے کہ جہنم کی سزا بھگتے بغیر ہی ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرما دے گا۔ واللہ أعلم.

[١١٦٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

[1167] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے' اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔ اور فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز' رات کی نماز ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① محرم کے مہینے کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے جس سے اس ماہ محرم کا شرف و امتیاز واضح ہے۔ ② اس میں نفلی روزوں میں سب سے افضل روزوں اور نفلی نمازوں میں سب سے افضل نماز کا بیان ہے۔

[١١٦٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1168] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے' چنانچہ جب تجھے صبح صادق کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت کے ساتھ وتر (طاق) بنا لے (ایک رکعت وتر پڑھ لے۔'') (بخاری و مسلم)

[١١٦٩] وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى ، وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1169] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو دو دو رکعت ادا فرماتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ رات کو نفلی نماز دو دو رکعت کر کے ادا کی جائے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیا جائے۔ ② اس سے ایک رکعت وتر کا جواز ہی نہیں' اس کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ تین وتر بھی

[1167] صحيح مسلم، الصيام، باب فضل صوم المحرم، حديث: 1163.

[1168] صحيح البخاري، التهجد، باب كيف صلاة النبي ﷺ......، حديث: 1137، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة الليل مثنٰى مثنٰى' والوتر ركعة من آخر الليل، حديث: 749.

[1169] صحيح البخاري، الوتر، باب ساعات الوتر، حديث: 995، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة الليل مثنٰى مثنٰى' والوتر ركعة من آخر الليل، حديث: 749.

اگر پڑھنے ہوں تو افضل طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر دیا جائے اور پھر ایک رکعت بطور وتر پڑھی جائے کیونکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

[١١٧٠] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَّا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا؛ وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1170] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینے میں تو اس طرح روزہ رکھنا چھوڑ دیتے کہ ہم گمان کرتے کہ اس مہینے میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں، اور کبھی ایسے روزہ رکھتے کہ ہم گمان کرتے کہ آپ ﷺ اس مہینے میں کوئی روزہ چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور (اسی طرح آپ کا حال یہ تھا کہ) اگر تم چاہتے کہ آپ ﷺ کو رات کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں تو تم (پڑھتے ہوئے) دیکھ لیتے۔ اور اگر تم چاہتے کہ آپ ﷺ کو سویا ہوا دیکھیں تو (سویا ہوا) دیکھ لیتے۔'' (بخاری)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نفلی روزے ہوں یا رات کی نفلی نماز (قیام اللیل) ان میں نبی ﷺ کا کوئی ایک مستقل معمول نہیں تھا، کسی مہینے ایسا ہوتا کہ آپ روزہ نہ رکھتے حتی کہ مہینہ ختم ہونے کے قریب ہو جاتا، تو آخر میں آپ روزے رکھنا شروع کر دیتے۔ اور کبھی مسلسل روزہ رکھتے، حتی کہ گمان ہوتا کہ پورا مہینہ ہی آپ روزے رکھیں گے مگر آپ روزہ ترک فرما دیتے۔ اسی طرح تہجد کی نماز میں آپ کا معمول تھا، کبھی آپ اسے رات کے پہلے حصے میں، کبھی دوسرے حصے میں اور کبھی آخری، تیسرے حصے میں پڑھتے۔ اس طرح آپ کو رات کے ہر حصے میں نماز پڑھتے ہوئے بھی اور سوئے ہوئے بھی پایا گیا۔ (ﷺ)

[١١٧١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً - تَعْنِي فِي اللَّيْلِ - يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1171] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اس سے حضرت عائشہ کی مراد رات کی نماز ہے۔ اپنا سر اٹھانے سے پہلے اتنا (لمبا) سجدہ کرتے کہ جتنی دیر میں تم میں سے ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔ اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے، پھر اپنی دائیں کروٹ لیٹ جاتے، یہاں تک کہ آپ کے پاس نماز کی منادی کرنے والا آتا۔ (بخاری)

[1170] صحيح البخاري، الصوم، باب ما يذكر من صوم النبي ﷺ و إفطاره، حديث: 1972.

[1171] صحيح البخاري، التهجد، باب كيف صلاة النبي ﷺ......، حديث: 1139 مختصراً.

فائدہ: اس میں فجر کی دوسنتیں پڑھنے کے بعد نبی ﷺ کے دائیں کروٹ پر لیٹنے کے علاوہ نماز تہجد میں لمبے سجدے کرنے کا بیان ہے کیونکہ اس حالت میں انسان اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ نیز اس حالت میں غایت خشوع کا بھی اظہار ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ علاوہ ازیں سجدے میں دعا کی قبولیت کا امکان بھی زیادہ ہے۔

[١١٧٢] وَعَنْهَا قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزِيدُ - فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ - عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً: يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ! ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ! ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ! إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1172] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں (تہجد) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (پہلے) چار رکعت پڑھتے، پس نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین اور کتنی لمبی ہوتی تھیں۔ پھر چار رکعت پڑھتے، پس ان کے حسن اور لمبائی کے بارے میں مت پوچھو۔ پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وتر پڑھنے سے پہلے آپ سوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تحقیق میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① دل نہیں سوتا' کا مطلب ہے کہ دل بیدار رہتا تھا' اس لیے آپ کا وضو بھی نہیں ٹوٹتا تھا۔ اور یہ نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ ② اس حدیث میں نماز کو اس کے آداب وشرائط کے مطابق خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید ہے کیونکہ نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ یہی ہے۔ سنت کے مطابق اطمینان وسکون کے ساتھ نماز پڑھنا ہی نماز کا حسن ہے۔ ③ جس شخص کو اپنی بابت آخر شب میں اٹھنے کا یقین ہو تو اسے چاہیے کہ نمازِ وتر عشاء کے ساتھ نہ پڑھے بلکہ تہجد کے آخر میں پڑھے' بصورت دیگر عشاء کی نماز کے ساتھ ہی پڑھ لے۔

[١١٧٣] وَعَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1173] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ رات کے پہلے حصے میں سو جاتے تھے اور رات کے آخری حصے میں اٹھتے اور نماز پڑھتے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے اکثریتی معمول کا بیان ہے اور یہی آخر شب تہجد کا سب سے بہتر وقت ہے۔ تاہم آپ نے رات کے ابتدائی اور درمیانی حصے میں بھی قیام کیا ہے جیسا کہ پہلے روایات گزر چکی ہیں۔

[1172] صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره، حديث: 1147، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث: 738.

[1173] صحيح البخاري، التهجد، باب من نام أول الليل وأحيا آخره، حديث: 1146، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ......، حديث: 739.

[١١٧٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ. قِيلَ: مَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1174] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ برابر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا۔ ان سے پوچھا گیا: آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ کو چھوڑ دوں۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ رات کا قیام خوب لمبا ہو، یعنی قراءت، رکوع، قومہ، سجدہ ہر رکن طویل اور نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ ہو۔ ② نفلی نماز باجماعت جائز ہے۔ ③ زیادہ طوالت کی صورت میں بعض علماء کے نزدیک مقتدی کا امام کی اقتدا سے الگ ہونا جائز ہے۔ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے برے کام سے تعبیر کیا ہے' اس لیے اس کا جواز محل نظر ہے' تاہم احادیث میں ائمۂ حضرات کو مقتدیوں کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے جن سے اس کا جواز نکل سکتا ہے۔ واللّٰہ أعلم.

[١١٧٥] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ. فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ، فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ: «**سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ**» فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: «**سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ**» ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِّمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: «**سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى**» فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِّنْ قِيَامِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1175] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ بقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ میں نے (دل میں) کہا: سو آیتوں پر آپ رکوع فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے خیال کیا کہ آپ یہ سورت پوری رکعت' یعنی نماز کی دو رکعتوں میں ختم فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آپ اس کے ساتھ (سورت ختم کر کے) رکوع کریں گے۔ لیکن آپ نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کر دی اور وہ ساری پڑھ لی۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی تلاوت شروع فرما دی اور وہ بھی ساری پڑھ گئے۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ جب آپ ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ (اللہ کی) تسبیح کرتے۔ اور جب کسی سوال والی آیت

[1174] صحيح البخاري، التهجد، باب طول القيام في صلاة الليل، حديث: 1135، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 773.

[1175] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772.

کے پاس سے گزرتے تو اللہ سے سوال کرتے۔ اور جب کسی پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور پڑھتے رہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ۔ آپ کا رکوع بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ پھر آپ نے (رکوع سے سر اٹھایا اور) فرمایا: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ پھر آپ دیر تک کھڑے رہے' تقریباً اتنا جتنا آپ نے رکوع فرمایا تھا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور (اس میں) فرمایا: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى۔ اور آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل باب المجاهدة، رقم:102 میں گزر چکی ہے۔ ② اس میں [يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ] کا مطلب امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں یہ بیان فرمایا ہے کہ میں نے گمان کیا کہ اس سورت کے ساتھ آپ سلام پھیریں گے اور اسے دو رکعتوں میں ختم فرمائیں گے' یعنی رکعت سے مراد پوری نماز (دو رکعتیں) ہیں۔ یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر اگلے جملے يَرْكَعُ بِهَا کا مفہوم صحیح نہیں رہتا۔ چنانچہ ہم نے اپنے ترجمے میں اس مفہوم کو سامنے رکھا ہے۔ بہر حال اس سے بھی لمبے قیام کا استحباب' نفل نماز میں جماعت کا اور تلاوت میں سورتوں کی تقدیم و تاخیر کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کے بعض لوگ قائل نہیں۔

[١١٧٦] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «**طُولُ الْقُنُوتِ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
اَلْمُرَادُ بِالْقُنُوتِ: اَلْقِيَامُ.

[1176] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لمبے قیام والی نماز۔'' (مسلم)
قُنُوت: سے مراد قیام ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ نماز کے تمام ارکان (رکوع' سجدہ وغیرہ) میں سے قیام کا لمبا کرنا سب سے بہتر ہے کیونکہ قیام جتنا لمبا ہو گا' قرآن اتنا ہی زیادہ پڑھا جائے گا' اور قرآن چونکہ افضل ذکر ہے' اس لیے طولِ قیام بھی افضل ہے۔

[١١٧٧] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى**

[1177] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داود علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور اللہ کو سب سے

[1176] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب أفضل الصلاة طول القنوت، حديث: 756.

[1177] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم داود عليه السلام، حديث: 1979، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به......، حديث: (189)-1159.

اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

زیادہ محبوب روزہ حضرت داود کا روزہ ہے۔ وہ آدھی رات سوتے تھے اس کے تیسرے حصے میں عبادت کے لیے اٹھ جاتے اور اس کے چھٹے حصے میں (پھر) سو جاتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے (روزہ نہ رکھتے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں چونکہ اپنے آپ پر سختی کرنے سے روکا گیا ہے حتی کہ عبادات میں بھی افراط و تعمق سے منع کیا گیا ہے اس لیے ساری ساری رات جاگ کر عبادت کرنا یا ہمیشہ روزہ رکھنا بھی اسلام میں ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔ ② خود نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی اعتدال کا بہترین نمونہ ہے۔ بنابریں اس حدیث میں حضرت داود علیہ السلام کے روزے اور نماز کو عنداللہ سب سے زیادہ محبوب قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں بھی وہ میانہ روی ہے جس کے اپنانے کی اسلام نے تاکید کی ہے۔

[١١٧٨] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ يَّسْأَلُ اللهَ تَعَالٰى خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1178] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''رات میں ایک گھڑی (لمحہ) ہے۔ جس مسلمان آدمی کو وہ میسر آ جائے وہ اس میں دنیا اور آخرت کے معاملے میں کسی بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرما دیتا ہے۔ اور یہ گھڑی ہر رات کو ہوتی ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ گھڑی بھی جمعے کی گھڑی کی طرح اگرچہ غیر متعین ہے تاہم یہ بھی بالعموم رات کی آخری گھڑیوں میں ہوتی ہے کیونکہ عبادت کا افضل وقت وہی ہے۔ اس کے ابہام میں بھی لیلۃ القدر کی طرح حکمت یہی ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت اس کے ذکر اور اس سے دعا و مناجات میں گزارے۔ ② رَجُلٌ مُّسْلِمٌ (مسلمان آدمی) سے مراد مرد اور عورت دونوں ہیں۔

[١١٧٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِّنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلَاةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1179] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص رات کو (عبادت کے لیے) کھڑا ہو تو وہ نماز کا آغاز دو مختصر رکعتوں سے کرے۔'' (مسلم)

[1178] صحیح مسلم، صلاة المسافرين......، باب في الليل ساعة مستجاب فيها الدعاء، حديث: 757.

[1179] صحیح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 768.

[١١٨٠] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1180] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو اپنی نماز (تہجد) کا آغاز دو مختصر رکعتوں سے فرماتے تھے۔ (مسلم)

[١١٨١] وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَّجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1181] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ سے درد یا کسی اور وجہ سے رات کی نماز چھوٹ جاتی تو آپ دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے مراد نفل نماز ہے نہ کہ فرض۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ سنتوں کی قضا درست ہے بشرطیکہ انسان اپنا معمول نہ بنائے۔

[١١٨٢] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1182] حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مقررہ وظیفے یا اسی قسم کی کسی چیز سے سویا رہ جائے' پس وہ اسے فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے تو اس کے لیے لکھا جاتا ہے گویا کہ اس نے وہ رات ہی کو پڑھا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ، رقم:154 میں گزر چکی ہے۔ ② حزبہ کے لغوی معنی ہیں: حصہ اور باری۔ یہاں اس سے وہ وظیفہ مراد ہے جو انسان اپنے طور پر مقرر کر لیتا ہے' مثلاً: میں رات کو تہجد کی آٹھ رکعت پڑھا کروں گا' ہر روز ایک پارہ قرآن مجید کا پڑھوں گا یا اتنی اتنی بار اللہ کا فلاں ذکر کروں گا۔ وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ. پھر وہ اپنے عزم کے مطابق امکانی حد تک عمل کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن اگر کسی وقت اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے اور وہ اپنا وظیفہ پورا نہ کر سکے تو بعد میں وظیفہ پورا کر لے' اللہ کے ہاں اسے اس طرح لکھا جائے گا کہ گویا اس نے اپنے وقت ہی پر اسے پورا کیا۔ ③ اس سے نفلی اعمال خیر کی قضا کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

[١١٨٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رَحِمَ اللهُ رَجُلًا! قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلّٰى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللهُ امْرَأَةً! قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِي

[1183] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کرے اور نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے' اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر

[1180] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 767.

[1181] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، حديث: 746.

[1182] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، حديث: 747.

[1183] سنن أبي داود، التطوع، باب قيام الليل، حديث: 1308.

وَجْهِهِ الْمَاءَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

عبادت کرے اور نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے' اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں نیک میاں بیوی کا کردار بیان کیا گیا ہے' وہ نیکی اور طاعت کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

[١١٨٤] وَعَنْهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَيْقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا - أَوْ صَلَّى - رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا، كُتِبَا فِي الذَّاكِرِينَ وَالذَّاكِرَاتِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1184] حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی رات کو اپنے گھر والوں کو بیدار کرے اور دونوں نماز پڑھیں' یا (راوی کو شک ہے) بیک وقت دو رکعتیں پڑھیں تو ان دونوں کو ذاکرین اور ذاکرات (بہت زیادہ ذکر کرنے والوں) میں لکھ دیا جاتا ہے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① جَمِيعًا سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ دونوں میاں بیوی جماعت سے نفلی نماز پڑھیں۔ لیکن جَمِيعًا کا مطلب یہ نہیں ہے' بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں نے بیک وقت نفلی نمازیں پڑھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جماعت کے ساتھ ہی پڑھیں۔ ② ﴿وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ﴾ (الأحزاب 35:33) سورۂ احزاب کی آیت ہے جس میں نیک مردوں اور نیک عورتوں کی صفات کا اور ان کی فضیلت اور اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

[١١٨٥] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ، لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1185] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں اونگھ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ سو جائے' یہاں تک کہ اس سے اس کی نیند چلی جائے' کیونکہ جب تم میں سے کوئی اونگھتا ہوا نماز پڑھتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ استغفار کرنے کی بجائے وہ اپنے آپ کو گالی دینے لگے۔'' (بخاری و مسلم)

[١١٨٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[1186] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول

[1184] سنن أبي داود، التطوع، باب قيام الليل، حديث: 1309.

[1185] صحيح البخاري، الوضوء...... باب الوضوء من النوم......، حديث: 212، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب أمر من نعس في صلاته......، حديث: 786.

[1186] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب أمر من نعس في صلاته ......، حديث: 787.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلَى لِسَانِهِ، فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُولُ، فَلْيَضْطَجِعْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص رات کو (عبادت کے لیے) کھڑا ہو اور قرآن کا پڑھنا (غلبۂ نیند کی وجہ سے) اس کی زبان پر مشکل ہو رہا ہو اور اس کو کوئی علم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ لیٹ جائے (تھوڑی دیر سو لے)۔'' (مسلم)

فائدہ: نماز کے لیے چونکہ حضور قلب اور خشوع خضوع نہایت ضروری ہے' اس لیے نماز ایسی حالت میں پڑھنی چاہیے جب انسان تازہ دم ہو' اس کے اندر سستی اور تھکاوٹ نہ ہو۔ اسی لیے مذکورہ دونوں حدیثوں میں غلبۂ نیند کے وقت نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے کیونکہ ایسی حالت میں بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کا صحیح اظہار نہیں ہو سکتا جو نماز کی اصل روح ہے۔ بنابریں ایسی حالت میں انسان کو سو کر پہلے اپنی نیند پوری کر لینی چاہیے کیونکہ اس کے بعد ہی اسے قرآن پڑھنے' دعا و مناجات اور توبہ و استغفار کرنے اور نماز پڑھنے میں مزا آئے گا۔

[٢١٣] بَابُ اسْتِحْبَابِ قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيحُ

باب:213- قیام رمضان' یعنی تراویح کے مستحب ہونے کا بیان

[١١٨٧] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1187] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا (رات کو نماز تراویح پڑھی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

[١١٨٨] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ؛ فَيَقُولُ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1188] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے قیام کی رغبت دلاتے تھے' بغیر اس کے کہ آپ اس کے واجب ہونے کا حکم فرماتے۔ آپ ﷺ فرماتے: ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (مسلم)

[1187] صحيح البخاري، الصوم، باب من صام رمضان إيمانًا و احتسابًا و نية، حديث: 1901، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث: 759.

[1188] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث: 759.

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان یقیناً ایک مؤکد اور اجر و ثواب کے لحاظ سے نہایت اہم عبادت ہے' تاہم اس کی حیثیت نفل ہی کی ہے' واجب کی نہیں۔ ② رمضان کا یہ قیام نبی ﷺ کے عمل سے بھی ثابت ہے۔ آپ نے ایک رمضان میں تین راتیں قیام فرمایا' یعنی صحابۂ کرام ؓ کو جماعت کے ساتھ یہ نفل نماز پڑھائی اور اس کے بعد چوتھی رات جب صحابۂ کرام ؓ آپ کی اقتدا میں پڑھنے کے لیے پھر جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے۔'' اس لیے خواہش کے باوجود آپ نے یہ نماز نہیں پڑھائی۔ تین راتوں میں آپ نے کتنی رکعت پڑھائیں؟ وہ صحیح احادیث کی رو سے 8 رکعات اور 3 وتر ہیں۔ اس لیے قیام رمضان کی مسنون تعداد صرف آٹھ رکعات ہیں اور وتر سمیت گیارہ۔ ③ احادیث میں اس نفلی نماز کو قیام رمضان ہی سے تعبیر کیا گیا ہے' بعد میں اس کا نام تراویح قرار پا گیا۔ تَرَاوِیح، تَرْوِیحَةٌ کی جمع ہے' اس میں صحابہ و تابعین چونکہ سنت نبوی کے مطابق لمبا قیام کرتے تھے' اس لیے ہر دو مرتبہ سلام پھیرنے' یعنی چار رکعت کے بعد آرام و راحت کے لیے وقفہ ہوتا تھا' یوں اس کا نام تراویح پڑ گیا۔ کیونکہ چار رکعت کو ترویحہ کہا جاتا تھا۔ ④ تراویح اصل میں تہجد ہی کی نماز ہے' رمضان المبارک میں لوگوں کی آسانی کے لیے' تاکہ ہر شخص اس کی فضیلت حاصل کر سکے' اسے عشاء کی نماز کے بعد متصل ہی پڑھ لیا جاتا ہے جو تہجد کا اول وقت ہے۔ ⑤ اس کا باجماعت پڑھنا تو خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ نے 23 ویں 25 ویں اور 27 ویں شب میں تراویح کی نماز پڑھائی۔ تاہم آپ کے بعد حضرت عمر ؓ نے اپنے دور خلافت میں اسے دوبارہ باجماعت پڑھنے کو رائج کیا اور اس کے لیے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری ؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح (مع الوتر) پڑھایا کریں۔ (الموطأ للإمام مالك، الصلاة في رمضان، حديث: 256) جب سے یہ سلسلہ قائم اور جاری ہے۔ ⑥ بعض لوگ کہتے ہیں کہ باجماعت تراویح ادا کرنا بدعت ہے کیونکہ اس کا رواج حضرت عمر ؓ کے عہد میں شروع ہوا۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ خود نبی ﷺ کا اسے باجماعت پڑھانا ثابت ہے۔ پھر یہ عمل بدعت کیوں کر قرار پا سکتا ہے۔ درمیان میں محض وقفے سے تو یہ عمل بدعت نہیں ہو جائے گا۔ نبی ﷺ نے تو صرف فرضیت کے اندیشے سے اس کو جاری نہیں رکھا' ورنہ آپ کی تو خواہش تھی کہ اسے پڑھا جائے۔ پھر جب فرضیت کا اندیشہ ختم ہو گیا تو حضرت عمر ؓ نے اسے اجتماعیت کا رنگ دے کر یقیناً نبی ﷺ ہی کی خواہش کو پورا کیا ہے اور آپ ہی کے عمل کو آگے بڑھایا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص آخر شب میں انفرادی طور پر اس کے پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن عام لوگوں کے لیے چونکہ ایسا کرنا ممکن نہیں ہے اور وہ شب کے آخر میں اپنے اپنے طور پر اسے ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے' تو ایسے حالات میں حضرت عمر ؓ کا اقدام بالکل صحیح اور جائز ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو چند افراد کے سوا عام مسلمان قیام اللیل کے اجر و ثواب سے محروم رہیں گے جو ایک بہت بڑی محرومی ہے۔ ⑦ 20 رکعات تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور حضرت عمر کی طرف بھی اس کا انتساب کسی مستند متصل روایت سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ ایک منقطع روایت میں ایسا دعویٰ کیا گیا ہے۔ البتہ یہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عمر ؓ کے عہد میں لوگ 36' 20 اور 40 مختلف تعداد میں یہ نماز پڑھا کرتے تھے' جس سے زیادہ سے زیادہ بطور نفل آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنے کا جواز کشید کیا جا سکتا ہے' تاہم مسنون قیام رمضان' یعنی تراویح آٹھ رکعات ہی ہوں گی اور اس سے کم یا زیادہ تعداد غیر مسنون۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب

أنوار مصابیح مولفہ مولانا نذیر احمد رحمانی مرحوم۔ ⑧ تراویح' یعنی قیام رمضان میں لمبا قیام مسنون ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔ بہت سے قاری اتنا تیز قرآن پڑھتے ہیں کہ یَعْلَمُوْنَ، تَعْلَمُوْنَ کے علاوہ کوئی لفظ سمجھ میں نہیں آتا۔اس طرح قرآن پڑھنا ثواب کی بجائے عذاب کا باعث ہے۔اسی طرح اب کچھ عرصے سے ایک اور طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ چند روز میں قرآن مجید ختم کر دیا جاتا ہے اور تراویح میں 8'8 یا 10'10 پارے نہایت تیزی سے پڑھے جاتے ہیں' سننے والے ہزاروں نہیں' لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہیں جو زیادہ تر کاروباری ہوتے ہیں۔ یہ حضرات غالباً اس طرح چند روز میں قرآن سن کر اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہوں گے کہ ہم نے تراویح میں پورا قرآن مجید سن لیا ہے۔اب پورا رمضان یکسوئی سے کاروبار کریں گے اور عید کا سیزن کمائیں گے۔ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ پڑھنے والا قرآن پڑھ رہا ہے یا گرنتھ یا منتر کی کوئی کتاب پڑھ رہا ہے۔ یہ نئی بیماری ابھی کراچی تک ہی محدود ہے۔لیکن مسلمان ملکوں میں بدعات کے لیے موسم بڑا سازگار ہے' ہر جگہ بدعات خوب فروغ پا رہی ہیں' بلکہ سارا دین ہی بدعات پر مبنی رہ گیا ہے اور اصل دین کا کسی کو پتہ ہی نہیں ہے۔ إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ. جب مذہبی رہنماؤں کے ہاں بھی بدعات ہی کی ساری اہمیت ہو تو عوام کو اصل دین سے آگاہی بھی کیوں کر ہو سکتی ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.

[٢١٤] بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ أَرْجٰى لَيَالِيهَا

باب :214- شب قدر کی فضیلت اور اس بات کا بیان کہ ان راتوں میں کون سی رات زیادہ امید والی ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ﴾ [القدر : ١] إِلٰى آخِرِ السُّورَةِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔'' تا آخر سورت۔

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ﴾ اَلْآيَاتِ [الدُّخَان : ٣].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً ہم نے اس قرآن کو بابرکت رات میں اتارا۔''

فائدۂ آیات: شب قدر اور بابرکت رات' دونوں سے ایک ہی رات مراد ہے' یعنی قدر کی رات جو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔اسی شب قدر میں قرآن مجید کے نزول کا آغاز ہوا یا لوح محفوظ سے بیت العزت میں اتار دیا گیا جو پہلے آسمان پر ہے اور پھر وہاں سے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت و مشیت الٰہی نازل ہوتا رہا۔اس نزول قرآن کی وجہ سے اس رات کی فضیلت و عظمت واضح ہے۔اب احادیث ملاحظہ ہوں:

[١١٨٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا

[1189] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی

[1189] صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، حديث:2008، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث:760.

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نیت سے شب قدر میں قیام کیا (اللہ کی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: قیام کا مطلب ہے: اس رات کو اپنی طاقت کے مطابق جاگ کر اللہ کی عبادت کی' نوافل پڑھے' توبہ واستغفار اور دعا ومناجات کی۔ بالخصوص عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کی تو امید ہے کہ اس سے انسان کو اس کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

[١١٩٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا، فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1190] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو خواب میں آخری سات راتوں میں شب قدر دکھلائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں آخری سات راتوں (کے بارے) میں ایک جیسے خواب آئے ہیں۔ چنانچہ جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ آخری سات راتوں میں اسے تلاش کرے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: تَوَاطَأَتْ، وَطَأَ يَطَأُ سے ہے جس کے معنی ہیں: روندنا' یعنی اپنے ساتھی کے پیر کی جگہ پر پیر رکھنا۔ یہاں یہ موافقت کے مفہوم میں ہے' یعنی تمھارے خواب ایک دوسرے کے موافق ہوئے اور ایک جیسے خواب آئے۔ اور وہ اس طرح کہ سب خواب دیکھنے والوں کو شب قدر کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسے انھی آخری 7 راتوں میں تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اس کو مبہم رکھنے میں یہی حکمت ہے کہ لوگ زیادہ راتوں میں قیام کر سکیں۔

[١١٩١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ، وَيَقُولُ: «تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1191] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔'' (بخاری و مسلم)

[١١٩٢] وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ

[1192] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری

[1190] صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب التماس ليلة القدر في السبع الأواخر، حديث:2015، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر ......، حديث:1165.

[1191] صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب تحري ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر، حديث:2018، و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر......، حديث:1169.

[1192] صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب تحري ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر، حديث:2020.

الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ آخری عشرے کی دس راتوں میں سے جو پانچ طاق راتیں ہیں: 21 ویں، 23 ویں، 25 ویں، 27 ویں اور 29 ویں، ان میں سے کوئی ایک طاق رات شب قدر ہوتی ہے۔ ② اسے متعین طور پر اس لیے نہیں بتلایا گیا تاکہ لوگ زیادہ راتوں کو قیام کریں۔ اگر متعین کر دیا جاتا تو لوگ صرف اسی رات کو قیام کرتے۔ ویسے بعض علماء کا خیال یہ رہا ہے کہ یہ متعین طور پر 27 ویں شب ہے' لیکن یہ صحیح نہیں۔ احادیث سے اس کے تعین کی تائید نہیں ہوتی۔

[١١٩٣] وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ، أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1193] حضرت عائشہ ﷞ ہی سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ رات کو بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔ (بخاری و مسلم)

[١١٩٤] وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي رَمَضَانَ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ، وَفِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْهُ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1194] حضرت عائشہ ﷞ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں جتنی محنت اور کوشش کرتے تھے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ اور رمضان کے آخری عشرے میں جتنی جدوجہد کرتے تھے اتنی اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① رمضان میں دیگر مہینوں کے مقابلے میں اور اسی طرح رمضان کے آخری عشرے میں اس کے پہلے بیس دنوں کے مقابلے میں اطاعت و عبادت الٰہی کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ ② آخری عشرے میں راتوں کو زیادہ سے زیادہ بیدار رہ کر عبادت اور دعا و مناجات میں وقت گزارنا چاہیے تاکہ شب قدر کی فضیلت حاصل کی جا سکے۔ ③ اپنے گھر والوں کو بھی جگایا جائے تاکہ وہ بھی اللہ کو راضی کرنے کا سامان کر لیں۔ ④ آخری عشرے میں اعتکاف بھی مسنون عمل ہے۔ ⑤ مِئْزَرٌ کا اصل ترجمہ چادر ہے' یعنی اپنی چادر کس لیتے۔ بعض اس کو کمر سے تعبیر کر لیتے ہیں' اس کا ایک مطلب تو کمر ہمت کس لینا ہے۔ دوسرا مطلب بیویوں کے ساتھ ہم بستری کرنے سے اجتناب کرنا ہے۔

[١١٩٥] وَعَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا؟

[1195] حضرت عائشہ ﷞ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بتلایئے' اگر مجھے علم ہو جائے کہ

[1193] صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب العمل في العشر الأواخر من رمضان، حديث: 2024، و صحيح مسلم، الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر الأواخر من شهر رمضان، حديث: 1174.

[1194] صحيح مسلم، الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر الأواخر من شهر رمضان، حديث: 1175.

[1195] جامع الترمذي، الدعوات،..... باب في فضل سؤال العافية و المعافاة، حديث: 3513.

قَالَ: «قُولِي: اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

کون سی رات قدر کی رات ہے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ دعا پڑھو: اے اللہ! بے شک تو بہت معاف کرنے والا ہے' معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے' پس تو مجھے معاف فرما دے۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: لیلۃ القدر کی کوئی واضح علامت تو احادیث میں بیان نہیں کی گئی ہے' تاہم بعض سلف نے اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں یہ بتلایا ہے کہ اس رات بکثرت فرشتوں کے نزول کی وجہ سے ایک خاص قسم کی طمانینت وسکینت محسوس ہوتی ہے' دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے۔ یہ رات زیادہ ٹھنڈی یا زیادہ گرم نہیں بلکہ معتدل ہوتی ہے' اس کی صبح کو طلوع ہونے والا سورج زیادہ تیز نہیں ہوتا' وغیرہ۔ (صحيح الجامع الصغير، حديث: 5475) والله أعلم. بہرحال اس رات میں اللہ کی صفت غفاری کے حوالے سے اللہ سے معافی کی درخواست کی جائے۔

[٢١٥] بَابُ فَضْلِ السِّوَاكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ

باب:215- مسواک کی فضیلت اور فطری چیزوں کا بیان

[١١٩٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1196] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے اپنی امت یا (فرمایا) لوگوں کے مشقت میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یقیناً انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کو پسند فرماتے تھے' تاہم آپ نے اسے واجب اس لیے نہیں فرمایا کہ اس سے لوگوں کو مشقت ہوگی۔ ② اس سے واضح ہے کہ آپ اپنی امت کے لیے غایت درجے شفیق اور مہربان تھے' نیز یہ کہ مسواک نہایت پسندیدہ امر ہے' اس لیے ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ ہمیشہ مسواک کرنے کو اپنا معمول بنائے اور ہو سکے تو ہر نماز سے پہلے مسواک ضرور کرے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ جس چیز کا حکم دیں اسے بجالانا فرض ہوتا ہے الا یہ کہ کسی دوسری دلیل سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ نے اسے ادا کرنا فرض قرار نہیں دیا۔

[١١٩٧] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ

[1197] حضرت حذیفہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنا منہ مسواک سے خوب

[1196] صحيح البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، حديث: 887، وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 252.
[1197] صحيح البخاري، الوضوء، باب السواك، حديث: 245، وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 255.

بِالسِّوَاكِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صاف کرتے۔ (بخاری ومسلم)

[اَلشَّوْصُ]: اَلدَّلْكُ.

اَلشَّوص کے معنی ہیں: ملنا' صاف کرنا۔

فائدہ: انسان جب سوکر اٹھتا ہے تو اس کے منہ کا ذائقہ بد بو کی وجہ سے بدلا ہوا ہوتا ہے' اس لیے نبی ﷺ رات کو بیدار ہونے کے بعد خوب مسواک فرماتے تھے' ہمیں بھی اس سنت نبوی کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔

[١١٩٨] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ سِوَاكَهُ وَطَهُورَهُ، فَيَبْعَثُهُ اللهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1198] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے آپ کی مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے تھے' رات کو جب اللہ چاہتا آپ ﷺ بیدار ہوتے اور مسواک کرتے' پھر وضو کر کے نماز پڑھتے۔ (مسلم)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے اہتمام مسواک کے علاوہ ازواج مطہرات کے کردار کا بھی بیان ہے کہ وہ کس طرح آپ کے مزاج وطبیعت کے مطابق آپ کی ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔ ؓ

[١١٩٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1199] حضرت انس ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں مسواک کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔'' (بخاری)

[١٢٠٠] وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِىءٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ ﷺ، إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1200] حضرت شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا: جب نبی ﷺ گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا: مسواک فرماتے تھے۔ (مسلم)

راویٔ حدیث: [حضرت شریح بن ہانی ؒ] شریح بن ہانی بن مذحجی - کنیت ابوالمقدام ہے۔ یمنی ہیں۔ کوفہ میں رہائش پذیر رہے۔ حضرت علی ؓ کے بڑے شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت عمر' حضرت بلال اور اپنے والد ہانی ؓ سے روایات لیتے ہیں۔ مقدام' شعبی' حکم بن عتیبہ ؒ اور ان کا بیٹا ان سے روایات بیان کرتے ہیں۔ ابن معین ؒ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ابوحاتم سجستانی ؒ کے بقول یہ 78 ہجری کو شہید ہوئے۔

[١٢٠١] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَطَرَفُ

[1201] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو (دیکھا کہ)

[1198] صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب جامع صلاة الليل......، حديث: 746.

[1199] صحيح البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، حديث: 888.

[1200] صحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 253.

[1201] صحيح البخاري، الوضوء، باب السواك، حديث: 244، وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 254 واللفظ له.

السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

مسواک کا کنارہ آپ کی زبان مبارک پر تھا۔ (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

[١٢٠٢] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ». رَوَاهُ النَّسَائِيُّ، وَابْنُ خُزَيْمَةَ، فِي صَحِيحِهِ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ.

[1202] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔'' (اسے نسائی نے روایت کیا ہے' نیز ابن خزیمہ نے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں اسے صحیح سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔)

فائدہ: مَطْهَرَةٌ طہارت کا سبب اور ذریعہ۔ مِطْهَرَةٌ (میم کے نیچے زیر) کے معنی ہیں: آلۂ تطہیر۔ گویا ایک طرف منہ کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف رضائے رب کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

[١٢٠٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1203] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''فطری چیزیں پانچ ہیں یا (فرمایا:) پانچ چیزیں فطری ہیں: ختنہ کرنا' زیر ناف کے بال صاف کرنا' ناخن تراشنا' بغل کے بال اکھیڑنا اور مونچھیں کٹوانا۔'' (بخاری ومسلم)

[اَلْاِسْتِحْدَادُ]: حَلْقُ الْعَانَةِ، وَهُوَ حَلْقُ الشَّعْرِ الَّذِي حَوْلَ الْفَرْجِ.

اَلْاِسْتِحْدَادُ: زیر ناف کے بال صاف کرنا: یہ ان بالوں کا مونڈنا ہے جو شرم گاہ کے ارد گرد ہوتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① فطرت کے لغوی معنی ہیں: ابتدا' اختراع (گھڑنا) یا ایسی چیز بنانا جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو۔ لیکن یہاں مراد وہ جبلت' یعنی مزاج وطبیعت ہے جس پر انسان کی ولادت ہوئی ہے۔ بعض نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے: ''وہ قدیم طریقہ جسے انبیاء نے پسند فرمایا تھا اور تمام قدیم شریعتیں اس پر متفق رہیں گویا کہ وہ پیدائشی معاملہ ہے۔'' بہر حال مذکورہ پانچوں خصلتوں پر اس طرح عمل کرنا چاہیے جیسے یہ انسان کی فطرت اور خمیر کا حصہ ہیں' علاوہ ازیں طہارت و نظافت کے اعتبار سے ان کی بڑی اہمیت ہے۔ ② بغلوں کے بال اکھیڑنا سنت ہے' اس لیے اسی کی کوشش کرنی چاہیے اور بلوغت کے قریب بچوں کو بھی اس کی تعلیم دینی چاہیے تاکہ وہ شروع سے اس پر عمل پیرا ہوں تو بعد میں بال اکھیڑتے ہوئے انہیں تکلیف محسوس نہ ہو۔ البتہ کوئی دوسرا طریقہ بھی جائز ہے کیونکہ مقصود بغلوں کی صفائی ہے۔ یاد رہے بال اکھیڑنے سے بغلوں سے بدبو بھی نہیں آتی اور کچھ وقت کے بعد بال از خود ختم ہو جاتے ہیں۔

[١٢٠٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ:

[1204] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس چیزیں فطری ہیں: مونچھیں کٹوانا' داڑھی

[1202] سنن النسائي، الطهارة، باب الترغيب في السواك، حديث:5، و صحيح ابن خزيمة، حديث:135.

[1203] صحيح البخاري، اللباس، باب قص الشارب، حديث:5889، وصحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث:257.

[1204] صحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث:261.

قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ»، قَالَ الرَّاوِيُ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ؛ قَالَ وَكِيعٌ - وَهُوَ أَحَدُ رُوَاتِهِ -: إِنْتِقَاصُ الْمَاءِ، يَعْنِي: اَلْاِسْتِنْجَاءَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[اَلْبَرَاجِمُ]: بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْجِيمِ، وَهِيَ: عُقَدُ الْأَصَابِعِ. وَ[إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ]، مَعْنَاهُ: لَا يَقُصُّ مِنْهَا شَيْئًا.

بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا' بغل کے بال اکھیڑنا' زیر ناف بال مونڈنا اور استنجا کرنا۔ راوی حدیث فرماتے ہیں: دسویں چیز میں بھول گیا' شاید وہ کلی کرنا ہو۔ حضرت وکیع فرماتے ہیں' اور یہ بھی اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں' اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ سے مراد استنجا ہے۔ (مسلم)

اَلْبَرَاجِم: ''با'' اور ''جیم'' کے ساتھ۔ یہ انگلیوں کے جوڑ ہیں: إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ کے معنی ہیں: داڑھی میں سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں خصال فطرت دس بیان کیے گئے ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے: اس میں دسویں چیز ختنہ کرنا ہے۔ واللہ أعلم. بہرحال اس سے ان دس چیزوں کی اہمیت اور ان کے التزام کی تاکید واضح ہے۔ ان میں پہلی چیز مونچھیں کٹوانا ہے۔ یہ سنت ہے اور اس سے مراد لبوں کے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑی اور لمبی مونچھیں ناپسندیدہ ہیں۔ ② داڑھی رکھنا جمہور علماء کے نزدیک واجب ہے اور اس کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے جیسے بعض علماء حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے ایک قبضہ (مٹھی) کے برابر مقدار کو ضروری اور اس سے زائد کو کٹوانا جائز سمجھتے ہیں۔ یا ایک ضعیف روایت کی بنیاد پر طول و عرض سے کاٹنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ مسلک صحیح نہیں ہے۔ صحیحین کی روایات میں اس کے لیے حکم دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے پانچ الفاظ استعمال فرمائے ہیں: أَعْفُوا، أَوْفُوا، أَرْخُوا، أَرْجُوا اور وَفِّرُوا۔ ان سب کے معنی ایک ہی ہیں کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس لیے سوائے استثنائی صورتوں کے ہر شخص کے لیے یہی حکم ہے کہ پوری داڑھی رکھے' طول و عرض سے بال کاٹے اور نہ اسے ایک مٹھی کے مطابق کرے۔ ③ مسواک' کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا' غسل اور وضو میں مطلوب ہے۔ استنشاق کا مطلب زور سے ناک کے اندر پانی کھینچنا ہے' جیسے خوشبو سونگھتے ہیں' بجز روزے کی حالت کے۔ وضو میں اِسْتِنْشَاق کی تاکید ہے۔ ④ صفائی کے نقطۂ نظر سے ناخنوں کا تراشنا بھی ضروری ہے' ورنہ ناخنوں کے ذریعے سے میل کچیل اندر جائے گا۔ آج کل مردوں میں بالعموم اور عورتوں میں بالخصوص فیشن کے طور پر وحشی جانوروں اور درندوں کی طرح ناخن بڑھانے کا رواج ہے جو فطرت کے بھی خلاف ہے اور درندگی و بہیمیت کی بھی علامت ہے' نیز غیر مسلموں اور فاسقوں کی نقالی ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. ⑤ انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا بھی صفائی کے لیے ضروری ہے۔ ⑥ بغل اور زیر ناف کے بال صاف کرنا بھی صفائی کا ایک حصہ ہے اور اس میں زیادہ تاخیر ناپسندیدہ ہے۔ ایک حدیث کی رو سے چالیس دن سے زیادہ اس میں تاخیر کرنا سخت مکروہ ہے۔ ⑦ استنجا' طہارت حاصل کرنے کے لیے واجب ہے کیونکہ طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ ڈھیلوں سے بھی جائز ہے۔ ڈھیلے طاق ہونے چاہئیں' مثلاً: 7،5،3۔ اس کے بعد پانی کا استعمال بھی کر لیا جائے تو بہت بہتر ہے اور صرف پانی سے بھی استنجا جائز ہے۔ ⑧ ختنہ کرنا بھی قدیم سنت ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ واجب ہے اور بعض کے

نزدیک یہ ساتویں دن مستحب ہے۔ بہر حال بعد میں بھی جائز ہے۔

[١٢٠٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحٰى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1205] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: أَحْفُوا کے معنی ہیں: کاٹنے میں مبالغہ کرو۔ اس لیے بڑی اور لمبی مونچھیں رکھنا اس کے خلاف ہوگا۔ أَعْفُوا کے معنی اس سے پہلے بیان کیے جا چکے ہیں کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس میں قطع و برید نہ کرو۔

[٢١٦] بَابُ تَأْكِيدِ وُجُوبِ الزَّكَاةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

باب:216- زکاۃ کے فرض ہونے کی تاکید' اس کی فضیلت اور اس سے متعلقہ مسائل کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا الزَّكَوٰةَ﴾ [البقرة: ٤٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ [البينة: ٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انھیں اسی بات کا حکم دیا گیا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں' اس کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے' اس کی طرف یکسو ہو کر' اور نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں' یہی ہے سیدھا دین۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ [التوبة: ١٠٣].

نیز فرمایا: ''ان کے مالوں میں سے زکاۃ وصول کریں' انھیں پاک کریں اور اس کے ذریعے سے ان کا تزکیہ کریں۔''

فائدۂ آیات: ان آیات سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ زکاۃ اور نماز کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ زکاۃ انسان کے اخلاق اور مال کی تطہیر کا ذریعہ ہے۔

[١٢٠٦] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ،

[1206] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا'

[1205] صحيح البخاري، اللباس، باب إعفاء اللحى، حديث: 5893، وصحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: 259.

[1206] صحيح البخاري، الإيمان، باب دعاؤكم إيمانكم...... حديث: 8، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أركان الإسلام و دعائمه العظام، حديث: 16.

وَصَوْمِ رَمَضَانَ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

زکاۃ ادا کرنا' بیت اللہ کا حج کرنا (اگر استطاعت ہو) اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل بَابُ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ' رقم: 1075 میں گزر چکی ہے' یہاں دوبارہ یہ واضح کرنے کے لیے لائے ہیں کہ زکاۃ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔ ② زکاۃ ایسے شخص پر عائد ہوتی ہے جس کے پاس کم از کم ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقد رقم اپنی ضرورت سے زائد موجود ہو اور اس پر ایک سال گزر گیا ہو۔ یا ساڑھے سات تولے یا اس سے زائد سونا ہو۔ اس کی قیمت لگوا کر اس میں ڈھائی فی صد کے حساب سے زکاۃ ادا کریں۔ یہ فرض اور حد درجہ ضروری ہے۔ ③ اسی طرح مویشیوں پر بھی زکاۃ ہے جس کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے' نیز غلے پر عشر کی صورت میں زکاۃ ہے۔

[١٢٠٧] وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ، وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ، حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ**» قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: «**لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ**» فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ**» قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: «**لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ**» قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ الزَّكَاةَ فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: «**لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ**» فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ! لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ؛ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1207] حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اہل نجد میں سے ایک آدمی آیا جس کے سر کے بال پراگندہ تھے۔ ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سن رہے تھے لیکن اس کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی' یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ وہ اسلام کی بابت آپ ﷺ سے سوال کر رہا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔'' اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں' مگر یہ کہ تو (اپنی) خوشی سے پڑھے (یعنی نفلی نماز۔'') پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور رمضان کے مہینے کے روزے (فرض ہیں۔'') اس نے پوچھا: کیا اس مہینے کے روزوں کے علاوہ بھی مجھ پر روزے فرض ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں' مگر یہ کہ تو (اپنی) خوشی سے (نفلی) روزے رکھے۔'' راوی نے کہا: اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ کا بھی ذکر فرمایا۔ تو اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی (خرچ کرنا) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں' مگر یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے۔'' اس آدمی نے

[1207] صحيح البخاري، الإيمان، باب الزكاة من الإسلام، حديث: 46، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام، حديث: 11.

یہ کہتے ہوئے پیٹھ پھیری: اللہ کی قسم! میں اس پر کوئی زیادتی کروں گا نہ اس میں کوئی کمی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کامیاب ہو گیا' اگر اس نے سچ کہا (اور سچ کر دکھایا۔'')

(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں چند اہم فرائض اسلام کا بیان ہے اور نفلی عبادات کی بھی اصل حیثیت واضح کر دی گئی ہے۔ ② اس میں ایمان کے ساتھ عمل کو بیان کر کے واضح کر دیا کہ ایمان اور عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایمان کے بغیر عمل کی کوئی اہمیت نہیں' اسی طرح عمل کے بغیر ایمان مفید اور بار آور نہیں۔ ③ اس میں دعوت و تبلیغ کے پُر حکمت اسلوب کی بھی نشاندہی ملتی ہے اور وہ یہ کہ عام لوگوں کو پہلے اسلام کے فرائض کی تعلیم دی جائے اور پھر بتدریج انھیں سنن و مستحبات کی پابندی کی بھی تاکید کی جائے' یعنی آہستہ آہستہ بوجھ ڈالا جائے' یہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔

[١٢٠٨] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: «اُدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ تَعَالَى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1208] حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبئ اکرم ﷺ نے حضرت معاذ ؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا: ''انھیں (سب سے پہلے) اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ یہ بھی مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کر کے ان کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَات، رقم: 1077 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اسے زکاۃ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ذکر کیا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ زکاۃ علاقے کے اغنیاء (امیروں) سے لے کر اسی علاقے کے فقراء اور دیگر ضرورت مندوں پر خرچ کی جائے۔ اگر اس سے کچھ رقم بچ جائے تو پھر دوسرے علاقوں کے ضرورت مندوں کے لیے بھیجی جا سکتی ہے۔ اسی طرح زکاۃ کی رقم صرف فقرائے مسلمین ہی پر خرچ کی جائے گی' دیگر مذاہب والوں پر نہیں۔ تاہم زکاۃ کے علاوہ ان کے ضرورت مندوں پر صدقہ و خیرات کیا جا سکتا ہے۔ ③ اس میں بھی دعوت و تبلیغ کے حکیمانہ اسلوب کو خوب واضح کیا گیا ہے۔

[1208] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث: 1395، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام، حديث: 19.

[١٢٠٩] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1209] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں۔ چنانچہ جب وہ یہ کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیے' مگر اسلام کے حق کی وجہ سے' اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''
(بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① مگر اسلام کے حق کی وجہ سے' کا مطلب یہ ہے کہ اگر قبول اسلام کے بعد کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جو قابل حد ہے تو وہ حد اس پر ضرور نافذ ہوگی' مثلاً: چوری کی تو قطع ید کی' زنا کیا تو سو کوڑوں یا رجم کی' کسی کو ناحق قتل کیا تو قصاص میں قتل کی سزا دی جائے گی۔ ② ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے' کا مطلب ہے: اگر وہ قبول اسلام میں مخلص نہیں ہوں گے بلکہ منافقانہ طور پر اسلام کا اظہار کریں گے یا قابل حد جرم کا ارتکاب کیا لیکن اسلامی عدالت اور افسران مجاز کے علم میں نہیں آ سکا تو ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔ ③ اس حدیث سے واضح ہے کہ دنیا میں جب تک کفر موجود ہے' اس کے خاتمے کے لیے جہاد بھی ضروری ہے اور جب تک تمام کافر اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کر دیتے اور شعائر اسلام کی پابندی اختیار نہیں کر لیتے' مسلمانوں پر ان کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔

[١٢١٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَهَا، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ» فَقَالَ

[1210] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض قبیلے کافر (مرتد) ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) کہا: آپ کیسے لوگوں سے لڑیں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اللہ کی توحید (اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت) کا اقرار

[1209] صحيح البخاري، الإيمان، باب: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ......﴾، حديث:25، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا......، حديث:22.

[1210] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث:1399، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس......، حديث:20.

أَبُوبَكْرٍ: وَاللهِ! لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ. وَاللهِ! لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَوَاللهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کرلیں۔ جس نے یہ اقرار کرلیا' اس نے اپنے مال اور اپنی جان کو سوائے حق اسلام کے' مجھ سے محفوظ کرلیا اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور جہاد کروں گا جو نماز اور زکاۃ کے درمیان فرق کریں گے' اس لیے کہ زکاۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ وہ اونٹ باندھنے والی رسی بھی' جو وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے' مجھ سے روکیں گے تو اس کے روکنے پر بھی میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! زیادہ دیر نہیں ہوئی' مگر مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اور میں نے جان لیا کہ یہی (ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے) حق ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال عزیمت' دینی استقامت اور فقہی بصیرت کا بیان ہے' وہاں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکاۃ کی فرضیت کا منکر بھی تارک صلاۃ کی طرح کافر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس موقف سے بالآخر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اتفاق فرمایا۔ یوں مانعین زکاۃ سے جہاد کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع پایا گیا جو ایک حجت شرعیہ ہے۔

[١٢١١] وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: «تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1211] حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک اللہ کی عبادت کر' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا' نماز قائم کر' زکاۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: نماز اور زکاۃ جیسے فرائض اسلام کے ساتھ صلہ رحمی کے ذکر سے واضح ہے کہ اسلام میں صلہ رحمی کی کتنی اہمیت ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب ہے: رشتے داروں کے ساتھ ہر حال میں حسن سلوک کرنا' ان سے تعلقات قائم رکھنا اور رشتے داریوں کے تقاضوں کو نبھانا' حتی کہ رشتے دار بدسلوکی کریں تب بھی صلہ رحمی ہی کرنے کی تاکید ہے۔

[1211] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث: 1396، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة......، حديث: 13.

[١٢١٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ، دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: «تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ» قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا. فَلَمَّا وَلّٰى، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰذَا» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1212] حضرت ابوہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسے عمل کی طرف میری رہنمائی فرمائیں' جب میں وہ کروں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کر' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا' نماز قائم کر' فرض زکاۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔'' اس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ پھر جب وہ دیہاتی پیٹھ پھیر کر چلا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''جسے کوئی جنتی دیکھنا پسند ہو تو وہ اس کو دیکھ لے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اعرابی نومسلم تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے چند ضروری فرائض ہی اسے بتلائے تاکہ وہ زیادہ باتوں سے گرانی محسوس نہ کرے۔ ② اس کے جذبۂ اطاعت کو دیکھ کر آپ نے اسے جنتی قرار دیا۔ اس لیے کہ اسلام نام ہی خود سپردگی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے تجاوز کرنا' جیسا کہ اہل بدعت کا شعار ہے' اسلام نہیں' اسلام کے منافی ہے۔ ③ وہ دس صحابہ جنتی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی' جنھیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے' تاہم ان کے علاوہ بھی بعض لوگوں کو نبی ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے' جیسے اس اعرابی کی بابت بھی فرمایا اور حضرت حسن وحسین ؓ کو بھی آپ نے نوجوانان جنت کا سردار قرار دیا اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی جنت کی خوش خبری دی۔ ؓ

[١٢١٣] وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1213] حضرت جریر بن عبداللہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز قائم کرنے' زکاۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث بَابُ النَّصِيحَةِ، رقم: 182 میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کیا ہے۔ ② زکاۃ اور نماز وغیرہ پر بیعت کرنے سے مقصد اسلام کا قبول کرنا ہے اور زکاۃ وصلاۃ' اسلام کے ایسے اہم رکن ہیں کہ ان کے بغیر اسلام کا تصور نہیں۔ گویا یہ اسلام کی بیعت ہے جو نبی ﷺ مسلمان ہونے والے شخص سے لیا کرتے

[1212] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث: 1397، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة......، حديث: 14.

[1213] صحيح البخاري، الزكاة، باب البيعة على إيتاء الزكاة، حديث: 1401، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، حديث: 56.

تھے۔اس کے علاوہ بیعت جہاد لیتے' جب جہاد کی ضرورت ہوتی۔ تیسری بیعت' بیعت خلافت ہے جو خلفائے راشدین اور مابعد کے مسلم حکمران لیتے رہے۔ بیعت کی صرف یہ تین قسمیں ہیں جو سلف سے ثابت ہیں۔صوفیاء اور پیروں کے حلقوں میں جو بیعت کا سلسلہ رائج ہے یہ قرون خیر کے بعد کی ایجاد ہے، لہٰذا یہ کسی صورت بھی روا نہیں۔

[١٢١٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ، وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِينُهُ، وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيلُهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ» قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! فَالْإِبِلُ؟ قَالَ: «وَلَا صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيُرٰى سَبِيلُهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ».

قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: «وَلَا صَاحِبِ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ، تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا

[1214] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو سونے چاندی کا مالک ان کا حق (زکاۃ) ادا نہیں کرتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو (سونے چاندی کے) اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر ان کے ساتھ اس کے پہلو' اس کی پیشانی اور اس کی پشت کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی' انھیں دوبارہ آگ میں تپایا جائے گا (اور ان سے داغا جائے گا۔) حساب کتاب کے اس دن میں یہ عمل برابر جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی' یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ اسے اس کا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دکھا دیا جائے گا۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اونٹوں (کی زکاۃ) کا معاملہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اونٹوں کا جو مالک ان کا حق (زکاۃ) ادا نہیں کرے گا' اور اس کا (ایک) حق یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کی باری والے روز ان کا دودھ ضرورت مندوں کے لیے دوہا جائے (یہ بھی وہ نہ کرے)' تو جب قیامت کا دن ہو گا تو ان کے مالک کو ایک چٹیل میدان میں ان اونٹوں کے سامنے منہ یا پیٹھ کے بل گرا دیا جائے گا۔ یہ اونٹ اس وقت اتنے موٹے ہوں گے جو وہ زیادہ سے زیادہ دنیا میں موٹے رہے تھے۔ ان میں سے وہ ایک بچے کو بھی گم نہیں پائے گا۔ وہ اسے اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے مونہوں سے کاٹیں گے۔ جب ان کا پہلا اونٹ گزر چکے گا تو اس پر ان کا

[1214] صحيح البخاري، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، حديث:1402، مختصرًا، وصحيح مسلم، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، حديث:987.

مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيُرٰى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ».

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: «اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ؛ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلٰى أَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ؛ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي ظُهُورِهَا، وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ؛ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي مَرْجٍ، أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ، وَكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا، وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ».

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! فَالْحُمُرُ؟ قَالَ: «مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ: ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُۥ﴾ [الزلزال: ٧، ٨]. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

آخری اونٹ پھر لوٹا دیا جائے گا (اول سے آخر تک سب بار بار اسے روندتے اور کاٹتے گزریں گے) اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔ پس اسے اس کا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دکھا دیا جائے گا۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! گائے اور بکریوں کا مسئلہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی گائے اور بکریوں کا مالک ہے' وہ ان میں ان کا حق (زکاۃ) ادا نہیں کرتا' مگر جب قیامت کا دن ہو گا تو اسے ان کی وجہ سے منہ یا پیٹھ کے بل چٹیل میدان میں گرا دیا جائے گا۔ ان میں سے وہ کسی کو گم نہیں پائے گا۔ (اسی طرح) ان میں کوئی بکری یا گائے مڑے ہوئے سینگوں والی ہو گی نہ بغیر سینگ کے اور نہ کوئی ٹوٹے ہوئے سینگوں والی (کہ اس قسم کی بکریوں کی ضرب شدید نہیں ہوتی۔) یہ اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اپنے کھروں سے روندیں گی۔ جب اس پر اُن کی پہلی بکری یا گائے گزر چکے گی تو اس پر ان کی آخری بکری یا گائے لوٹا دی جائے گی (بار بار اسے سینگوں سے مارتے اور پیروں سے روندتے ہوئے گزریں گی' ایک مرتبہ گزر جانے پر دوبارہ سہ بارہ گزریں گی)' اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی۔ (یہ عمل دہرایا جاتا رہے گا) یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔ پس اسے اس کا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دکھا دیا جائے گا۔'' آپ سے سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول! گھوڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑے تین قسم کے ہیں: ایک وہ جو آدمی کے لیے بوجھ (گناہ کا باعث) ہیں۔ دوسرے وہ جو آدمی کے لیے (فقر و فاقہ سے) پردہ ہیں۔ تیسرے وہ جو آدمی کے لیے اجر (کا باعث) ہیں۔ چنانچہ جو گھوڑے آدمی کے لیے بوجھ ہیں' یہ وہ

ہیں جنھیں آدمی ریاکاری، فخر اور مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت کی بنا پر پالے، ایسے گھوڑے اس کے لیے بوجھ (گناہ کا باعث) ہیں۔ اور جو گھوڑے آدمی کے لیے پردہ ہیں، یہ وہ ہیں جنھیں کوئی آدمی اللہ کی راہ میں (سوال کی ذلت سے بچنے کے لیے) باندھے (پالے) پھر وہ ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کا حق نہ بھولے (کسی ضرورت مند کو اس پر سوار کرنے سے یا عاریتًا دینے سے انکار نہ کرے) تو یہ گھوڑے اس کے لیے پردہ ہیں (جن سے وہ اپنی ضروریات کا انتظام کر لیتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس کی غربت و مسکینی بے نقاب نہیں ہوتی۔) اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے اجر (کا باعث) ہیں، یہ وہ ہیں جنھیں کوئی آدمی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اہل اسلام کی خاطر کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے۔ پس یہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ کھائیں گے تو اس کے لیے ان کی کھائی ہوئی گھاس کی تعداد کے مطابق نیکیاں لکھی جائیں گی اور ان کی لید اور پیشاب کی تعداد کے مطابق بھی نیکیاں لکھی جائیں گی (حتی کہ) کوئی گھوڑا اپنی رسی تڑوا کر ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر چڑھتا اور کودتا پھرے تو اس حالت کے دوران میں بھی وہ جتنے قدم چلتا اور لید پیشاب کرتا ہے، ان کی تعداد کے مطابق بھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اور گھوڑے کا مالک جب اس کو لے کر کسی نہر پر سے گزرے جس سے وہ گھوڑا پانی پیے، حالانکہ مالک اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ کرے، (تو بھی) اللہ تعالیٰ اس کے پیے ہوئے (گھونٹوں) کے برابر اس کو نیکیاں عطا فرمائے گا۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! گدھوں کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر گدھوں کے بارے میں اس مخصوص (بے مثل) اور جامع آیت کے سوا اور کچھ نازل نہیں کیا گیا: ''جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا (قیامت

والے دن) وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔'' (بخاری ومسلم۔ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں اونٹوں کا ایک حق یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانی پینے کی باری والے دن کسی ضرورت مند کو ان کا دودھ دوہ کر دے دیا جائے۔ اس کی بابت بعض علماء نے تو یہ کہا ہے کہ یہ زکاۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ اس وقت ان کا یہی حق تھا جس کی ادائیگی کا حکم دیا گیا۔ اور بعض کے نزدیک یہ زکاۃ کے علاوہ صدقہ خیرات کی تاکید ہے اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ انسان کے مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے' اس میں کوتاہی بھی قابل تعزیر ہے۔ بعض کے نزدیک یہ حلب (دودھ دوہ کر ضرورت مند کو دینا) اس وقت حق واجب ہے جب کوئی مضطر اور لاچار آدمی انسان کے علم میں آجائے' ورنہ عام حالات میں یہ مکارم اخلاق کے باب میں سے ہے۔ اس حدیث کو اسی تیسری صورت پر محمول کیا جائے گا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مرعاۃ: 6,5/3 مطبع قدیم) ② ''پس اسے جنت یا جہنم کی طرف راستہ دکھا دیا جائے گا'' سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ میدان محشر کا واقعہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ زکاۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے کو یہ سزا جنت یا جہنم میں جانے سے پہلے دی جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی مومن کے لیے یہی سزا کافی سمجھے گا تو اس کے بعد اسے جنت میں' ورنہ پھر جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ مومن ہوگا تو بالآخر جہنم کی سزا بھگت کر جنت میں آجائے گا اور کافر ہوگا تو جہنم کی یہ سزا اس کے لیے دائمی ہوگی۔ ③ جب ان کا پہلا اونٹ گزر چکے گا تو ان پر اس کے آخری اونٹ کو پھر لوٹا دیا جائے گا' کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوسرے چکر میں آخری اونٹ کو انتہا سے دوبارہ اس کے اوپر سے پہلے گزارا جائے گا۔ یعنی دوسری مرتبہ گزرنے کی ابتدا آخری اونٹ سے ہوگی اور یہ چکر اس طرح چلتا رہے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں تغییر وتصحیف ہے اور صحیح عبارت اس طرح ہے' جب اس پر آخری اونٹ گزر چکے گا تو پہلے کو پھر اس پر لوٹا دیا جائے گا۔ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا. اس طرح کلام زیادہ منتظم اور واضح رہتا ہے۔ اور بعض روایات میں اس طرح بیان بھی ہوا ہے۔ (مرعاۃ' صفحہ مذکور) واللہ أعلم. ④ اس میں گھوڑوں کے ضمن میں دو مرتبہ فی سبیل اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ پہلے فی سبیل اللہ' کا مفہوم نیت صالحہ ہے' یعنی گھوڑے پالنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے اپنی انسانی ضروریات پوری کروں گا تاکہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے۔ اور دوسرے فی سبیل اللہ کا مفہوم جہاد ہے' یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت سے گھوڑے پالے۔ اس نیت سے گھوڑے پالنا باعث اجر ہے جب کہ پہلی نیت کی رو سے گھوڑے رکھنا پردہ پوشی کا ذریعہ ہے۔ اس حدیث میں زکاۃ ادا نہ کرنے کی سزا بیان کی گئی ہے کہ انھی اموال کے ساتھ ان کو عذاب دیا جائے گا جن میں سے وہ زکاۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ أَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهُ.

[۲۱۷] بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

باب: 217- رمضان کے روزوں کے فرض ہونے' ان کی فضیلت اور ان سے متعلقہ دیگر احکام کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَـٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ اَلْآيَةَ [البقرة: ١٨٣-١٨٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔ یہ لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والے دلائل ہیں۔ پس جو شخص اس مہینے کو پالے' اس کو چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا ہے۔''

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ الَّذِي قَبْلَهُ.

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو وہ اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں۔

فائدۂ آیات: روزوں کی فرضیت کے باب میں پچھلی امتوں کا حوالہ امت محمدیہ کی آسانی اور شفقت کے پیش نظر دیا گیا ہے تاکہ وہ اس میں کوئی گرانی اور مشکل محسوس نہ کرے۔ کیونکہ انسان کے لیے وہ عمل آسان ہو جاتا ہے جب اس کے علم میں یہ بات آتی ہے کہ اسے تو مجھ سے پہلے بھی بہت سے لوگ کرتے آرہے ہیں۔ تاہم یہ بات ضرور ہے کہ ان کے روزوں کی مقدار اور ان کے لیے کون سے مخصوص ایام تھے' اس کا ہمیں علم نہیں۔ اس لیے یہاں تشبیہ صرف روزے رکھنے میں ہے نہ کہ اس کی مقدار اور زمانے میں۔ رمضان المبارک میں قرآن کے نزول کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اس کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا' یا یہ کہ پورا پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا (بَيْتُ الْعِزَّة) پر اتار دیا گیا' پھر وہاں سے وقتاً فوقتاً اترتا رہا۔ صِيَام، صَامَ يَصُوْمُ کا مصدر بھی ہوسکتا ہے' اس وقت معنی ہوں گے: روزہ رکھنے کا حکم فرض کیا گیا۔ دوسرے' یہ جمع کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے' بمعنی روزے۔ اب احادیث ملاحظہ فرمائیں:

[١٢١٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ. وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ؛ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ

[1215] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے' سوائے روزے کے کہ وہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور روزہ ایک ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو دل لگی کی باتیں نہ کرے اور نہ شور وغل کرے۔ اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو کہہ دے: میں تو روزے دار

[1215] صحيح البخاري، الصوم، باب فضل الصوم، حديث: 1894، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث: 1151-(164,163).

الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہوں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں، یعنی خوشی کے مواقع ہیں جن میں وہ خوش ہوتا ہے: جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو اپنا روزہ کھولنے سے خوش ہوتا ہے۔ اور جب اپنے رب سے ملے گا تو (اس کی جزا دیکھ کر) اپنے روزے سے خوش ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ. وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «يَتْرُكُ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ، وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، اَلصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا».

یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں۔ اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے: ''یہ اپنا کھانا، پینا اور اپنی جنسی خواہش میرے لیے چھوڑتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور (باقی ہر) نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ: اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ - يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ. وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ».

اور مسلم کی روایت میں ہے: ''انسان کے ہر (نیک) عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مگر روزے کا معاملہ دیگر نیکیوں سے مختلف ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ میری وجہ سے ہی وہ اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب کی ملاقات کے وقت۔ اور یقیناً اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔''

فائدہ: خُلُوفٌ سے مراد روزے دار کے منہ کی وہ بو ہے جو سارا دن بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے اس کے منہ سے آتی ہے۔ اس میں جہاں روزے کی خصوصی فضیلت کا بیان ہے، وہاں روزے کی اصل حقیقت کی وضاحت بھی ہے کہ اس کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ طعام و شراب اور شہوت کو ترک کر دیا جائے بلکہ یہ ضروری ہے کہ تمام لغویات اور قبائح (بری باتوں) سے اجتناب اور تمام خوبیوں سے اپنے آپ کو آراستہ کیا جائے۔

[١٢١٦] وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَاب

[1216] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا

[1216] صحيح البخاري، الصوم، باب الريان للصائمين، حديث: 1897، وصحيح مسلم، الزكاة، باب من جمع الصدقة وأعمال البر، حديث: 1027.

الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللهِ! هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ». قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ! مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعٰى أَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جوڑا خرچ کرے گا' اسے جنت کے (سب) دروازوں سے پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ (دروازہ) بہتر ہے۔ پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اسے بَابُ الصَّلَاۃ (نمازیوں کے مخصوص دروازے) سے پکارا جائے گا' جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا اسے بَابُ الْجِهَاد سے پکارا جائے گا' جو روزہ رکھنے والوں میں سے ہوگا اسے بَابُ الرَّیَّان سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اسے بَابُ الصَّدَقَة سے پکارا جائے گا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' ان سب دروازوں میں سے کسی کو بلانے کی ضرورت نہ ہوگی (کیونکہ مقصود جنت میں داخلہ ہے جس کے لیے ایک ہی دروازہ کافی ہے)' لیکن کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔ اور مجھے امید ہے کہ تو بھی ان ہی میں سے ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① جوڑے سے مراد دو کی تعداد ہے' یعنی دو گھوڑے' دو بکرے' دو گائے' دو اونٹ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ ② مَاعَلٰى مَنْ دُعِيَ کے معنی ابن بطال نے یہ کیے ہیں: [أَنَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا مِنْ أَهْلِ خَصْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَدَعَا لَهَا مِنْ بَابِهَا لَاضَرَرَ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْغَايَةَ الْمَطْلُوْبَةَ دُخُولُ الْجَنَّةِ.] ہم نے ترجمے میں اس مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ③ اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت اور منقبت کا بیان ہے' نیز جس شخص کے بارے میں یہ اندیشہ نہ ہو کہ یہ عُجب میں مبتلا ہو جائے گا' اس کی تعریف اس کے منہ پر کرنی جائز ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک کی بجائے دو دو چیزیں صدقہ کرنے یا ڈبل عمل خیر کرنے کی ترغیب ہے۔

[١٢١٧] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: اَلرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا

[1217] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے۔ قیامت والے دن اس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے۔ اس کے سوا اس سے کوئی داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا: روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے (اور

[1217] صحيح البخاري، الصوم، باب الريان للصائمين، حديث:1896، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث:1152.

أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس سے داخل ہو جائیں گے۔) ان کے سوا اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔ جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا' چنانچہ کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں روزے داروں کی خصوصی فضیلت کا بیان ہے۔ روزے داروں سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ دیگر ایام میں کثرت سے نفلی روزے رکھتے ہیں' ورنہ رمضان کے روزے تو ہر مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح اہل صلاۃ' اہل صدقہ اور اہل جہاد کا مفہوم ہے جن کا ذکر گزشتہ حدیث میں گزرا' ورنہ فرض نماز' فرض صدقہ وغیرہ فرائض میں تو سب مسلمان برابر ہیں۔

[١٢١٨] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَّصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا بَاعَدَ اللهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1218] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ اس ایک دن کے بدلے میں اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر سال دور کر دیتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اللہ کی راہ میں' سے مراد کفار سے جہاد کرتے وقت روزہ رکھنا ہے۔ یا اللہ کی اطاعت اور رضا کے لیے مطلق روزہ رکھنا ہے۔ ستر سال سے مراد' ستر سال کی مسافت ہے۔

[١٢١٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1219] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے (اللہ کی رضا کے لیے) رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

[١٢٢٠] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ، فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ،

[1220] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان (کا مہینہ) آتا ہے تو

[1218] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل الصوم في سبيل الله، حديث:2840، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام في سبيل الله لمن يطيقه......، حديث:1153 واللفظ له.

[1219] صحيح البخاري، الصوم، باب من صام رمضان إيمانا و احتسابا و نية، حديث:1901، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الترغيب في قيام رمضان......، حديث:760.

[1220] صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان؟......، حديث:1899، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل شهر رمضان، حديث:1079.

وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ رمضان کی خصوصی فضیلت ہے' اسی کا نتیجہ ہے کہ رمضان میں اہل ایمان کا رجوع' اللہ کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اس میں تلاوت قرآن' ذکر وعبادت اور توبہ واستغفار کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

[١٢٢١] وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غَبِيَ عَلَيْكُمْ، فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[1221] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (شوال کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دو۔ اگر تم پر بادل چھا جائے (اور چاند نظر نہ آئے) تو شعبان کے تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔'' (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ: «فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا».

اور مسلم کی روایت میں ہے: ''اگر تم پر بادل چھا جائے تو تیس دنوں کے روزے رکھو۔''

فوائد ومسائل: ① غَبِيَ اور غُمَّ لغت میں دونوں کے ایک ہی معنی ہیں' بادلوں کا چھا جانا' مطلع ابر آلود ہونا' جس کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے۔ اس صورت میں حکم ہے کہ 30 دنوں کی گنتی پوری کرو۔ 29 شعبان کو رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزوں کا آغاز کیا جائے۔ اسی طرح 29 رمضان کو شوال (عید الفطر) کا چاند نظر نہ آئے تو 30 روزے پورے کر کے عید الفطر منائی جائے۔ گویا روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں چاند کی رؤیت ضروری ہے' محض فلکی حساب کافی نہیں۔ ② علاوہ ازیں ہلال رمضان کی رؤیت کے لیے ایک معتبر گواہ اور ہلال شوال کے لیے دو معتبر گواہوں کی گواہی کافی ہے۔ اس نصاب شہادت سے رؤیت کا اثبات ہو جائے گا۔ ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقے کے لوگوں کے لیے معتبر ہوگی یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے اور دونوں گروہوں کے استدلال کی بنیاد یہی حدیث ہے۔ جو گروہ یہ کہتا ہے کہ ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقوں کے لیے بھی کافی ہے' وہ کہتا ہے: صُومُوا اور أَفْطِرُوا کے مخاطب تمام مسلمان ہیں۔ اس لیے ایک علاقے کے مسلمانوں کی رؤیت' گویا دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کی رؤیت ہے۔ دوسرا گروہ جس کا موقف یہ ہے کہ ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کے لیے کافی نہیں ہے' اس کا کہنا ہے کہ اس حکم کے مخاطب صرف وہ مسلمان ہیں جنھوں نے چاند دیکھا ہو۔ جن علاقوں کے مسلمانوں نے چاند دیکھا ہی نہیں' وہ اس کے مخاطب ہی نہیں۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ ہر علاقے کے لیے اپنی رؤیت ہے جس کے مطابق وہ روزے رکھنے اور عید کرنے کا فیصلہ کریں گے۔ ایک تیسرا گروہ اور ہے جس کا موقف یہ ہے کہ جو علاقے مطلع کے اعتبار سے قریب

[1221] صحيح البخاري، الصوم، باب قول النبي ﷺ: إذا رأيتم الهلال فصوموا......، حديث: 1909، وصحيح مسلم، الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال......، حديث: 1081.

قریب ہیں، یعنی ان کے طلوع وغروب میں زیادہ فرق نہیں ہے' ان علاقوں میں ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقوں کے لیے کافی ہے' جیسے پاکستان میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے تقریباً یہی موقف اختیار کیا ہوا ہے جس کا اظہار مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے کی صورت میں مسلسل کئی سالوں سے ہو رہا ہے۔ پاکستان میں کسی ایک جگہ بھی رؤیت ہلال کا اگر شرعی شہادتوں کی روشنی میں اثبات ہو جاتا ہے تو یہ کمیٹی اسے پورے ملک کے لیے کافی سمجھتی ہے اور اس کے مطابق فیصلہ اور اعلان کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ ایک معتدل موقف ہے جس پر عمل کی گنجائش ہے' اسی لیے علمائے اہل حدیث بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ پاکستان کے مختلف شہروں کے مطلع میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف اتنا زیادہ نہیں ہے۔ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک زیادہ سے زیادہ 35، 40 منٹ تک کا فرق ہے جسے معتد بہ بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس موقف کی رو سے کم از کم ایک ملک میں ایک علاقے کی رؤیت دوسرے تمام علاقوں کے لیے کافی ہے۔

[٢١٨] بَابُ الْجُودِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوفِ وَالْإِكْثَارِ مِنَ الْخَيْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَالزِّيَادَةِ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْهُ

باب: 218- رمضان کے مہینے میں سخاوت' نیک عمل اور کثرت سے بھلائی اور آخری عشرے میں اس سے بھی زیادہ نیکیاں کرنے کا بیان

[١٢٢٢] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1222] حضرت ابن عباس ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان میں جب آپ ﷺ کو حضرت جبریل آ کر ملتے تو آپ بہت زیادہ سخی ہو جاتے تھے اور جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملتے تھے اور آپ سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ پس یقیناً رسول اللہ ﷺ' جب جبریل آپ سے ملتے' بھلائی (مال و دولت وغیرہ) میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں رمضان المبارک میں دو کاموں کے کثرت اور اہتمام سے کرنے کا بیان ہے۔ ایک فیاضی وسخاوت کا مظاہرہ تاکہ لوگ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادت کے لیے وقت نکال سکیں اور اپنے دنیاوی مشغلوں میں کمی کر لیں۔ دوسرے قرآن کریم کا دَور اور مُدَارَسَة، یعنی ایک دوسرے کو قرآن کی منزل سنانا' جیسے قرآن کریم کے دو حافظ

[1222] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......، حديث: 6، وصحيح مسلم، الفضائل، باب كان النبي ﷺ أجود الناس بالخير......، حديث: 2308.

ایک دوسرے کو اپنا آموختہ سناتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے قرآن کریم اور رمضان المبارک کا باہم نہایت گہرا تعلق ہے۔

[١٢٢٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1223] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب (رمضان کا آخری) عشرہ شروع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت کے لیے) کمر کس لیتے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: ویسے تو پورا رمضان ہی نیکیوں کا موسم بہار اور عبادت و طاعت کا خصوصی مہینہ ہے لیکن اس کا آخری عشرہ تو اس موسم عبادت کا نقطۂ عروج ہے۔ اس لیے نبیٔ اکرم ﷺ کی اقتدا میں ان دس دنوں اور راتوں میں تو بالخصوص خوب محنت اور جدوجہد کر کے اپنے رب کو راضی کرنے کی اور اسی طرح لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔ اسی لیے ان دس دنوں میں نبی ﷺ اعتکاف کرنے کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے' اس پر بھی عمل کرنا چاہیے۔

[٢١٩] بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقَدُّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ إِلَّا لِمَنْ وَصَلَهُ بِمَا قَبْلَهُ أَوْ وَافَقَ عَادَةً لَهُ بِأَنْ كَانَ عَادَتُهُ صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَوَافَقَهُ

باب: 219- نصف شعبان کے بعد' رمضان سے قبل روزے رکھنے کی ممانعت' سوائے اس شخص کے جو اس کو ماقبل سے ملانے کا یا سوموار یا جمعرات کا روزہ رکھنے کا عادی ہو اور یہ نصف اخیر اس کی عادت کے موافق ہو جائے

[١٢٢٤] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1224] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک روز یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھے۔ ہاں مگر وہ شخص جو پہلے ہی سے ان دنوں کا روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① پہلے سے ہی ان دنوں کا روزہ رکھتا ہو' کا مطلب ہے کہ' مثلاً: سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا کسی کا

[1223] صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب العمل في العشر الأواخر من رمضان، حديث: 2024، وصحيح مسلم، الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر الأواخر من شهر رمضان، حديث: 1174.

[1224] صحيح البخاري، الصوم، باب لا يتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين، حديث: 1914، وصحيح مسلم، الصيام، باب لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين، حديث: 1082.

معمول ہو یا ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا اس کا معمول ہو تو اس معمول کی صورت میں وہ ایک دو روز قبل بھی روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ اس کا روزہ استقبالِ رمضان کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کے مستقل معمول کا ایک حصہ ہے۔ ② بعض نے ایک دو روز قبل سے مراد شعبان کے نصف ثانی کے پہلے ایک دو روز مراد لیے ہیں کیونکہ روایات میں نصف شعبان کے بعد بھی روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس اعتبار سے شعبان کی 16، 17 تاریخ کو بھی روزہ رکھنا صحیح نہیں، الا یہ کہ کسی کے معمول میں آجائے۔

[١٢٢٥] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَصُومُوا قَبْلَ رَمَضَانَ، صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ حَالَتْ دُونَهُ غَيَايَةٌ فَأَكْمِلُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1225] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان سے پہلے روزہ مت رکھو۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھنا چھوڑو۔ اگر چاند سے ورے بادل حائل ہو جائے (اور چاند نظر نہ آئے) تو تیس دن پورے کرو۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[اَلْغَيَايَةُ]: بِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ الْمُكَرَّرَةِ، وَهِيَ السَّحَابَةُ.

اَلْغَيَايَةُ: ''غین'' اور دو ''یاؤں'' کے ساتھ۔ اس کے معنی ہیں: بادل۔

فوائد و مسائل: ① رمضان سے قبل' سے مراد شعبان کا دوسرا نصف ہے، یعنی 15 شعبان کے بعد نفلی روزے نہیں رکھنے چاہییں تاکہ رمضان کے فرضی روزوں کے لیے اس کی قوت و توانائی برقرار رہے جس کا آغاز چند دن بعد ہی ہونے والا ہے۔ ② اگر چاند، مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے نظر نہ آئے تو شعبان کے 30 دن پورے کر کے روزے شروع کیے جائیں۔ اسی طرح شوال کا چاند نظر نہ آئے تو 30 روزے پورے کر کے عید الفطر منائی جائے۔

[١٢٢٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1226] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب شعبان کا آدھا مہینہ باقی رہ جائے تو تم روزے نہ رکھو۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٢٢٧] وَعَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي

[1227] حضرت ابو یقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے شک والے دن روزہ رکھا، اس نے ابوالقاسم ﷺ

[1225] جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار له، حديث: 688.

[1226] جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في كراهية الصوم في النصف الثاني من شعبان……، حديث: 738.

[1227] سنن أبي داود، الصوم، باب كراهية صوم يوم الشك، حديث: 2334، وجامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في كراهية صوم يوم الشك، حديث: 686.

يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

کی نافرمانی کی۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: مشکوک (شک والے) دن سے مراد 30 شعبان کا دن ہے' یعنی بادلوں کی وجہ سے 29 ویں دن کو چاند نظر نہیں آیا تو کوئی شخص یہ سمجھ کر روزہ رکھ لے کہ پتہ نہیں یہ شعبان کا تیسواں دن ہے یا رمضان کا پہلا دن۔ کہیں یہ یکم رمضان ہی نہ ہو۔ اس طرح شک والے دن میں روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ گنتی پوری کی جائے۔

[٢٢٠] بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

باب: 220- چاند دیکھنے کے وقت کون سی دعا پڑھی جائے؟

[١٢٢٨] عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ، هِلَالُ رُشْدٍ وَّخَيْرٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1228] حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب چاند دیکھتے تو فرماتے: ''اے اللہ! اس کو ہم پر امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ نکال۔ اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ اے اللہ! یہ چاند ہدایت اور بھلائی کا چاند ہو۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔)

فائدہ: چاند دیکھ کر مسنون دعائیں پڑھنی چاہییں۔ جن میں سے ایک دعا یہ بھی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

[٢٢١] بَابُ فَضْلِ السُّحُورِ وَتَأْخِيرِهِ مَا لَمْ يَخْشَ طُلُوعَ الْفَجْرِ

باب: 221- سحری کھانے کی اور اس میں تاخیر کرنے کی فضیلت' بشرطیکہ طلوع فجر کا اندیشہ نہ ہو

[١٢٢٩] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَسَحَّرُوا، فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1229] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سحری کھایا کرو' اس لیے کہ سحری کھانے میں یقیناً برکت ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[1228] جامع الترمذي، الدعوات......، باب ما يقول عند رؤية الهلال، حديث: 3451. علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے بلکہ کثرت طرق کی وجہ سے صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (سلسلة الأحاديث الصحيحة: 4/431,430 رقم: 1816)

[1229] صحيح البخاري، الصوم، باب بركة السحور من غير إيجاب، حديث: 1923، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور......، حديث: 1095.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سحری کے وقت اٹھ کر سحری کھانا مسنون ہے' چاہے تھوڑا ہی کھا لے کیونکہ اس کھانے میں برکت ہے' اس وقت کھانے پینے سے سارا دن اس کی قوت و توانائی برقرار رہے گی۔ اس کے برعکس جو شخص رات ہی کو کھا پی کر سو جائے تاکہ سحری کے لیے اٹھنا نہ پڑے یا سحری بہت جلدی کھا لے' اس کے آخری وقت میں نہ کھائے تو اسے جلد ہی بھوک پیاس ستانے لگ جائے گی کیونکہ ان دونوں صورتوں میں بھوکا پیاسا رہنے کا وقفہ بڑھ جائے گا جس سے یقیناً روزے دار کو تکلیف ہوگی۔ سبحان اللہ! اسلام کی تعلیمات میں کس طرح انسان کی کمزوریوں کا لحاظ کرتے ہوئے انھیں مناسب ہدایات دی گئی ہیں۔

[۱۲۳۰] وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ. قِيلَ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1230] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی' پھر ہم نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا: سحری کے خاتمے اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے فرمایا: پچاس آیات (پڑھنے) کی مقدار۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سحری بالکل آخری وقت میں کھائی جائے۔ یہی سنت طریقہ ہے' تاہم صبح صادق سے پہلے پہلے کھا لی جائے۔ اور یہ وقفہ بقدر پچاس آیات اندازاً دس منٹ ہو۔

[۱۲۳۱] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مُؤَذِّنَانِ: بِلَالٌ، وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ»** قَالَ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هٰذَا وَيَرْقَى هٰذَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1231] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے: حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلال رات کو اذان دیتا ہے' لہٰذا جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دے اس وقت تک تم کھاؤ پیو۔'' حضرت ابن عمر نے (مزید) فرمایا: ان دونوں کی اذانوں کے درمیان اتنا ہی وقفہ ہوتا تھا کہ یہ (بلال) اذان دے کر اترتے اور یہ (ابن ام مکتوم) اذان دینے کے لیے چڑھتے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں صبح کے وقت دو مؤذن ہوتے تھے اور دو اذانیں ہوتی تھیں۔ پہلی اذان کا مقصد یہ تھا کہ روزے دار اگر سحری کھا رہے ہوں تو وہ متنبہ ہو جائیں کہ سحری کا وقت ختم ہو چلا ہے اور اب نماز

[1230] صحيح البخاري، الصوم، باب قدركم بين السحوروصلاة الفجر؟ حديث: 1921، و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور و تأكيد استحبابه......، حديث: 1097.

[1231] صحيح البخاري، الأذان، باب أذان الأعمى......، حديث: 617، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر......، حديث: 1092.

کی تیاری کرنی چاہیے اور اس کے فوراً بعد ہی دوسری اذان' دوسرے مؤذن کے ذریعے سے ہوتی جو اس بات کا اعلان تھا کہ کھانے پینے کی گنجائش ختم ہوگئی ہے' اب نماز پڑھو۔ ② یہ معمول صرف رمضان ہی میں نہیں تھا، حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مستقل معمول تھا۔ یہ دونوں اذانیں اب بھی مسجد نبوی اور مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں جاری ہیں' ہمیں بھی اس سنت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ③ دونوں اذانوں کے درمیان وقفے کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ حضرت بلال اذان دینے کے بعد دعا وغیرہ میں مصروف ہو جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے' جب طلوع کا وقت قریب ہو جاتا تو نیچے اترتے اور ابن ام مکتوم کو اطلاع کرتے' وہ وضو وغیرہ کرتے اور اذان دینے کے لیے چڑھ جاتے اور طلوع فجر کے آغاز میں اذان دیتے۔ (ابن علان)

[١٢٣٢] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1232] حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کا کھانا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: گویا سحری کھانا امت مسلمہ کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے جس سے اللہ نے اس امت کو نوازا ہے۔

[٢٢٢] بَابُ فَضْلِ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَمَا يُفْطِرُ عَلَيْهِ، وَمَا يَقُولُهُ بَعْدَ إِفْطَارِهِ

باب: 222- افطار میں جلدی کرنے کی فضیلت' اس چیز کا بیان جس پر افطار کیا جائے اور افطار کے بعد کی دعا

[١٢٣٣] عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1233] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ برابر بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: بھلائی سے مراد دین ودنیا کی بھلائی ہے۔ روزہ جلدی کھولنے کا مطلب' غروب شمس سے پہلے روزہ کھولنا نہیں ہے بلکہ غروب شمس کے بعد بلا تاخیر روزہ کھولنا ہے۔ محض اس بنا پر تاخیر نہ کی جائے کہ روزے میں جو مشقت ہے اس کو مزید بڑھایا جائے جیسا کہ بعض تشدد پسند صوفی اور ذاکر قسم کے حضرات کرتے ہیں۔ ان سختیوں میں برکت نہیں ہے بلکہ اصل برکت اتباع سنت میں ہے۔ اسی لیے جلدی افطار کرنے میں بھی اسی اتباع سنت کی وجہ سے دین ودنیا کی بھلائی مسلمانوں کے حصے میں آئے گی۔

[1232] صحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور......، حديث: 1096.

[1233] صحيح البخاري، الصوم، باب تعجيل الإفطار، حديث: 1957، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور و تأكيد استحبابه......، حديث: 1098.

[١٢٣٤] وَعَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَ لَهَا مَسْرُوقٌ: رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ كِلَاهُمَا لَا يَأْلُو عَنِ الْخَيْرِ: أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ؟ فَقَالَتْ: مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ؟ قَالَ: عَبْدُ اللهِ - يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ - فَقَالَتْ: هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1234] حضرت ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ حضرت مسروق نے ان سے کہا: اصحاب محمد ﷺ میں سے دو آدمی ہیں جو بھلائی کے کام میں کوتاہی نہیں کرتے: ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اور دوسرا مغرب اور افطار میں دیر کرتا ہے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: مغرب کی نماز اور روزہ افطار کرنے میں جلدی کون کرتا ہے؟ حضرت مسروق نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: [لَا يَأْلُو]، أَيْ: لَا يُقَصِّرُ فِي الْخَيْرِ.

لَا يَأْلُو کے معنی ہیں: بھلائی کے کام میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کا عمل بیان کیا گیا ہے کہ آپ افطار اور مغرب کی نماز میں جلدی کیا کرتے تھے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعطیہ مالک بن عامر رحمہ اللہ] مالک بن عامر یا ابن ابی عامر وداعی ہمدانی۔ کنیت ابوعطیہ ہے۔ تابعی ہیں۔ ابن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں۔ اعمش اور ابواسحاق جیسے کبار محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ ثقہ ہیں۔ 70 ہجری کے قریب قریب فوت ہوئے۔ امام بخاری، مسلم، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کی روایات بیان کی ہیں۔

[١٢٣٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1235] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: مجھے میرے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو ان میں سے افطار میں جلدی کرنے والے ہیں۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٢٣٦] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ**

[1236] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رات (کا اندھیرا) ادھر

[1234] صحيح مسلم، الصيام، باب فضل السحور......، حديث: 1099.

[1235] ضعيف۔ جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في تعجيل الإفطار، حديث: 700. اس کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[1236] صحيح البخاري، الصوم، باب متى يحل فطر الصائم؟ حديث: 1954، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان وقت انقضاء الصوم و خروج النهار، حديث: 1100.

مِنْ هٰهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا ، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(مشرق کی طرف) سے آ جائے اور دن (کا اجالا) ادھر (مغرب کی سمت) سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو یقیناً روزے دار نے افطار کر لیا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① افطار کر لیا' کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا اور دوسرا مطلب ہے کہ شرعاً وہ روزہ کھولنے والا ہو گیا' چاہے وہ کچھ نہ کھائے پیے' کیونکہ سورج کے غروب ہوتے ہی روزہ اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ ② اس میں روزے کے وقت کا تعین کر دیا گیا ہے کہ وہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے۔ اس میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا تشدد ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔

[١٢٣٧] وَعَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ : «يَا فُلَانُ! اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا» ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَمْسَيْتَ؟ قَالَ : «اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا» قَالَ : إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا ، قَالَ : «اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا» قَالَ : فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ : «إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ» وَأَشَارَ بِيَدِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1237] حضرت ابو ابراہیم عبداللہ بن ابی اوفی ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر گئے جب کہ آپ روزہ دار تھے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے رفقائے سفر میں سے ایک سے کہا: ''اے فلاں! سواری سے اتر اور ہمارے لیے ستو گھول۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ (کچھ اور) شام کریں (تو بہتر ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو سواری سے اتر اور ستو تیار کر۔'' اس نے کہا: ابھی تو کچھ دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اتر اور ہمارے لیے ستو گھول۔'' راویٔ حدیث حضرت عبداللہ بیان فرماتے ہیں: وہ سواری سے اترا اور آپ کے لیے ستو گھولے۔ رسول اللہ ﷺ نے ستو نوش فرمائے اور فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ رات ادھر (مشرق) سے آ گئی ہے تو یقیناً روزے دار کا روزہ کھل گیا۔'' اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ : [اِجْدَحْ] : بِجِيمٍ ثُمَّ دَالٍ ثُمَّ حَاءٍ مُّهْمَلَتَيْنِ ؛ أَيْ : اِخْلِطِ السَّوِيقَ بِالْمَاءِ .

اِجْدَحْ: پہلے ''جیم'' پھر ''دال'' اور ''حا'' پانی میں ستو گھول۔

فائدہ: اس میں بھی غروب شمس کے فوراً بعد بلا تاخیر روزہ کھولنے کی تاکید ہے۔

[1237] صحيح البخاري، الصوم، باب متى يحل فطر الصائم ؟ حديث :1955، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان وقت انقضاء الصوم و خروج النهار، حديث :1101.

[١٢٣٨] وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1238] حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ صحابی سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اسے چاہیے کہ چھوارے سے افطار کرے۔ اگر وہ نہ پائے تو پانی سے افطار کرے اس لیے کہ پانی خوب پاکیزہ ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث میرے نزدیک امر (حکم) کے صیغے سے درست نہیں، تاہم آپ ﷺ کے فعل سے ایسا ثابت ہے۔ (إرواء الغلیل، حدیث: 922)

[١٢٣٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ؛ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1239] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے قبل چند تازہ کھجوروں سے روزہ کھولتے تھے۔ اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چند چھواروں سے (روزہ افطار کرتے۔) اور اگر وہ بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: روزہ کھولتے وقت اس ترتیب کو سامنے رکھا جائے تو بہتر ہے تاکہ سنت کا ثواب بھی مل جائے اور طبی طور پر بھی یہی مفید ہے کیونکہ معدہ خالی ہونے کی وجہ سے گرم اور کمزور ہوتا ہے اس لیے مرغن چیزیں نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ (إرواء الغلیل، حدیث: 922)

[٢٢٣] بَابُ أَمْرِ الصَّائِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهِ وَجَوَارِحِهِ عَنِ الْمُخَالَفَاتِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَنَحْوِهَا

باب:223- روزے دار کو اپنی زبان اور دوسرے اعضاء کے ناجائز کاموں اور سب وشتم وغیرہ سے حفاظت کرنے کا حکم

[١٢٤٠] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

[1240] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

[1238] سنن أبي داود، الصيام، باب ما يفطر عليه، حديث: 2355، وجامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة، حديث: 658.

[1239] سنن أبي داود، الصيام، باب مايفطر عليه، حديث: 2356، وجامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء ما يستحب عليه الإفطار، حديث: 694.

[1240] صحيح البخاري، الصوم، باب هل يقول: إني صائم إذا شتم؟ حديث: 1904، وصحيح مسلم، الصيام، باب حفظ اللسان للصائم، حديث: 1151.

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ، أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو نہ دل لگی کی باتیں کرے اور نہ شور وغل کرے۔ چنانچہ اگر کوئی اس کو گالی گلوچ کرے یا اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں تو روزے دار ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث بَابُ وُجُوبِ الصَّوْمِ، رقم: 1215 میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ لائے ہیں۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ روزے دار کے لیے جس طرح کھانا پینا اور بیوی سے قربت منع ہے' اسی طرح روزے کی حالت میں اپنی زبان اور اپنے دیگر اعضاء کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی اشتعال دلائے بھی تو مشتعل نہ ہو بلکہ یہ یاد رکھے کہ میں روزے دار ہوں' مجھے ان چیزوں سے اجتناب کرنا ہے اور جہاں تک ہو سکے اپنی زبان کو اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن میں مشغول رکھے۔

[١٢٤١] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1241] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں بھی اسی امر کی تاکید ہے کہ روزے کی حالت میں روزے کے تقاضوں کا بھی خیال رکھا جائے۔ ایک طرف اللہ کی رضا کے لیے روزہ رکھنے کا بھی اہتمام ہو اور دوسری طرف اللہ کے خوف سے یہ بے نیازی ہو کہ نہ جھوٹ سے اجتناب ہو اور نہ دھوکا وفریب دہی اور دیگر ناجائز کاموں سے بچنے کا جذبہ۔ حدیث میں ایسے شخص کے لیے جن الفاظ میں وعید بیان ہوئی ہے اس سے اندیشہ ہے کہ ایسے لوگوں کا روزہ بے کار جائے اور وہ ثواب سے محروم رہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزے کی حالت میں کھانا پینا شروع کر دیں بلکہ اصل مقصود اس تنبیہ سے یہ ہے کہ ہر قسم کی معصیت سے اپنے آپ کو بچائیں تاکہ ثواب کے مستحق بھی بن سکیں۔

[٢٢٤] بَابٌ: فِي مَسَائِلَ مِنَ الصَّوْمِ

باب: 224- روزے کے چند مسائل کا بیان

[١٢٤٢] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَأَكَلَ، أَوْ

[1242] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص بھول کر کھا پی

[1241] صحيح البخاري، الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، حديث: 1903.

[1242] صحيح البخاري، الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيًا، حديث: 1933، وصحيح مسلم، الصيام، باب أكل الناسي و شربه و جماعه لا يفطر، حديث: 1155.

شَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ؛ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے' کیونکہ اللہ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں بھی اسلام کی ایک شفقت وسہولت کا بیان ہے کہ روزے کی حالت میں اگر بھول کر کوئی ایسا کام کر لیا ہے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' جیسے کھانا' پینا' وغیرہ تو نسیان کی وجہ سے اس کا روزہ برقرار رہے گا' بشرطیکہ یاد آتے ہی فوراً اس کام کو چھوڑ دے۔ ایسے روزے کی قضا ہے نہ کفارہ۔

[١٢٤٣] وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ؟ قَالَ: «أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرمِذِيُّ وَقَالَ: حديثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1243] حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وضو کی بابت بتلایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کامل طریقے سے وضو کرو' انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی ڈالنے کا خوب اہتمام کرو (جیسے زور سے خوشبو سونگھی جاتی ہے) مگر یہ کہ تم روزے دار ہو۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: عام حالات میں کمال وضو کے لیے یہ بھی ضروری اور فرض ہے کہ ناک میں پانی اچھی طرح ڈالا جائے' اسی طرح خوب کلی کی جائے۔ لیکن روزے کی حالت میں احتیاط ضروری ہے تاکہ پانی ناک یا منہ کے ذریعے سے اندر نہ جائے۔ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

[١٢٤٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1244] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو (بعض اوقات) اس طرح فجر ہوتی کہ آپ اپنی بیوی (کے ساتھ ہم بستری کرنے کی وجہ) سے جنبی ہوتے۔ پھر آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے۔ (بخاری ومسلم)

[١٢٤٥] وَعَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتَا: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ غَيْرِ حُلُمٍ، ثُمَّ يَصُومُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1245] حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بغیر احتلام کے' حالت جنابت میں صبح کرتے' پھر روزہ رکھ لیتے۔ (بخاری ومسلم)

[1243] سنن أبي داود، الصيام، باب الصائم يصب عليه الماء......، حديث: 2366، وجامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم، حديث: 788 واللفظ له.

[1244] صحيح البخاري، الصوم، باب اغتسال الصائم، حديث: 1930، وصحيح مسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، حديث: 1109.

[1245] صحيح البخاري، الصوم، باب اغتسال الصائم، حديث: 1931، 1932، وصحيح مسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، حديث: 1109.

فائدہ: اس کا مفہوم بھی وہی ہے جو پہلی حدیث کا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بعض دفعہ صبح اٹھتے تو جنبی ہوتے، لیکن آپ اسی حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھ لیتے اور غسل کر کے نماز پڑھ لیتے کیونکہ نماز کے لیے طہارت ضروری ہے۔ آپ کی یہ جنابت بھی احتلام کے بغیر ہی ہوتی تھی، یعنی بیوی کے ساتھ ہم بستری اس کی وجہ ہوتی تھی۔

[٢٢٥] بَابُ بَيَانِ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ وَشَعْبَانَ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

باب:225- محرم، شعبان اور حرمت والے مہینوں کے روزے کی فضیلت کا بیان

[١٢٤٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ: صَلَاةُ اللَّيْلِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1246] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔ اور فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اللہ کی طرف مہینے کی نسبت اس کے شرف و فضل کی علامت ہے، جیسے بیت اللہ، ناقۃ اللہ وغیرہ ہیں۔ ② محرم، چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے اور اسی ماہ محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے۔ باقی حرمت والے تین مہینے یہ ہیں: رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ ماہ محرم کو یہ امتیازی فضیلت حاصل ہے کہ رمضان کے بعد اس مہینے کے نفلی روزوں کو دیگر نفلی روزوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

[١٢٤٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ مِنْ شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ. وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1247] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں (نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے۔ بلاشبہ آپ ﷺ شعبان کا پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سوائے چند دنوں کے شعبان کے باقی روزے رکھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ایک اور حدیث میں نبی ﷺ کے شعبان میں زیادہ روزہ رکھنے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ اس مہینے میں اعمال رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں، تو آپ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ جب آپ کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں تو آپ روزے کی حالت میں ہوں۔ (سنن النسائي، الصيام، حديث: 2357) تاہم مسلمانوں کے لیے حکم یہی ہے کہ نصف اول میں تو وہ نفلی روزے رکھ سکتے ہیں لیکن شعبان کے نصف ثانی میں، پہلے نصف کو چھوڑ کر، انھیں روزہ رکھنے سے روک دیا گیا ہے تا کہ ان کی قوت و توانائی رمضان کے فرض روزوں کے لیے برقرار رہے۔ ② نبی ﷺ کو روحانی

[1246] صحيح مسلم، الصيام، باب فضل صوم المحرم، حديث: 1163.

[1247] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم شعبان، حديث: 1969، وصحيح مسلم، الصيام، باب صيام النبي ﷺ في غير رمضان...... حديث 782 بعد حديث: 1156.

قوت زیادہ حاصل تھی' اس وجہ سے روزہ آپ کے لیے کمزوری کا باعث نہیں ہوتا تھا' اسی لیے آپ صوم وصال (مسلسل بغیر افطار کیے روزے رکھنے) کا بھی اہتمام کر لیتے تھے۔ لیکن اپنی امت کو آپ نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے۔

[١٢٤٨] وَعَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ عَنْ أَبِيهَا أَوْ عَمِّهَا ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ ثُمَّ انْطَلَقَ فَأَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ، وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَمَا تَعْرِفُنِي؟ قَالَ: «وَمَنْ أَنْتَ؟» قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِي جِئْتُكَ عَامَ الْأَوَّلِ. قَالَ: «فَمَا غَيَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ؟» قَالَ: مَا أَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ إِلَّا بِلَيْلٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَذَّبْتَ نَفْسَكَ!» ثُمَّ قَالَ: «صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ» قَالَ: زِدْنِي؛ فَإِنَّ بِي قُوَّةً، قَالَ: «صُمْ يَوْمَيْنِ» قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: «صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ» قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: «صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ» وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا، ثُمَّ أَرْسَلَهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

وَ[شَهْرُ الصَّبْرِ]: رَمَضَانُ.

[1248] حضرت مجیبہ باہلیہ اپنے باپ یا اپنے چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر چلے گئے' پھر ایک سال کے بعد آپ کے پاس آئے جب کہ ان کی حالت و ہیئت بدل چکی تھی۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انھوں نے کہا: میں وہ باہلی ہوں جو پہلے سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں یہ تبدیلی کیسے آ گئی؟ تم تو اچھی حالت (شکل وصورت) والے تھے؟'' انھوں نے عرض کیا: میں جب سے آپ سے جدا ہوا ہوں' صرف رات کو کھانا کھایا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اپنے نفس کو عذاب میں مبتلا کیا۔'' پھر فرمایا: ''تم صبر والے مہینے کا روزہ رکھو اور (باقی) ہر مہینے میں ایک روزہ۔'' انھوں نے کہا: میرے لیے اور اضافہ فرمائیے کیونکہ مجھے قوت حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہر مہینے میں) دو دن کے روزے رکھو۔'' انھوں نے کہا: کچھ اور اضافہ فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین دن کے روزے رکھو۔'' انھوں نے کہا: میرے لیے زیادہ کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو۔'' حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو' حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو۔'' آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا' پہلے انھیں ملایا' پھر انھیں چھوڑ دیا۔ (ابوداود)

صبر والے مہینے سے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔

[1248] ضعيف- سنن أبي داود، الصيام، باب في صوم أشهر الحرم، حديث:2428. اس کی سند مجیبہ باہلیہ کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فائدہ: یہ روایت اس تفصیل سے سنداً ضعیف ہے، تاہم روزے رکھنے اور آپ کے منع کرنے والی بات صحیح حدیث سے ثابت ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحه للالباني، حديث: 2623)

راویٔ حدیث: [حضرت مجیبہ باہلیہ رحمۃ اللہ علیہا] ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔صرف اتنا ہے کہ یہ اپنے باپ یا اپنے چچا سے روایات بیان کرتی ہیں۔ان کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔مجیبہ کے بارے میں یہ اختلاف بھی کیا گیا ہے کہ آیا یہ مذکر نام ہے یا مؤنث؟ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ معروف نہیں ہیں۔

[٢٢٦] بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ

باب:226- ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں روزے اور دیگر نیکیوں کی فضیلت کا بیان

[١٢٤٩] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ» يَعْنِي: أَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ، وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1249] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب ہو۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں۔سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال لے کر (جہاد کے لیے) نکلا اور پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا (شہید ہو گیا یہ دوسروں سے یقیناً افضل ہے)۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ایسے ہیں کہ ان میں مناسک حج کی ادائیگی کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دس دنوں کو نیک اعمال کے لیے سب سے زیادہ فضیلت والا قرار دے کر ان لوگوں کے لیے بھی نیکیاں کمانے کے راستے کی نشاندہی فرما دی ہے جو حج کی سعادت سے محروم رہنے والے ہیں۔وہ اپنے اپنے مقام پر رہ کر ان ایام میں نفلی روزوں اور دیگر عبادات کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ ② اسلام میں جہاد کی بڑی فضیلت ہے۔

[٢٢٧] بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَتَاسُوعَاءَ

باب:227- یوم عرفہ، عاشوراء اور نویں محرم کے روزے کی فضیلت کا بیان

[1249] صحيح البخاري، العيدين، باب فضل العمل في أيام التشريق، حديث: 969.

[۱۲۵۰] عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ قَالَ: «يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1250] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے روزے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: نو ذوالحجہ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے۔ اس دن حجاج کرام عرفات میں وقوف کرتے ہیں جو حج کا انتہائی اہم رکن ہے۔ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ حجاج تو اس دن عرفات میں ذکر و دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور اس دن ان کی یہی سب سے اہم عبادت ہوتی ہے۔ اس لیے اس دن کا روزہ ان کے لیے مستحب نہیں ہے۔ لیکن غیر حاجیوں کے لیے اس دن کے روزے کی یہ فضیلت ہے کہ یہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے یا پھر رفع درجات کا باعث ثابت ہوتا ہے۔

[۱۲۵۱] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1251] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① عاشوراء دس محرم کو کہتے ہیں۔ دوسری احادیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہودی بھی دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''تم اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟'' انھوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی' اس خوشی میں ہم روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام کی اس خوشی میں ہم تم سے زیادہ روزہ رکھنے کے حق دار ہیں۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو اس کے ساتھ 9 محرم کا روزہ (بھی) رکھوں گا' تاکہ یہود کی مخالفت (بھی) ہو جائے۔'' اس لیے اب 9'10 محرم دو دن کے روزے رکھنے مسنون ہیں۔ ② افسوس کہ مسلمان محرم کی 9'10 تاریخ کو اس سنت پر تو عمل نہیں کرتے لیکن اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بہت سی بدعات پر نہایت سختی سے عمل کرتے ہیں یا پھر ماتم وغیرہ کی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں جو شیعوں کا مخصوص مذہب اور شعار ہے اور جس میں شرکت سخت گناہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب' ''رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا''

[۱۲۵۲] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: «يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1252] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے روزے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ

[1250] صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر......، حديث: 1162.

[1251] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، حديث: 2004، وصحيح مسلم، الصيام، باب صوم عاشوراء، حديث: 1130.

[1252] صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام......، حديث: 1162.

بن جاتا ہے۔'' (مسلم)

[١٢٥٣] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَئِنْ بَقِيتُ إِلٰى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1253] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ (بھی) ضرور رکھوں گا۔'' (مسلم)

فائدہ: بعض لوگ اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ میں صرف 9 محرم کا روزہ رکھوں گا۔ لیکن دوسری روایات کی رو سے یہ مفہوم صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے یہود کی مخالفت اختیار کرنے کے لیے دس محرم کے روزے کے ساتھ ایک اور روزہ رکھنے کا عزم فرمایا اور اس کا حکم بھی دیا' اس لیے اس کا وہی مفہوم صحیح ہے جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیا ہے۔ کیونکہ فضیلت تو دس محرم کی ہے اور دس محرم ہی روزے کا اصل سبب ہے۔ اگر اصل ہی کو ترک کر دیا جائے تو فرع کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ اور نو کا روزہ تو صرف یہودیوں کی مخالفت کے لیے ہے۔ اصل فضیلت میں اسے کوئی دخل نہیں۔

[٢٢٨] بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ

باب:228- شوال کے چھ روزوں کے مستحب ہونے کا بیان

[١٢٥٤] عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1254] حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے' اس کے بعد شوال کے چھ (نفلی) روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی مانند ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① [اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا] ''ایک نیکی کا اجر (کم از کم) دس گنا ہے'' کے مطابق ایک مہینے (رمضان) کے روزے دس مہینوں کے برابر ہیں اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیے جائیں جنھیں شش عیدی روزے کہا جاتا ہے' تو یہ دو مہینوں کے برابر ہو گئے' یوں گویا پورے سال کے روزوں کے اجر کا مستحق ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ اور جس کا یہ مستقل معمول ہو جائے تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے پوری زندگی روزوں کے ساتھ گزاری' وہ عنداللہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا شمار ہوگا۔ اس اعتبار سے یہ شش عیدی روزے بڑی اہمیت رکھتے ہیں' گو ان کی حیثیت نفلی روزوں ہی کی ہے۔ ② یہ چھ روزے متواتر رکھ لیے جائیں یا ناغہ کر کے' دونوں طرح جائز ہیں' تاہم شوال کے مہینے میں رکھنے ضروری ہیں۔ اسی طرح جن کے رمضان کے فرض روزے بیماری یا سفر وغیرہ یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے رہ گئے ہوں' ان کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ فرضی روزوں کی قضا دیں' شوال کے چھ نفلی روزے اس کے بعد رکھیں۔

[1253] صحيح مسلم، الصيام، باب أي يوم يصام في عاشوراء، حديث: 1134.

[1254] صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباعًا لرمضان، حديث: 1164.

[۲۲۹]بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

باب:229- سوموار اور جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے کا بیان

[١٢٥٥] عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ: «ذٰلِكَ يَوْمٌ وُّلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ، أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1255] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میری بعثت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① مقصد نبی ﷺ کا یہ تھا کہ اپنی ولادت اور نبوت سے سرفراز کیے جانے کی خوشی میں میں سوموار کا روزہ رکھتا ہوں۔ گویا میلاد النبی کا دن اگر کسی نے منانا ہو تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے ولادت والے دن صرف روزہ رکھا ہے' اس لیے یوم میلاد پر جلوس نکالنا' چراغاں کرنا' آرائشی محرابوں' دروازوں اور گلی کوچوں کی سجاوٹ پر لاکھوں کروڑوں روپے صرف کر دینا غیروں کی نقالی اور بدعت ہے' دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ② عمل صالح اور فرائض وسنن کی پابندی کے بغیر محبت کے یہ کھوکھلے مظاہرے عنداللہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کا رسالہ ''عید میلاد کی تاریخی وشرعی حیثیت اور مجوزین کے دلائل کا جائزہ۔'' جس میں ''جشن میلاد'' کے جواز کے دلائل پر نقد ومحاکمہ ہے۔ ایک بہترین مدلل اور قابل مطالعہ رسالہ ہے۔

[١٢٥٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بِغَيْرِ ذِكْرِ الصَّوْمِ.

[1256] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سوموار اور جمعرات کو (اللہ کے ہاں) اعمال پیش کیے جاتے ہیں' چنانچہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل جب (بارگاہ الٰہی میں) پیش کیا جائے تو میں روزے دار ہوں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ امام مسلم نے اسے روزے کے ذکر کے بغیر روایت کیا ہے۔)

فائدہ: سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنا مستحب ہے' اس کی وجہ استحباب حدیث میں بیان کر دی گئی ہے۔

[١٢٥٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ

[1257] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کا روزہ خاص اہتمام سے رکھتے

[1255] صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر......، حديث: 1162.

[1256] جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في صوم يوم الاثنين والخميس، حديث: 747.

[1257] جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في صوم يوم الاثنين والخميس، حديث: 745.

وَالْخَمِيسِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

تھے۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: یَتَحَرّٰی کا مطلب ہے: تلاش وجستجو کرتے' یعنی بطور خاص اہتمام فرماتے۔ اس کی وجہ گزشتہ حدیث میں بیان ہوچکی ہے۔

[٢٣٠] بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

باب:230- ہر مہینے تین روزے رکھنے کے مستحب ہونے کا بیان

وَالْأَفْضَلُ صَوْمُهَا فِي الْأَيَّامِ الْبِيضِ، وَهِيَ: الثَّالِثُ عَشَرَ، وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالْخَامِسُ عَشَرَ. وَقِيلَ: اَلثَّانِي عَشَرَ، وَالثَّالِثُ عَشَرَ، وَالرَّابِعُ عَشَرَ، وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ.

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: افضل یہ ہے کہ ایام بیض کے تین روزے ہر مہینے رکھے جائیں۔ اور یہ چاند کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ اور بعض کے نزدیک' بارہ تیرہ اور چودہ تاریخ ہے۔ صحیح اور مشہور بات پہلی ہے۔

[١٢٥٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1258] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی: ہر مہینے تین روزے رکھنے کی' چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی اور یہ کہ سونے سے قبل میں وتر ادا کر لیا کروں۔ (بخاری ومسلم)

[١٢٥٩] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَوْصَانِي حَبِيبِي ﷺ بِثَلَاثٍ لَنْ أَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ: بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحٰى، وَبِأَنْ لَّا أَنَامَ حَتّٰى أُوتِرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1259] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ زندگی بھر میں انھیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا: ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کی' چاشت کی نماز کی اور یہ کہ سونے سے قبل میں وتر ادا کر لیا کروں۔ (مسلم)

[١٢٦٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

[1260] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مہینے تین دن کے

[1258] صحيح البخاري، التهجد، باب صلاة الضحى في الحضر، حديث: 1178، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة الضحى......، حديث: 721.

[1259] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة الضحى......، حديث: 722.

[1260] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم داود عليه السلام، حديث: 1979، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به......، حديث: 1159.

ﷺ: «صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

روزے رکھنا سارا سال روزہ رکھنے کے برابر ہے (یا ہمیشہ روزہ رکھنا ہے)۔'' (بخاری ؤمسلم)

[١٢٦١] وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِي مِنْ أَيِّ الشَّهْرِ يَصُومُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1261] حضرت معاذہ عدویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے تین دن کے روزے رکھتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ میں نے پوچھا: مہینے کے کون سے حصے کا روزہ رکھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: آپ یہ پروا کیے بغیر کہ یہ مہینے کا کون سا حصہ ہے' روزہ رکھتے تھے۔ (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مہینے کی کوئی سی بھی تاریخوں میں 3 روزے رکھے جا سکتے ہیں' ان کی تعیین ضروری نہیں۔ تاہم افضل تاریخیں تیرہ چودہ اور پندرہ ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ان تاریخوں میں روزے رکھنے کا حکم بھی فرمایا ہے اور آپ بھی اکثر ان تاریخوں کا خیال رکھتے تھے اور اس کے مطابق روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی روایات سے واضح ہے۔

[١٢٦٢] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًا، فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1262] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو مہینے میں تین روزے رکھنے کا ارادہ کرے تو تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھ۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٢٦٣] وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ أَيَّامِ الْبِيضِ: ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1263] حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض' یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ (ابوداود)

راویٔ حدیث: [حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ] قتادہ بن ملحان قیسی۔ بنوقیس بن ثعلبہ سے ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ان کے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ انھوں نے بصرہ کو اپنا جائے مسکن بنایا اور وہیں رہائش پذیر رہے۔ ان سے ان کے بیٹے عبدالملک روایات بیان کرتے ہیں۔ انھیں نبیٔ اکرم ﷺ کے صرف دو فرامین عالیہ کو بیان کرنے کا شرف حاصل ہے۔

[١٢٦٤] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

[1264] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

[1261] صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر......، حديث: 1160.

[1262] جامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في صوم ثلاثة أيام من كل شهر، حديث: 761.

[1263] سنن أبي داود، الصيام، باب في صوم الثلاث من كل شهر، حديث: 2449.

[1264] سنن النسائي، الصيام، صوم النبي ﷺ......، حديث: 2347.

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبِيضِ فِي حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

رسول اللہ ﷺ اقامت اور سفر دونوں حالتوں میں ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑتے تھے۔ (اس حدیث کو امام نسائی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① بِیض۔ اَبْیَض کی جمع ہے' بمعنی سفید۔ تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخوں کو ایام بیض (روشن دن) اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں چاندنی کی وجہ سے روشن رہتی ہیں۔ ان راتوں کے بعد چاند بتدریج گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ ② بہرحال مذکورہ حدیثوں سے واضح ہے کہ ان تاریخوں میں تین روزے رکھنا افضل ہے' تاہم جواز دوسری تاریخوں میں بھی ہے۔

[٢٣١] بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا وَفَضْلِ الصَّائِمِ الَّذِي يُؤْكَلُ عِنْدَهُ وَدُعَاءِ الْآكِلِ لِلْمَأْكُولِ عِنْدَهُ

باب: 231- روزہ کھلوانے کی فضیلت اور اس روزے دار کی فضیلت جس کے پاس کھایا جائے اور مہمان کا میزبان کے لیے دعا کرنا

[١٢٦٥] عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْءٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1265] حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا' اس کے لیے اس روزے دار کی مثل اجر ہے' بغیر اس کے کہ روزے دار کے اجر میں کچھ کمی ہو۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٢٦٦] وَعَنْ أُمِّ عُمَارَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَقَدَّمَتْ إِلَيْهِ طَعَامًا، فَقَالَ: «كُلِي» فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّي عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ حَتَّى يَفْرُغُوا» وَرُبَّمَا قَالَ: «حَتَّى يَشْبَعُوا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1266] حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ان کے گھر نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بھی کھاؤ۔'' حضرت ام عمارہ نے کہا: میں تو روزے دار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزے دار کے پاس جب کھانا کھایا جائے تو ان (کھانا کھانے والوں) کے کھانے سے فارغ ہونے تک فرشتے اس (روزے دار) کے حق میں

[1265] جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في فضل من فطر صائما، حديث: 807.

[1266] ضعيف جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في فضل الصائم إذا أكل عنده، حديث: 785.

دعا کرتے رہتے ہیں۔'' اور بعض دفعہ فرمایا: ''ان کے سیر ہونے تک (دعا کرتے رہتے ہیں)۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: شیخ البانی ؒ نے اس روایت کو مرفوعاً ضعیف کہا ہے اور اس کی وجہ لیلیٰ کو قرار دیا ہے۔ تاہم عبداللہ بن عمرو سے موقوفاً اختصار کے ساتھ صحیح کہا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے کسی حد تک دعا کا اثبات ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الضعيفة:502/3)

[١٢٦٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ إِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَّزَيْتٍ ، فَأَكَلَ ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ» . رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ .

[1267] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ سعد بن عبادہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے روٹی اور زیتون کا روغن آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ تناول فرمایا' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزے داروں نے تمھارے پاس افطار کیا' نیک لوگوں نے تمھارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمھارے لیے مغفرت کی دعا کی۔'' (اسے امام ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے۔)

فائدہ: أَفْطَرَ لفظاً جملہ خبریہ ہے۔ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ لیکن شارحین نے کہا ہے کہ یہ دعائیہ جملہ ہے' اس اعتبار سے اس کا ترجمہ ہوگا: ''تمھارے پاس روزے دار روزہ کھولیں' نیک لوگ تمھارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمھارے حق میں دعائیں کریں۔'' یہ گویا میزبان کے لیے اس بات کی دعا ہے کہ تمھیں یہ توفیق ملتی رہے کہ تمھارے پاس روزے دار اور نیک لوگ آئیں اور تمھارے خوانِ نعمت سے لطف اندوز ہوں اور تم زیادہ سے زیادہ فرشتوں کی دعائے رحمت و مغفرت کے مستحق بنو۔ اس میں حسب توفیق واستطاعت مہمان نوازی کی ترغیب ہے۔

[1267] سنن أبي داود، الأطعمة، باب في الدعاء لرب الطعام إذا أكل عنده، حديث:3854.

٩ - كِتَابُ الْاِعْتِكَافِ

اعتکاف سے متعلق احکام ومسائل

[۲۳۲]بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي رَمَضَانَ

باب:232-رمضان میں اعتکاف کرنے کا بیان

[١٢٦٨] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1268] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

[١٢٦٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ تَعَالٰى، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1269] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر دیا' پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ (بخاری ومسلم)

[1268] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر الأواخر، حديث:2025، وصحيح مسلم، الاعتكاف، باب اعتكاف العشر الأواخر من رمضان، حديث:1171.

[1269] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشرالأواخر، حديث:2026، وصحيح مسلم، الاعتكاف، باب اعتكاف العشر الأواخر من رمضان، حديث:1172.

[١٢٧٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1270] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر جس سال آپ کا انتقال ہوا' آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔ خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں لیکن اعتکاف کی جگہ مسجد ہے گھر نہیں۔ اس لیے اگر کسی مسجد میں ایسا انتظام ہے کہ وہاں عورتیں' مردوں سے بالکل الگ تھلگ اور پورے تحفظ کے ساتھ اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں تو وہاں وہ اعتکاف بیٹھ جائیں۔ لیکن جہاں ایسا معقول انتظام نہ ہو تو پھر اپنی عصمت کو خطرے میں ڈال کر عورت کا مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز نہیں۔ اعتکاف نفلی عبادت ہے اور عصمت کا تحفظ فرض۔ نفل کے شوق میں فرض سے غفلت صحیح نہیں۔

[1270] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر الأوسط من رمضان، حديث:2044.

١٠ - كِتَابُ الْحَجِّ
حج کے فضائل ومسائل

[٢٣٣] بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ

باب: 233-حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [آل عمران: ٩٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے' جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے۔ اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز ہے۔''

فائدۂ آیت: راستے کی طاقت سے مراد آمد ورفت کا خرچ اور اس کے بعد گھر میں بچوں کی کفالت کا انتظام ہے۔ ایسے لوگوں پر حج فرض ہے اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے کفر سے تعبیر کیا ہے جس سے اس جرم کی شناعت وقباحت (برائی) واضح ہے اور احادیث میں بھی اس پر سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

[١٢٧١] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ:

[1271] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی

[1271] صحيح البخاري، الإيمان، باب دعاء كم إيمانكم، حديث:8، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أركان الإسلام و دعائمه العظام، حديث:16.

شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔" (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ روایت کتاب الصلاۃ، کتاب الزکاۃ اور کتاب الصوم میں بھی گزر چکی ہے، یہاں اسے حج کے چوتھے رکن کی فرضیت کے اثبات میں بیان کیا گیا ہے۔ ② یہ حج اسی پر فرض ہے جو مالی اور جسمانی طور پر صاحب استطاعت ہوگا۔

[١٢٧٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: «يَاأَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا» فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟! فَسَكَتَ، حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَوْ قُلْتُ نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ» ثُمَّ قَالَ: «ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ؛ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُم عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1272] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا: "اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا تم حج کرو۔" ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا (فرض) ہے؟ آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس نے اپنا سوال تین مرتبہ دہرایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں (جواب میں) ہاں کہہ دیتا تو یقیناً (ہر سال) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "تم مجھے (میرے حال پر) چھوڑ دو جب تک میں تمھیں (تمھارے حال پر) چھوڑے رکھوں، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگ اپنے کثرت سوال اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔ چنانچہ میں جب تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجا لاؤ اور جب تمھیں کسی چیز سے روک دوں تو اسے چھوڑ دو۔" (مسلم)

فوائد ومسائل: ① صاحب استطاعت پر حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ ② غیر ضروری سوال کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو ماننے والوں کا کام یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا جائے انھیں بجا لائیں، جن سے روکا گیا ہے ان سے دور رہیں، ان کا ارتکاب نہ کریں۔

[1272] صحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337.

[١٢٧٣] وَعَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَّبْرُورٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1273] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حج مبرور۔'' (بخاری ومسلم)

[اَلْمَبْرُورُ]: هُوَ الَّذِي لَا يَرْتَكِبُ صَاحِبُهُ فِيهِ مَعْصِيَةً.

مَبْرُورٌ: وہ حج ہے جس میں حاجی اللہ کی کسی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرے۔

فوائد ومسائل: ① گویا حج بھی افضل اعمال میں سے ایک افضل عمل ہے بشرطیکہ اخلاص اور اجتناب معصیت کے ساتھ کیا جائے۔ ② بعض نے حج مبرور کے معنی کیے ہیں: حج مقبول۔ اور اس کی علامت یہ بتلائی ہے کہ حج کے بعد وہ انسان اللہ کا عبادت گزار بن جائے جب کہ اس سے پہلے وہ غافل تھا۔

[١٢٧٤] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ حَجَّ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1274] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش اور بے ہودہ بات نہیں کی اور نہ اللہ کی نافرمانی کی تو وہ اس طرح (پاک ہو کر) لوٹتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① رَفَثٌ کے اصل معنی ہیں: جماع کرنا۔ یہاں مراد فحش گوئی اور بے ہودگی اور بیوی سے زبان سے جنسی خواہش کی آرزو کرنا ہے۔ دوران حج چونکہ بیوی سے ہم بستری ممنوع ہے اس لیے اس موضوع پر بیوی سے گفتگو اور دل لگی کی باتیں کرنا بھی ناپسندیدہ ہے۔ ② فِسْقٌ سے مراد اللہ کی نافرمانی اور لوگوں سے لڑائی جھگڑا ہے۔ ایام حج میں بالخصوص ان سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ مذکورہ پابندیوں کے ساتھ کیے گئے حج کی فضیلت یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ حقوق العباد سے متعلق کوتاہیاں خالص توبہ اور ادائیگی حقوق کے بغیر معاف نہیں ہوں گی۔

[1273] صحيح البخاري، الإيمان، باب من قال: إن الإيمان هو العمل، حديث:26، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:83.

[1274] صحيح البخاري، الحج، باب فضل الحج المبرور، حديث:1521، وصحيح مسلم، الحج، باب فضل الحج والعمرة، حديث:1350.

[١٢٧٥] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1275] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں عمرے کی فضیلت یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ ② عمرے کا مطلب ہے: احرام باندھ کر خانہ کعبہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور حلق یا تقصیر (سر مونڈنا یا بال کترانا۔) یہ حج کی طرح فرض ہے یا نہیں؟ اس کی بابت علماء میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ فرضیت کا اور ایک گروہ سنت مؤکدہ کا قائل ہے اور بعض نفل ہونے کا خیال رکھتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان قول اول کی طرف ہے جس کی تائید بعض صحابہ کے اقوال سے ہوتی ہے جن کی بابت بعض محدثین نے موصول ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری کتاب و باب مذکور)

[١٢٧٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ: «لٰكِنْ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَّبْرُورٌ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1276] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے لیے افضل جہاد حج مبرور ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: عام حالات میں عورتوں کے لیے حج افضل الجہاد ہے کیونکہ اسلام میں امور سیاست و جہانبانی، اقتصاد و تجارت اور حرب وضرب وغیرہ کے بیرونی کاموں کے اصل ذمہ دار مرد اور صرف مرد ہیں۔ عورتیں ان تمام کاموں سے مستثنیٰ ہیں، تاہم حرب وضرب کے خاص موقعوں پر اگر ضرورت ہو تو عورتوں سے زخمی فوجیوں کی مرہم پٹی، خوراک وغیرہ جیسے کاموں میں اندرونی محاذ پر پردے کے دائرے میں رہتے ہوئے کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن عورتوں کو باقاعدہ فوجی ٹریننگ دینا اور انھیں مردوں کی طرح محاذ جنگ پر بھیجنا محض مغربی اقوام کی نقالی ہے، اسلامی تعلیمات میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی اس حدیث سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

[١٢٧٧] وَعَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ يَّوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُّعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1277] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفے کے دن سے زیادہ اپنے بندے کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو۔'' (مسلم)

[1275] صحيح البخاري، العمرة، باب وجوب العمرة و فضلها، حديث:1773، وصحيح مسلم، الحج، باب فضل الحج والعمرة، حديث:1349.

[1276] صحيح البخاري، الحج، باب فضل الحج المبرور، حديث:1520.

[1277] صحيح مسلم، الحج، باب فضل الحج والعمرة ويوم عرفة، حديث:1348.

فائدہ: عَبْدًا یہاں بطور جنس کے استعمال ہوا ہے' مراد جمع (بندے) ہیں۔ یعنی عرفے والے دن اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد فرماتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں حج کرنے والے افراد جو ایام حج میں خالص توبہ کر کے اپنے اللہ کو راضی کر لیتے ہوں گے' یقیناً عرفے والے دن اللہ کی خصوصی مغفرت اور جہنم سے آزادی کے مستحق ٹھہرتے ہوں گے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ. آمین.

[١٢٧٨] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «**عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً - أَوْ حَجَّةً مَّعِي**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1278] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے' یا (فرمایا:) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔'' (یہ راوی کو شک ہے) (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① حج کے برابر ہونے کا مطلب حج جیسا اجر و ثواب ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے فریضۂ حج ادا ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ② رمضان میں عمرے کی یہ فضیلت غالباً اس لیے ہے کہ اس طرح ایک وقت میں دو عبادتوں کا اجتماع ہو جاتا ہے۔

[١٢٧٩] وَعَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلٰى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ، أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ : «**نَعَمْ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1279] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے اپنے بندوں پر جو حج فرض کیا ہے' وہ میرے بوڑھے باپ پر اس وقت لازم ہوا ہے جب وہ (بڑھاپے کی وجہ سے) سواری پر ٹھہر نہیں سکتے' کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: بڑھاپے میں حج کے لازم ہونے کا مطلب ہے کہ وہ بڑھاپے میں صاحب استطاعت ہوئے ہیں لیکن بڑھاپے کے ضعف و انحطاط کی وجہ سے سفر کے قابل نہیں۔ اس صورت میں آپ نے حج بدل کی اجازت مرحمت فرما دی۔ لیکن دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے جس نے پہلے خود حج کیا ہوا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی صاحب استطاعت باپ حج کے بغیر فوت ہو گیا ہو تو اس کی طرف سے بھی حج کرنا بہت ضروری ہے ورنہ اس کے ذمے یہ قرض رہے گا جس پر وہ عنداللہ ماخوذ ہو سکتا ہے۔ تاہم غربت میں فوت ہونے والے ماں باپ کی طرف سے حج کرنا ضروری نہیں کیونکہ وہ ان پر فرض ہی نہیں تھا۔ اگر کوئی ثواب کی نیت سے کرے گا تو نفلی حج کا ثواب ملنے کی امید ہے۔

[1278] صحيح البخاري، العمرة، باب عمرة في رمضان، حديث:1782، وصحيح مسلم، الحج، باب فضل العمرة في رمضان، حديث:1256.

[1279] صحيح البخاري، الحج، باب وجوب الحج و فضله ...... حديث:1513، وصحيح مسلم، الحج، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما أو للموت، حديث:1334.

[١٢٨٠] وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَّا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعْنَ؟ قَالَ: «حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1280] حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے باپ بہت بوڑھے ہیں، وہ حج کی طاقت رکھتے ہیں نہ عمرے کی اور نہ سفر کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی بطور نیابت حج کرنے کی تاکید ہے، لیکن نائب کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ خود حج کر چکا ہو۔

[١٢٨١] وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1281] حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کرایا گیا جب کہ میں سات سال کا بچہ تھا۔ (بخاری)

فائدہ: چھوٹے بچوں کو اس طرح حج کرانا جائز ہے۔ اس کا اجر ماں باپ کو ملے گا۔ لیکن ایسا کوئی بچہ بلوغت کے بعد اگر صاحب استطاعت ہوا تو اس کے لیے فریضۂ حج کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ بچپن کا کیا ہوا حج اس کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔

[١٢٨٢] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ، فَقَالَ: «مَنِ الْقَوْمُ»؟ قَالُوا: اَلْمُسْلِمُونَ. قَالُوا: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: «رَسُولُ اللهِ» فَرَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1282] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ روحاء جگہ پر ایک قافلے کو ملے تو پوچھا: ''کون لوگ ہو؟'' انھوں نے بتلایا: مسلمان ہیں۔ انھوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا رسول۔'' تب ایک عورت نے ایک بچہ (ہاتھوں پر اٹھا کر) بلند کیا اور پوچھا: کیا اس کے لیے بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اور اس کا اجر تجھے ملے گا۔'' (مسلم)

[١٢٨٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ. وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ. رَوَاهُ

[1283] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کجاوہ (پالان) پر حج فرمایا اور یہی آپ کے

[1280] سنن أبي داود، المناسك، باب الرجل يحج عن غيره، حديث: 1810، و جامع الترمذي، الحج، باب منه ما جاء في الحج عن الميت، حديث: 930.

[1281] صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب حج الصبيان، حديث: 1858.

[1282] صحيح مسلم، الحج، باب صحة حج الصبي وأجر من حج به، حديث: 1336.

[1283] صحيح البخاري، الحج، باب الحج على الرحل، حديث: 1517.

الْبُخَارِيُّ.

سامان سفر کی سواری بھی تھی۔ (بخاری)

فائدہ: زَامِلَۃٌ ایسی سواری (اونٹ' خچر وغیرہ) کو کہا جاتا ہے جس پر سامان سفر رکھ لیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے ایسی سواری پر حج فرمایا کہ اسی پر آپ کے کھانے پینے کا سامان بھی رکھا ہوا تھا' گویا وہی آپ کے سامان سفر کی سواری (زاملہ) بھی تھی۔

[١٢٨٤] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ وَمِجَنَّةُ. وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَأَثَّمُوا أَنْ يَتَّجِرُوا فِي الْمَوَاسِمِ، فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾ [الْبَقَرَة:١٩٨] فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1284] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت کی منڈیاں تھیں۔ (یہاں میلوں ٹھیلوں کے موقع پر بازار لگتے تھے) تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حج کے مہینوں میں کاروبار کرنے کو گناہ سمجھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ......﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (حج کے مہینوں میں) اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔'' (بخاری)

فائدہ: مَوَاسِم، مَوْسِمٌ کی جمع ہے' یہاں یہ مہینوں کے مفہوم میں ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حج کے موسم' یعنی ایام حج میں' جو دو تین مہینوں کو محیط ہوتے ہیں' زمانۂ جاہلیت میں لگنے والے بازاروں سے مشابہت خیال کرتے ہوئے تجارت و کاروبار کرنے کو گناہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں وضاحت فرما کر ان کا شبہ دور فرما دیا۔ اس لیے اس موقع پر تجارت و کاروبار میں حصہ لینا حج اور عمرے کے منافی نہیں۔ تاہم یہ صرف جواز ہی ہے۔ اگر کوئی ان ایام میں زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اخروی ثواب حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے تو اس کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ کاروباری مصروفیات سے اپنا دامن بچا کر یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ذکر و عبادت میں اپنا وقت صرف کرے۔

[1284] صحيح البخاري، الحج، باب التجارة أيام الموسم......، حديث: 1770.

١١ - كِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد سے متعلق آداب واحکام

[٢٣٤] بَابُ وُجُوبِ الْجِهَادِ

باب: 234- جہاد کی فرضیت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَقَٰتِلُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَٰتِلُونَكُمْ كَآفَّةً ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [التوبة: ٣٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تم تمام مشرکوں سے لڑو، جیسے وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ٢١٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمھارے لیے ناگوار ہے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو حالانکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہو۔ اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمھارے لیے بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿ٱنفِرُوا۟ خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَٰهِدُوا۟ بِأَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾ [التوبة: ٤١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اللہ کی راہ میں) نکلو (خواہ) ہلکے ہو یا بوجھل۔ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ۚ يُقَـٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ وَٱلْقُرْءَانِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِۦ مِنَ ٱللَّهِ ۚ فَٱسْتَبْشِرُوا۟ بِبَيْعِكُمُ ٱلَّذِى بَايَعْتُم بِهِۦ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾ [التوبة : ١١١]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں، انجیل میں اور قرآن میں۔ اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تم اپنے اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے، خوش ہو جاؤ۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿لَّا يَسْتَوِى ٱلْقَـٰعِدُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُو۟لِى ٱلضَّرَرِ وَٱلْمُجَـٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ ٱللَّهُ ٱلْمُجَـٰهِدِينَ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى ٱلْقَـٰعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ ٱللَّهُ ٱلْمُجَـٰهِدِينَ عَلَى ٱلْقَـٰعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ○ دَرَجَـٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [النساء : ٩٥، ٩٦]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’وہ مسلمان جو غیر معذور ہیں اور (عذر کے بغیر) گھروں میں بیٹھے رہنے والے ہیں اور وہ مومن جو اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، بیٹھ رہنے والوں پر مرتبے میں فضیلت دی ہے۔ اور ہر ایک کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اور مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دی ہے، اپنی طرف سے مرتبوں کی بھی، بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔‘‘

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَـٰرَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُجَـٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ وَمَسَـٰكِنَ طَيِّبَةً فِى جَنَّـٰتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ○ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الصف : ١٠-١٣]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ وہ یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ وہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عمدہ گھر ہیں جو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں ہیں۔ یہ ہے کامیابی بڑی۔ اور ایک اور چیز بھی، جسے تم پسند

کرتے ہو' اللہ کی طرف سے مدد اور نزدیکی فتح۔ اور مومنوں کو خوش خبری دے دیجیے۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّشْهُورَةٌ .

اور اس باب میں بہت آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فِي فَضْلِ الْجِهَادِ فَأَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ ، فَمِنْ ذٰلِكَ :

جہاد کی فضیلت میں اتنی کثرت سے احادیث ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

فائدۂ آیات: یہ تمام آیات جہاد سے تعلق رکھتی ہیں جن میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے اور اس کے دینی و دنیوی فائدے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے جب بھی اور جہاں بھی کفار سے لڑنے کی ضرورت ہو' جہاد سے جی نہیں چرانا چاہیے۔ جہاد ہی میں اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی رفعت کا راز مضمر ہے۔ مسلمانوں نے جب تک جہاد کا علم بلند کیے رکھا' ان کی عظمت و رفعت کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہراتا رہا اور ان کی تہذیب و ثقافت کا سکہ رواں رہا۔ جب سے مسلمانوں نے جہاد کے اس اہم ترین فریضے کو فراموش کیا ہے' وہ قعر مذلت میں گر گئے اور ان کی بے مثال تہذیب بھی دنیا کی نظروں میں بے توقیر ٹھہری۔ آج مسلمان ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہیں اور ان کی تہذیب بھی کھوٹا سکہ' جسے وہ خود بھی اپنانے کے لیے تیار نہیں۔ ذلت و ادبار کی یہ گھٹا پوری دنیا کے مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے' لیکن اس کو دور کرنے اور اپنی عظمت رفتہ کے حاصل کرنے کے لیے ان کے اندر کوئی تڑپ' لگن اور جذبہ نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کا صرف ایک ہی راستہ اور ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے جہاد کا راستہ اور طریقہ جسے آج کا سہل پسند اور عیش کوش مسلمان اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور مسلمان ممالک کی حکومتیں بھی اسلامی جذبات سے عاری بلکہ اسلام کی دشمن ہیں' اس لیے کفار دندنا رہے ہیں' انھوں نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا ہوا ہے اور ان کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ لیکن پورے عالم اسلام پر سکوت مرگ طاری ہے' صلیبی طاقتیں اور صیہونی سازشیں اپنا کام کر رہی ہیں لیکن مسلمان ملکوں کے حکمران داد عیش دینے میں مصروف ہیں بلکہ اپنے اپنے ملکوں سے رہے سہے اسلامی نقوش کو بھی ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انفرادی طور پر صرف چند جماعتیں اور تحریکیں ہیں جو اپنے اپنے طور اسلام کی عظمت کا اور جہاد کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں۔ لیکن کفر کی عالمی طاقتوں اور ان کے بے پناہ وسائل کے مقابلے میں یہ چند تحریکیں کیا کر سکتی ہیں؟ اور ان کے جہاد سے کیا امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں؟ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت قاہرہ سے کنجشک فرومایہ کو ہم دوش سلیمان کر سکتا ہے' مور ناتواں کو آہنی چٹانوں سے ٹکرانے کا عزم و حوصلہ بخش سکتا ہے اور اصحاب الفیل کو طیر ابابیل کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں کے ذریعے سے عبرت ناک شکست سے دوچار کر سکتا ہے' لیکن یہ معجزات اس کی مشیت و مصلحت کے تابع ہیں جن کی بابت کسی کو علم نہیں۔ عام گفتگو ظاہری اسباب کے دائرے ہی میں ہو سکتی ہے اور بالعموم ہوتی ہے۔ ظاہری اسباب کی حد تک فی الحال مایوسی ہی مایوسی ہے۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ.

[١٢٨٥] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «إِيمانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1285] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ نے جواب دیا: ''حج مبرور۔''

(بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث رقم: 1273 میں گزر چکی ہے۔ مختلف احادیث میں مختلف اعمال کو افضل الاعمال بتلایا گیا ہے۔ اس کی توجیہ میں بعض نے تو کہا ہے کہ ان میں مِنْ پوشیدہ ہے، یعنی مِنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ، یعنی یہ یہ کام زیادہ فضیلت والے عملوں میں سے ہیں۔ یا مختلف احوال، اوقات یا جگہوں کے اعتبار سے انھیں بیان کیا گیا ہے، مثلاً: کسی وقت یا کسی جگہ یا کسی شخص کے لیے اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے یا حج مبرور افضل ہے یا جہاد افضل ہے، وغیرہ۔ بعض کے نزدیک مُخَاطَب کی رو سے مختلف اعمال کی افضلیت کو بیان کیا گیا ہے۔ ② حج کے لغوی معنی قصد کرنا ہیں، شرعاً مناسک حج کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ کا قصد کرنا حج کہلاتا ہے۔ مَبْرُور، بِرّ (طاعت) کا اسم مفعول ہے، مراد ایسا عمل ہے جو خالص نیت کے ساتھ کیا جائے اور اس میں کسی نافرمانی کا ارتکاب نہ ہو۔

[١٢٨٦] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: «اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا» قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «بِرُّ الْوَالِدَيْنِ» قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1286] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

(بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْأَرْحَامِ، رقم: 312 میں گزر چکی ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بغیر عذر کے اپنے وقت پر نماز نہیں پڑھی حتی کہ اس کا وقت نکل گیا، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اتنا گراں کام نہیں ہے اور اس کی فضیلت بھی بہت ہے، تو وہ دوسرے اعمال خیر کو بھی ضائع کرنے والا ہوگا اور جو والدین کے ساتھ حسن سلوک

[1285] صحيح البخاري، الإيمان، باب من قال: إن الإيمان هو العمل، حديث:26، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:83.

[1286] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حديث:527، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:85.

نہیں کرتا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ ان کا حق مجھ پر سب سے زیادہ فائق ہے تو وہ دوسروں کے ساتھ کیا حسن سلوک کرے گا۔ اور جو کافروں کے ساتھ جہاد نہیں کرتا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ دین اسلام کے شدید دشمن ہیں تو وہ فسق و فجور کے مرتکبین کے خلاف بھی جدوجہد نہیں کر سکتا۔ (ابن علان)

[١٢٨٧] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «اَلْإِيمَانُ بِاللهِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1287] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔'' (بخاری ومسلم)

[١٢٨٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ رَوْحَةٌ، خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1288] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: غَدْوَۃٌ اور رَوْحَۃٌ یہ غُدُوٌّ اور رَوَاحٌ کے اسم مَرَّۃ ہیں، یعنی ایک صبح یا ایک شام کو چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کیونکہ دنیا اور اس کی ہر چیز فانی ہے جب کہ آخرت کو بقا و دوام ہے۔ فنا ہو جانے والی چیز کا بھلا ان چیزوں سے کیا مقابلہ جو ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

[١٢٨٩] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ اللهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1289] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا: کون سے لوگ افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اپنے نفس اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مومن جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔'' (بخاری ومسلم)

[1287] صحيح البخاري، العتق، باب أي الرقاب أفضل؟، حديث:2518، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:84.

[1288] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الغدوة والروحة في سبيل الله ...، حديث:2792، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله، حديث:1880.

[1289] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب أفضل الناس مؤمن ...، حديث:2786، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط، حديث:1888.

فوائد و مسائل: ① یہ روایت بَابُ الْعُزْلَةِ، رقم: 598 میں گزر چکی ہے۔ شِعب (گھاٹی) پہاڑ کے درمیان یا دو پہاڑوں کے درمیان راستے اور پانی کی گزرگاہ کو کہتے ہیں۔ ② حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شہروں میں جب فتنے عام ہو جائیں اور دین کو بچانا مشکل ہو جائے تو ایسے حالات میں اپنے دین وایمان کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے جنگلوں، پہاڑوں اور بے آباد علاقوں میں جا بسنا، یہ بھی نہایت فضیلت والا عمل ہے۔

[١٢٩٠] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالٰى، أَوِ الْغَدْوَةُ، خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1290] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک دن سرحدی محاذ پر پہرہ دینا دنیا اور جو کچھ اس پر ہے، سے بہتر ہے۔ اور جنت میں تمھارے کسی ایک کے کوڑے جتنی جگہ (کامل جانا) دنیا اور جو کچھ اس پر ہے، سے بہتر ہے۔ اور اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک شام یا ایک صبح کو چلنا دنیا اور جو کچھ اس پر ہے، سے بہتر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① رِبَاطٌ کے معنی ہیں: دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور اس کو اپنی سرحدوں سے دھکیلنے کے لیے اپنی سرحد اور مورچے پر اسلحہ بند ہو کر بیٹھنا۔ ② حدیث میں رباط کی اس فضیلت سے مقصود جہاد کی ترغیب ہے اور جنت کی تھوڑی سے تھوڑی جگہ کی فضیلت کا بیان کرنے سے مقصود دنیا کی بے ثباتی کا اثبات اور اس سے بے رغبتی کی تعلیم دینا ہے۔

[١٢٩١] وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهِ، وَإِنْ مَاتَ فِيهِ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ، وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1291] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''سرحد پر ایک رات اور دن کو پہرہ دینا، ایک مہینے کے روزے رکھنے اور اس کی شب بیداری سے بہتر ہے۔ اور اگر اس حال میں اس کو موت آ گئی تو اس کا وہ (نیک) عمل جاری رہے گا جو وہ کرتا تھا (اس کا ثواب برابر ملتا رہے گا۔) اور اس پر اس کی (جنت کی) روزی جاری رہے گی۔ اور وہ آزمائش میں ڈالنے والے سے محفوظ رہے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① سرحد پر موت یا شہادت سے ہم کنار ہونے والے مجاہد کے وہ اعمال صالحہ جو وہ اپنی زندگی میں کیا

[1290] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل رباط يوم في سبيل الله، حديث: 2892، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله، حديث: 1881.

[1291] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الرباط في سبيل الله عز و جل، حديث: 1913.

کرتا تھا، قیامت تک اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے اور جنت میں بھی شہداء کی طرح انھیں برابر رزق ملتا رہے گا۔ ② فَتَّانٌ (آزمائش میں ڈالنے والے) سے مراد وہ دو فرشتے ہیں جو قبر میں مُردے سے سوال کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی آزمائش ہے جس سے ہر مرنے والے کو دوچار ہونا پڑتا ہے، تاہم مومن اس مرحلے سے آسانی سے گزر جاتا ہے کیونکہ اللہ کی توفیق سے وہ صحیح جواب دے دیتا ہے۔

[١٢٩٢] وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّهُ يَنْمِي لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ**». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1292] حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، سوائے اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دیتا ہے، یقیناً اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے۔ اور قبر کی آزمائش سے بھی اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی جہاد کی اور بالخصوص سرحدی محاذ کی حفاظت اور پہرہ داری کی فضیلت کا بیان ہے جیسا کہ اس سے ماقبل حدیث میں یہ بیان تھا۔

[١٢٩٣] وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1293] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کے راستے میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا دوسری جگہوں پر ہزار دن پہرہ دینے سے بہتر ہے۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٢٩٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**تَضَمَّنَ اللهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادٌ فِي سَبِيلِي، وَإِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي؛ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَيَّ أَنْ**

[1294] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذمہ داری لیتا ہے جو اس کے راستے میں نکلے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) اس کو گھر سے نکالنے والی چیز میرے راستے میں جہاد کرنے، مجھ

[1292] سنن أبي داود، الجهاد، باب في فضل الرباط، حديث:2500، وجامع الترمذي، فضائل الجهاد...... باب ما جاء في فضل من مات مرابطا، حديث:1621.

[1293] جامع الترمذي، فضائل الجهاد...... باب ما جاء في فضل المرابط، حديث:1667.

[1294] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب تمني الشهادة، حديث:2797، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، حديث: 1876.

أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ أُرْجِعَهُ إِلٰى مَنْزِلِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ، أَوْ غَنِيمَةٍ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كُلِمَ، لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيحُهُ رِيحُ مِسْكٍ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ أَبَدًا، وَلٰكِنْ لَّا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ، فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُو، فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ.

پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے سوا اور کوئی نہ ہو تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے اس گھر کی طرف اجر یا غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاؤں جس سے نکل کر وہ گیا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اللہ کی راہ میں جو زخم لگتا ہے تو قیامت کے دن مجاہد اس حالت میں آئے گا کہ گویا اسے آج ہی زخم لگا ہے (زخم تازہ اور خون رستا ہوگا۔) اس کا رنگ تو خون کا رنگ ہوگا اور اس کی مہک کستوری کی مہک ہو گی۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر شاق ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں کبھی ایسے لشکر سے پیچھے نہ بیٹھ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے روانہ ہوتا ہے لیکن میں اس بات کی گنجائش نہیں پاتا کہ تمام لوگوں کے لیے سواری کا انتظام کروں۔ اور نہ وہ خود اس کی گنجائش پاتے ہیں۔ اور ان پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہیں (کہ میں تو لشکر کے ساتھ چلا جاؤں اور وہ گھروں میں بیٹھے رہیں۔) اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں تو چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں' پھر جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں' پھر جہاد کروں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔'' (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ بخاری نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔)

[اَلْكَلْمُ]: اَلْجُرْحُ.

اَلْکَلْم کے معنی ہیں: زخم

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں بھی جہاد کی فضیلت کے علاوہ مومن کی یہ امتیازی شان بیان کی گئی ہے کہ وہ قیامت کے روز زخمی حالت میں اس طرح اٹھایا جائے گا جیسے وہ آج ہی زخمی ہوا ہے' اس کے جسم سے ایک طرف خون بہہ رہا ہوگا اور دوسری طرف اس خون سے کستوری کی مہک اٹھ رہی ہوگی۔ یہ کیفیت مجاہد کی امتیازی شان اور عظمت کو میدان محشر میں نمایاں کرے گی۔ ② اس میں رسول اللہ ﷺ کی اس شفقت و رحمت کا ذکر بھی ہے جو اپنی امت کی بابت آپ کے دل میں تھی۔ ③ آپ کے جذبۂ جہاد کا بیان بھی ہے کہ آپ بار بار اللہ کی راہ میں شہید کیے جانے کی آرزو فرما رہے ہیں جس

طرح دوسرے شہداء کی بابت بھی آتا ہے کہ وہ اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج تاکہ ہم پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔

[١٢٩٥] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَكَلْمُهُ يَدْمَى: اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1295] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ زخم خوردہ جو اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہ رہا ہوگا۔ اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی مہک کستوری کی مہک ہوگی۔'' (بخاری ومسلم)

[١٢٩٦] وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً، فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ، وَرِيحُهَا كَالْمِسْكِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1296] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان آدمی نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنا کسی اونٹنی کو دوبارہ دوہنے کا وقفہ ہوتا ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور جس کو اللہ کی راہ میں کوئی زخم لگا یا کوئی خراش آئی تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ وہ زخم یا خراش اسی حالت میں ہوگی جس میں وہ تھی۔ اس کا رنگ زعفران کا اور اس کی مہک کستوری کی طرح ہوگی۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: فُوَاق اس مدت کو کہتے ہیں جو اونٹنی کو ایک مرتبہ دوہ کر دوبارہ دوہنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔ یہ نہایت قلیل وقفہ ہوتا ہے کیونکہ اونٹنی گائے، بھینس کی طرح صرف صبح وشام دودھ نہیں دیتی بلکہ اسے دن میں کئی مرتبہ دوہا جاتا ہے۔ یہ کنایہ ہے جہاد کی تھوڑی سی مدت سے۔ اتنی سی دیر کے جہاد کی بھی یہ فضیلت ہے کہ مجاہد کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ مجاہد اخلاص نیت سے بہرہ ور ہو اور اس کا دامن عمل کبیرہ گناہوں سے اور بندوں کی حق تلفیوں سے پاک ہو۔ اور جس کی زندگی کا کثیر حصہ جہاد میں گزرا ہو اس کا کیا مقام ہوگا۔

[١٢٩٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[1297] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

[1295] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب المسك، حديث:5533، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، حديث:1876.

[1296] سنن أبي داود، الجهاد، باب فيمن سأل الله الشهادة، حديث: 2541، وجامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء فيمن يكلم في سبيل الله، حديث: 1656.

[1297] جامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء في الغدو والرواح في سبيل الله، حديث:1650.

قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بِشِعْبٍ فِيهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَذْبَةٍ، فَأَعْجَبَتْهُ، فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَأَقَمْتُ فِي هٰذَا الشِّعْبِ، وَلَنْ أَفْعَلَ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «**لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ مُقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِينَ عَامًا، أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ أُغْزُوا فِي سَبِيلِ اللهِ، مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اصحاب رسول میں سے ایک آدمی کا ایک ایسی گھاٹی سے گزر ہوا جس میں میٹھے پانی کا چھوٹا سا چشمہ تھا۔ اس نے اس کے دل کو لبھایا تو اس نے کہا: کاش میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے اس گھاٹی میں اقامت پذیر ہو جاؤں (تو کیا خوب ہو۔) لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ (پہلے) رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لوں۔ اس نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو؛ اس لیے کہ تمھارے کسی ایک آدمی کا اللہ کی راہ میں قیام (جہاد) کرنا' اس کے اپنے گھر کی ستر سالہ نماز سے بہتر ہے۔ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ (اس لیے) تم اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ جس نے اللہ کے راستے میں اونٹنی کے دوبارہ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت کے لیے بھی جہاد کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَ[الْفُوَاقُ]: مَا بَيْنَ الْحَلْبَتَيْنِ.

اَلْفُوَاقُ: ایک مرتبہ دودھ دوہ کر دوبارہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ۔

فوائد و مسائل: ① اس میں جہاد کو نفلی نماز سے کہیں زیادہ افضل قرار دیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ نماز کا فائدہ صرف نمازی کی ذات تک محدود رہتا ہے جب کہ جہاد میں کلمۃ اللہ کی بلندی یا دشمن کو اپنے ملک کی سرحدوں سے دور دھکیلنے میں بے شمار لوگوں کا فائدہ ہے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

[١٢٩٨] وَعَنْهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ قَالَ: «**لَا تَسْتَطِيعُونَهُ**» فَأَعَادُوا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ: «**لَا تَسْتَطِيعُونَهُ!**» ثُمَّ قَالَ: «**مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ**

[1298] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔'' چنانچہ انھوں نے آپ ﷺ کے سامنے

[1298] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل الجهاد والسير، حديث:2785، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، حديث:1878.

اللهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلَا صَلَاةٍ، حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

اپنا یہ سوال دو یا تین مرتبہ دہرایا۔ آپ ﷺ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے رہے: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔'' پھر فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو روزے دار، شب بیدار، اللہ کی آیات کی تلاوت کرنے والا ہو۔ وہ نماز سے تھکتا ہو نہ روزے سے۔ یہاں تک کہ مجاہد فی سبیل اللہ (اپنے گھر) لوٹ آئے۔''
(بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ: «لَا أَجِدُهُ» ثُمَّ قَالَ: «هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُومَ وَلَا تَفْتُرَ، وَتَصُومَ وَلَا تُفْطِرَ؟» فَقَالَ: وَمَنْ يَّسْتَطِيعُ ذٰلِكَ؟!

اور بخاری کی روایت میں ہے: ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ جب مجاہد جہاد کے لیے نکلے تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز کے لیے کھڑا ہو جائے اور اس میں ذرا سستی نہ کرے اور روزہ رکھے، کبھی روزہ نہ چھوڑے؟'' پس اس آدمی نے کہا: کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟

فوائد ومسائل: ① اَلْقَانِتُ: خشوع خضوع سے آیات الٰہی کی تلاوت کرنے والا، یا بمعنی مطیع، احکام الٰہی کی اطاعت کرنے والا۔ ② مثال کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد جب تک جہاد میں مشغول رہتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو راتوں کو نماز میں مصروف رہتا اور دنوں کو روزے رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا عمل مجاہد کے برابر اجر وثواب کا حامل ہو سکتا ہے۔ مطلب وہی ہے کہ فرائض کے بعد خصوصی حالات میں جہاد سب سے افضل عمل ہے۔ ایک عبادت گزار وہ ثواب حاصل نہیں کر سکتا جو ایک مجاہد میدان جہاد میں حاصل کر لیتا ہے۔

[١٢٩٩] وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ: رَجُلٌ مُّمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، يَطِيرُ عَلٰى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً، أَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ، يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهُ، أَوْ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ فِي رَأْسِ شَعَفَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ أَوْ

[1299] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو، جب بھی کوئی جنگی آواز یا دھماکا سنتا ہے تو اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر اڑنے لگتا ہے (تیزی سے دوڑتا ہے۔) گھوڑے

[1299] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط، حديث: 1889.

بَطْنِ وَادٍ مِّنْ هٰذِهِ الْأَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کی پشت پر شہادت یا موت کو اس کی جگہوں سے تلاش کرتا ہے۔ یا سب سے بہتر زندگی اس آدمی کی ہے جو کچھ بھیڑ بکریاں لے کر ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں جا ٹھہرتا ہے' نماز قائم کرتا ہے' زکاۃ ادا کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے' یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے۔ لوگوں سے سوائے بھلائی کے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ روایت بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ عِنْدَ فَسَادِ الزَّمَانِ، رقم: 601 میں گزر چکی ہے۔ اس میں مجاہد کی فضیلت کے علاوہ دوسرے اس شخص کی فضیلت کا بیان ہے جو فساد عام کے دور میں شہری آبادیوں کو چھوڑ کر کسی پہاڑ کی چوٹی یا وادی کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے یا تھوڑی سی بھیڑ بکریوں کے ساتھ کسی جنگل بیابان میں فرائض اسلام کی پابندی اور اپنے رب کی عبادت کر کے اپنے دین و ایمان کا تحفظ کرتا ہے۔ اس کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا' اس کی ذات سے لوگوں کو فائدہ ہی پہنچتا ہے' کوئی نقصان نہیں۔

[١٣٠٠] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1300] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں بھی مجاہدین کی اخروی فضیلت اور بلندئ درجات کا تذکرہ ہے۔

[١٣٠١] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُولًا. وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» فَعَجِبَ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ أَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَأُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ» قَالَ:

[1301] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا' اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اظہار تعجب کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بات میرے سامنے پھر دہرائیے۔ آپ ﷺ نے اسے دوبارہ ان کے سامنے بیان کیا۔ پھر فرمایا: ''ایک اور

[1300] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، حديث: 2790.

[1301] صحيح مسلم، الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالٰى للمجاهد في الجنة من الدرجات، حديث: 1884.

وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(نیکی) ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بندے کے جنت میں سو درجے بلند فرماتا ہے۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔" حضرت ابوسعید نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ نیکی کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں جنتیوں کے درمیان اعمال کے لحاظ سے درجوں میں تفاوت ہوگا۔ دوسرا یہ کہ جنت میں اتنے درجات ہوں گے کہ احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔ اسی لیے تو مجاہد کو ان درجات میں سے سو درجے حاصل ہوں گے۔

[١٣٠٢] وَعَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ» فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوسَى! أَأَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ هٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَجَعَ إِلٰى أَصْحَابِهِ؛ فَقَالَ: «أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ» ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَأَلْقَاهُ، ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهِ حَتّٰى قُتِلَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1302] حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ ؓ) کو فرماتے سنا' جب کہ وہ دشمن کے سامنے تھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔" یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے ابوموسیٰ! کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف واپس چلا گیا اور کہا: میں تمھیں (الوداعی) سلام کہتا ہوں۔ پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ دی اور اسے پھینک دیا' پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چلا اور اس کے ساتھ دشمن پر وار کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

فائدہ: اس میں جہاں جہاد کی فضیلت کا بیان ہے' وہاں اس میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد اور اللہ تعالیٰ کی باتوں پر ان کے یقین واعتماد کا تذکرہ بھی ہے۔ اسی یقین نے انھیں آخرت کے مقابلے میں دنیا سے بے رغبت کر دیا تھا۔

راویٔ حدیث: | حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ | حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے متعلق رقمطراز ہیں: یہ ثقہ ہیں۔ ان کا نام عمرو یا عامر ہے۔ اوسط درجے کے تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ یہ اپنے بھائی ابوبردہ سے بڑے تھے۔ 106 ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی احادیث کو امام بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔

[1302] صحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث:1902.

[١٣٠٣] وَعَنْ أَبِي عَبْسٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ جَبْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1303] حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کی راہ (جہاد) میں غبار آلود ہوں اور پھر انھیں جہنم کی آگ بھی چھوئے۔'' (بخاری)

فائدہ: قدم غبار آلود ہونے سے مراد جہاد میں حصہ لینا ہے' یعنی ایک شخص جہاد میں بھی حصہ لے اور پھر جہنم میں چلا جائے' یہ ناممکن ہے' کیونکہ جہاد گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے جس کے بعد انسان کا جنت میں جانا یقینی ہے بشرطیکہ مجاہد' کبیرہ گناہوں سے پاک ہو جیسا کہ دوسری روایات سے یہ استثنا ثابت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ] عبدالرحمٰن بن جبر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ انصاری۔ کنیت ابوعبس ہے اور کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بدر میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 48 سال تھی۔ قبل از قبول اسلام یہ خط کتابت کیا کرتے تھے۔ ان کا اصل نام عبدالعزی تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھا۔ 34 ہجری میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 70 برس تھی۔ مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی 5 حدیثوں کے راوی ہیں۔

[١٣٠٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتّٰى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ عَلٰى عَبْدٍ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1304] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے ڈر سے رو پڑا' یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ اور کسی آدمی پر اللہ کی راہ کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہوگا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں تعلیق بالمحال کا بیان ہے' یعنی جس طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ تھنوں سے نکلا ہوا دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے' اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ اللہ کے ڈر سے رونے والا شخص جنت میں نہ جائے۔ اسی طرح جہاد کے میدان میں گرد و غبار سے آلود ہونے والا مجاہد جہنم کے دھوئیں سے محفوظ رہے گا۔ میدان جہاد کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

[١٣٠٥] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَعَيْنٌ

[1305] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دو آنکھیں ہیں جنھیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ

[1303] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من اغبرت قدماه في سبيل الله، حديث: 2811.

[1304] جامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء في فضل الغبار في سبيل الله، حديث: 1633.

[1305] جامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء في فضل الحرس في سبيل الله، حديث: 1639.

بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

کے ڈر سے رو پڑی۔ اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں اللہ کی عظمت وجلالت کے تصور سے رونے اور جہاد میں پہرہ دینے' دونوں کی فضیلت کا بیان ہے۔

[١٣٠٦] وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1306] حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں تیار کیا (اسے جہاد کا ساز وسامان دیا) تو یقیناً اس نے خود جہاد کیا۔ اور جس نے کسی مجاہد کی اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ جانشینی کی' اس نے بھی یقیناً جہاد کیا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں مسلمانوں کی باہمی کفالت وتعاون کی صورتوں کا اور اس کے اجر وثواب کا بیان ہے۔ کسی مجاہد کی جہادی ضروریات کا مہیا کر دینا یا اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کی حفاظت ونگرانی اور ان کی ضروریات کا انتظام کر دینا ایسا ہی ہے جیسے یہ شخص خود اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے۔ جو اجر اللہ ایک مجاہد کو دے گا' وہی اجر ان معاونین کو بھی ملے گا۔

[١٣٠٧] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللهِ وَمَنِيحَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ طَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1307] حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقات میں سے افضل صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ دار خیمہ لگانا ہے (جس سے مجاہد فیض یاب ہو)' یا اللہ کی راہ میں کسی خادم کا عطیہ دینا ہے (جس سے مجاہد اپنی خدمت لے)' یا جوان اونٹنی اللہ کی راہ میں دینا (جس سے مجاہد فائدہ اٹھائے۔'') (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① خیمے سے ایسا سایہ دار خیمہ مراد ہے جس کے سائے سے مجاہد کو آرام وسکون حاصل کرنے کا موقع ملے۔ خادم سے بھی ایسا خادم مراد ہے جو مجاہد کی خدمت اور اس کی اعانت کرے۔ ② فحل اونٹ کو کہتے ہیں اور طروقہ اس جوان اونٹنی کو جو جفتی کے قابل ہو۔ مطلب تنومند جوان اونٹنی جس سے مجاہد دودھ حاصل کر سکے۔ الغرض ایسا کام کرنا جس سے مجاہد کو راحت' قوت یا سامانِ خوراک حاصل ہو' بہت افضل ہے۔ اللہ کے ہاں اس پر بہت اجر ملے گا۔

[1306] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل من جهّز غازيًا أو خلفه بخير، حديث:2843، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل إعانة الغازي.....، حديث:1895.

[1307] جامع الترمذي، فضائل الجهاد.....، باب ما جاء في فضل الخدمة في سبيل الله، حديث:1627.

[١٣٠٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ فَتًى مِّنْ أَسْلَمَ قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ إِنِّي أُرِيدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِيَ مَا أَتَجَهَّزُ بِهِ، قَالَ: «اِئْتِ فُلَانًا، فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ» فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: أَعْطِنِي الَّذِي تَجَهَّزْتَ بِهِ، قَالَ: يَا فُلَانَةُ! أَعْطِيهِ الَّذِي كُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهِ، وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللهِ! لَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1308] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلم قبیلے کے ایک نوجوان نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس وہ وسائل نہیں جن کے ذریعے سے میں جہاد کا ساز و سامان تیار کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں شخص کے پاس جاؤ' اس نے جہاد کی تیاری کی ہے لیکن وہ بیمار ہو گیا ہے۔'' وہ نوجوان اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: رسول اللہ ﷺ تجھ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ سامان مجھے دے دے جو تو نے جہاد کے لیے تیار کیا ہے۔ اس نے (اپنی بیوی سے) کہا: اے فلانی! اس کو وہ سامان دے دے جس کے ساتھ میں نے جہاد کی تیاری کی تھی۔ اور اس میں سے کوئی چیز مت روکنا۔ اللہ کی قسم! اس میں سے کوئی چیز مت روکنا تاکہ تیرے لیے اس میں برکت ڈال دی جائے۔ (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے کہ انسان خود کسی وجہ سے جہاد میں حصہ نہ لے سکے تو کسی مجاہد کو جہاد کا ساز و سامان مہیا کر دے تو اس کو بھی جہاد کا اجر مل جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ چیز خیر و برکت کا بھی باعث ہے۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انسان اپنا مال کسی نیک جہت میں خرچ کرنے کا ارادہ کرے لیکن اس جہت میں خرچ کرنے کا موقع نہ ملے تو اسے کسی اور نیک جہت میں خرچ کر سکتا ہے۔

[١٣٠٩] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ إِلٰى بَنِي لَحْيَانَ، فَقَالَ: «لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا، وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1309] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی طرف (جہاد کے لیے' جب کہ وہ کافر تھے) ایک دستہ بھیجا اور فرمایا: ''ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جہاد کے لیے جائے۔ اجر ان کے درمیان ہو گا (اگر پیچھے رہنے والا مجاہد کے گھر میں اس کی جانشینی کرے گا تو۔'')(مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ» ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: «أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جہاد کے لیے گھر سے نکلے۔'' پھر آپ نے

[1308] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل إعانة الغازي......، حديث: 1894.

[1309] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل إعانة الغازي......، حديث: 1896.

وَمَالِهِ بِخَيْرٍ كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ».

بیٹھنے والے کے لیے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص جہاد میں جانے والے کے گھر والوں اور اس کے مال میں بھلائی کے ساتھ جانشینی کرے گا تو اس کو جہاد میں جانے والے سے نصف اجر ملے گا۔''

فوائد مسائل: ① اجر ان کے درمیان ہوگا یا نصف اجر ملے گا۔ دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ صحیح مسلم کی یہ دونوں روایات بظاہر دوسری روایات کے مخالف ہیں جن میں جہاد کرنے والے اور مجاہد کو جہاد کا ساز و سامان دینے یا مجاہد کے گھر کی حفاظت ونگرانی کرنے والے دونوں کے لیے برابر کا اجر ملنے کا ذکر ہے۔ اس لیے بعض لوگوں نے تو نصف کے لفظ کو زائد قرار دیا ہے کہ شاید کسی راوی نے اس کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صحت سند اور اس کے ثبوت کے بعد راوی کی طرف زیادتی کا دعویٰ صحیح نہیں۔ اس کی توجیہ اس طرح ممکن ہے کہ دونوں کے مجموعی ثواب کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصے میں وہی اجر آئے گا جو دوسرے کے حصے میں آئے گا۔ پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: دليل الفالحين لابن علان، و فتح الباري، الجهاد، بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ. ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں جہاد فرض عین نہیں۔ ہر دو آدمیوں سے ایک ایک آدمی بھی جہاد میں حصہ لے لے گا تو دوسرے لوگوں کے لیے بھی یہ کافی ہوگا، تاہم عمل جہاد میں دیگر لوگوں کو بھی اس طرح شریک ہونا چاہیے کہ جن کے پاس دولت ہے وہ مجاہدین کے لیے اسلحہ اور دیگر ضروریات کا انتظام کریں، اسی طرح مجاہدین کے گھروں اور ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں اور کوئی مجاہد شہید ہو جائے اور اس کے گھر میں معاشی کفالت کا انتظام نہ ہو تو اس کے بیوی بچوں کی آبرومندانہ کفالت کا انتظام کریں، اسی طرح زندگی کے دوسرے شعبوں کے افراد کو بھی جہاد میں ہر ممکن طریقے سے حصہ لینا چاہیے۔

[١٣١٠] وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ: «**أَسْلِمْ، ثُمَّ قَاتِلْ**» فَأَسْلَمَ، ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**عَمِلَ قَلِيلًا وَأُجِرَ كَثِيرًا**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[1310] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا جو لوہے کے جنگی آلات میں ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! (پہلے) میں جہاد کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے اسلام قبول کر، پھر جہاد کر۔'' چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا اور پھر لڑا اور شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر کا زیادہ مستحق قرار دیا گیا۔'' (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

[1310] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب عمل صالح قبل القتال، حديث:2808، وصحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث:1900.

فوائد مسائل: ① بعض دفعہ تھوڑے سے عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بہت زیادہ اجر وثواب عطا فرما دیتا ہے۔ ② علاوہ ازیں ایمان کے بعد ہی کوئی انسان اپنے نیک عمل کی جزا کا مستحق ہوگا۔ ایمان کے بغیر کوئی عمل خیر عنداللہ مقبول نہیں۔

[١٣١١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ، يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ؛ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ».

[1311] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی جنت میں جانے والا شخص ایسا نہیں جو دنیا میں لوٹنے کو پسند کرے گا اور (یہ کہ) اس کے لیے زمین میں کوئی چیز ہو۔ سوائے شہید کے' وہ آرزو کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور دس مرتبہ شہید کیا جائے' کیونکہ (شہادت کی وجہ سے ملنے والی) بزرگی کو وہ دیکھ لے گا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک اور روایت میں ہے: ''کیونکہ شہادت کی فضیلت کو وہ دیکھ لے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: شہید کو شہادت کی وجہ سے جو رتبہ اور شرف وفضل حاصل ہوگا' اسے دیکھ کر وہ آرزو کرے گا کہ اسے بار بار دنیا میں بھیجا جائے اور بار بار وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرے۔ شہید کے سوا کوئی اور جنتی دنیا میں آنے کی اور دنیا کی کسی چیز کی آرزو نہیں کرے گا۔

[١٣١٢] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَغْفِرُ اللهُ لِلشَّهِيدِ كُلَّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1312] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سوائے قرض کے شہید کی ہر غلطی کو معاف کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «اَلْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''اللہ کی راہ میں شہادت ہر چیز کا کفارہ بن جاتی ہے' سوائے قرض کے۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد شہادت سے بھی معاف نہیں ہوں گے۔

[١٣١٣] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ

[1313] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو

[1311] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب تمني المجاهد أن يرجع إلى الدنيا، حديث:2817، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، حديث:1877.

[1312] صحيح مسلم، الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدّين، حديث:1886.

[1313] صحيح مسلم، الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدّين، حديث:1885.

اللهِ، وَالْإِيمَانَ بِاللهِ، أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**نَعَمْ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ، مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ**» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**كَيْفَ قُلْتَ؟**» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**نَعَمْ، وَأَنْتَ صَابِرٌ، مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي ذٰلِكَ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا تمام عملوں میں افضل عمل ہے۔'' چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بتلایئے' اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا مجھ سے میری خطائیں معاف کر دی جائیں گی؟ تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' اگر تو اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا جب کہ تو ثابت قدم رہنے والا' ثواب کی نیت رکھنے والا اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو نہ کہ پیٹھ دکھانے والا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے کیسے کہا تھا؟'' اس نے پھر سوال دہرایا: یہ فرمایئے' اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا مجھ سے میری غلطیاں معاف کر دی جائیں گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جب کہ تو ثابت قدمی اور خالص نیت سے آگے بڑھ کر لڑنے والا ہو' پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا نہ ہو (تو یہ شہادت خطاؤں کا کفارہ ہو گی) مگر قرض (معاف نہیں ہو گا') اس لیے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے یہ بات کہی ہے۔'' (مسلم)

فوائد مسائل: ① اس میں شہادت کا عظیم اجر وثواب بیان کیا گیا ہے کہ وہ انسان کی کوتاہیوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی چار شرطیں بھی بیان فرمائی ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں۔ ان کے بغیر کوئی شہادت عنداللہ مقبول نہیں۔ ② حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے' البتہ قرض کے بارے میں بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ قرض سے مراد وہ قرض ہے جو طاقت رکھنے کے باوجود ادا نہ کیا گیا ہو' تاہم جس قرض کی بابت ادائیگی کی صحیح نیت ہو لیکن عدم استطاعت کی وجہ سے ادائیگی میں تاخیر ہو گئی حتی کہ وہ موت سے ہم کنار ہو گیا تو اللہ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ وہ معاف فرما دے گا اور قرض خواہ کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے راضی فرما لے گا۔ بعض احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

[١٣١٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: أَيْنَ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ: «**فِي الْجَنَّةِ**» فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1314] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر میں شہید کر دیا گیا تو میرا ٹھکانا کہاں ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں۔'' اس نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں' پھر جہاد

[1314] صحیح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث: 1899.

کیا' یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

فائدہ: اخلاص نیت کا ثمرہ یقیناً جنت ہے۔ ایسے مخلصین کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

[١٣١٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى سَبَقُوا الْمُشْرِكِينَ إِلَى بَدْرٍ، وَجَاءَ الْمُشْرِكُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**لَا يُقَدِّمَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ إِلَى شَيْءٍ حَتَّى أَكُونَ أَنَا دُونَهُ**» فَدَنَا الْمُشْرِكُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ**» قَالَ: يَقُولُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللهِ! جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ؟ قَالَ: «**نَعَمْ**» قَالَ: بَخٍ بَخٍ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**مَا يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟**» قَالَ: لَا، وَاللهِ! يَا رَسُولَ اللهِ! إِلَّا رَجَاءَ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا، قَالَ: «**فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا**» فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتَّى آكُلَ تَمَرَاتِي هٰذِهِ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ! فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1315] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ روانہ ہوئے' یہاں تک کہ وہ مشرکین سے پہلے بدر (جگہ) پر پہنچ گئے۔ (بعد میں) مشرکین بھی آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص بھی کسی معاملے میں پیش قدمی نہ کرے' یہاں تک کہ میں خود اس کی بابت کچھ کہوں یا کروں۔'' چنانچہ مشرکین (لڑائی کی نیت سے) قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف اٹھ کھڑے ہو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔'' حضرت انس نے فرمایا: عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! جنت کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' انھوں نے کہا: واہ واہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں کیا چیز واہ واہ کہنے پر آمادہ کرتی ہے؟'' انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اس امید کے سوا کوئی بات نہیں کہ میں اس جنت میں جانے والوں میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تو جنت میں جانے والوں میں سے ہے۔'' چنانچہ انھوں نے اپنے ترکش میں سے چند کھجوریں نکالیں اور انھیں کھانا شروع کر دیا' پھر فرمایا: میں اپنی یہ چند کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو یہ زندگی تو لمبی ہو گی۔ پس جو کھجوریں ان کے پاس تھیں' پھینک دیں' پھر ان مشرکین سے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم)

[اَلْقَرَنُ]: بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّاءِ: هُوَ جُعْبَةُ النُّشَّابِ.

القرن: ''قاف'' اور ''را'' پر زبر۔ ترکش۔ (تیردان' تیر رکھنے کا خول۔)

[1315] صحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث:1901.

فوائد مسائل: ① اس حدیث میں میدان جنگ میں اطاعت امیر کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ فوجیوں کو جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنے کمانڈر اور قائد کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔ ② فوجیوں میں جہاد کی ترغیب کے لیے جنت کا بیان کیا جائے تاکہ مسلمان حصول جنت کے شوق میں خوب جانبازی اور ولولے سے لڑیں۔ ③ صحابۂ کرام ؓ کے جذبۂ حب آخرت کا بیان ہے جس نے انھیں دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

[١٣١٦] وَعَنْهُ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا يُعَلِّمُونَا الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ سَبْعِينَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ، فِيهِمْ خَالِي حَرَامٌ، يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ، وَيَتَدَارَسُونَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُونَ، وَكَانُوا بِالنَّهَارِ يَجِيئُونَ بِالْمَاءِ، فَيَضَعُونَهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَيَحْتَطِبُونَ فَيَبِيعُونَهُ، وَيَشْتَرُونَ بِهِ الطَّعَامَ لِأَهْلِ الصُّفَّةِ وَلِلْفُقَرَاءِ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ، فَعَرَضُوا لَهُمْ فَقَتَلُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغُوا الْمَكَانَ، فَقَالُوا: اَللّٰهُمَّ! بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَاكَ فَرَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا، وَأَتَى رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ أَنَسٍ مِّنْ خَلْفِهِ، فَطَعَنَهُ بِرُمْحٍ حَتّٰى أَنْفَذَهُ، فَقَالَ حَرَامٌ: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«إِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوا وَإِنَّهُمْ قَالُوا: اَللّٰهُمَّ! بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَاكَ فَرَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا»**. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

[1316] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور عرض کیا) کہ ہمارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھیجیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔ آپ نے انصار میں سے ستر آدمی ان کی طرف بھیجے جن کو قراء کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے۔ یہ سب حضرات قرآن پڑھتے تھے، رات کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے میں گزارتے اور اسے سیکھتے۔ دن کو یہ لوگ پانی لاتے اور اسے مسجد میں رکھتے، لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے اور انھیں فروخت کرتے اور اس سے اہل صفہ اور فقراء کے لیے سامان خوراک خریدتے تھے۔ چنانچہ انھیں نبی ﷺ نے بھیج دیا۔ ان کو لے جانے والے ان (کی جان) کے درپے ہو گئے اور انھیں منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا۔ پس (شہادت سے پہلے) انھوں نے کہا: اے اللہ! ہمارے نبی کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دے کہ ہماری تجھ سے ملاقات ہو گئی ہے اور ہم تجھ سے راضی ہو گئے ہیں اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔ اور حضرت انس ؓ کے ماموں حضرت حرام ؓ کے پاس ان کے پیچھے سے ایک آدمی آیا اور ان کو نیزہ گھونپ دیا، یہاں تک کہ وہ ان کے جسم سے پار ہو گیا۔ حضرت حرام نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے بھائی قتل کر دیے

[1316] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من ينكب أو يطعن في سبيل الله، حديث:2801، وصحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث:677 بعد حديث:1902.

گئے ہیں اور انھوں نے (بوقت شہادت یہ) کہا: اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ بات پہنچا دے کہ ہماری تجھ سے ملاقات ہوگئی ہے اور ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی ہوگیا ہے۔‘‘ (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

فوائد ومسائل: ① کافر سازش کر کے اس طرح ستر صحابہ کو' جو قرآن کے پڑھنے پڑھانے میں ممتاز تھے' اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے علاقے میں لے جا کر انھیں شہید کر دیا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی کریم ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ کبھی بھی اپنے جانثار صحابہ کو نہ بھیجتے۔ پھر جب ان کو یقین ہوگیا کہ ہم نرغۂ کفار میں پھنس گئے ہیں اور ہمارا زندہ بچنا مشکل ہے تو انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ ہمارا پیغام اپنے پیغمبر تک پہنچا دے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بذریعۂ وحی اللہ نے آپ تک ان کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے وحی کے ذریعے سے مطلع ہو کر صحابۂ کرام ﷺ کو اس واقعے کی خبر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہیں۔ ② صفہ' چبوترے یا ڈیوڑھی کو کہتے ہیں' مسجد نبوی کے چبوترے پر درس گاہ نبوی تھی جس میں 75,70 صحابہ زیر تعلیم تھے۔ یہ شب و روز نبی ﷺ کی صحبت میں رہ کر آپ کے ارشادات سنتے اور آپ سے دین کا علم حاصل کرتے تھے۔ ان کی معاش کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں تھا۔ لنگر خانہ تھا نہ لوگوں کے گھروں میں مستقل انتظام تھا۔ صرف اللہ پر توکل اور اعتماد ان کا سب سے بڑا سہارا تھا۔ کبھی کبھار کوئی صدقہ یا ہدیہ آتا تو مل بانٹ کر کھا پی لیتے یا ان ہی میں سے کچھ لوگ ایندھن وغیرہ جمع کر کے بیچتے اور اپنے ساتھیوں کی خوراک کا کچھ بندوبست کر لیتے۔ ③ دعوت وتبلیغ کی راہ بڑی کٹھن راہ ہے۔ اس میں اپنوں اور بیگانوں کی کڑوی کسیلی باتیں بھی سننی پڑتی ہیں اور بعض دفعہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جاتے ہیں' تاہم یہ انبیاء ﷺ کا مشن ہے جسے بہر حال پورا کرنا علمائے حق کا شیوہ ہے اور ہونا چاہیے۔

[١٣١٧] وَعَنْهُ قَالَ: غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ، لَئِنِ اللهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيَرَيَنَّ اللهُ مَا أَصْنَعُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِي أَصْحَابَهُ - وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِي الْمُشْرِكِينَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ

[1317] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر ؓ جنگ بدر سے غیر حاضر رہے تھے۔ انھوں نے (ایک مرتبہ) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پہلی لڑائی جو آپ نے مشرکین سے لڑی' میں اس میں غیر حاضر رہا' اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے ساتھ لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو ضرور اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا جو میں کروں گا۔ پس جب احد کی لڑائی کا دن آیا' مسلمان منتشر ہو گئے' تو انھوں نے کہا: اے اللہ! میں تیری طرف اس کام سے معذرت کرتا

[1317] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب قول الله عزوجل: ﴿مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ......﴾، حديث:2805، وصحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث:1903.

سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ : يَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ! اَلْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ! إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ! قَالَ سَعْدٌ : فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا صَنَعَ! قَالَ أَنَسٌ : فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَّثَمَانِينَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ، فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ. قَالَ أَنَسٌ : كُنَّا نُرٰى - أَوْ نَظُنُّ - أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ وَفِي أَشْبَاهِهِ : ﴿مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَـٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ﴾ إِلٰى آخِرِهَا [الأحزاب : ٢٣]. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ الْمُجَاهَدَةِ[برقم : ١٠٩].

ہوں جوان حضرات (ان کے ساتھیوں) نے کیا ہے اور تیرے سامنے اس کام سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو ان مشرکوں نے کیا ہے۔ پھر آگے بڑھے پس ان کا سامنا حضرت سعد بن معاذ سے ہوا تو فرمایا: اے سعد بن معاذ! نضر کے رب کی قسم! یقیناً میں احد پہاڑ کے ورے سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ تو حضرت سعد نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! جو کچھ انھوں (نضر) نے کیا ہے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت انس نے بیان کیا: ہم نے ان کے جسم پر اسی سے زیادہ تلوار کی چوٹیں یا نیزے کے زخم یا تیر کے نشان پائے۔ اور ہم نے انھیں اس حالت میں پایا کہ وہ شہید ہو چکے تھے اور مشرکین نے ان کا مثلہ کر کے ان کی شکل وصورت بگاڑ دی تھی۔ پس انھیں ان کی بہن کے سوا کوئی پہچان نہیں سکا۔ انھوں نے بھی ان کو انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سمجھتے یا خیال کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت نضر اور ان جیسے آدمیوں کے بارے ہی میں نازل ہوئی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ......﴾ ”مومنوں میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے وہ عہد سچا کر دکھایا جو انھوں نے اللہ سے کیا تھا۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے اپنا ذمہ پورا کر دیا (موت یا شہادت سے ہم کنار ہو گئے۔“) آخر آیت تک۔ (بخاری ومسلم۔ یہ روایت باب المجاہدہ، رقم:109 میں گزر چکی ہے۔)

فائدہ: یہ حدیث اس سے قبل، رقم:109 میں گزر چکی ہے۔ وہاں امام نووی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ [لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ] دو طرح سے مروی ہے۔ ایک ”یا“ اور ”را“ پر زبر کے ساتھ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ۔ اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ اور دوسرا ”یا“ پر پیش اور ”را“ کے نیچے زیر۔ لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ، یعنی میں جو کچھ کروں گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے لیے ظاہر فرما دے گا۔ اس میں انھوں نے بڑے محتاط الفاظ میں نہایت شجاعت و پامردی سے لڑنے کا عزم ظاہر کیا ہے اور کسی قسم کے ادعاء سے بھی اجتناب کیا ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر انسان کے دل میں نیکی کا کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو اس کی بابت لمبے چوڑے دعوے نہ کرے بلکہ وقت آنے پر عزم وارادہ کے مطابق اپنی پوری قوت اور طاقت سے اسے کر گزرے۔ اس

کے کارنامے کو اللہ تعالیٰ خود لوگوں پر واضح فرما دے گا۔ لیکن اگر پہلے ہی دل میں شہرت و ناموری کی بات آ جائے گی تو وہ عمل ہی اکارت ہو جائے گا کیونکہ اس میں اخلاص کی جگہ ریا و نمود کے جذبے کی شمولیت ہو گئی۔ دیگر فوائد کے لیے محولہ باب اور رقم ملاحظہ ہو۔

[١٣١٨] وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: أَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَهُوَ بَعْضٌ مِنْ حَدِيثٍ طَوِيلٍ فِيهِ أَنْوَاعُ الْعِلْمِ سَيَأْتِي فِي بَابِ تَحْرِيمِ الْكَذِبِ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى.

[1318] حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے رات کو دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ وہ مجھے درخت پر لے کر چڑھے اور ایسے گھر میں مجھے داخل کیا جو بہت خوب صورت اور نہایت شان دار تھا۔ اس سے زیادہ خوب صورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے کہا: یہ گھر شہداء کا گھر ہے۔'' (بخاری۔ اور یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے، اس میں علم کی بہت سی قسمیں ہیں۔ یہ حدیث ان شاء اللہ بَابُ تَحْرِيمِ الْكَذِبِ میں آئے گی۔)

فوائد و مسائل: ① یہ خواب میں آپ کو شہداء کے مقام و مرتبہ کا مشاہدہ کروایا گیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی سچا ہوتا ہے۔ ② دو آدمیوں سے مراد دو فرشتے ہیں: جبریل و میکائیل۔ فرشتے اللہ کے حکم اور مشیت سے انسانی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔

[١٣١٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ - وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ - أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ - وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ - فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ، فَقَالَ: «يَا أُمَّ حَارِثَةَ! إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلٰى». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1319] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ام ربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے حارثہ کی بابت خبر نہیں دیتے، اور یہ بدر والے دن شہید ہو گئے تھے، اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کروں اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو میں اس پر خوب جی بھر کر رو دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ام حارثہ! جنت میں متعدد درجے ہیں اور تیرا بیٹا جنت کے اعلیٰ ترین درجے فردوس میں پہنچ گیا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: جنت الفردوس جنت کا اعلیٰ ترین حصہ ہے۔ شہداء کا اس درجے پر فائز ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جہاد اللہ کو بہت پسند ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب تم جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو۔

[1318] صحيح البخاري، الجنائز، باب:93، حديث:1386.

[1319] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من أتاه سهم غرب فقتله، حديث:2809.

[١٣٢٠] وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جِيءَ بِأَبِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ فَنَهَانِي قَوْمِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1320] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد نبی ﷺ کی خدمت میں لائے گئے جب کہ مثلہ کر کے ان کی شکل وہیئت بگاڑ دی گئی تھی۔ چنانچہ ان کی لاش آپ کے سامنے رکھ دی گئی۔ میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو کچھ لوگوں نے مجھے روک دیا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے تیرے والد کو اپنے پروں سے برابر سایہ کرتے رہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① مثلہ شکل وصورت کے بگڑ جانے کو کہتے ہیں، جیسے دشمنی میں ناک، کان وغیرہ کاٹ کر آنکھیں نکال کر شکل وصورت بگاڑ دی جائے، یا دوران جنگ میں اس طرح ہو جائے۔ بہت سے صحابۂ کرام ؓ کے ساتھ کفار و مشرکین نے بغض وعناد میں اس طرح معاملہ کیا۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کا مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ② بہرحال اس میں حضرت عبداللہ کی فضیلت کا بیان ہے جو شہادت کی وجہ سے انھیں حاصل ہوئی۔ یہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔

[١٣٢١] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ سَأَلَ اللهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1321] حضرت سہل بن حنیف ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مرتبوں پر پہنچا دے گا اگرچہ اسے موت اپنے بستر ہی پر آئے۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ روایت بَابُ الصِّدْقِ، رقم:57 میں بھی گزر چکی ہے، اس میں شہادت کی آرزو اور اس کی دعا کرنے کا استحباب ہے۔

[١٣٢٢] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1322] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہو تو اسے یہ مقام عطا کر دیا جاتا ہے اگرچہ شہادت اسے حاصل نہ ہو۔'' (مسلم)

[1320] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب ظل الملائكة على الشهيد، حديث:2816، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل عبدالله بن عمرو، والد جابر ؓ، حديث:2471.

[1321] صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى، حديث:1909.

[1322] صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى، حديث:1908.

فائدہ: اس میں حسن نیت کا فائدہ اور صلہ بیان کیا گیا ہے جس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو اپنی نیت صحیح اور زیادہ سے زیادہ نیکی کے کاموں کی رکھنی چاہیے۔ ان میں سے اگر وہ کچھ کر بھی نہیں سکے گا' تب بھی اللہ تعالیٰ اسے ان کا اجر عطا فرما دے گا۔ اسی طرح شہادت اور اللہ کی راہ میں فدا ہو جانے کی آرزو بھی ہر مسلمان کو کرنی چاہیے تاکہ وہ رتبۂ شہادت سے سرفراز ہو سکے۔

[١٣٢٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1323] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شہید' قتل سے اتنی ہی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: شہادت کی موت کو اللہ نے جس طرح آسان بنایا ہے' اس میں اس کا بیان ہے تاکہ لوگ شہادت سے نہ گھبرائیں۔

[١٣٢٤] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ! لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ»، ثُمَّ قَالَ: «اللّٰهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1324] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ان ایام میں جن میں آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا' انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا۔ پھر آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے لوگو! دشمن سے لڑنے کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ چنانچہ جب تمھارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔'' پھر فرمایا: ''اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے! بادلوں کو چلانے والے! اور دشمن کے لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت بَابُ الصَّبْرِ، رقم:53 میں گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنگ کا آغاز زوال شمس کے بعد کرنا بہتر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا ہے۔ ② لڑائی کی آرزو کرنا ممنوع ہے' تاہم جب لڑائی

[1323] جامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء في فضل المرابط، حديث:1668.

[1324] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب لا تمنوا لقاء العدو، حديث:3024، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب كراهة تمني لقاء العدو......، حديث:1742.

ناگزیر ہو جائے تو اس سے فرار اختیار نہ کرے بلکہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے اور خوب جم کر لڑے۔ ③ صبر واستقامت کے ساتھ اللہ سے فتح ونصرت کی دعائیں بھی کی جائیں کیونکہ تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں اور اس کی مشیت کے بغیر فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔

[١٣٢٥] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، أَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ: اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1325] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں' یا (فرمایا:) کم ہی رد کی جاتی ہیں: اذان کے وقت کی دعا اور لڑائی کے وقت کی دعا' جب کہ باہم گھمسان کا رن ہو۔'' (اسے امام ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[١٣٢٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا غَزَا قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ عَضُدِي وَنَصِيرِي، بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1326] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جہاد کرتے تو یہ دعا فرماتے: ''اے اللہ! تو ہی میرا بازو اور میرا مددگار ہے۔ تیری ہی مدد سے میں پھرتا (اپنا دفاع کرتا) اور تیری ہی توفیق سے میں دشمن پر حملہ کرتا اور لڑتا ہوں۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: ظاہری اسباب ووسائل کی فراہمی کے ساتھ اللہ سے فتح ونصرت کی دعا بھی ضروری ہے کہ اللہ کی طرف رجوع' اس کی یاد اور اس سے استعانت مومن کے لیے بہت بڑا سہارا اور قوت کا باعث ہے۔

[١٣٢٧] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ: اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1327] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب دشمن قوم سے خوف محسوس فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ''اے اللہ! ہم تجھ ہی کو ان کے مدمقابل کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: خوف کے وقت یہ دعا پڑھی جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دشمن سے بچانے والا ہے' اس لیے اسی سے دعا والتجا کی جائے۔

[1325] سنن أبي داود، الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، حديث:2540.

[1326] سنن أبي داود، الجهاد، باب ما يدعى عند اللقاء، حديث:2632، وجامع الترمذي، الدعوات،.....، باب في الدعاء إذا غزا، حديث:3584.

[1327] سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا خاف قوما؟، حديث:1537.

[١٣٢٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1328] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ خیر انھی گھوڑوں میں ہے جو جہاد کی غرض سے ہوں کیونکہ خیر سے مراد اصلاً تو اجر وثواب ہے' تاہم غنیمت بھی اس میں شامل ہے۔ اس نقطۂ نظر سے گھوڑوں کو رکھنا اور پالنا نہایت پسندیدہ ہے۔ ② پہلے زمانے میں جنگی اعتبار سے گھوڑوں کی اہمیت محتاج وضاحت نہیں' تاہم آج بھی' جب کہ جنگ کا سارا اسلوب بدل گیا ہے اور متعدد نئے خطرناک ہتھیار تیار کر لیے گئے ہیں' گھوڑے جنگ میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

[١٣٢٩] وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: اَلْأَجْرُ، وَالْمَغْنَمُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1329] حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے' یعنی اجر اور غنیمت۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اجر وثواب' نفع آجل (دیر سے ملنے والا فائدہ) ہے اور مال غنیمت نفع عاجل (فوری حاصل ہونے والا فائدہ) ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ] عروہ بن جعد' بعض انھیں ابن ابی الجعد کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ازدی اور بارقی ہیں۔ بارق پہاڑ کے نزدیک ازد علاقے کی طرف نسبت کی وجہ سے ازدی اور بارقی کہلاتے ہیں۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ کوفہ میں رہائش پذیر رہے۔ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شام بھیجا تھا۔ یہ بغداد کی مشرقی جانب سرحد رَوز کے محافظ تھے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ان کے پاس کافی گھوڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی 13 حدیثوں کے راوی ہیں۔

[١٣٣٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللهِ، إِيمَانًا بِاللهِ، وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ، فَإِنَّ شِبَعَهُ، وَرِيَّهُ وَرَوْثَهُ، وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1330] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھوڑا پالا تو یقیناً اس کی گھاس' اس کی سیرابی' اس کی لید اور اس کا پیشاب' قیامت والے دن اس کے پلڑے میں ہوں گے

[1328] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الخيل معقود......، حديث:2849، وصحيح مسلم، الإمارة، باب الخيل في نواصيها الخير إلى يوم القيامة، حديث:1871.

[1329] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، حديث:2852، وصحيح مسلم، الإمارة، باب الخيل في نواصيها الخير إلى يوم القيامة، حديث:1873.

[1330] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من احتبس فرسا في سبيل الله، حديث:2853.

(اس کے اعمال میں شامل ہو کر تلیں گے۔'') (بخاری)

فوائد و مسائل: ① گھوڑے کی مذکورہ ساری چیزیں نیکیاں بن جائیں گی اور گھوڑا پالنے والے کے اعمال میں شامل ہو کر ترازو میں تلیں گی۔ ② اس میں ترغیب ہے کہ اللہ کی راہ میں، یعنی جہاد کی غرض سے گھوڑے پالے جائیں، اس لیے کہ انسان جو کچھ ان پر خرچ کرے گا اور جو کچھ گھوڑوں کے اندر سے نکلے گا، ان سب پر اجر ملے گا۔

[١٣٣١] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ فَقَالَ: هٰذِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَةٌ»**. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1331] حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مہار ڈالی ہوئی ایک اونٹنی رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آیا اور عرض کیا: یہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے اس کے بدلے میں قیامت والے دن سات سو اونٹنیاں ہوں گی، سب کی سب مہار والی ہوں گی۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں اس اخروی اجر کا بیان ہے جو نیکیوں پر قیامت کے روز ملے گا۔ ہر نیکی کا اجر اللہ تعالیٰ کم از کم دس گنا اور زیادہ سات سو گنا تک بلکہ اس سے زیادہ بھی عطا فرمائے گا۔ اس میں سات سو گنا کی خوش خبری ہے۔

[١٣٣٢] وَعَنْ أَبِي حَمَّادٍ - وَيُقَالُ: أَبُو سُعَادٍ، وَيُقَالُ: أَبُو أَسَدٍ، وَيُقَالُ: أَبُو عَامِرٍ، وَيُقَالُ: أَبُو عَمْرٍو، وَيُقَالُ: أَبُو الْأَسْوَدِ، وَيُقَالُ: أَبُو عَبْسٍ - عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: **﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ»**. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1332] حضرت ابوحماد یا ابوسعاد یا ابواسد یا ابوعامر یا ابوعمرو یا ابوالاسود یا ابوعبس، عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا (آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی): ''تم ان کافروں کے مقابلے میں اپنی امکانی قوت تیار کرو۔ (پھر فرمایا:) سن لو! قوت (سے مراد) تیر اندازی ہے، خبردار! قوت (سے مراد) تیر اندازی ہے، خبردار! قوت (سے مراد) تیر اندازی ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ نے اپنے دور اور حالات کے مطابق، اللہ نے دشمن کے مقابلے میں جو امکانی قوت فراہم اور تیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد تیر اندازی ہے اور تین مرتبہ دہرا کر اس کی اہمیت اور تاکید کو واضح فرمایا کیونکہ تیر اندازی کا فن اس دور میں نہایت بنیادی کردار ادا کرتا تھا۔ آج کل کی جنگوں میں تیر اندازی کی اہمیت ختم ہو گئی ہے اور اس کی جگہ ٹینک، توپیں، میزائل اور ایٹم بم وغیرہ ایجاد ہو گئے ہیں۔ اسی طرح فضائی جنگ کے لیے

[1331] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الصدقة في سبيل الله تعالى وتضعيفها، حديث: 1892.

[1332] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه وذم من علمه ونسيه، حديث: 1917.

ائرفورس، جنگی جہاز اور ان کے سامان اور بحری جنگ کے لیے نیوی، بحری بیڑے آبدوزیں اور اس سے متعلقہ سامان کی اہمیت ہے۔ اب قرآن کے حکم فراہمیٔ قوت کا مطلب، مذکورہ چیزوں کی مکمل تیاری اور فراہمی ہے۔ ② مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام جدید ہتھیاروں کا انتظام کریں اور ان سے غفلت نہ کریں۔ آج کل کے مسلمانوں نے اس میں تغافل اور تساہل سے کام لیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ جنگ کے جدید ذرائع کا علم کافروں کے پاس زیادہ ہے اور اس کے بل بوتے پر وہ دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور کوس لِمَنِ الْمُلْكُ بجا رہے ہیں۔ مسلمان جب تک اس قرآنی حکم کے مطابق کافروں سے زیادہ یا ان کے برابر یا کم از کم ان ہی کی طرح کی جنگی قوت و استعداد بہم نہیں پہنچائیں گے، وہ کفر کی یلغار کا مقابلہ اور کافروں کو شکست سے دوچار نہیں کر سکیں گے، جب کہ اسلام کی سربلندی کے لیے کفر کی قوت و شوکت کا خاتمہ ضروری ہے۔

[١٣٣٣] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ أَرْضُونَ، وَيَكْفِيكُمُ اللهُ، فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بِأَسْهُمِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1333] حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''عنقریب تمھارے ہاتھ پر بہت سے علاقے فتح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمھیں (دشمن کے مقابلے میں) کافی ہو جائے گا۔ چنانچہ تم میں سے کوئی شخص اپنے تیروں کے ساتھ (فارغ وقت میں) مشق کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں مسلمانوں کو خوش خبری دی گئی ہے کہ مستقبل میں بہت سے علاقوں پر تمھیں فتح و کامرانی نصیب ہوگی اور اللہ کی خاص مدد سے تم نوازے جاؤ گے جس کی وجہ سے دشمن تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ لیکن اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ظاہری اسباب سے تم بھی غفلت نہ برتو اور دشمن سے مقابلے کے لیے جنگی تیاری اور مشقوں (تیر اندازی وغیرہ) میں کوتاہی نہ کرو۔ ② آج کل تیر اندازی کی جگہ جدید جنگی مشقوں اور جدید جنگی ہتھیاروں کی تربیت حاصل کرنی ضروری ہے۔

[١٣٣٤] وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ عُلِّمَ الرَّمْيَ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا، أَوْ فَقَدْ عَصٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1334] حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تیر اندازی کا فن سیکھا، پھر اس نے اسے چھوڑ دیا (فراموش کر دیا) وہ ہم میں سے نہیں، یا (فرمایا:) اس نے یقیناً نافرمانی کی۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی اس وقت کے اعتبار سے فن تیر اندازی کے سیکھنے کی ترغیب اور اس کی اہمیت و تاکید اور اسے بھلا دینے پر سخت وعید ہے۔ یہی تاکید آج کل کے جنگی ہتھیاروں کی تربیت حاصل کرنے کی ہے اور تربیت حاصل کر کے بھلا

[1333] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه......، حديث: 1918.

[1334] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه......، حديث: 1919.

دینے پر وہ اسی وعید کا مستحق ہوگا کیونکہ یہ تربیت اعلائے کلمۃ اللہ اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے نہایت ضروری ہے اور سیکھ کر بھلا دینے کا مطلب ہے کہ وہ ایک نہایت اہم اسلامی فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

[١٣٣٥] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ. وَارْمُوا وَارْكَبُوا، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا. وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عُلِّمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ، فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا» أَوْ قَالَ: «كَفَرَهَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1335] حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا: اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے میں بھلائی (ثواب) کی نیت رکھے' تیرانداز کو اور ترکش سے تیر نکال نکال کر دینے والے کو۔ تم تیراندازی اور سواری (کا فن) سیکھو۔ اور مجھے تمھارا تیراندازی سیکھنا تمھارے سواری سیکھنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اور جس نے بے رغبتی کی وجہ سے تیراندازی کا فن سکھائے جانے کے بعد چھوڑ دیا تو اس نے ایک (حاصل شدہ) نعمت کو چھوڑ دیا۔'' یا فرمایا: ''اس نے نعمت کی ناشکری کی۔'' (ابوداود)

[١٣٣٦] وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى نَفَرٍ يَنْتَضِلُونَ، فَقَالَ: «اِرْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ! فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1336] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایسی جماعت پر سے گزر ہوا جو بطور مقابلہ تیراندازی کر رہی تھی۔ آپ نے (انھیں دیکھ کر) فرمایا: ''اے اولاد اسمٰعیل! تم تیراندازی کرو اس لیے کہ تمھارے باپ بھی تیرانداز تھے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① عربوں کی دو قسمیں ہیں: ایک عرب مستعربہ جنھیں عدنانیہ بھی کہا جاتا ہے اور دوسرے عرب عاربہ جنھیں قحطانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ② عربوں کی پہلی قسم کو بنو اسماعیل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں' اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی ﷺ کے بھی اجداد میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ آپ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سلسلۂ نسب سے ہیں۔

[١٣٣٧] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللهُ

[1337] حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

[1335] ضعيف۔ سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرمي، حديث:2513.

[1336] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب التحريض على الرمي......، حديث:2899.

[1337] سنن أبي داود، العتق، باب أي الرقاب أفضل؟، حديث:3965، وجامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء في فضل الرمي في سبيل الله، حديث:1638.

عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَهُوَ لَهُ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر چلایا' اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٣٣٨] وَعَنْ أَبِي يَحْيٰى خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كُتِبَ لَهُ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1338] حضرت ابویحییٰ خریم بن فاتک ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لیے سات سو گنا اجر لکھا جاتا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

راویٔ حدیث: [حضرت ابویحییٰ خریم بن فاتک ؓ] خریم بن فاتک بن اخرم بن شداد۔ کنیت ان کی ابویحییٰ ہے' بقول بعض ان کی کنیت ابوایمن ہے کیونکہ ان کے بیٹے کا نام ایمن تھا۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ غزوۂ بدر میں اپنے بھائی سبرہ کے ہمراہ شریک ہوئے' نیز حدیبیہ میں بھی حاضر تھے۔ یہ شام میں رہتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ کوفہ میں اور بعض کے نزدیک مقام رقہ میں رہتے تھے اور رقہ ہی میں خلافت معاویہ میں فوت ہوئے۔ 10 احادیث نبویہ کے راوی ہیں۔ اصحاب سنن اربعہ نے ان کی روایات کو بیان کیا ہے۔

[١٣٣٩] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَّصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا بَاعَدَ اللهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1339] حضرت ابوسعید ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے (روزے کے) بدلے میں اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال (کی مسافت کے بقدر) دور کر دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل باب الصوم، رقم: 1218 میں گزر چکی ہے۔ ② ان احادیث میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور کسی طرح کی بھی مشقت برداشت کرنے کا ثواب بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جہاد کی راہ میں کی گئی کوشش بیکار نہیں جاتی ہر کوشش کا بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

[١٣٤٠] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ جَعَلَ

[1340] حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ

[1338] جامع الترمذي، فضائل الجهاد،...... باب ما جاء في فضل النفقة في سبيل الله، حديث: 1625.

[1339] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل الصوم في سبيل الله، حديث: 2840، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام في سبيل الله لمن يطيقه......، حديث: 1153.

[1340] جامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء في فضل الصوم في سبيل الله، حديث: 1624.

اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کی بقدر خندق ڈال دیتا ہے۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٣٤١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِغَزْوٍ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1341] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے جہاد کیا نہ اس کے نفس نے جہاد کی بابت کبھی سوچا' تو اس کی موت نفاق کی ایک خصلت پر ہوگی۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① جہاد کا موقع نہ ملنا اور بات ہے لیکن کبھی دل میں اس خیال کا بھی نہ آنا کہ اگر کفار سے مقابلے کی ضرورت پیش آئی تو میں ضرور اللہ کی راہ میں لڑوں گا' یہ منافقانہ خصلت ہے' کیونکہ جہاد سے پیچھے رہنا ان کی خصلت تھی۔ ② امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس کی روشنی میں یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ جب انسان کوئی عمل خیر کرنے پر قادر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ عزم کر لے کہ جب بھی مجھے اس کی قدرت حاصل ہوگی' میں اس میں کوتاہی نہیں کروں گا تاکہ اس کی نیت' فعل کے قائم مقام ہو جائے۔ اور انسان عمل خیر کرے نہ اس کی دل میں نیت رکھے' تو یہ منافق کی شان ہے۔ بالخصوص جہاد کی بابت دل میں بھی نیت نہ رکھنے سے انسان منافقین کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ، آمین۔

[١٣٤٢] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَقَالَ: «إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ».

[1342] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جو مسافت بھی طے کی اور جو وادی بھی قطع کی' وہ (اجر میں) تمھارے ساتھ رہے' (کیونکہ) انھیں مرض نے روک دیا ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ». وَفِي رِوَايَةٍ: «إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ.

ایک اور روایت میں ہے: ''عذر نے انھیں روک دیا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''مگر وہ تمھارے ساتھ اجر میں شریک رہے۔'' (بخاری نے اسے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے اسے حضرت جابر سے بیان کیا ہے۔ اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

[1341] صحيح مسلم، الإمارة، باب ذم من مات ولم يغز ......، حديث:1910.

[1342] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من حبسه العذر عن الغزو، حديث:2839. وصحيح مسلم، الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو......، حديث:1911.

فوائد ومسائل: ① یہ روایت اس سے قبل بَابُ الْإِخْلَاص، رقم: 4 میں گزر چکی ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جہاد میں جانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کی نیت صادقہ ہی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور جان کا نذرانہ پیش کرنے سے کافی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی اس نیت کی بدولت عنداللہ مجاہدین کے ساتھ اجر میں شریک سمجھا جائے گا۔

[١٣٤٣] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اَلرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهُ؟

وَفِي رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً.

وَفِي رِوَايَةٍ: وَيُقَاتِلُ غَضَبًا، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1343] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی تو مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے' ایک آدمی اس لیے لڑتا ہے تاکہ اس کا چرچا ہو اور ایک اس لیے لڑتا ہے تاکہ اس کا مقام پہچانا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور کوئی قومی وقبائلی عصبیت کے لیے لڑتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کوئی شخص (ذاتی) غصے کے پیش نظر لڑتا ہے۔ چنانچہ ان میں کون اللہ کے راستے میں لڑنے والا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو' وہ شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی دنیوی غرض سے لڑنے والا مجاہد نہیں ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑنے والا مجاہد صرف وہ ہے جو صرف اللہ کے دین کے لیے اور اللہ کی رضا کی خاطر لڑے۔

[١٣٤٤] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ غَازِيَةٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو، فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ، إِلَّا كَانُوا قَدْ تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أُجُورِهِمْ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ إِلَّا تَمَّ أُجُورُهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1344] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لڑنے والا گروہ یا لشکر جہاد کرے' چنانچہ وہ مال غنیمت حاصل کرے اور صحیح سالم واپس آ جائے تو اس نے اپنے اجر کا دو ثلث (دو تہائی) دنیا میں جلد حاصل کر لیا۔ اور جو گروہ یا لشکر لڑے لیکن غنیمت حاصل نہ کر سکے اور شہید یا زخمی ہو جائے تو اس کے لیے اس کا پورا اجر ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مجاہدین میدان جنگ سے صحیح سلامت واپس آ جاتے اور مال غنیمت سے

[1343] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، حديث: 2810، وصحيح مسلم، الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله...... ، حديث: 1904.
[1344] صحيح مسلم، الإمارة، باب بيان قدر ثواب من غزا فغنم ومن لم يغنم، حديث: 1906.

بھی بہرہ ور ہوتے ہیں، وہ اجر میں ان مجاہدین سے کم تر ہوں گے جو شہید یا زخمی ہو جاتے ہیں اور مال غنیمت بھی ان کے حصے میں نہیں آتا۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے: ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے حال میں اللہ کو پیارے ہو گئے کہ انھوں نے اپنے اجر کا کوئی حصہ دنیا میں نہیں لیا اور بہت سے ایسے ہیں کہ ان کے پھل پک گئے ہیں اور وہ انھیں چن رہے ہیں۔

[١٣٤٥] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! اِئْذَنْ لِّي فِي السِّيَاحَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

[1345] حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے سیاحت (ترک دنیا) کی اجازت عنایت فرمائیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کی سیاحت اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔'' (اسے ابوداود نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① سیاحت کا عام مفہوم تو زمین میں چلنا پھرنا، گھومنا اور سیر وسفر کرنا ہی لیا جاتا ہے لیکن یہاں سائل کا مقصد دنیا کی لذات ومالوفات، جمعہ وجماعت اور تعلیم وغیرہ ترک کرنے کی اجازت طلب کرنا ہے تاکہ وہ اپنے نفس پر قابو پانے کے لیے آبادیوں سے دور جنگلوں اور ویرانوں میں جا کر رہے۔ ② نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا کی لذتوں ہی چھوڑنا ہے تو اس کے لیے بہترین عمل جہاد ہے جس میں ہر وقت موت انسان کے تعاقب میں رہتی ہے۔ جب موت ہر وقت انسان کے سامنے رہے تو کون لذتوں میں الجھنا پسند کرتا ہے۔ حقیقی گویا سیاحت جہاد ہے۔ اسی لیے امام ابوداود نے یہ روایت کتاب الجہاد میں ذکر کی ہے۔ اس کی سند میں قاسم راوی ہے جس پر بہت سے محدثین نے کلام کیا ہے۔ (عون المعبود) لیکن راجح یہی ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے۔

[١٣٤٦] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «**قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

[1346] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد سے لوٹنا جہاد کرنے کی مثل ہے۔'' (اسے ابوداود نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[**اَلْقَفْلَةُ**]: اَلرُّجُوعُ، وَالْمُرَادُ: اَلرُّجُوعُ مِنَ الْغَزْوِ بَعْدَ فَرَاغِهِ؛ وَمَعْنَاهُ: أَنَّهُ يُثَابُ فِي رُجُوعِهِ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْغَزْوِ.

قَفْلَةٌ کے معنی: لوٹنا ہیں۔ اور مراد: جہاد سے فارغ ہو کر لوٹنا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جہاد سے فراغت کے بعد جب مجاہد لوٹتا ہے تو اس رجوع پر بھی اس کو ثواب دیا جاتا ہے۔

فائدہ: مجاہد جب جہاد سے گھر واپس آتا ہے تو اس پر بھی اسے جہاد کی طرح اجر ملتا ہے کیونکہ گھر آ کر بھی وہ فرائض ادا کرتا ہے جو اہل وعیال کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں، نیز واپس آ کر دوبارہ جہاد میں جانے کی بھرپور تیاری کرتا

[1345] سنن أبي داود، الجهاد، باب في النهي عن السياحة، حديث:2486.

[1346] سنن أبي داود، الجهاد، باب في فضل القفل في الغزو، حديث:2487.

ہے۔ اس کے لیے اسلحہ اور قوت فراہم کرتا ہے۔ گویا مومن گھر کے اندر بھی اپنی نیت اور تیاری کے اعتبار سے حالت جہاد میں رہتا ہے جس پر اسے جہاد والا اجر ہی دیا جائے گا۔

[١٣٤٧] وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ، فَتَلَقَّيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ.

[1347] حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو لوگ آپ سے ملاقات کے لیے نکلے۔ چنانچہ میں نے بھی بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع (مقام) پر آپ سے ملاقات کی۔ (اسے ان الفاظ کے ساتھ ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقَّى رَسُولَ اللهِ ﷺ مَعَ الصِّبْيَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

اور امام بخاری نے اسے اس طرح روایت کیا ہے: حضرت سائب نے بیان کیا: ہم بچوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے گئے۔

فائدہ: اس میں جنگ یا سفر سے واپس آنے والوں کے استقبال کرنے کا جواز ہے لیکن بغیر کسی تکلف اور فضول خرچی کے۔ آج کل استقبال کا انداز یہ ہے کہ لوگوں کو خوب ترغیب دی جاتی ہے، آرائش و چراغاں کا اہتمام کیا جاتا ہے، نیز آتش بازی، ہوائی فائرنگ اور دیگر اس قسم کی فضولیات کا اہتمام ہوتا ہے اور ان خرافات پر ملک وقوم کا خزانہ نہایت بے دردی سے برباد کیا جاتا ہے۔ یہ شرعاً بھی ناجائز ہے اور ملک وقوم کے مفادات کے خلاف بھی۔ اس قسم کی فضولیات پر قومی خزانے کو لٹانے کی بجائے اسے بہتر مصرف پر خرچ کرنا چاہیے جس میں ملک وقوم کا کوئی فائدہ ہو۔

[١٣٤٨] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ لَّمْ يَغْزُ، أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ، أَصَابَهُ اللهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1348] حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے جہاد نہیں کیا، یا کسی غازی کو جہاد کا سامان دے کر تیار نہیں کیا، یا کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بہتر دیکھ بھال نہیں کی، تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی بڑی مصیبت یا حادثے سے دوچار کرے گا۔“ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ جہاد نہ کرنا، نہ کسی مجاہد کو سامانِ حرب مہیا کرنا اور نہ مجاہدین کے گھر والوں کی حفاظت و نگرانی کرنا، یہ سارے جرم ایسے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ فریضۂ جہاد اور اس کے تقاضوں اور ضروریات سے غفلت و اعراض نہ کرے ورنہ وہ دنیا میں بھی اس کی سزا بھگتے گی اور

[1347] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب استقبال الغزاة، حديث :3083، وسنن أبي داود، الجهاد، باب في التلقي، حديث :2779.

[1348] سنن أبي داود، الجهاد، باب كراهية ترك الغزو، حديث :2503.

آخرت میں سخت عذاب الگ ہوگا۔

[١٣٤٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1349] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔'' (اسے امام ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں جہاد کی تین قسموں کا بیان ہے: جہاد بالمال، جہاد بالنفس اور جہاد باللسان۔ جہاں جان کے ساتھ جہاد کرنے کی ضرورت ہو، وہاں جان کے ساتھ، جہاں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو، وہاں مال کے ساتھ اور جہاں زبان سے جہاد کی ضرورت ہو، وہاں زبان کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ حسبِ ضرورت جہاں جس چیز کی ضرورت ہو وہاں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کیا جائے۔

[١٣٥٠] وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو - وَيُقَالُ: أَبُو حَكِيمٍ - النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1350] حضرت ابوعمرو اور بعض کے نزدیک ابوحکیم، نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (جنگوں میں) حاضر رہا۔ (آپ کا یہ معمول تھا کہ) جب آپ دن کے ابتدائی حصے میں لڑائی (کا آغاز) نہ کرتے تو لڑائی کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں چلنے لگ جاتیں اور مدد نازل ہو جاتی۔'' (اس حدیث کو امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس حدیث سے آغازِ جنگ کے دو وقت معلوم ہوئے کہ یا تو صبح سویرے ہی جہاد کا آغاز کر دیا جائے، ورنہ پھر زوالِ شمس کے بعد لڑائی شروع کی جائے۔ صبح سویرے مسلمان تازہ دم اور دشمن (بالعموم) غافل ہوتا ہے اور زوالِ شمس کے بعد سورج کی روشنی میں ہر قسم کی نقل و حرکت آسان ہوتی ہے، علاوہ ازیں اس وقت اللہ کی مدد بھی نازل ہوتی ہے۔ اس لیے یہ دو وقت لڑائی کے لیے موزوں وقت ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ] نعمان بن مقرن بن عائذ المزنی۔ کنیت ابوعمرو یا ابوحکیم ہے۔ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ اپنے سات بھائیوں کی معیت میں ہجرت کی۔ پہلے پہل بصرہ میں سکونت اختیار کی بعد ازاں کوفے میں منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ آ گئے۔ فتح قادسیہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ 21 ہجری کو جنگ نہاوند میں

[1349] سنن أبي داود، الجهاد، باب كراهية ترك الغزو، حديث:2504.

[1350] سنن أبي داود، الجهاد، باب أي وقت يستحب اللقاء، حديث:2655، وجامع الترمذي، السير..... باب ما جاء في الساعة التي يستحب فيها القتال، حديث:1613.

شہید ہوئے۔ نبی ﷺ کی 6 حدیثوں کے راوی ہیں۔

[١٣٥١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ، فَاصْبِرُوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1351] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دشمن سے لڑنے کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ لیکن جب تمھارا ان سے مقابلہ ہو تو پھر ثابت قدم رہو۔'' (بخاری و مسلم)

[١٣٥٢] وَعَنْهُ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1352] حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنگ ایک چال ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① خَدْعَةٌ کا مطلب ہے: ایسی چال چلنا جس سے دشمن مغالطے کا شکار ہو جائے اور اس پر اپنا مقصد یا سمت واضح نہ ہو۔ یہ اسلام میں جائز ہے۔ اس کے بغیر بعض دفعہ کافروں کو شکست دینا ممکن نہیں ہوتا جب کہ کافروں کو شکست دینا ضروری ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اس لیے اس طرح کی تدبیریں اور چالیں اختیار کرنا ناگزیر ہے جن سے لڑائی میں دشمن کو ناکام بنایا جا سکتا ہو۔ ② بہر حال مذکورہ احادیث باب سے واضح ہے کہ اسلام میں جہاد کی کتنی اہمیت اور تاکید ہے اور اس سے اعراض و غفلت کتنا بڑا جرم۔ لیکن بدقسمتی سے اس وقت مسلمان ہر جگہ اس ترک جہاد کے مرتکب ہیں۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.

[٢٣٥] بَابُ بَيَانِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّهَدَاءِ فِي ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَيُغْسَلُونَ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِيلِ فِي حَرْبِ الْكُفَّارِ

باب: 235- اس جماعت کا بیان جو اخروی اجر کے اعتبار سے شہید ہے، انھیں غسل دیا جائے گا اور ان کی نماز پڑھی جائے گی اس شخص کے برعکس جو کافروں کے ساتھ لڑائی میں شہید ہو جائے (کہ اس کی نماز ہے نہ غسل)

[١٣٥٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

[1353] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ

[1351] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب لا تمنوا لقاء العدو، حديث:3026. وصحيح مسلم، الجهاد، باب كراهة تمني لقاء العدو ...... حديث: 1741.

[1352] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الحرب خدعة، حديث:3029، 3030. وصحيح مسلم، الجهاد، باب جواز الخداع في الحرب، حديث:1739، 1740.

[1353] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الشهادة سبع سوى القتل، حديث:2829. وصحيح مسلم، الإمارة، باب بيان الشهداء، حديث: 1914.

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: اَلْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ، وَالْغَرِيقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''(اخروی اجر کے اعتبار سے) شہید پانچ ہیں: طاعون سے مرنے والا' پیٹ کی تکلیف اور بیماری سے مرنے والا' ڈوب کر مرنے والا' دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① شُہَدَاء شہید کی جمع ہے۔ یہ شہادت (گواہی) سے ہے یا شہود (حاضری) سے۔ پہلی صورت میں شہید کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول نے جنت کی گواہی دی ہے۔ دوسری صورت میں اس لیے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا یہ خود معرکۂ کارزار میں حاضر ہوتا اور جان کا نذرانہ بارگاہ الٰہی میں پیش کرتا ہے۔ ② مَطْعُون وہ ہے جو طاعون کی بیماری سے فوت ہو اور مَبْطُون وہ ہے جس کو پیٹ کی کسی بیماری کی وجہ سے موت آئے۔ ③ صَاحِبُ الْهَدْم وہ ہے جو کسی عمارت یا چٹان کے گرنے سے اس کے نیچے دب کر مر جائے اور غَرِیق۔ جو پانی میں ڈوب کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ④ یہ چاروں قسم کے افراد وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے قیامت کے روز شہیدوں کی طرح اجر عطا فرمائے گا۔ دوسری احادیث میں کچھ اور لوگوں کا تذکرہ بھی ہے جو رتبۂ شہادت سے نوازے جائیں گے۔ ان احادیث میں تضاد نہیں' اس لیے کہ پہلے نبی ﷺ کو پانچ شہیدوں کی بابت بتلایا گیا جسے آپ نے بیان فرما دیا' بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس فہرست میں کچھ اور لوگوں کو بھی شامل فرما لیا' آپ نے اسے بھی بیان فرما دیا۔ شہید فی سبیل اللہ کا درجہ ان سب سے بلند ہے کیونکہ وہ حقیقی شہید ہے' بشرطیکہ اخلاص نیت سے اللہ کی راہ میں لڑا ہو۔

[١٣٥٤] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَعُدُّونَ الشُّهَدَاءَ فِيكُمْ؟» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَهُوَ شَهِيدٌ. قَالَ: «إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيلٌ!» قَالُوا: فَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1354] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے اندر کن لوگوں کو شہید شمار کرتے ہو؟'' صحابۂ کرام نے عرض کیا: جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تو میری امت میں شہداء کم ہوں گے!'' انھوں نے پوچھا: پھر اے اللہ کے رسول! کون شہید ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے۔ جو اللہ کے راستے میں طبعی موت مر جائے وہ شہید ہے' جو طاعون کی بیماری میں فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ شہید ہے اور جو ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اللہ کے راستے میں طبعی موت مرنے سے مراد یہ ہے کہ لڑتے ہوئے تلوار کے وار سے یا نیزے اور گولی وغیرہ

[1354] صحیح مسلم، الإمارة، باب بیان الشهداء، حدیث: 1915.

لگنے سے موت نہ آئے بلکہ کسی اور سبب سے موت آئے' مثلاً جہاد کے لیے جا رہا ہے تو راستے میں گھوڑے سے گر کر مر جائے' یا گاڑی کے حادثے میں موت سے ہمکنار ہو جائے' یا دل کا دورہ پڑنے سے یا اور اسی قسم کی تکلیف سے مر جائے۔ یہ بھی عنداللہ شہید ہو گا۔

[١٣٥٥] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مالِهِ، فَهُوَ شَهِيدٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1355] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے' وہ شہید ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: دُونَ کا لفظ ظرف مکان ہے' بمعنی تحت۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا اور اس کا دفاع کرتا ہے' وہ عام طور پر یا تو اس کو اپنے پیچھے رکھتا ہے یا اپنے نیچے اور پھر لڑتا ہے۔ تاہم جو بھی صورت ہو' اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے جو شخص بھی قتل کر دیا جائے گا' اسے اللہ تعالیٰ شہید کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

[١٣٥٦] وَعَنْ أَبِي الْأَعْوَرِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ - أَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُودِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1356] حضرت ابو اعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے' جو اپنے خون (جان) کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے' جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① وہ دس صحابہ جنھیں دنیا میں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی' یعنی عشرۂ مبشرہ' ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح اور اس حدیث کے راوی سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔ نبی ﷺ نے اور بھی بعض لوگوں کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے لیکن ان کو اس لیے عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے کہ ان کو ایک ہی موقع پر ایک

[1355] صحيح البخاري، المظالم، باب من قاتل دون ماله، حديث:2480، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق......، حديث:141.

[1356] سنن أبي داود، السنة، باب في قتال اللصوص، حديث:4772، و جامع الترمذي، الديات...... باب ما جاء فيمن قتل دون ماله فهو شهيد، حديث:1421.

ہی حدیث میں جنت کی بشارت دی گئی۔ (سنن ترمذی) ② اس حدیث میں مزید کچھ لوگوں کا بیان ہے جن کو شہادت کا اجر ملے گا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوالاعور سعید بن زید رضی اللہ عنہ] سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی القرشی۔ کنیت ابوالاعور ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے جنت کی بشارت پانے والے دس خوش قسمت ترین صحابہ میں سے ہیں...... رضی اللہ عنہم...... یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کی زوجیت میں ہمشیر عمر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام میں یہی میاں بیوی ظاہری سبب بنے۔ جنگ بدر کے علاوہ باقی تمام غزوات میں شریک رہے۔ 50 یا 51 ہجری کو فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ 148 احادیث کے راوی ہیں۔

[١٣٥٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي؟ قَالَ: «**فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ**» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي؟ قَالَ: «**قَاتِلْهُ**» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي؟ قَالَ: «**فَأَنْتَ شَهِيدٌ**» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ؟ : قَالَ: «**هُوَ فِي النَّارِ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1357] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ فرمایئے، اگر کوئی آدمی (زبردستی) میرا مال لینے کی نیت سے آئے تو (میں کیا کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا مال اسے مت دے۔'' اس نے کہا: اگر وہ مجھ سے لڑے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو بھی اس سے لڑ۔'' اس نے کہا: یہ بتلایئے، اگر وہ مجھے قتل کر دے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تب تو شہید ہے۔'' اس نے کہا: یہ فرمایئے، اگر میں اس کو قتل کر دوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ جہنم میں جائے گا۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے ڈاکو، چور اور لٹیرے کو قتل کر دیا جائے تو یہ جائز ہے اور قاتل گناہ گار نہیں ہوگا، علاوہ ازیں مقتول بھی جہنم میں جائے گا، تاہم اگر وہ مسلمان ہوگا تو اپنے ظلم وتعدی کی سزا بھگت کر جہنم سے نکل آئے گا۔ ② اگر اپنا دفاع کرتے ہوئے خود قتل ہو گیا تو شہادت کے مرتبے سے سرفراز ہوگا۔ لیکن اس موت اور اس قسم کی دیگر موتوں سے ہمکنار ہونے والوں کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی کیونکہ یہ حکماً شہید ہیں جب کہ میدان جہاد میں جام شہادت نوش کرنے والوں کے لیے غسل ہے نہ نماز جنازہ۔

[٢٣٦] بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ

باب: 236- غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ [البلد: ١١-١٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا۔ اور تجھے کیا معلوم گھاٹی کیا ہے؟ گردن کا آزاد

[1357] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ......، حديث:140.

کرنا ہے۔''

فائدۂ آیات: گردن آزاد کرنے سے مراد غلاموں' باندیوں کا آزاد کرنا ہے' اسے دشوار گزار گھاٹی اس لیے کہا ہے کہ یہ کام نہایت مشکل ہے اور کمال ایمان وتقویٰ کے بغیر انسان اس راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ غلامی کا یہ رواج عہد رسالت میں موجود تھا جسے اسلام نے حکماً تو ختم نہیں کیا کیونکہ یہ اس دور کی ایک ناگزیر معاشرتی ضرورت تھی' علاوہ ازیں جنگوں میں بھی اس کی اس طرح ضرورت پیش آتی تھی کہ کافر قیدی مردوں اور عورتوں کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور وہ ان کے پاس غلام اور باندی بن کر رہتے تھے کیونکہ اس زمانے میں جنگی قیدیوں کے باہمی تبادلے کا یا وسیع پیمانے پر جیلوں میں محبوس رکھنے کا سلسلہ نہیں تھا۔ تاہم شریعت نے ایسی ہدایات ضرور دیں جن سے موجود غلاموں کو زیادہ سے زیادہ آزادی ملے اور غلامی کی حوصلہ شکنی ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند احادیث درج ذیل ہیں:

[١٣٥٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً أَعْتَقَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ حَتَّى فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1358] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''جس نے ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا' اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا' یہاں تک کہ اس کی شرم گاہ کے بدلے اس کی شرم گاہ کو۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اسلام کی ان ہدایات ہی کا نتیجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی طاقت کے مطابق غلاموں کو آزاد کرنے کرانے میں خوب حصہ لیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے متعدد غلاموں کو ان کی قیمت ان کے مالکوں کو ادا کر کے' آزاد کرایا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے 30 ہزار غلاموں کو اور حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار سے اوپر غلاموں کو آزاد کرایا۔ اور بعض صحابہ کی بابت آتا ہے کہ انھوں نے ایک دن میں 8 ہزار غلام آزاد کیے...... رضی اللہ عنہم...... (ابن علان' وَنُزْهَةُ الْمُتَّقِين)

[١٣٥٩] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «اَلْإِيمَانُ بِاللهِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ» قَالَ: قُلْتُ: أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا، وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1359] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون سے اعمال افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: کون سی گردنیں (آزاد کرنا) افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو ان کے مالکوں کے نزدیک زیادہ عمدہ اور زیادہ

[1358] صحيح البخاري، كفارات الأيمان، باب قول الله تعالى: ﴿أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾......، حديث:6715، وصحيح مسلم، العتق، باب فضل العتق، حديث:1509.

[1359] صحيح البخاري، العتق، باب أي الرقاب أفضل؟، حديث:2518، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:84.

قیمتی ہوں۔‘‘ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① ظاہر بات ہے کہ جو غلام مالکوں کی نظر میں نفیس وعمدہ بھی ہوگا اور بیش قیمت بھی' اس کو خرید کر یا اپنے طور پر آزاد کرنا بھی مشکل ہوگا۔ اس لیے اس کی فضیلت بھی دوسرے عام غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ ہوگی۔ اس سے یہ اصول معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جتنی زیادہ قیمتی چیز خرچ کی جائے گی' اس کا اجر وثواب بھی اسی حساب سے فزوں تر ہوگا' جیسے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران 92:3) ''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ نہ کرو' نیکی کا درجہ ہرگز نہیں پا سکو گے۔'' ② بہرحال اب غلامی کا یہ سلسلہ تو ختم ہو گیا ہے' البتہ جہاد کی صورت میں لونڈی غلام بنانے کا حکم قیامت تک باقی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بعض اور صورتیں بھی موجود ہیں' جیسے مقروض' ضامن اور قیدی وغیرہ۔ ان کی مدد کر کے ان کو ان بوجھوں سے نجات دلانا بھی نہایت فضیلت والا عمل ہے اور ان صورتوں میں بھی ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ ''گردن آزاد کرنا'' کا مفہوم کسی نہ کسی انداز میں پایا جاتا ہے۔ گو اس کا اصل مصداق غلام آزاد کرنا ہی ہے۔

[۲۳۷] بَابُ فَضْلِ الْإِحْسَانِ إِلَى الْمَمْلُوكِ

باب: 237- غلام کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَٱعْبُدُوا ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ۗ﴾ [النساء : ٣٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور والدین' رشتے داروں' یتیموں' مسکینوں' رشتے دار پڑوسی' اجنبی پڑوسی' پاس بیٹھنے والے، مسافر، اور ان کے ساتھ جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے' یعنی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

فائدۂ آیت: آیت میں مذکور تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے' ان میں غلام اور باندی بھی ہیں جنھیں قرآن نے ﴿مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے) سے تعبیر کیا ہے۔ امام صاحب نے اسی مناسبت سے اس آیت کو یہاں بیان کیا ہے۔

[١٣٦٠] وَعَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ : رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ، وَعَلٰى غُلَامِهِ مِثْلُهَا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ أَنَّهُ سَابَّ رَجُلًا

[1360] حضرت معرور بن سوید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انھوں نے ایک جوڑا پہنا ہوا تھا اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ویسا ہی جوڑا تھا۔ میں نے

[1360] صحيح البخاري، العتق، باب قول النبي ﷺ: العبيد إخوانكم.....، حديث:2545، وصحيح مسلم، الأيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل.....، حديث:1661.

عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ هُمْ إِخْوَانُكُمْ، وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ؛ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کی بابت ان سے پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص (غلام) کو برا بھلا کہا اور اس کو اس کی ماں کی نسبت سے عار دلائی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم ایسے آدمی ہو کہ تمھارے اندر (ابھی) جاہلیت (کا اثر) ہے' وہ تمھارے (انسانیت یا دین کے اعتبار سے) بھائی اور تمھارے خدمت گزار ہیں جن کو اللہ نے تمھارے ماتحت کر دیا ہے۔ چنانچہ جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو تو اس کو اسی میں سے کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسی میں سے اسے پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ کاموں کا بوجھ نہ ڈالو۔ اگر تم انھیں ایسے کام سپرد کرو تو ان کی مدد کرو۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کی وضاحت فرما دی کہ یہ سلوک اس طرح کیا جائے کہ جیسا خود کھاؤ اور پہنو' ویسا ہی انھیں بھی کھلاؤ اور پہناؤ۔ یا انھیں بھی ان کی خدمت کا اتنا معاوضہ دو کہ وہ بھی تمھاری طرح معقول خوراک اور لباس کا انتظام کر سکیں کیونکہ بہ حیثیت انسان یا دین کے وہ تمھارے ہی بھائی بند ہیں' ان کی انسانی ضروریات بھی تم سے مختلف نہیں۔ غلاموں کی بابت اسلام کی اس ہدایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مجبور انسانوں کی ہمدردی پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ عام ملازمین اور نوکر چاکروں کے ساتھ بھی ہمدردی واخوت کا معاملہ کرنا چاہیے۔ ان کی حیثیت اگرچہ غلاموں سے مختلف ہے' تاہم مجبوری و ماتحتی میں یہ غلاموں سے ایک گونہ مشابہت رکھتے ہیں۔ ② ملازمین اور مزدوروں پر اتنا بوجھ بھی نہ ڈالا جائے جسے وہ برداشت نہ کر سکیں' اگر کبھی ایسا کوئی کام ان سے لیا جائے تو ضروری ہے کہ اس میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے۔ ③ حسب ونسب پر فخر کرنا اور دوسروں کو اس کی بنیاد پر طعن وتشنیع کا ہدف بنانا' یہ زمانۂ جاہلیت کا اخلاق وکردار ہے جسے اسلام نے آ کر ختم کیا۔ مسلمانوں کو اب اس جاہلیت سے بچ کر رہنا چاہیے۔ افسوس ہے کہ جاہلیت والا یہ کردار مسلمانوں نے پھر اپنا لیا ہے اور ان میں بھی نسبی غرور عام ہے اور اس کی بنیاد پر دوسروں کو حقارت ونفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى. ④ اسلام نے مذکورہ ہدایات دے کر صحیح معنوں میں انسانی مساوات کا اہتمام کیا ہے' وہ صرف مزدوروں اور کمزور طبقات کو متحد ہونے اور سرمایہ داروں کے خلاف محاذ بنانے کا داعی نہیں ہے کیونکہ اس طرز عمل سے طبقاتی نفرت پھیلتی ہے جو معاشرے کے امن و سکون کو برباد کر دیتی ہے۔ بلکہ اسلام آجر اور اجیر' آقا و غلام اور مالک و مملوک دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی' ہمدرد اور معاون وغم گسار بننے کی تلقین کرتا اور آپس میں ایک دوسرے کے انسانی حقوق کی ادائیگی کی تلقین کر کے دونوں طبقوں کو پیار ومحبت کے ساتھ رہنے کا سبق دیتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں شرف وفضل کا معیار دولت اور دنیاوی وسائل کی فراوانی نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف ایمان وتقویٰ ہے جس سے ایک غریب سے غریب آدمی بھی بہرہ ور ہو سکتا ہے اور

ایک امیر سے امیر تر آدمی محروم رہ سکتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت معرور بن سوید رحمۃ اللہ] معرور بن سوید۔ اسدی ہیں۔ کنیت ابوامیہ ہے۔ کوفہ میں رہے۔ ثقہ راوی ہیں۔ کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے روایات لیتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں واصل احدب اور اعمش مشہور ہیں۔120 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔

[١٣٦١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَّمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ، فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ أَوْ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ؛ فَإِنَّهُ وَلِيَ عِلَاجَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1361] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا (تیار کر کے) لائے تو اگر وہ اس کو اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو اسے ایک یا دو لقمے ضرور دے دے (لقمہ اور اکلہ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔) اس لیے کہ اس نے اس (کے پکانے وغیرہ) کی تکلیف کو برداشت کیا ہے۔'' (بخاری)

[اَلْأُكْلَةُ]، بِضَمِّ الْهَمْزَةِ: هِيَ اللُّقْمَةُ.

أُكْلَةٌ: ''ہمزہ'' پر پیش' معنی لقمہ ہیں۔

فائدہ: انسانی مساوات کے اعتبار سے کھانا تیار کر کے لانے والے خادم کو ساتھ بٹھا کر کھلانا بہتر ہے' تاہم ایسا ممکن نہ ہو تو اس کھانے میں سے کچھ حصہ اسے ضرور دیا جائے۔ یہ نہیں کہ سارا خود ہی چٹ کر جائے' یا صرف بچ جانے کی صورت میں اسے دے۔ کاش! مسلمان اپنے مذہب کی ان تعلیمات کو اپنا سکیں۔

[٢٣٨] بَابُ فَضْلِ الْمَمْلُوكِ الَّذِي يُؤَدِّي حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ

باب:238- اس غلام کی فضیلت کا بیان جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی

[١٣٦٢] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1362] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت اچھے طریقے سے کرے تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[1361] صحيح البخاري، الأطعمة، باب الأكل مع الخادم، حديث:5460، وصحيح مسلم، الأيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل......، حديث:1663.

[1362] صحيح البخاري، العتق، باب العبد إذا أحسن عبادة ربه ونصح سيده، حديث:2546، وصحيح مسلم، الأيمان، باب ثواب العبد وأجره إذا نصح لسيده......، حديث:1664.

فائدہ: آقا کی خیر خواہی کا مطلب دیانت داری سے آقا کے کام کرنے اور اس کے مال و اسباب کی حفاظت ہے اور اللہ کی عبادت سے مراد اسلام کے احکام و فرائض کی پابندی ہے۔ ایسے غلام کے لیے دو گنا اجر ہے۔

[١٣٦٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الْمُصْلِحِ أَجْرَانِ». وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ! لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْحَجُّ، وَبِرُّ أُمِّي، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1363] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مملوک غلام کے لیے جو اپنے آقا کا خیر خواہ اور اپنے رب کی عبادت کرنے والا ہے، دو گنا اجر ہے۔'' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے! اگر اللہ کی راہ میں جہاد، حج اور والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنے کو پسند کرتا۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① مُصْلِح وہ غلام ہے جو اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہو اور رب کا عبادت گزار بھی۔ انسان جب غلام ہو تو وہ اپنی مرضی سے جہاد میں حصہ لے سکتا ہے نہ فریضۂ حج ادا کر سکتا ہے اور نہ ماں باپ کی خدمت کر سکتا ہے کیونکہ غلامی میں وہ اپنے آقا کی مرضی اور اجازت کا پابند ہے۔ ② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ غلامی کی وجہ سے مذکورہ اعمال کی فضیلت حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مجھے یہ بات پسند تھی کہ غلام ہونے کی حالت میں مجھے موت آئے تاکہ میں دوہرے اجر کا مستحق ہو سکتا۔

[١٣٦٤] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِلْمَمْلُوكِ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ، وَالنَّصِيحَةِ، وَالطَّاعَةِ، أَجْرَانِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1364] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اپنے مالک کا جو حق اس کے ذمے ہے اسے بھی ادا کرتا ہے اور اس کی خیر خواہی و اطاعت بھی کرتا ہے، تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: ''مالک کی خدمت، اطاعت اور خیر خواہی کا حق ادا کرتا ہے۔'' لیکن یہ اطاعت مشروط ہے رب تعالیٰ کی عدم معصیت کے ساتھ، یعنی مالک کے ایسے حکموں کی اطاعت کرتا ہے جن میں اللہ کی نافرمانی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی بھی انسان کی اطاعت ضروری نہیں بلکہ عدم اطاعت ضروری ہے۔

[1363] صحيح البخاري، العتق، باب العبد إذا أحسن عبادة ربه و نصح سيده، حديث:2548. وصحيح مسلم، الأيمان، باب ثواب العبد و أجره......، حديث:1665.

[1364] صحيح البخاري، العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق......، حديث:2551.

[١٣٦٥] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ، وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1365] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ہیں جن کے لیے دہرا اجر ہے: ایک وہ آدمی جو اہل کتاب میں سے ہے' اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور (پھر) محمد (ﷺ) پر ایمان لایا۔ اور (دوسرا) مملوک غلام جب وہ اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے آقا کا حق بھی۔ (تیسرا) وہ آدمی ہے جس کی ایک باندی ہو' چنانچہ اس نے اسے ادب سکھایا اور اس کی خوب اچھی تربیت کی' اسے علم سکھایا اور اسے خوب اچھی تعلیم سے آراستہ کیا' پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لی' اس کے لیے بھی دہرا اجر ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اہل کتاب سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔ اس حدیث میں ان کے لیے ترغیب ہے کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو دہرے اجر کے مستحق ہوں گے۔ ② اسی طرح مخلص اور خیر خواہ غلام بھی دوہرے اجر کا مستحق ہوگا کیونکہ ایک طرف وہ اپنے آقا کی اطاعت کرتا اور اس میں جو تکلیف ومشقت ہوتی ہے' اسے برداشت کرتا ہے اور دوسری طرف اپنے رب کی بندگی کا حق بھی صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے۔ ③ مسلمانوں کو اس امر کی بھی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے غلاموں اور خاص طور پر کنیزوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں اور انھیں آزاد کر کے شرعی طریقے پر ان سے شادی کر لیں' یعنی انھیں حق مہر بھی دیں اور آزاد عورتوں والے حقوق ان کے لیے تسلیم کریں۔ ان سب کے لیے دہرا اجر ہے۔

[٢٣٩] بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرْجِ وَهُوَ الْاِخْتِلَاطُ وَالْفِتَنُ وَنَحْوُهَا

باب: 239- ہرج' یعنی فتنے اور فساد کے زمانے میں عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان

[١٣٦٦] عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1366] حضرت معقل بن یسار ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فتنہ وفساد کے دور میں (اللہ تعالیٰ کی) عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: جب فتنے عام ہو جاتے اور بگاڑ پھیل جاتا ہے تو اللہ کی عبادت واطاعت بڑی مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ ہر طرف

[1365] صحيح البخاري، العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله، حديث:97، وصحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبيّنا......، حديث:154.

[1366] صحيح مسلم، الفتن، باب فضل العبادة في الهرج، حديث:2948.

برائی نے ڈیرے جمائے ہوتے ہیں' اس لیے ہر شخص برائی ہی کی طرف راغب ہوتا اور دھڑلے سے اسے اختیار کر لیتا ہے۔ایسے حالات میں اللہ کی عبادت کا بجا لانا اور اس کے حکموں کی اطاعت کرنا نہایت فضیلت والا عمل ہے۔اسے ہجرت مدینہ کی مثل قرار دیا گیا ہے۔اس وقت ہجرت واجب تھی اور گھر بار' جائیداد و کاروبار اور وطن مالوف چھوڑ کر ایک نئی جگہ پر جا کر آباد ہونا نہایت مشکل تھا' لیکن یہ عمل جتنا مشکل تھا' اتنا ہی اجر وثواب کا باعث بھی تھا۔یہی ثواب فتنے کے زمانے میں اللہ کی عبادت واطاعت کرنے والے کو ملے گا۔

[٢٤٠]بَابُ فَضْلِ السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْأَخْذِ وَالْعَطَاءِ وَحُسْنِ الْقَضَاءِ وَالتَّقَاضِي وَإِرْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيزَانِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّطْفِيفِ وَفَضْلِ إِنْظَارِ الْمُوسِرِ الْمُعْسِرَ وَالْوَضْعِ عَنْهُ

باب :240- خرید وفروخت اور لین دین میں نرمی اور ادائیگی اور تقاضا کرنے میں اچھا رویہ اختیار کرنے' جھکتا تولنے اور ناپنے کی فضیلت اور کم تولنے اور ناپنے کی ممانعت اور مال دار کے تنگ دست کو مہلت دینے اور اس سے قرض کو معاف کر دینے کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالَى : ﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ [الْبقرة: ٢١٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم جو بھلائی بھی کرو گے' یقیناً اللہ اسے جاننے والا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿وَيَٰقَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ﴾ [هود: ٨٥]

نیز فرمایا: ''اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الْمُطَفِّفِين: ١-٦].

اور فرمایا: ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔جو لوگوں سے خود ناپ کر پورا لیتے ہیں مگر جب ناپ یا تول کر دوسروں کو دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔کیا ان کو یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے۔جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

[١٣٦٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ

[1367] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے تقاضا

[1367] صحيح البخاري، الوكالة، باب الوكالة في قضاء الديون، حديث:2306، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب من استسلف شيئا فقضى خيرا منه......، حديث:1601.

أَصْحَابُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعُوهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا»، ثُمَّ قَالَ: «أَعْطُوهُ سِنًّا مِّثْلَ سِنِّهِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ: «أَعْطُوهُ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کرنے لگا اور اس نے آپ ﷺ سے درشت رویہ اختیار کیا۔ صحابہ نے اسے زدوکوب کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو' اس لیے کہ حق دار کو کہنے کا حق ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اتنی عمر کا جانور دے دو جتنی عمر کا جانور اس کا تھا۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس جیسا تو ہم نہیں پاتے' البتہ اس سے بہتر اور زیادہ عمر والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی اسے دے دو' اس لیے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو ادائیگی میں سب سے اچھا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① کہا جاتا ہے کہ قرض خواہ حضرت زید بن شعبہ کنانی تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے' بعد میں مسلمان ہوئے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا اور مطالبہ کرنے میں سخت رویہ اختیار کیا۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو سمجھایا کہ صاحب مال کے لیے بہتر تو یہی ہے کہ وہ تقاضا کرتے وقت اچھا رویہ اختیار کرے' تاہم اگر کوئی اس میں سختی کرتا ہے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ حق دار کو بہر حال کہنے کا حق ہے۔ تاہم اس میں شرعی حدود و آداب سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے۔ ② مقروض اگر اپنی مرضی سے ادائیگی کے وقت قرض اور حق سے زیادہ ادا کر دے تو مستحب ہے اور صاحب مال (قرض خواہ) کی طرف سے زیادتی کا مطالبہ ہوگا تو یہ سود ہوگا' جس کا لینا جائز ہے نہ دینا۔ اسی طرح اگر پہلے سے زیادہ دینا طے ہوگا تو وہ بھی سود ہوگا خواہ مقروض کی مرضی سے ہو۔

[١٣٦٨] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرٰى، وَإِذَا اقْتَضٰى». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1368] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت' خریدتے وقت اور قرض کی وصولی کا مطالبہ کرتے وقت نرمی کرتا ہے۔'' (بخاری)

فوائد ومسائل: ① خرید وفروخت کے وقت نرمی کا مطلب یہ ہے کہ خریدتے وقت ایسا رویہ اختیار کرے جس سے بیچنے والے کو کوئی نقصان نہ ہو' اسی طرح بیچتے وقت ایسا انداز اپنائے جس سے گاہک کو تکلیف نہ ہو' حتی کہ خریدار سودا واپس کرنا چاہے تو اسے واپس کر لے۔ ② ایک دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ خریدتے وقت قیمت اصل سے زیادہ دے اور بیچتے وقت قیمت کے مقابلے میں سودا زیادہ دے۔ علاوہ ازیں کسی سے اپنا حق لینا ہو تو اس کے مطالبے میں بھی سختی کی بجائے نرمی سے کام لیا جائے' ادب واحترام کے دائرے سے تجاوز نہ کیا جائے' غریب ہو تو اس کو مہلت دے یا پھر قرض معاف ہی کر دیا جائے۔ ﴿وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرة 2:280)

[1368] صحيح البخاري، البيوع، باب السهولة والسماحة في الشراء والبيع......، حديث:2076.

[١٣٦٩] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنَجِّيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1369] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی بے چینیوں سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس سے (قرض) معاف ہی کر دے۔'' (مسلم)

فائدہ: فَلْيُنَفِّسْ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ قرض کی ادائیگی میں مزید مہلت دے دے، یعنی يُؤَخِّرْ ''مطالبے کو مؤخر کر دے۔'' دوسرے معنی ہیں: اس کی تکلیف کو دور کر دے بایں طور کہ اپنے پاس سے اسے اتنی رقم دے دے کہ جس سے وہ اپنا قرض ادا کر دے، یعنی يُفَرِّجُ عَنْهُ. بہرحال یہ ہمدردانہ رویہ قیامت کے روز انسان کو قیامت کی بے چینیوں سے بچائے گا، جہاں ہر شخص بے چین اور مضطرب ہوگا۔

[١٣٧٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، وَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَلَقِيَ اللهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1370] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے ملازم سے کہا کرتا تھا: جب تو (رقم کی وصولی کے لیے) کسی تنگ دست کے پاس آئے تو اس سے نرمی اور درگزر کا معاملہ کیا کر، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگزر سے کام لے۔ چنانچہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا (مر گیا) تو اللہ نے اسے معاف فرما دیا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① درگزر کرنے کے مفہوم میں حسن مطالبہ، مزید مہلت یا قرض کی معافی، تینوں صورتیں شامل ہیں اور تینوں ہی شرعاً مطلوب و محمود ہیں۔ ② یہ واقعہ سابقہ امتوں میں سے کسی آدمی کا ہے لیکن اس نے ایسا مثالی کردار پیش کیا جسے رسول اللہ ﷺ نے بھی پسند فرمایا، کیونکہ آپ نے بھی اپنے قول و عمل سے اسی بات کی تلقین اپنی امت کو فرمائی ہے اور یہ عمل یقیناً اللہ کی رضامندی کا بھی باعث ہے۔

[١٣٧١] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «حُوسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ،

[1371] حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے (مرنے کے بعد) ایک شخص کا حساب کیا گیا تو اس کے پاس

[1369] صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب فضل إنظار المعسر......، حديث:1563.

[1370] صحيح البخاري، البيوع، باب من أنظر معسرًا، حديث:2078، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب فضل إنظار المعسر......، حديث:1562.

[1371] صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب فضل إنظار المعسر......، حديث:1561.

إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ، وَكَانَ مُوسِرًا، وَكَانَ يَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ. قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ، تَجَاوَزُوا عَنْهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس کے سوا کوئی نیکی نہیں پائی گئی کہ وہ لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا اور خوش حال تھا اور اپنے غلاموں سے کہتا تھا کہ تنگ دست سے درگزر کیا کرو۔ (جب وہ مر گیا تو فرشتوں سے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم درگزر کرنے کے اس سے زیادہ حق دار ہیں، تم اس سے درگزر کرو (اسے معاف کر دو)۔'' (مسلم)

فائدہ: ''حساب کیا گیا'' یہ قیامت کے حالات کی خبر ہے جو نبی ﷺ نے اللہ سے اطلاع پا کر تمثیل کے طور پر بیان فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ حساب کتاب میں اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے گا، اس لیے کہ جزا بھی عمل کی جنس ہی سے ہوگی۔

[١٣٧٢] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى، بِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِهِ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَقَالَ لَهُ: «مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟» قَالَ: - ﴿وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا﴾ - قَالَ: يَا رَبِّ! آتَيْتَنِي مَالَكَ، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ، فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: «أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي». فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ، وَأَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1372] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ، جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا تھا، اللہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: تو نے دنیا میں کیا کیا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے (جملہ معترضہ کے طور پر) قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اور وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے۔'' اس نے جواب دیا: اے میرے رب! تو نے اپنے پاس سے مجھے مال دیا تھا، چنانچہ میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا اور (اس میں) میری عادت درگزر کرنے کی تھی۔ میں خوش حال پر آسانی کرتا (اس سے عیب والی چیز بھی قبول کر لیتا) اور تنگ دست کو مہلت دے دیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں اس درگزر کرنے کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں۔ (فرشتو)! میرے بندے سے درگزر کرو۔'' حضرت عقبہ بن عامر اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے منہ سے اسی طرح سنی ہے۔ (مسلم)

[1372] صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب فضل إنظار المعسر......، حديث:1560.

فائدہ: یہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے لیکن حکماً مرفوع ہے' اس لیے کہ اس قسم کی بات اپنی رائے سے بیان نہیں کی جا سکتی۔ علاوہ ازیں دوسرے صحابی حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مرفوعاً صحیح مسلم میں موجود ہے۔ یہاں امام نووی نے ابومسعود انصاری کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر کی روایت کا بھی ذکر کیا ہے اور صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن اسے حفاظ حدیث نے ایک راوی (خالد احمر) کا وہم قرار دیا ہے' حضرت عقبہ بن عامر سے اس موضوع پر کوئی روایت منقول نہیں ہے۔ اصل میں حضرت ابومسعود کا نام عقبہ بن عمرو ہے اور یہ روایت صرف انھی سے مروی ہے' یعنی عقبہ بن عمرو ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے۔ مذکورہ راوی کو وہم ہوا اور عقبہ بن عمرو کو عقبہ بن عامر بنا دیا اور دوسرے' حضرت ابومسعود کو الگ ایک روایت کا راوی' جبکہ یہ ایک ہی راوی سے مروی ہے اور یہ دونوں حقیقت میں ایک ہی راوی ہے۔ (ابن علان)

[۱۳۷۳] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا، أَوْ وَضَعَ لَهُ، أَظَلَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1373] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے' اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا۔ اس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① قیامت کے روز میدان محشر میں سورج بالکل قریب ہوگا اور لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے اور شدت حرارت سے نڈھال ہوں گے۔ اس وقت جن لوگوں کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا' بڑے ہی خوش نصیب ہوں گے۔ ان ہی خوش نصیبوں میں سے ایک وہ شخص ہوگا جو تنگ دستوں کو نہ صرف قرض دیا کرتا تھا بلکہ انھیں مہلت بھی دیتا یا پھر کچھ یا کل کا کل معاف کر دیتا۔ ② اس میں خوش حال لوگوں کے لیے غور و فکر اور عمل کی دعوت ہے۔ آج کل لوگ اپنے ہم پلہ لوگوں کو تو قرض دے دیتے ہیں لیکن کسی غریب کو قرض دینا پسند نہیں کرتے' وہ سوچتے ہیں کہ اس سے وصولی مشکل ہوگی کیونکہ کسی تنگ دست کو معاف کر دینے کا سبق ہم نے بالکل بھلا دیا ہے۔ بہر حال کسی ضرورت مند غریب کو وسعت کے باوجود قرض دینے سے گریز کرنا ناپسندیدہ ہے اور اسے قرض دے کر اسے مہلت دینا یا معاف کر دینا نہایت پسندیدہ عمل ہے جس کی بہترین جزا قیامت کے روز ملے گی۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ. آمين.

[۱۳۷٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرٰى مِنْهُ بَعِيرًا، فَوَزَنَ لَهُ، فَأَرْجَحَ.

[1374] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے ایک اونٹ خریدا تو اس کی قیمت جھکتی ہوئی تول

[1373] جامع الترمذي، البيوع......، باب ماجاء في إنظار المعسر والرفق به، حديث:1306.

[1374] صحيح البخاري، البيوع، باب شراء الدواب والحمير، حديث:2097 مُطَوَّلًا، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، حديث:715 بعد حديث:1599.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کر دی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: عہد رسالت اور اس کے بہت بعد تک دینار و درہم کے ذریعے سے خرید وفروخت ہوتی تھی۔ دینار سونے کا اور درہم چاندی کا ہوتا تھا۔ اونٹ کی جو قیمت سونے یا چاندی میں طے ہوئی تھی، نبی ﷺ نے وہ تول کر دی اور طے شدہ وزن سے زیادہ دی۔

[١٣٧٥] وَعَنْ أَبِي صَفْوَانَ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِّنْ هَجَرَ، فَجَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلَ، وَعِنْدِي وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْوَزَّانِ: «زِنْ وَأَرْجِحْ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1375] حضرت ابوصفوان سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور مخرمہ عبدی ہجر جگہ سے کچھ کپڑا (فروخت کرنے کے لیے) لے کر آئے۔ نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک پائجامہ کا بھاؤ کیا۔ میرے پاس ایک وزن کرنے والا تھا جو مزدوری لے کر مال تولتا تھا۔ تو نبی ﷺ نے وزن کرنے والے سے فرمایا: ''تول اور جھکتا ہوا تول۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ خریدنے والا طے شدہ قیمت سے زیادہ دے اور اسی طرح بیچنے والا، سودا زیادہ دے۔ یہ انصاف سے بڑھ کر احسان کی صورت ہے جس سے معاشرے پر نہایت خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک دوسرے کے حق میں کمی کرنے سے بغض وعداوت کے جذبات نشوونما پاتے ہیں جو معاشرے کے لیے نہایت مہلک ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوصفوان سوید بن قیس رضی اللہ عنہ] سوید بن قیس عبدی۔ ان کی کنیت ابومرحب یا ابوصفوان ہے۔ یہ صحابیٔ رسول ہیں۔ کپڑا فروش تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ازار مول لی۔ ان کی مرویات کی تعداد 3 بیان کی جاتی ہے جن میں سے ایک صحیحین میں جبکہ باقی دو روایتیں دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔

[1375] سنن أبي داود، البيوع، باب في الرجحان في الوزن والوزن بالأجر، حديث:3336، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في الرجحان في الوزن، حديث:1305.

١٢ - كِتَابُ الْعِلْمِ

علم کی فضیلت واہمیت

[٢٤١]بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ تَعَلُّمًا وَّتَعْلِيمًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى	باب:241-اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے علم سیکھنے سکھانے کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طٰهٰ: ١١٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) کہہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ کر۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر: ٩]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہہ دے' کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ﴾ [المُجادلة: ١١]

اور فرمایا: ''اللہ تم میں سے اہل ایمان کو اور ان لوگوں کو جن کو علم سے نوازا گیا' درجات میں بلند فرماتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا﴾ [فاطر: ٢٨].

اور فرمایا: ''اللہ سے' اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔''

فائدۂ آیات: پہلی آیت میں نبی ﷺ کو اضافۂ علم کے لیے دعا بتلائی گئی ہے جس سے ایک تو علم کی فضیلت واضح ہوتی ہے دوسرے یہ کہ علم کا منبع صرف اللہ کی ذات ہے' وہی سب کو علم عطا کرنے والا ہے' جس کو جتنا چاہے دے۔ اس

لیے اسی سے علم طلب کیا جائے۔ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ انبیاء ﷺ بھی اسی سے علم طلب کرتے ہیں۔ دوسری آیت میں استفہام انکاری ہے جو نفی کے معنی دیتا ہے، یعنی عالم اور غیر عالم برابر نہیں۔ تیسری آیت میں اہل ایمان اور اہل علم کے رفع درجات کا ذکر ہے۔ چوتھی آیت میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ کا حقیقی خوف صرف علماء کے دلوں ہی میں ہوتا ہے کیونکہ وہ علم کی بدولت اللہ کی عظیم قدرت و عظمت اور اس کی صفات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اب احادیث ملاحظہ ہوں:

[١٣٧٦] وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1376] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: دین کی سمجھ (فقاہت) سے مراد قرآن و حدیث کا فہم، دین کے احکام و مسائل کا علم اور حلال و حرام کی تمیز ہے۔ وہ فقاہت مراد نہیں ہے جسے آج کل عام طور پر سمجھا یا سمجھایا جاتا ہے کہ ائمہ کے اقوال اور ان پر مبنی استنباطات و استخراجات کو سمجھنا فقاہت ہے اور مدونہ کتب فقہ کے ماہر ہی کو فقیہ باور کیا اور کرایا جاتا ہے۔ اور ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ اسی نقطۂ نظر کے مطابق ایسے لوگ محدثین کو بھی (نَعُوذُ بِاللهِ) فقاہت سے عاری سمجھتے اور انھیں صرف عطار قرار دیتے ہیں حالانکہ اصل فقیہ یہی لوگ ہیں۔ انھوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں زندگی کے تمام مسائل پر مجموعے مرتب کیے اور الگ الگ ابواب و فصول کے مطابق احادیث رسول درج کیں، تاہم اپنی رائے سے اجتناب کیا جو غایت درجہ تقویٰ اور احتیاط کی بات ہے۔ لیکن یارانِ سرِپل نے اسی احتیاط و تقویٰ کی وجہ سے انھیں فقہاء کی فہرست ہی سے خارج کر دیا اور فقہاء صرف انھیں قرار دیا جو قرآن و حدیث کی تصریحات سے صرف نظر کر کے صرف اقوال ائمہ اور ان پر مبنی تفریع در تفریع مسائل کا علم رکھتے ہوں ؂

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

[١٣٧٧] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا، وَيُعَلِّمُهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1377] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رشک کے قابل صرف دو آدمی ہیں: ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا، پھر اسے حق (کی راہ) میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی۔ اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے دانائی سے نوازا، چنانچہ وہ اس کے ساتھ (لوگوں کے معاملات کے) فیصلے کرتا اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[1376] صحيح البخاري، العلم، باب من يرد الله به خيرا.....، حديث:71، و صحيح مسلم، الزكاة، باب النهي عن المسألة، حديث:1037.

[1377] صحيح البخاري، العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة، حديث:73، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه.....، حديث:816.

وَالْمُرَادُ بِالْحَسَدِ: اَلْغِبْطَةُ، وَهُوَ أَنْ يَتَمَنَّى مِثْلَهُ.

اور حسد سے مراد رشک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی اس جیسی چیز کی آرزو کرے (جب کہ حسد میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ فلاں کو جو فلاں نعمت حاصل ہے، وہ اس سے محروم ہو جائے۔)

فوائد و مسائل: ① یہاں حسد، غبطہ (رشک) کے معنی میں ہے جیسا کہ خود امام نووی رحمہ اللہ نے بھی وضاحت فرمائی ہے۔ ② حسد کرنا ممنوع اور حرام ہے کیونکہ اس میں حاسد کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ فلاں شخص کو جو نعمت حاصل ہے، وہ چھن جائے۔ رشک کرنا جائز ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان یہ دیکھے کہ فلاں پر اللہ کا انعام و اکرام ہو رہا ہے تو یہ آرزو کرے: کاش! مجھے بھی اللہ کی طرف سے یہ نعمتیں حاصل ہوں۔ وہ حاسد کی طرح جلے کڑھے نہیں بلکہ خوش ہو کر اللہ سے دعا کرے۔ ③ حکمت سے مراد قرآن و حدیث کا علم ہے کیونکہ یہی انسان کے لیے نافع ہے اور اس کے ذریعے ہی سے لوگوں کے درمیان صحیح فیصلے کیے جا سکتے ہیں۔ اس میں مال کے ساتھ علم نافع کے حاصل کرنے کی بھی ترغیب ہے۔

[١٣٧٨] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا؛ فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ، وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ؛ فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا أُخْرٰى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ، لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللهِ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1378] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا، اس بارش کی مانند ہے جو کسی زمین پر برسی۔ چنانچہ اس (زمین) کا ایک حصہ عمدہ تھا۔ اس نے پانی کو اپنے اندر جذب کیا اور گھاس اور کثیر مقدار میں دیگر جڑی بوٹیاں اگائیں۔ اور اس کا ایک حصہ سخت تھا (جو پانی کو فوری طور پر جذب نہیں کرتا) اس نے پانی کو اکٹھا کر لیا۔ تو اس کے ذریعے سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا۔ انھوں نے خود بھی پیا، جانوروں کو بھی پلایا اور کھیتوں کو بھی سیراب کیا۔ اور وہ بارش زمین کے ایک اور حصے کو بھی پہنچی جو چٹیل تھا (ایسا ہموار اور صاف جہاں پانی ہی نہ ٹھہرے) جس نے پانی اکٹھا کیا نہ کوئی گھاس اگائی۔ چنانچہ یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور اس ہدایت سے اللہ نے اسے نفع پہنچایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا۔ پس اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور اس شخص کی مثال

[1378] صحيح البخاري، العلم باب فضل من عَلِمَ و عَلَّمَ، حديث:79، وصحيح مسلم، الفضائل، باب بيان مثل ما بعث به النبي ﷺ، حديث:2282.

جس نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا (اعراض وگریز کیا) اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث اس سے قبل بَابُ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ، رقم:162 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اسے علم کی فضیلت اور ترغیب کے بیان کے لیے دوبارہ ذکر کیا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ علم کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ لوگ ہیں جو قرآن وحدیث کا علم حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دینے کے علاوہ اس علم سے مزید استنباط واستخراج کر کے قرآن وحدیث کے فیض کو زیادہ سے زیادہ عام کرتے ہیں' یہ سب سے بہتر لوگ ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو علم تو حاصل کرتے ہیں لیکن اس سے استنباط واستخراج کی استعداد نہیں رکھتے' اس علم سے اگرچہ ان کو خود بھی اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے' تاہم ان کا فیض پہلی قسم کی بہ نسبت کم ہے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں قسمیں محمود ہیں۔ (جیسا کہ مثال کا بھی مقصود ہے) تیسرے وہ لوگ ہیں جو قرآن وحدیث کے علم سے اعراض وگریز کا راستہ اپناتے ہیں' نہ خود اسے سنتے اور پڑھتے ہیں جس سے انھیں فائدہ ہو اور نہ اسے سیکھ کر دوسروں تک پہنچاتے ہیں کہ وہ فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ لوگوں کی بدترین قسم ہے۔ ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا شمار پہلی دو قسموں میں سے کسی ایک قسم میں ہو۔

[١٣٧٩] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «فَوَاللهِ! لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1379] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ کی قسم! تیرے ذریعے سے کسی ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کا ہدایت دے دینا تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: ''سرخ اونٹوں سے بہتر ہے'' یہ ایک تمثیل ہے' ہر بہتر چیز کے لیے۔ سرخ اونٹ عرب میں بہت بیش قیمت ہوتا تھا۔ اس میں دعوت الی اللہ کی فضیلت اور لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانے کی ترغیب ہے۔ تاہم اس کے لیے پہلے ضروری ہے کہ انسان خود بھی ہدایت کے راستے سے آگاہ اور واقف ہو' اس لیے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے کہ اس کے بغیر ہدایت ورہنمائی کا فریضہ انجام ہی نہیں دیا جا سکتا۔

[١٣٨٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ،

[1380] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے لوگوں کو (احکام الٰہی) پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ اور

[1379] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث:4210، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، حديث:2406.

[1380] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث:3461.

وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

بنی اسرائیل سے بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

(بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے اور پھر اسے آگے پھیلانے کی تاکید ہے جس کو تھوڑا یا زیادہ جتنا بھی علم ہو وہ اس کی تبلیغ ضرور کرے اور لوگوں تک احکام الٰہی پہنچائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ تبلیغ و دعوت تو صرف علماء اور سند یافتہ لوگوں ہی کا کام ہے بلکہ ہر شخص اپنے علم کی حد تک اس کا مکلّف ہے، حتیٰ کہ کسی کو کسی ایک آیت ہی کا علم ہے، یعنی کسی ایک حکم الٰہی ہی سے وہ آگاہ ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کرے۔ ② اس میں بنو اسرائیل سے بیان کرنے کی جو اجازت ہے، اس سے مراد صرف بعض وہ واقعات اور قصے ہیں جو نبی ﷺ نے بیان فرمائے ہیں اور وہ صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ اس کا مقصد ہر قسم کی اسرائیلی روایات بیان کرنے کی عام اجازت دینا نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر اس سے یہ مفہوم اخذ کیا جاتا ہے۔ ③ نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے پر سخت وعید ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ احادیث کی تحقیق اور چھان پھٹک نہایت ضروری ہے اور جو حدیث بے سند ہو یا اس کے سلسلۂ سند میں متہم یا کاذب راوی ہوں، یعنی شدید ضعف کی حامل ہو تو ایسی روایت کو حدیث رسول کے طور پر پیش کرنا سخت جرم ہے۔ ضعیف روایات کے مختلف درجے ہیں لیکن ان درجات کا علم اسمائے رجال اور اصول حدیث پر گہری اور وسیع نظر کے بغیر ممکن نہیں اور ایسے اصحاب علم جو علوم حدیث پر ماہرانہ نظر رکھتے ہوں بہت ہی قلیل ہوتے ہیں۔ اس لیے عام علماء کے لیے احوط اور اسلم (زیادہ بہتر اور محتاط) راستہ یہی ہے کہ وہ ضعیف حدیث بیان کرنے سے گریز کریں، چاہے ضعف شدید ہو یا خفیف، کیونکہ خفیف ضعف والی روایات کو بیان کرنا اگرچہ محدثین کی ایک جماعت جائز سمجھتی ہے لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہیں، جیسے یہ واضح کیا جائے کہ اس کی سند ضعیف ہے، وغیرہ۔ اس کی پہچان ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ جس روایت پر ضعف کا حکم لگایا گیا ہو، اسے بیان نہ کیا جائے۔ ہمارے اس دور میں شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس میدان میں ایک بڑا وقیع کام یہ کیا ہے کہ سنن اربعہ (سنن ابی داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) میں جو ضعیف روایات تھیں، ان کو صحیح روایات سے الگ کر دیا ہے اور صحیح اور ضعیف دونوں کے الگ الگ مجموعے بنا دیے ہیں جس سے عام علماء کے لیے ضعیف روایات کا پہچاننا آسان ہو گیا ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ. ان کے اس کام میں اگرچہ یہ احتمال ہے کہ کسی صحیح روایت کو انھوں نے ضعیف اور کسی ضعیف کو صحیح قرار دے دیا ہو لیکن یہ تحقیق صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو شیخ البانی ہی کی طرح علل حدیث (حدیث کی کمزوریوں) پر گہری، وسیع اور ماہرانہ نظر رکھتا ہو۔ لیکن دنیائے اسلام کے عام علماء پر ان کا یہ احسان عظیم ہے کہ انھوں نے اپنے علم اور مطالعے کی حد تک تحقیق کر کے سنن اربعہ کے ان مجموعوں سے جو متداول (مروج) ہیں، ضعیف روایات کو صحیح روایات سے الگ (جدا) کر کے صحیح روایات اور ضعیف روایات کے الگ الگ مجموعے بنا دیے ہیں۔ علماء کو چاہیے کہ وہ ان کتابوں کو سامنے رکھیں اور ان کے مطابق صرف صحیح روایات کو بیان کریں اور ضعیف روایات کو بیان کرنے سے گریز کریں۔ محض یہ کہہ کر کہ البانی کی رائے حرف آخر نہیں ہے، ان کی خدمات کو نظر انداز کر دینا اور اس سے استفادہ نہ کرنا غیر صحیح بات ہے۔ بلاشبہ ان کی رائے غلط ہو سکتی ہے، ان کا فیصلہ خطا و زلل (ٹھوکر،

لغزش) سے محفوظ نہیں کیونکہ بہرحال وہ ایک انسانی کاوش ہے۔ لیکن اس امکان خطا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کی کاوش بے کار اور بے حیثیت ہے۔ انھی امکانی غلطیوں کے دعوے پر بہت سے لوگ تو صحیحین کی احادیث کی اصحیت (سب سے زیادہ صحیح ہونے) سے بھی انکار کرتے ہیں۔ کیا ان کی بات بھی صحیح مان لی جائے۔ نہیں، یقیناً نہیں۔ اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ کی بے نظیر خدمات سے عدم استفادہ کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ جس طرح محدثین نے احادیث کی جمع و تدوین کا کام سرانجام دے کر امت پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے، اسی طرح محدثین ہی کے طرز اور اصول پر انھی کے مجموعوں کی چھان پھٹک اور نقد و تحقیق کر کے صحیح وضعیف روایات کو ممتاز کر دینا بھی محدثین ہی کے مشن کی تکمیل ہے جس کی توفیق اللہ نے اس دور میں شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کو عطا فرمائی ہے۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَجْزَلَ جَزَاءَهُ وَنَوَّرَ قَبْرَهُ وَ جَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ، آمِين، يَا رَبَّ الْعَالَمِين.

بہرحال یہ بات تو ضمناً آ گئی، بات یہ ہو رہی تھی کہ نبی ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب نہ کی جائے جس کی نسبت آپ کی طرف مشکوک ہو، اسی لیے ضعیف احادیث بھی بیان نہیں کرنی چاہییں۔ لیکن بدقسمتی سے اتنی سخت وعید کے باوجود بہت سے علماء اس معاملے میں غیر محتاط ہیں، وہ ضعیف تو کجا، موضوع احادیث تک زیب داستاں اور گرمئ محفل کے لیے بیان کرنے سے نہیں چوکتے۔ اللہ تعالیٰ ان علماء کو ہدایت دے جو ایسا کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر علماء کی ایک جماعت ایسی ہے جو اپنے فقہی مذہب کی حمایت میں مستند اور قوی روایات کی تو تغلیط و تردید اور اس کے برعکس ضعیف و بے سروپا روایات کی تصحیح و تثبیت (درست اور صحیح ثابت کرنے) کی مذموم سعی کرتی ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[۱۳۸۱] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1381] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص علم (دین) کی تلاش کے لیے کسی راستے پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ روایت اس سے قبل اس سے زیادہ مفصل بَابُ قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِينَ، رقم: 245 میں گزر چکی ہے۔ یہاں علم کی فضیلت سے متعلق اس کا حصہ نقل کیا گیا ہے۔ علم سے مراد، دین، یعنی قرآن و حدیث کا صحیح علم ہے جو فقہی تعصب کی عینک کے بغیر حاصل کیا جائے، ورنہ فقہی تعصب علم کو بھی حجاب اکبر بنا دیتا ہے إِلَّا مَنْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعَصَمَهُ.

[۱۳۸۲] وَعَنْهُ أَيْضًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1382] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی طرف بلائے گا، اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس ہدایت کی پیروی کریں گے۔ اور یہ پیروی کرنے والوں کے اجر میں

[1381] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، حديث: 2699.

[1382] صحيح مسلم، العلم، باب من سنّ سنة حسنة، حديث: 2674.

کوئی کمی نہیں کرے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت بَابُ الدَّلَالَةِ عَلٰى خَيْرٍ، رقم:174 میں گزر چکی ہے۔اس کا اگلا حصہ یہ ہے: ''جو گمراہی کی دعوت دے گا تو اس کو ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جو اس گمراہی کی پیروی کریں گے اور یہ ان گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔'' ② اس میں خیر کی دعوت دینے والوں کے لیے بڑی خوش خبری اور شر کی دعوت دینے والوں کے لیے سخت وعید ہے۔

[١٣٨٣] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1383] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے' مگر تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ اور وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے۔'' (مسلم)

فائدہ: ''عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے'' کا مطلب ہے کہ اس پر اجر و ثواب ملنا بند ہو جاتا ہے' تاہم تین عمل ایسے ہیں کہ موت کے بعد بھی ان کا ثواب میت کو پہنچتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ' جیسے مرنے والا مسجد و مدرسہ' ہسپتال اور سرائے وغیرہ بنا جائے تو جب تک لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے' میت کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ علم' جس سے فائدہ اٹھایا جائے، کا مطلب ہے' دوسروں کو علم سکھانا' یا تالیفات و تصنیفات کے ذریعے سے علم پھیلانا۔ جب تک اس کا سلسلہ' تلمذ قائم اور کتابیں محفوظ و موجود رہیں گی اور لوگ ان سے برابر فائدہ اٹھاتے رہیں گے تو ان کا اجر بھی استاد یا مصنف کتاب کو ملتا رہے گا۔ اولاد کی نیک تربیت بڑی ضروری ہے تاکہ وہ مرنے کے بعد صحیح طریقے سے اپنے والدین کے حق میں دعائے خیر کرتی رہے کیونکہ اولاد کی دعا والدین کے حق میں مفید ہے۔

[١٣٨٤] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَلدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَّا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرَ اللهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا، أَوْ مُتَعَلِّمًا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1384] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دنیا ملعون ہے اور جو کچھ سامان اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے' سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے متعلقات کے اور عالم یا متعلم کے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

قَوْلُهُ: [وَمَا وَالَاهُ] أَيْ: طَاعَةُ اللهِ.

رسول اللہ ﷺ (کے فرمان) وَمَا وَالَاهُ کا مطلب ہے: اللہ کی اطاعت (ایسے امور بجالانا جن میں اللہ کی اطاعت و

[1383] صحيح مسلم، الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حديث:1631.

[1384] جامع الترمذي، الزهد، باب منه حديث: إن الدنيا ملعونة......، حديث:2322.

فرماں برداری اور اس کی قربت کا پہلو ہو۔)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا، رقم:478 میں بھی گزر چکی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعی دنیا اور اس کا ساز وسامان ملعون ہے بلکہ دنیا کا وہ مال ومتاع ملعون ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔ یا اس کے لیے ملعون ہے جس کو دنیا میں اللہ یاد ہی نہ آئے۔ ② اسے کتاب العلم میں اس لیے بیان کیا ہے کہ علم دین کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ انسان کو علم ہو کہ فلاں بات یا کام اللہ کی رضا کا اور فلاں اس کی ناراضی کا باعث ہے' اسی لیے اس میں عالم اور متعلم کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

[١٣٨٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ، كَانَ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى يَرْجِعَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1385] حضرت انس ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص علم کی جستجو میں نکلتا ہے تو وہ لوٹنے تک اللہ کی راہ میں (شمار) ہوگا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٣٨٦] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَنْ يَّشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِّنْ خَيْرٍ حَتَّى يَكُونَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1386] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن بھلائی سے ہرگز سیر نہیں ہوتا' یہاں تک کہ وہ اپنی آخری منزل جنت میں پہنچ جاتا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٣٨٧] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِي النَّاسِ الْخَيْرَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1387] حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے میری فضیلت تمھارے ایک ادنیٰ آدمی پر۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتے اور آسمان وزمین کی مخلوق' حتی کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی تک (پانی میں) لوگوں کو بھلائی سکھلانے والوں پر (اپنے اپنے انداز میں) رحمت بھیجتے اور دعائیں کرتے ہیں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[1385] ضعيف-جامع الترمذي، العلم، باب فضل طلب العلم، حديث:2647.

[1386] ضعيف- جامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، حديث:2686. اس کی سند دراج عن ابی الہیثم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[1387] جامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، حديث:2685.

فوائد و مسائل: ① عالم سے مراد قرآن وحدیث کا عالم ہے جو فرائض وسنن کی پابندی کے ساتھ تعلیم وتعلم میں مصروف رہتا ہے۔ اور عابد سے مراد وہ شخص ہے جو اپنا زیادہ وقت عبادت الٰہی میں گزارتا ہے۔ اس کے نوافل اور کثرت ذکر کا فائدہ چونکہ اس کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے' جب کہ عالم کے علم کا فیض دوسرے لوگوں تک بھی پہنچتا ہے' اس لیے وہ عابد پر بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ ② صلاۃ کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو معنی ہوتے ہیں: رحمت بھیجنا' فرشتوں کی طرف ہو تو معنی ہیں: مغفرت کی دعا کرنا اور دوسری مخلوق' انسان وحیوان کی طرف ہو تو معنی ہیں: دعا والتجا کرنا۔ گویا معلم خیر پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے' فرشتے اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور دوسری مخلوق اس کے حق میں خیر کی دعائیں کرتی ہے۔ ③ اس میں عالم کی فضیلت اور علماء کی توقیر وتکریم کا بیان ہے۔

[١٣٨٨] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضىً بِمَا يَصْنَعُ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا، وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ؛ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

[1388] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ایسے راستے پر چلے جس میں وہ (دین کا) علم تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور فرشتے طالب علم کے لیے' اس کے اس عمل سے خوش ہو کر' اپنے پر رکھ دیتے ہیں۔ اور عالم کے لیے آسمان وزمین کی ہر مخلوق' حتیٰ کہ مچھلیاں پانی میں مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے' جیسے چاند کو سارے ستاروں پر فضیلت حاصل ہے اور علماء' انبیاء کے وارث ہیں۔ اور انبیاء نے اپنے ورثے میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے' وہ تو (دین کا) علم ہی ورثے میں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ چنانچہ جس نے وہ علم حاصل کیا' اس نے (شرف وفضل کا) ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی گزشتہ حدیث کی طرح علم دین حاصل کرنے کی فضیلت اور علماء کے شرف واحترام کا بیان ہے۔ فرشتوں کے پر رکھ دینے کا مطلب ہے کہ وہ اپنے پروں کو بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں' جیسے علم وذکر کی دوسری محفلوں کو وہ گھیر لیتے ہیں۔

[١٣٨٩] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «نَضَّرَ اللهُ

[1389] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ اس

[1388] سنن أبي داود، العلم، باب في فضل العلم، حديث:3641، و جامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، حديث: 2682.

[1389] جامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع، حديث:2657.

امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا، فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ! فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

آدمی کو تر و تازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے' پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہنچا دے جس طرح اس نے سنا۔ اس لیے کہ بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی جائے (پہلے) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں جہاں علم کی فضیلت کا بیان ہے' وہاں دعوت و تبلیغ کی ترغیب بھی ہے۔

[١٣٩٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1390] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے علم دین کی کوئی بات پوچھی جائے' پھر وہ اسے چھپائے تو قیامت والے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سائل کو دین کی صحیح بات نہ بتلانا سخت کبیرہ گناہ ہے جس پر جہنم کی شدید وعید ہے۔ بدقسمتی سے فقہی جمود اور حزبی تعصب میں مبتلا حضرات اور اہل علم' کتمان علم کے اس جرم عظیم کا عام ارتکاب کرتے ہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی.

[١٣٩١] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِّمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» يَعْنِي: رِيحَهَا. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1391] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وہ علم جس سے اللہ کی رضا مندی طلب کی جاتی ہے' اس لیے حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعے سے دنیا کا ساز و سامان حاصل کرے' تو وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ علم دین صرف اللہ کی رضا کے لیے حاصل کیا جائے۔ اگر دنیا حاصل کرنے کا مقصد پیش نظر ہوگا تو یہ بہت بڑا جرم ہے کہ دین کا عالم جنت کی خوشبو تک سے محروم رہے گا۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. ہاں بغیر قصد و نیت کے دنیا مل جائے تو اور بات ہے' وہ انسان کے لیے نقصان دہ نہیں۔

[1390] سنن أبي داود، العلم، باب كراهية منع العلم، حديث: 3658، و جامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، حديث: 2649.

[1391] سنن أبي داود، العلم، باب طلب العلم لغير الله تعالٰى، حديث: 3664.

[۱۳۹۲] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1392] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں (کے سینوں) سے کھینچ لے' لیکن وہ علم کو علماء کی وفات کے ذریعے سے اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ چنانچہ ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ اور (یوں) خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ قرب قیامت کی ایک علامت کا بیان ہے کہ علمائے دین ناپید ہو جائیں گے اور جاہل لوگ سردار' پیشوا اور امام بن جائیں گے جن کو قرآن وحدیث کا علم ہی نہیں ہوگا' اس کے باوجود وہ مفتی اور مجتہد بنے ہوں گے اور اپنے فتووں اور خود ساختہ مسئلوں سے اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کی بھی گمراہی کا باعث بنیں گے۔ ② اس میں جہاں اس امر کی ترغیب ہے کہ علمائے دین زیادہ سے زیادہ تیار کیے جائیں' وہاں اس کی بھی تاکید ہے کہ جاہلوں کو دین کا پیشوا بنانے سے اجتناب کیا جائے۔

[1392] صحيح البخاري، العلم، باب كيف يقبض العلم؟ حديث:100. وصحيح مسلم، العلم، باب رفع العلم و قبضه وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان...... حديث:2673.

١٣ - كِتَابُ حَمْدِ اللهِ تَعَالٰى وَشُكْرِهِ

اللہ کی حمد وشکر کا بیان

[٢٤٢] بَابُ وُجُوبِ الشُّكْرِ

باب: 242- شکر کی فرضیت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ [البقرة: ١٥٢]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس تم مجھے یاد کرو' میں تمھیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ [إبراهيم: ٧].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمھیں اور زیادہ (نعمتیں) دوں گا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ [الإسراء: ١١١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے' تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَءَاخِرُ دَعْوَىٰهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [يونس: ١٠].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان کی آخری پکار یہی ہو گی کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔''

فائدۂ آیات: اللہ کو یاد کرنے کا مطلب اس کا ذکر اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ اسی طرح خوش حالی میں بھی اسے یاد رکھنا اور حالات کی شدتوں میں بھی کسی اور کے در پر جبہہ سائی کرنے سے گریز کرنا ہے۔ اور اللہ کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آسمانوں پر اس کا تذکرہ فرماتا ہے۔ اسی طرح اس کا مفہوم انسان کی قدر افزائی اور اسے اپنی

مغفرت ورحمت سے شاد کام فرمانا اور سختیوں میں اس کی چارہ سازی کرنا بھی ہے۔شکر یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ سب کچھ دینے والا صرف ایک اللہ ہے' پھر اللہ کی نعمتوں پر زبان سے اللہ کی حمد کرنا قولی شکر ہے اور اس کے حکموں کی اطاعت کرنا عملی شکر ہے۔اور عدم شکر' کفران نعمت ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔حمد کا مطلب ہے: زبان سے تعظیم کے طور پر منعم کی ثنا وتعریف کرنا۔اہل ایمان کی زبانوں پر جنت میں بھی اللہ کی حمد کے ترانے ہوں گے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ.

[١٣٩٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَّلَبَنٍ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ. فَقَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1393] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس' جس رات آپ کو معراج کرائی گئی' شراب اور دودھ کے دو پیالے لائے گئے۔آپ ﷺ نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور دودھ (والا پیالہ) پکڑ لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کی رہنمائی فطرت کی طرف فرمائی۔اگر آپ شراب (والا پیالہ) لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔(مسلم)

فوائد ومسائل: ① اسلام دین فطرت ہے جسے ہر وہ نفس قبول کر لیتا ہے جو فطرت سلیمہ پر قائم اور اس کا فہم صحیح ہو۔ ② اللہ تعالیٰ جس کو خیر اور فضل کی توفیق دے' اسے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے۔③ شراب تمام خرابیوں کی جڑ ہے' اسی لیے اسے ام الخبائث کہا جاتا ہے۔④ اچھی علامات سے تفاؤل پکڑنا مستحب ہے۔

[١٣٩٤] وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَّا يُبْدَأُ فِيهِ بِـ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ أَقْطَعُ». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

[1394] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر اہم کام جو اللہ کی حمد وثنا سے شروع نہ کیا جائے' ناقص اور بے برکت ہے۔'' (یہ حدیث حسن ہے۔اسے ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس اہم کام کی ابتدا بسم اللہ سے نہ کی جائے' وہ بے برکت ہے۔شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان دونوں حدیثوں کو متناً مضطرب اور سنداً ضعیف قرار دیا ہے۔البتہ مرسلاً اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔دیکھیے۔(إرواء الغلیل' رقم:2، جلد اوّل) بہرحال ہر کام کے آغاز میں اللہ کا نام لینا یا اس کی حمد کرنا دیگر دلائل کی روشنی میں مستحب ہے۔

[١٣٩٥] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ

[1395] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

[1393] صحيح مسلم، الايمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ، حديث:168.

[1394] ضعيف۔ سنن أبي داود، الأدب، باب الهدي في الكلام، حديث: 4840، وسنن ابن ماجه، النكاح، باب خطبة النكاح، حديث: 1894. سنن ابوداود میں [أقطع] کے بجائے [أجذم] ہے۔

[1395] جامع الترمذي، الجنائز، باب فضل المصيبة إذا احتسب، حديث: 1021.

١٤ - كِتَابُ الصَّلَاةِ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کا بیان

[٢٤٣]بَابُ الْأَمْرِ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَفَضْلِهَا وَبَعْضِ صِيَغِهَا

باب :243- نبی ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم، اس کی فضیلت اور اس کے بعض صیغوں کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا﴾ [الأحزاب : ٥٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔''

فائدۂ آیت: یہ پہلے گزر چکا ہے کہ صلاۃ کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو معنی ہیں: رحمت و کرم گستری، فرشتوں کی طرف ہو تو استغفار اور انسانوں کی طرف ہو تو دعا کرنا۔ اس میں مسلمانوں کو صلاۃ اور سلام دونوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وضاحت آگے حدیث: 1406 میں آئے گی۔

[١٣٩٧] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ :

[1397] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

[1397] صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه......، حديث:384.

«مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سنا: ''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: درود پڑھنے کا مطلب اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ آخر تک پڑھنا ہے۔ یہ نبی ﷺ کے لیے رحمت اور رفع درجات کی دعا ہے جس کی بڑی فضیلت ہے۔ اس حدیث سے بھی اس کی فضیلت واضح ہے۔

[١٣٩٨] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1398] حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو لوگوں میں سے مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: سب سے زیادہ قریب کا مطلب' میری شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اس میں بھی کثرت سے درود پڑھنے کی ترغیب ہے۔

[١٣٩٩] وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ**» فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟! قَالَ: يَقُولُ: بَلِيتَ، قَالَ: «**إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ**». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1399] حضرت اوس بن اوس ﷺ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعے کا دن ہے' چنانچہ تم اس میں کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو' اس لیے کہ تمھارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائے گا جب کہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے انبیاء ﷺ کے (مبارک) جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① أَرَمْتَ اور بَلِيتَ دونوں کے معنی بوسیدہ ہونے کے ہیں۔ جسموں کے زمین پر حرام ہونے کا مطلب ہے کہ زمین ان کو نہیں کھاتی اور ان کے جسم بوسیدہ نہیں ہوتے۔ ② درود پیش کیے جانے کا مطلب ہے کہ فرشتے آپ ﷺ تک درود پہنچاتے ہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں صراحت ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت آپ ﷺ پر آپ کی روح بھی لوٹائی جاتی ہے اور آپ اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (محدثین کے نزدیک رد روح والی روایت حسن

[1398] جامع الترمذي، الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي ﷺ، حديث:484.

[1399] سنن أبي داود، الصلاة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة، حديث:1047.

درجے کی یعنی قابل قبول ہے)اس روایت کا پہلا حصہ، باب فضل یوم الجمعة، رقم: 1158 میں بھی گزر چکا ہے۔

[١٤٠٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1400] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① ناک خاک آلود ہو' کنایہ ہے ذلت وحقارت سے' یعنی ایسا شخص ذلیل وخوار ہو کہ میرا نام سنے اور پھر درود نہ پڑھے۔ ② جو لوگ آپ ﷺ کا نام سن کر صرف انگوٹھا چوم لیتے ہیں' وہ بھی اس کی زد میں آسکتے ہیں کیونکہ وہ درود نہیں پڑھتے جب کہ حکم درود پڑھنے کا ہے اور انگوٹھا چومنے کا حکم کسی صحیح حدیث میں بیان نہیں ہوا۔ بعض علماء کے نزدیک درود پڑھنے کا یہ حکم وجوب پر محمول ہے اور بعض کے نزدیک استحباب پر۔

[١٤٠١] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ**». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1401] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میری قبر کو عید (میلہ گاہ) مت بناؤ۔ اور مجھ پر درود پڑھو' اس لیے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو' تمھارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① عید مت بناؤ' کا مطلب' عید کی طرح میری قبر پر اجتماع نہ کرو' جیسے بدقسمتی سے ایک بدعت پسند گروہ بزرگوں کی قبروں پر سالانہ میلوں ٹھیلوں کو بہت اچھا سمجھتا ہے۔ جب نبی ﷺ نے اپنی قبر مبارک پر جمگھٹا کرنے کو پسند نہیں فرمایا ہے تو کسی اور کی قبر پر سالانہ عرس کے نام پر لوگوں کا اجتماع کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ ② بعض لوگ اس حدیث میں معنوی تحریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ تم عید کی طرح میری قبر پر نہ آیا کرو بلکہ جلدی جلدی اور ہر وقت آیا کرو۔ حالانکہ اس کا اصل مفہوم وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ میری قبر پر جمع ہونے کی ضرورت نہیں ہے' جیسے تم عید کے موقع پر جمع ہوتے ہو۔ اگلے جملے سے اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ جمع ہونے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ تم جہاں کہیں سے بھی درود پڑھو گے' مجھے فرشتوں کے ذریعے سے پہنچ جائے گا۔ ③ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا شوق ہر مسلمان کو ہوتا ہے اور اس کے استحباب میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن صرف قبر کی زیارت یا وہاں جا کر درود پڑھنے کی نیت سے سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مدینہ جاتے وقت اصل نیت مسجد نبوی کی زیارت کی ہونی چاہیے۔ مسجد نبوی کی زیارت ہی میں روضۂ مبارک کی زیارت بھی بالتبع آجائے گی اور یہی اس حدیث اور حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ کا مفاد ومطلب ہے۔

[1400] جامع الترمذي، الدعوات......، باب رغم أنف رجل ذكرت عنده......، حديث:3545.

[1401] سنن أبي داود، المناسك، باب زيارة القبور، حديث:2042.

[١٤٠٢] وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ». رَوَاهُ أَبُو دَاودَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1402] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اسے جواب دیتا ہوں۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نبیٔ کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ہر سلام بھیجنے والے کو جواب دیتے ہیں۔ لیکن یہ زندگی برزخ کی زندگی ہے جس کی حقیقت کا ہمیں علم نہیں۔ اس لیے حیات الانبیاء کا مسئلہ تو اپنی جگہ صحیح ہے لیکن اس کی بابت یہ دعویٰ کرنا غیر صحیح ہے کہ یہ حیات دنیوی حیات ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قوی ہے۔ یہ بے بنیاد دعویٰ ہے جو قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔ اگر آپ دنیا کی طرح ہی زندہ ہوتے تو پھر رد روح کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، اس کے بغیر ہی آپ جواب دینے پر قادر ہوتے۔ باقی رہا یہ اشکال کہ کروڑوں مسلمانوں میں سے بے شمار مسلمان ہر وقت ہی آپ پر درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں تو وقفے وقفے سے یہ رد روح کس طرح ممکن ہے۔ تو یہ اشکال اللہ کی قدرت پر عدم یقین کا نتیجہ ہے۔ جب آپ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے تو ہمیں صرف اس حقیقت پر ایمان رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی کیفیت ونوعیت کیا ہے؟ ہمیں اس کا علم نہیں ہے نہ ہو ہی سکتا ہے۔ اس رد روح کو بھی ان متشابہات میں سے سمجھنا چاہیے جن پر ایمان رکھنا تو ضروری ہے لیکن ان کی پوری حقیقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ بہر حال اس حدیث میں کثرت سے درود وسلام پڑھنے کی ترغیب ہے تاکہ مسلمان نبی کریم ﷺ کے جواب سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہو۔ یہ یقیناً ایک بہت بڑی سعادت ہے جو ہر مسلمان کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[١٤٠٣] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1403] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① بخل کا مطلب ہے کہ مستحق کو اس کا حق نہ دیا جائے۔ جب نبیٔ اکرم ﷺ مسلمانوں کے لیے دین ودنیا کی سعادت کا ذریعہ ہیں تو ضروری ہے کہ ہر مسلمان آپ کی خدمت میں درود وسلام کی سوغات بھیجتا رہے۔ بالخصوص جب کہ ایسا کرنے میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا، نہ زیادہ محنت ومشقت ہی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان آپ کا نام سن کر درود نہیں پڑھتا تو یہ شخص یقیناً بخیل ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا اسم

[1402] سنن أبي داود، المناسك، باب زيارة القبور، حديث: 2041.

[1403] جامع الترمذي، الدعوات...... باب رغم أنف رجل ذكرت عنده......، حديث: 3546.

گرامی سن کر درود پڑھنا چاہیے اور اس کے لیے "ﷺ" کہہ لینا بھی کافی ہے کیونکہ اس مختصر سے جملے میں درود اور سلام دونوں موجود ہیں۔

[١٤٠٤] وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ لَمْ يُمَجِّدِ اللهَ تَعَالَى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَجِلَ هٰذَا» ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ - أَوْ لِغَيْرِهِ -: «إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَاءَ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1404] حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے سنا جب کہ اس نے اللہ کی حمد بیان کی نہ نبی ﷺ پر درود پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس نے جلد بازی کی ہے۔" پھر آپ نے اسے بلایا اور اس سے یا کسی اور شخص سے (راوی کو شک ہے) فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے (اور دعا مانگے) تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا کرے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے اور پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔" (اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: فِي صَلَاتِهِ (نماز میں دعا مانگتے ہوئے) کا مطلب ہے کہ نماز کے بعد یا نماز کے آخر میں دعا مانگتے ہوئے سنا۔ اسی طرح إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ کا مطلب ہے: إِذَا صَلّٰى وَفَرَغَ وَقَعَدَ لِلدُّعَاءِ "جب نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے اور دعا مانگنے لگے" یا نماز کے آخری تشہد میں بیٹھ جائے کیونکہ سلام پھیرنے سے قبل تشہد و درود کے بعد بھی دعا مانگنی جائز ہے بلکہ بعض دعائیں پڑھنے کا حکم ہے۔ بہر حال دعا مانگنے سے پہلے حمد و ثنا اور درود پڑھنا ضروری ہے۔

[١٤٠٥] وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ! قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ: «قُولُوا: اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ

[1405] حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ جان لیا ہے، ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ پڑھا کرو: اے اللہ! محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما، جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل کی۔ بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ!

[1404] سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث:1481، و جامع الترمذي، الدعوات......، باب في إيجاب الدعاء بتقديم......، حديث:3477.

[1405] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله:﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ......﴾ حديث:4797، و صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث:406.

إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما' جیسے تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو تعریف کے قابل اور شرف و مجد کا مالک ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جس سلام کے پڑھنے کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ سلام ہے جو التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھا جاتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی تعلیم اور حکم ہی سے صحابہ نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ جب اللہ نے قرآن کریم میں اہل ایمان کو حکم فرمایا کہ تم نبی اکرم ﷺ پر درود اور سلام پڑھو تو ان کے ذہن میں آیا' سلام تو ہم پڑھ لیتے ہیں لیکن درود کون سا پڑھیں۔ آپ نے اس حدیث میں اس کی وضاحت فرما دی۔ گویا حکم قرآنی پر نماز میں مکمل عمل ہو جاتا ہے اور ایک مسلمان نبی اکرم ﷺ پر درود اور سلام دونوں پڑھ لیتا ہے۔ ② اہل بدعت کا یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! اس لیے پڑھتے ہیں کہ درود ابراہیمی میں صرف درود ہے' سلام نہیں ہے جب کہ ہمارے خود ساختہ الفاظ میں دونوں چیزیں موجود ہیں اور اس کے لیے انھوں نے طریقہ اور وقت بھی خود ایجاد کیا ہے اور وہ ہے اذان سے قبل۔ گویا ان کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کے ارشاد فرمودہ الفاظ بھی ناکافی ہیں اور آپ کا طریقہ بھی انھیں ناپسند ہے جب کہ خیر و برکت اور ثواب سنت نبوی کی پیروی میں ہے نہ کہ اپنی طرف سے بدعات گھڑنے میں۔ اللہ تعالیٰ اتباع کی توفیق دے اور ابتداع (بدعت سازی) سے محفوظ رکھے کیونکہ بدعت کو آپ ﷺ نے بدترین کام اور مردود قرار دیا ہے۔

[١٤٠٦] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللهُ تَعَالَى أَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْكَ يَارَسُولَ اللهِ! فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**قُولُوا: اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ**» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1406] حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر بن سعد نے آپ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے' تو ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے' یہاں تک کہ ہم نے آرزو کی کہ بشیر بن سعد آپ سے سوال ہی نہ کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ پڑھا کرو: اے اللہ! محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما' جیسے تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی۔ اور محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما' جیسے تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے۔ اور سلام (اسی طرح پڑھنا ہے) جیسے تم جانتے ہو۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی نبی ﷺ نے وضاحت فرما دی ہے کہ سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم پہلے جانتے ہو کیونکہ

[1406] صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث:405.

وہ میرا ہی بتلایا اور سکھلایا ہوا ہے اور وہ ہے التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ. ② آل سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور وہ اہل قرابت ہیں جو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں سے مسلمان ہوئے۔ اور بعض کے نزدیک یہ عام ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے تمام پیروکار شامل ہیں۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس بات کا علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لی جائے۔ اپنی طرف سے کوئی بات اور طریقہ نہ گھڑا جائے۔ اور اہل علم سے مراد بھی وہ اہل علم ہیں جو قرآن و حدیث کے علوم سے بہرہ ور ہوں اور وہ دین سے متعلق سوالات کا جواب قرآن و حدیث سے دیں، نہ کہ محض اپنی سمجھ یا دوسروں کے اقوال سے۔

[١٤٠٧] وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ: «قُولُوا: اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1407] حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ پڑھا کرو: اے اللہ! محمد اور آپ کی ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما، جیسے تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی۔ اور محمد اور آپ کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما، جیسے تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① أزواج، زوج کی جمع ہے، بمعنی جوڑا۔ اسی لیے عربی میں مذکر اور مؤنث دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ مرد، عورت کا زوج ہے اور عورت، مرد کا زوج ہے۔ بہرحال یہاں اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی بیویاں ہیں جن کی تعداد گیارہ ہے۔ دو کا انتقال آپ ﷺ کی زندگی میں ہو گیا تھا اور آپ کی وفات کے وقت نو بیویاں زندہ تھیں۔ ② اسلام میں ایک مرد کے لیے بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے بیک وقت گیارہ عورتوں کو اپنے حرم کی زینت بنایا، تو یہ آپ کی امتیازی خصوصیت تھی جس کی اللہ نے آپ ﷺ کو اجازت دی تھی اور اس اجازت میں متعدد حکمتیں تھیں جو علمائے اسلام نے تفصیل سے بیان فرمائی ہیں (دیکھیے: فتح الباری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء میں تیسری حدیث کی شرح) ③ اس حدیث سے ان لوگوں کی بھی واضح تردید ہو گئی جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو آل میں شامل نہیں کرتے حالانکہ قرآنی نصوص سے بیویوں کا انسان کی آل میں سے ہونا ثابت ہے۔ نبی ﷺ کی ذریت میں آپ کی اولاد ذکور واناث اور پھر ان کی اولاد شامل ہے۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ بہرحال آپ کی ازواج اور ذریت بھی آپ کی آل میں شامل ہے۔

[1407] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:10، حديث:3369، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث:407.

١٥ - كِتَابُ الْأَذْكَارِ
ذکر واذکار کا بیان

[٢٤٤]بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

باب:244-ذکر کی فضیلت اوراس کی ترغیب کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلَذِكْرُ ٱللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [الْعَنْكَبُوت: ٤٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا (افضل) ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَٱذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ﴾ [البقرة: ١٥٢]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱذْكُر رَّبَّكَ فِى نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ ٱلْجَهْرِ مِنَ ٱلْقَوْلِ بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ ٱلْغَٰفِلِينَ﴾ [الأعراف: ٢٠٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کو اپنے جی میں صبح وشام گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے یاد کرو نہ کہ اونچی آواز سے اور غافلوں میں سے مت ہو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الْجُمُعَة: ١٠]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب : ٣٥].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں'' اللہ تعالیٰ کے اس قول تک کہ ''اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں' اللہ نے ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ [الأحزاب : ٤١، ٤٢]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اس باب میں آیات بہت ہیں اور مشہور ہیں۔

فائدۂ آیات: ان تمام مذکورہ آیات میں اللہ کے ذکر کی تاکید اور حکم ہے۔ ذکر سے مراد ایسے اعمال کی پابندی ہے جن کو اللہ نے انسان کے لیے ضروری قرار دیا ہے یا جن سے اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ ذکر زبانی بھی ہے' جیسے اللہ کی تسبیح و تحمید اور اس کی جلالت و عظمت کا ذکر۔ یہ ذکر دل سے بھی ہوتا ہے' یعنی انسان کائنات کے ذرے ذرے میں پھیلی ہوئی ان نشانیوں اور دلائل پر غور و فکر کرے جن سے اللہ کی ذات و صفات کی معرفت اور ان کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ ذکر اعضاء کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے' جیسے انسان اللہ کی طاعت میں اپنے آپ کو مشغول رکھے' نماز پڑھے' روزے رکھے' حج کرے' زکاۃ دے' صدقہ و خیرات کرے وغیرہ۔

[١٤٠٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1408] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو کلمے ہیں' زبان پر ہلکے' میزان میں بھاری اور رحمٰن کو بہت پیارے (اور وہ ہیں:) [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ] ''اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔ اللہ پاک ہے' عظمتوں والا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں وزن اعمال کا اثبات ہے۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اعمال کو جسم عطا فرمائے گا' اور اللہ تعالیٰ تو اجسام کے بغیر اعراض کو تولنے پر بھی قادر ہے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان صحیفوں کو تولا جائے جن میں اعمال درج ہوں۔ اللہ تعالیٰ دونوں طرح تولنے پر قادر ہے۔ بہر حال ان مباحث سے قطع نظر وزن اعمال کے وقت مذکورہ جملے' جن کی ادائیگی نہایت آسان ہے' بڑے وزنی ثابت ہوں گے۔ اس لیے ہر مسلمان کو کثرت سے ان کا ورد کرتے رہنا چاہیے۔

[1408] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب إذا قال: والله لا أتكلم اليوم، حديث:6682، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، حديث:2694.

[۱۴۰۹] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَأَنْ أَقُولَ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1409] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے [سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُلِلّٰہِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ] کہنا ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ کلمات جن میں اللہ کی تسبیح وتحمید اور اس کی عظمت وتوحید کا بیان ہے' دنیا بھر کی چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں کیونکہ یہ باقیات صالحات میں سے ہیں' ان کا اجر وثواب ملے گا' جب کہ دنیا اپنے تمام ساز وسامان سمیت فنا سے دوچار ہو جائے گی۔ اس لیے باقی رہنے والی چیز ہی اس لائق ہے کہ انسان اس سے محبت کرے اور اس کو فانی چیزوں پر ترجیح دے۔

[۱۴۱۰] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، فِي يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ». وَقَالَ: «مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، فِي يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1410] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ کلمات کہے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ اور تمام تعریفات اسی کے لیے ہیں۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا' اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو برائیاں مٹا دی جائیں گی۔ اور یہ کلمات اس کے لیے اس دن شام تک شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گے۔ اور (قیامت والے دن) کوئی شخص اس سے زیادہ فضیلت والا عمل لے کر حاضر نہیں ہوگا' سوائے اس شخص کے جس نے اس سے زیادہ یہ عمل کیا ہوگا۔'' اور (ایک اور حدیث میں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، تو اس کے گناہ معاف کر دیے

[1409] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، حديث:2695.

[1410] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، حديث:3293، و صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، حديث:2691.

جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔"
(بخاری ومسلم)

[١٤١١] وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ، كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِّنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1411] حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے دس مرتبہ یہ کلمات کہے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ] "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اور تمام تعریفات اسی کے لیے ہیں۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے" تو اس کا یہ عمل اس شخص کی طرح ہے جس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کیے۔" (بخاری ومسلم)

فائدہ: حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے غلام بطور تمثیل کے ہے، یعنی نہایت بیش قیمت غلام آزاد کرنے کا ثواب۔

[١٤١٢] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ؟ إِنَّ أَحَبَّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1412] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "کیا میں تجھے ایسا کلام نہ بتلاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ بے شک اللہ کو سب سے زیادہ محبوب کلام سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ہے۔" (مسلم)

[١٤١٣] وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1413] حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پاکیزگی آدھا ایمان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ترازو کو بھر دیتا ہے۔ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ترازو کو بھر دیتے ہیں یا (فرمایا:) آسمانوں اور زمین کے درمیانی حصے کو بھر دیتے ہیں۔" (مسلم)

فوائد ومسائل: ① طُهُورٌ، (طا پر پیش کے ساتھ) پاکیزگی یا وضو کو کہتے ہیں اور طَهُورٌ (طا پر زبر کے ساتھ) اس پانی یا شے کو کہا جاتا ہے جس سے طہارت حاصل کی جائے۔ ایمان سے مراد بعض کے نزدیک نماز ہے، جیسے قرآن کریم میں بھی

[1411] صحيح البخاري، الدعوات، باب فضل التهليل، حديث:6404، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التسبيح والتهليل والدعاء، حديث:2693.

[1412] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل سبحان الله وبحمده، حديث:2731.

[1413] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث:223.

نماز کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (البقرۃ2:143) ''اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان، یعنی نماز کو ضائع کرنے والا نہیں ہے۔'' جب نماز ایمان ہے تو پاکیزگی اور وضو آدھا ایمان ہوا کیونکہ طہارت نماز کے لیے شرط ہے۔ طہارت کے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی۔ ② بعض کے نزدیک ایمان سے مراد عرفی اور شرعی ایمان ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کو دل سے ماننا۔ اور طہارت کے نصف ایمان ہونے کا مطلب، طہارت کا ایمان کے ارکان میں سے اہم ترین رکن ہونا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [اَلْحَجُّ عَرَفَةُ] ''حج عرفے کا نام ہے''، یعنی عرفات میں وقوف حج کا اہم ترین رکن ہے۔ بہرحال اس حدیث میں طہارت و پاکیزگی کی فضیلت اور اس کی ترغیب ہے، نیز مذکورہ اذکار کی فضیلت اور اجر کا بیان ہے کہ ان کلمات کو اگر جسم عطا کیا جائے تو ترازو اور آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے کو بھر دیں۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وسعت اور اس کی بے پایاں رحمت کا بیان ہے۔

[١٤١٤] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: عَلِّمْنِي كَلَامًا أَقُولُهُ. قَالَ: «قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اَللهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ». قَالَ: فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّي، فَمَا لِي؟ قَالَ: «قُلْ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1414] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے ایسی بات سکھلا دیں جسے میں کہتا رہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہا کر: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، ...... إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس کی کبریائی ہے۔ اللہ ہی کے لیے سب سے زیادہ تعریفیں ہیں۔ اللہ کے لیے پاکیزگی ہے جو جہانوں کا رب ہے۔ گناہ سے پھرنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔'' اس نے کہا: یہ سب باتیں تو میرے رب کے لیے ہیں، میرے لیے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہا کر: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي] ''اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت سے نواز اور مجھے اپنی عطا سے سرفراز فرما۔'' (مسلم)

[١٤١٥] وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ

[1415] حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے

[1414] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التسبيح والتهليل والدعاء، حديث:2696.

[1415] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته، حديث:591.

ثَلَاثًا، وَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ» قِيلَ لِلْأَوْزَاعِيِّ، وَهُوَ أَحَدُ رُوَاةِ الْحَدِيثِ: كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور اس کے بعد پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ]: ''اے اللہ! تو تمام عیوب سے سالم ہے۔ اور تجھ ہی سے سلامتی ہے۔ اور اے بزرگی اور عزت والے تو بڑی برکت والا ہے۔'' حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی امام اوزاعی سے پوچھا گیا: استغفار کیسے فرماتے تھے؟ انھوں نے کہا: آپ [أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ] پڑھتے۔ (مسلم)

[١٤١٦] وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اَللّٰهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1416] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو جاتے اور سلام پھیر لیتے تو فرماتے: [لَا إِلٰهَ ...... مِنْكَ الْجَدُّ]: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کے لیے بادشاہی اور اسی کے لیے تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو چیز عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس کو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں۔ اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور تجھ سے بچا نہیں سکتی۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اَلْجَدُّ کے معنی ہیں: خوش بختی اور تونگری' یعنی دنیاوی خوش بختی اور تونگری اللہ کے ہاں انسان کے کام نہیں آئے گی بلکہ وہاں تو صرف ایمان اور عمل صالح کام آئے گا۔ اس دعا میں اللہ کی توحید کا خصوصی بیان ہے۔

[١٤١٧] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ، حِينَ يُسَلِّمُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ

[1417] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد' جس وقت سلام پھیر دیتے' یہ پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ...... الْكَافِرُونَ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی اور اسی کے لیے تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی قوت اللہ

[1416] صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعدالصلاة، حديث:544، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته، حديث:593.

[1417] صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة......، حديث:594.

الْحَسَنُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ. قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَّكْتُوبَةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہی سے حاصل ہوتی ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم صرف اسی ایک کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی کے لیے نعمت' اسی کے لیے فضل اور اسی کے لیے اچھی حمد وثنا سزاوار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرنے والے ہیں۔ اگر چہ کافروں کو نا گوار گزرے۔'' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ذریعے سے ہر نماز کے بعد اللہ کی توحید وعظمت بیان فرماتے تھے۔(مسلم)

فائدہ: نماز کے بعد یہ ذکر مسنون ہے جو اس حدیث میں بیان ہوا۔نماز کے فوراً بعد صرف کلمہ طیبہ کے ورد اور خود ساختہ صلاۃ وسلام کا اجتماعی طریقہ غیر مسنون اور بدعی طریقہ ہے جس میں کوئی ثواب نہیں۔اس لیے کہ مسلمان اتباع کا پابند ہے' ابتداع (دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا) اس کا حق نہیں ہے۔

[١٤١٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ: يَحُجُّونَ، وَيَعْتَمِرُونَ، وَيُجَاهِدُونَ، وَيَتَصَدَّقُونَ. فَقَالَ: «**أَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟**» قَالُوا: بَلٰى، يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «**تُسَبِّحُونَ، وَتَحْمَدُونَ، وَتُكَبِّرُونَ، خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ**». قَالَ أَبُو صَالِحٍ الرَّاوِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَيْفِيَّةِ ذِكْرِهِنَّ، قَالَ: يَقُولُ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ

[1418] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقرائے مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تو مال دار لوگ لے گئے۔وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں' ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور ان کے لیے مالوں سے حاصل ہونے والی فضیلت (زیادہ) ہے۔وہ حج' عمرہ' جہاد اور صدقہ کرتے ہیں (جو ہم نہیں کر سکتے۔) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جس کے ذریعے سے تم اپنے سے پہلوں کو پالو اور اپنے بعد آنے والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور (پھر) تم سے زیادہ افضل کوئی نہ ہو مگر وہی شخص جو تمھاری ہی طرح کا عمل کرے؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! (ضرور بتلایئے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اور اَللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھا کرو۔'' اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

[1418] صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، حديث:843، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة...... حديث:595.

لِلّٰهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، حَتّٰى يَكُونَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کرنے والے راوی ابوصالح سے جب اس کے پڑھنے کی کیفیت کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ کہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ یہاں تک کہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔ (بخاری و مسلم)

وَزَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَتِهِ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالُوا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا. فَفَعَلُوا مِثْلَهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ».

اور مسلم نے اپنی روایت میں یہ زیادہ بیان کیا ہے: چنانچہ فقرائے مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے پاس دوبارہ آئے اور عرض کیا: (آپ کا بتلایا ہوا وظیفہ) ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی سن لیا جس پر ہم نے عمل شروع کیا' اور انھوں نے بھی اسی طرح عمل کر لیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ دے۔''

[اَلدُّثُورُ]: جَمْعُ دَثْرٍ بِفَتْحِ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَهُوَ الْمَالُ الْكَثِيرُ.

اَلدُّثُورُ. دَثْرٌ کی جمع ہے۔ ''دال'' پر زبر اور ''ثا'' ساکن ہے۔ بہت مال۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت بَابُ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ، رقم:120 میں صحیح مسلم کے حوالے سے قدرے مختلف الفاظ میں گزر چکی ہے۔ اس میں ابوصالح کی وضاحت سے بظاہر یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ تینوں کلمات کو ملا کر پڑھا جائے' تاہم دوسرے اہل علم نے انھیں علیحدہ علیحدہ پڑھنے کو زیادہ پسند کیا ہے۔ اصل مقصود دونوں طرح حاصل ہو جاتا ہے۔ ② اسی طرح ان میں سے ہر کلمے کو تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھا جائے یا کل تعداد تینتیس کافی ہے؟ حدیث کے الفاظ کسی ایک مفہوم کے لیے واضح نہیں ہیں' تاہم دوسری روایات کی رو سے (جو آگے آ رہی ہیں) ہر ایک کو تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ اس طرح کل تعداد ننانوے مرتبہ ہو جائے گی۔ ذیل کی حدیث سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

[١٤١٩] وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1419] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہتا ہے اور پھر سو کی گنتی پوری کرتے ہوئے پڑھتا ہے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ]: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

[1419] صحيح مسلم، الذكر و الدعاء، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته، حديث:597.

بادشاہی اور جملہ تعریفات اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں۔'' (مسلم)

[١٤٢٠] وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ - أَوْ فَاعِلُهُنَّ - دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَحْمِيدَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ تَكْبِيرَةً». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1420] حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ کلمات ایسے ہیں کہ ان کا پڑھنے والا یا ان کو کرنے والا نامراد نہیں ہوتا: وہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور چونتیس مرتبہ اَللّٰہُ أَکْبَرُ، کہنا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: مُعَقِّبَاتٌ کے معنی ہیں: تَسْبِيحَاتٌ تُقَالُ أَعْقَابَ الصَّلَاةِ ''اللہ کی حمد و تسبیح کے وہ کلمات جو نماز کے بعد پڑھے جائیں۔'' اس میں اللہ اکبر کو چونتیس مرتبہ پڑھنے کی صراحت ہے۔

[١٤٢١] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1421] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کے بعد ان کلمات کے ذریعے سے پناہ مانگا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ ...... مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ] ''اے اللہ! میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات بھی سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں ناکارہ عمر کی طرف لوٹایا جاؤں۔ اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور قبر کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (بخاری)

فائدہ: بعض علماء کے نزدیک ہر فرض نماز کے بعد مذکورہ تسبیحات کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھی جائے جس میں کئی چیزوں سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مذکورہ تسبیحات تو سلام پھیرنے کے بعد پڑھی جائیں اور یہ دعائے استعاذہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنے سے قبل پڑھی جائے۔ نبی ﷺ کا معمول یہی تھا۔ (نُزْهَةُ الْمُتَّقِين) واللہ أعلم۔

[١٤٢٢] وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِهِ وَقَالَ: «يَا مُعَاذُ! وَاللهِ!

[1422] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اے معاذ! اللہ کی قسم! میں

[1420] صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته، حديث:596.

[1421] صحيح البخاري، الدعوات، باب التعوذ من البخل، حديث:6370.

[1422] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث:1522.

إِنِّي لَأُحِبُّكَ» فَقَالَ: «أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ! لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تجھ سے محبت کرتا ہوں۔'' پھر فرمایا: ''اے معاذ! میں تجھ کو وصیت (تلقین) کرتا ہوں کہ تو ہر نماز کے بعد ان کلمات کا کہنا ترک نہ کرنا: [اَللّٰهُمَّ! أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ] ''اے اللہ! تو اپنے ذکر، شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں ذکر وشکر اور عبادت کے لیے اللہ کی مدد حاصل کرنے کی تاکید ہے کیونکہ اس کی مدد اور توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کرسکتا۔

[١٤٢٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ؛ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؛ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1423] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص تشہد پڑھ چکے تو چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔ وہ کہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ ...... الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ] ''اے اللہ! میں تجھ سے جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① زندگی کے فتنے سے مراد زندگی میں پیش آنے والی آزمائشیں ہیں جن سے انسان کے دین یا جسم کو نقصان پہنچے۔ اور موت کے فتنے سے وہ تکلیفیں مراد ہیں جو وفات سے قبل موت کے وقت انسانوں کو پیش آتی یا آسکتی ہیں۔ ② مسیح، ممسوح العین کے معنی میں ہے (بھینگی آنکھ والا۔) قیامت کے قریب جس دجال کا ظہور ہوگا، اس کی ایک آنکھ کانی ہوگی، اس لیے اسے مسیح الدجال کہا گیا ہے۔ یہ شخص الوہیت کا مدعی ہوگا اور لوگوں کی آزمائش کے لیے اللہ تعالیٰ اس سے کچھ خرق عادت کام بھی کروائے گا جس سے بہت سے لوگ فتنے میں پڑ جائیں گے، تاہم نیک لوگ اللہ کی توفیق سے اسے پہچان لیں گے، اس لیے اس کے دام میں پھنسنے سے بچ جائیں گے، بہرحال یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہوگا جس سے پناہ طلب کرنا ضروری ہے۔

[١٤٢٤] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ:

[1424] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[1423] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب التعوذ من شر الفتن، حديث:588، و صحيح البخاري، الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، حديث: 1377.

[1424] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث:771.

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَكُونُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ: «**اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تشہد اور سلام کے مابین آخر میں یہ کلمات پڑھتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ ...... لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ] ''اے اللہ! میرے وہ گناہ معاف فرما دے جو میں نے پہلے کیے اور وہ بھی جو بعد میں کیے' وہ بھی جو چھپ کر کیے اور وہ بھی جو علانیہ کیے۔ اور وہ جو میں نے زیادتی کی۔ اور وہ گناہ بھی جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (مسلم)

[١٤٢٥] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «**سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1425] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی ٔ اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں اکثر یہ کلمات پڑھتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي] ''اے اللہ! تو پاک ہے۔ اے ہمارے رب! تمام خوبیاں تیرے لیے ہیں۔ اے اللہ! مجھے بخش دے۔'' (بخاری و مسلم)

[١٤٢٦] وَعَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «**سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1426] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے: [سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ] ''بہت ہی پاک اور بڑا مقدس ہے فرشتوں اور جبریل کا رب۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① سُبُّوحٌ اور قُدُّوسٌ دونوں اللہ کے صفاتی نام ہیں جو اس کی پاکیزگی اور طہارت کو بیان کرنے والے ہیں۔ ② روح سے مراد حضرت جبریل ہیں۔ فرشتوں میں اگرچہ وہ بھی آ جاتے ہیں لیکن عموم کے بعد خصوصی طور پر ان کے نام کی صراحت ان کی عظمت و توقیر کے لیے ہے۔ بہرحال رکوع اور سجدے میں یہ دعائیں پڑھنی بھی مسنون ہیں۔

[١٤٢٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ**

[1427] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاں تک رکوع کا تعلق ہے تو

[1425] صحيح البخاري، الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود، حديث:817، وصحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود، حديث:484.

[1426] صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، حديث:487.

[1427] صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، حديث:479.

الرَّبَّ عَزَّوَجَلَّ ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں پوری کوشش سے (خوب گڑگڑا کر) دعا کرو' تو زیادہ امید ہے کہ تمھاری دعائیں قبول کی جائیں۔'' (مسلم)

[١٤٢٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ؛ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1428] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے' لہٰذا تم (سجدے میں) خوب دعا کیا کرو۔'' (مسلم)

فائدہ: دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ حالت سجدہ میں قبولیت دعا کا امکان زیادہ ہوتا ہے' تاہم بہتر ہے کہ سجدے میں وہی دعائیں پڑھی جائیں جو مسنون ہیں۔

[١٤٢٩] وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ: دِقَّهُ وَجِلَّهُ، وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1429] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي ذَنْبِي ...... وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ] ''اے اللہ! میرے تمام چھوٹے اور بڑے' پہلے اور پچھلے' علانیہ اور پوشیدہ گناہ معاف فرما دے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ کے اللہ تعالیٰ نے اگرچہ اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے تھے لیکن آپ پھر بھی اللہ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر اس سے اپنی کوتاہیوں کی مغفرت طلب فرماتے رہتے تھے۔ ② اس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے۔ وہ پاک ہونے کے باوجود اللہ کے عذاب سے خوف زدہ تھے اور ہم سرتاپا گناہوں میں غرق ہیں لیکن اللہ کے خوف اور اس کی گرفت سے بے خوف ہیں۔

[١٤٣٠] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اِفْتَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَتَحَسَّسْتُ، فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ - أَوْ سَاجِدٌ - يَقُولُ: «سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ»، وَفِي رِوَايَةٍ: فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ،

[1430] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ایک رات میں نے نبی ﷺ کو (بستر سے) گم پایا۔ چنانچہ میں نے تلاش کیا تو (دیکھا کہ) آپ رکوع یا سجدے کی حالت میں یہ فرما رہے ہیں: [سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ] ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی خوبیوں کے ساتھ' تیرے سوا کوئی معبود

[1428] صحیح مسلم، الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود؟ حدیث:482.

[1429] صحیح مسلم، الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود؟ حدیث:483.

[1430] صحیح مسلم، الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود؟ حدیث:486.

وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نہیں۔'' اور ایک اور روایت میں ہے کہ (تلاش کرتے ہوئے) میرا ہاتھ آپ کے پیروں کے تلووں میں جا لگا' جب کہ آپ ﷺ سجدے میں تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں پیر کھڑے تھے اور آپ ﷺ یہ دعا پڑھ رہے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ ...... كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ] ''اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے سے تیری ناراضی سے اور تیری عافیت کے ذریعے سے تیری سزا سے اور تیری ذات کے ذریعے سے تیرے قہر وغضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا شمار نہیں کر سکتا' تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔'' (مسلم)

[١٤٣١] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ!» فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِهِ: كَيْفَ يَكْسِبُ أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ: «يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ، فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ، أَوْ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1431] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھارا ایک آدمی روزانہ ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟'' تو آپ کے ہم نشینوں میں سے ایک سائل نے پوچھا: وہ ایک ہزار نیکیاں کیسے کمائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کی تسبیح پڑھے تو اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں یا ہزار غلطیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔'' (مسلم)

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: كَذَا هُوَ فِي كِتَابِ مُسْلِمٍ: «أَوْ يُحَطُّ» قَالَ الْبَرْقَانِيُّ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، وَأَبُو عَوَانَةَ، وَيَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ مُوسَى الَّذِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ جِهَتِهِ فَقَالُوا: «وَيُحَطُّ» بِغَيْرِ أَلِفٍ.

امام حمیدی نے فرمایا: مسلم کی کتاب میں أَوْ يُحَطُّ ہی ہے۔ امام برقانی کہتے ہیں کہ اس کو شعبہ' ابوعوانہ اور یحییٰ قطان نے موسیٰ (راوی) سے جس سے امام مسلم نے روایت کیا ہے' بغیر الف کے وَيُحَطُّ بیان کیا ہے۔

فائدہ: سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کے بدلے میں ہزار نیکیاں ملنا' یہ اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا کے تحت کم از کم بدلہ ہے۔ أَوْ يُحَطُّ کے بیان میں راویوں کا اختلاف ہے۔ کسی نے اسے أَوْ (الف اور واؤ کے ساتھ) روایت کیا ہے' یعنی ہزار نیکیاں ملتی ہیں یا ہزار غلطیاں معاف کر دی جاتی ہیں اور بعض راویوں نے اسے وَيُحَطُّ بیان کیا ہے' یعنی ہزار نیکیاں

[1431] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، حديث:2698.

بھی ملتی ہیں اور ہزار غلطیاں بھی معاف کر دی جاتی ہیں۔

[١٤٣٢] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ. وَيُجْزِىءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1432] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ہر عضو پر صدقہ (واجب) ہے۔ چنانچہ ہر مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا صدقہ ہے۔ اور ہر مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا صدقہ ہے۔ ہر مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنا صدقہ ہے۔ اور ہر مرتبہ اَللّٰہُ أَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔ اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ اور ان سب سے وہ دو رکعتیں کافی ہو جائیں گی جو کوئی شخص ان کو چاشت کے وقت ادا کرے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت بَابُ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ، رقم:118 میں بھی گزر چکی ہے۔ ② اس حدیث سے چاشت (اشراق) کی دو رکعتوں کی فضیلت واضح ہے کہ ان کے ذریعے سے انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑوں کی سلامتی و عافیت کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر کے کلمات اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی اعضائے انسانی کا صدقہ بن جاتے ہیں۔

[١٤٣٣] وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ، فَقَالَ: «مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟» قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضٰى نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1433] حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صبح سویرے ہی صبح کی نماز پڑھ کر ان کے پاس سے چلے گئے جب کہ ابھی وہ اپنی جائے نماز ہی میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر آپ چاشت کا وقت ہو جانے کے بعد واپس آئے تو وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ابھی تک اسی حالت میں ہو جس پر میں تمھیں چھوڑ کر گیا تھا؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے' اگر ان کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو تم شروع دن سے کہہ رہی ہو تو وہ ان پر وزن میں بھاری ہوں گے۔ (اور وہ یہ ہیں:) [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ

[1432] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی......، حدیث:720.

[1433] صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب التسبیح أول النهار وعند النوم، حدیث:2726، وجامع الترمذي، الدعوات، باب من أدعیة المغفرة، حدیث:3555.

وَرِضٰی نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ] ''ہم اللہ کی پاکیزگی اور حمد کرتے ہیں' اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کے نفس کی رضا مندی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی روشنائی یا کثرت کے برابر۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللهِ رِضٰى نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ».

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے: [سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ ...... كَلِمَاتِهٖ] ''میں اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔ اللہ کی پاکیزگی ہے اس کے نفس کی رضا کے مطابق۔ اللہ کی پاکیزگی ہے اس کے عرش کے وزن کے برابر۔ اللہ کی پاکیزگی ہے اس کے کلمات کی کثرت (یا روشنائی) کے برابر۔''

وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ: «أَلَا أُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُولِينَهَا؟: سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللهِ رِضٰى نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللهِ رِضٰى نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللهِ رِضٰى نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ».

اور ترمذی کی روایت میں ہے: ''کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں جنھیں تم پڑھتی رہو؟: [سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ ...... مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ] ''اللہ کی پاکیزگی ہے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔ اللہ کی پاکیزگی ہے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔ اللہ کی پاکیزگی ہے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔ میں اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کے نفس کی رضا کے مطابق۔ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کے نفس کی رضا کے مطابق۔ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کے نفس کی رضا کے مطابق۔ اللہ کے لیے پاکیزگی ہے اس کے عرش کے وزن کے برابر۔ اللہ کے لیے پاکیزگی ہے اس کے عرش کے وزن کے برابر۔ اللہ کے لیے پاکیزگی ہے اس کے عرش کے وزن کے برابر۔ اللہ کے لیے پاکیزگی ہے اس کے کلمات کی کثرت کے برابر۔ اللہ کے لیے پاکیزگی ہے اس کے کلمات کی کثرت کے برابر۔ اللہ کے لیے پاکیزگی ہے اس کے کلمات کی کثرت کے برابر۔''

فائدہ: یہ کلمات ذکر بھی بڑے اجر وثواب والے ہیں کیونکہ ان میں اللہ کی خوب تسبیح اور تحمید ہے۔

راویٔ حدیث: [ام المؤمنین جویریہ بنت حارث ﷞] جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار۔ ام المؤمنین ہیں۔ غزوۂ مریسیع میں قید ہوئیں اور حضرت ثابت قیس بن شماس کے حصے میں آئیں۔ انھوں نے ان سے مکاتبت کر لی۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے مکاتبت کی رقم اپنی طرف سے ادا کی اور انھیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس پر لوگوں نے ان کے تمام قیدیوں کو اس بات پر رہا کر دیا کہ اب یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بن گئے تھے۔ یہ حضرت جویریہ اپنی قوم اور قبیلے کے لیے سب سے زیادہ باعث برکت ثابت ہوئیں۔ 56 ہجری کو فوت ہوئیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے کئی فرامین ان سے مروی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ان کی 2،2 روایتیں ہیں۔

[١٤٣٤] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1434] حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷜ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ شخص کی مثال ہے۔'' (بخاری)

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فَقَالَ: «مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، وَالْبَيْتِ الَّذِي لَا يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ».

اور مسلم نے اسے اس طرح روایت کیا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس گھر کی جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا، زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اللہ کے ذکر کا ترک، موت کی طرح ہے۔ جس طرح انسان پر موت طاری ہو جائے تو اس کے بعد وہ کوئی عمل نہیں کر سکتا، اسی طرح اللہ کی یاد سے غفلت برتنے والا اللہ سے اتنا دور ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا کوئی کام نہیں کر پاتا جس سے اسے نفع ہو اور اللہ اس سے خوش ہو جائے۔ ② گھروں میں بھی تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کا اہتمام کرنا ضروری ہے لیکن عصر حاضر میں محافل ذکر کا جو طریقہ رائج ہے وہ سراسر بدعی ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام ﷡ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

[١٤٣٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي؛ فَإِنْ ذَكَرَنِي

[1435] حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جیسا وہ

[1434] صحيح البخاري، الدعوات، باب فضل ذكر الله عزوجل، حديث: 6407، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد، حديث: 779.

[1435] صحيح البخاري، التوحيد، باب ذكر النبي ﷺ و روايته عن ربه، حديث: 7537، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالى، حديث: 2675.

فِي نَفْسِهِ، ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مجھ سے گمان رکھے۔ اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ اپنے جی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں ایسی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہوتی ہے یعنی فرشتوں کی مجلس۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بابت یہ یقین رکھا جائے کہ وہ توبہ قبول فرماتا' مغفرت فرماتا' پریشان حال لوگوں کی چارہ سازی فرماتا اور مصیبتوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اس یقین کے ساتھ انسان ایسے کام بھی کرے جن سے اللہ خوش ہوتا ہے اور ان کاموں سے اجتناب کرے جن سے اس نے منع فرمایا ہے' اس کے بعد انسان اللہ سے حسن ظن اور اچھی امید رکھے۔ جس طرح ایک کاشت کار زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج ڈالے' اسے پانی دے اور اس کی نگہداشت کرے اور اس کے بعد اچھی فصل کی امید رکھے۔ ایک شخص عالم فاضل بننا چاہے' ڈاکٹر یا انجینئر بننا چاہے تو اس کے لیے پہلے ضروری ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق وہ کتابیں پڑھے جن سے انسان کو علم حاصل ہوتا ہے' تو ڈاکٹری یا انجینئرنگ میں وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ الغرض ہر کام کے لیے پہلے انسان کو ایک بنیاد اور پھر اس کے لوازمات مہیا کرنے پڑتے ہیں' اس کے بعد ہی اس کے بار آور ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے ساتھ حسن ظن اور اچھی امید وابستہ کرنے کا مسئلہ ہے۔ انسان جب تک اس کے لیے بھی ایمان اور عمل صالح کی بنیاد فراہم نہیں کرے گا' اللہ سے محض حسن ظن نادانشی ہی کا مظہر ہوگا۔ ② ایک غلام جو اپنے آقا کی خدمت کرنے کی بجائے بھاگ جائے اور اسے ایذا پہنچائے' اور پھر یہ امید رکھے کہ میرا آقا تو بہت مہربان قسم کا ہے' وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا' دنیا ایسے غلام کو بے وقوف ہی کہے گی۔ اسی طرح اللہ کا معاملہ ہے جو یقیناً أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ہے' بڑا بخشنہار ہے' لیکن کن لوگوں کے لیے؟ اپنے بندوں کے لیے نہ کہ شیطان کے بندوں کے لیے۔ شیطان اور اس کے بندوں کے لیے تو اس کا فرمان ہے کہ میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے جہنم کو بھر دوں گا!

[١٤٣٦] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ» قَالُوا: وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «اَلذَّاكِرُونَ اللهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1436] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مُفَرِّدُون سبقت لے گئے۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! مُفَرِّدُون کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔''

رُوِيَ: [اَلْمُفَرِّدُونَ]: بِتَشْدِيدِ الرَّاءِ وَتَخْفِيفِهَا، وَالْمَشْهُورُ الَّذِي قَالَهُ الْجُمْهُورُ:

مُفَرِّدُون: ''را'' کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ اور مشہور ''را'' کی تشدید کے ساتھ ہے

[1436] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالى، حديث: 2676.

التَّشْدِيدُ.

اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔

فائدہ: اس میں ایک تو کثرت سے اللہ کو یاد کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ ایسے لوگ قیامت والے دن اجر وثواب میں سب سے آگے ہوں گے۔ دوسرے اللہ کو یاد کرنے اور اس کی اطاعت کرنے والا مرد ہو یا عورت دونوں کو برابر کا اجر ملے گا۔ ذکر واطاعت الٰہی کے ثواب میں جنس کی بنیاد پر کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

[١٤٣٧] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**أَفْضَلُ الذِّكْرِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1437] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "سب سے افضل ذکر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ہے۔" (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: یہ کلمہ توحید ہی چونکہ اساس و مدار اسلام ہے، اس لیے اس کا ذکر افضل ہے۔ بعض علماء بطور ذکر صرف اسی کلمۂ توحید کو افضل مانتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس کا دوسرا جملہ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ بھی اس میں شامل ہے اور یوں ان کے نزدیک بطور ذکر دونوں کو ملا کر پڑھا جائے گا۔ لیکن حدیث کے ظاہر کا لحاظ رکھتے ہوئے بہتر ہے کہ صرف پہلے جملے پر اکتفا کیا جائے۔

[١٤٣٨] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ، فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ، قَالَ: «**لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللهِ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1438] حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسلام کے احکام مجھ پر زیادہ ہو گئے (غالب آ گئے) ہیں۔ آپ مجھے ایسی بات بتلایئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد مسائل: ① شَرَائِعُ، شَرِيعَةٌ کی جمع ہے۔ شَرِيعَةٌ، مَشْرُوعَةٌ کے معنی میں ہے، یعنی اللہ کی طرف سے مقررہ احکام جن میں بعض فرض ہیں، بعض مستحب اور بعض کی حیثیت نوافل کی ہے۔ فرائض کی ادائیگی تو بہرصورت ضروری ہے اور رضائے الٰہی کے لیے مستحبات کی بھی بڑی اہمیت ہے، اسی طرح نوافل بھی قرب الٰہی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ لیکن ان کی کثرت سے بعض دفعہ عام قسم کے لوگ گھبرا اٹھتے ہیں اور وہ صرف فرائض وسنن کی پابندی کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اسی قسم کی خواہش کا اظہار اس حدیث میں ہے۔ ② نبی ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ تو ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھا کر۔ زبان کو تر رکھنے کا مطلب ہے: مداومت (ہمیشگی) کرنا، یعنی اللہ کے ذکر کو اپنا مستقل دائمی معمول بنا لے۔ اس طرح نوافل کی کثرت جس سے تو گھبرا گیا ہے، نہ بھی ہوگی تو ذکر الٰہی کی کثرت سے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔

[1437] جامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة، حديث: 3383.

[1438] جامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء في فضل الذكر، حديث: 3375.

[١٤٣٩] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1439] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ کہے اس کے لیے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اللہ کی جنت اتنی وسیع ہے کہ اس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے، لہٰذا اللہ کی تسبیح وتحمید پر درختوں کا لگنا کوئی مشکل امر نہیں۔ اس لیے اسے حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں۔ البتہ بعض لوگ اسے مجاز پر محمول کرتے ہوئے اس سے مراد اجر کا اثبات اور اس کی کثرت لیتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے کیونکہ آئندہ حدیث سے بھی پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

[١٤٤٠] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيعَانٌ، وَأَنَّ غِرَاسَهَا: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1440] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ!) اپنی امت کو میری طرف سے سلام پیش کیجیے اور ان کو بتلا دیجیے کہ جنت کی مٹی پاکیزہ اور عمدہ ہے، اس کا پانی میٹھا ہے اور وہ ایک چٹیل میدان ہے اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ کہنا وہاں درخت لگانا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① قِیعَانٌ، قَاعٌ کی جمع ہے: صاف، ہموار زمین جس پر کوئی درخت نہ ہو۔ ② اللہ کی تسبیح وتحمید سے جنت کی چٹیل زمین میں درخت لگ جاتے ہیں۔ جو شخص جتنا زیادہ اللہ کا ذکر کرے گا، اس کا حصۂ زمین، جو اسے جنت میں ملے گا، اتنا ہی درختوں سے معمور اور شاداب ہوگا۔

[١٤٤١] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ

[1441] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو

[1439] جامع الترمذي، الدعوات، باب في فضائل سبحان الله وبحمده، حديث: 3464.

[1440] جامع الترمذي، الدعوات، باب غراس الجنة سبحان الله، حديث: 3462. شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اسے صحیح کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة: 1/214-216، رقم: 105)

[1441] جامع الترمذي، الدعوات، باب منه [في أن ذاكر الله كثيرًا أفضل من الغازي……]، حديث: 3377، والمستدرك للحاكم: 1/496 وصححه ووافقه الذهبي.

أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ، وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟» قَالُوا: بَلٰى، قَالَ: «ذِكْرُ اللهِ تَعَالٰى». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللهِ: إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

تمھارے اعمال میں سب سے بہتر، تمھارے آقا و مولیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ، تمھارے درجوں میں سب سے زیادہ اضافہ کرنے والا، تمھارے لیے (اللہ کی راہ میں) سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر، نیز اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں؟'' صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں (ضرور بتلائیے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابوعبداللہ امام حاکم نے کہا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی اللہ کے ذکر کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ ہر عمل خیر کی بنیاد اللہ کا ذکر اور اس کی بارگاہ میں اخلاص و نیازمندی کا اظہار ہے۔ اس کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی بیکار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے اعلیٰ، ارفع اور افضل ہے۔

[١٤٤٢] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ وَّبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى - أَوْ حَصًى - تُسَبِّحُ بِهِ فَقَالَ: «أُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا - أَوْ أَفْضَلُ» فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللهُ أَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ مِثْلَ ذٰلِكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1442] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے۔ اس کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی تھیں جس کے ساتھ وہ (شمار کر کے) اللہ کی تسبیح کر رہی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے ایسے کلمات نہ بتلاؤں جو تیرے لیے اس سے زیادہ آسان یا افضل ہیں؟'' چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''[سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ ...... مِثْلَ ذٰلِكَ] (یہ پڑھا کر:) میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں ان تمام چیزوں کی تعداد کے برابر جو اس نے آسمان میں پیدا کیں۔ اور اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں ان تمام چیزوں کی تعداد کے برابر جو اس نے زمین میں پیدا کیں۔ اور اللہ کے لیے پاکیزگی ہے اس مخلوق کی تعداد کے برابر جو آسمان و زمین کے مابین ہے۔ اور اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں ان چیزوں کی تعداد کے برابر جو وہ (آئندہ) پیدا کرے گا۔ اور اَللّٰهُ أَكْبَرُ بھی

[1442] جامع الترمذي، الدعوات، باب في دعاء النبي ﷺ وتعوذه في دبر كل صلاة، حديث: 3568. اسے ابن حبان (موارد، حدیث: 2330)، حاکم: (548,547/1) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اس کی مثل' اَلْحَمْدُلِلّٰہِ بھی اس کی مثل' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی اس کی مثل اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ بھی اس کی مثل۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اگرچہ (الضعیفہ:114/1) میں ضعیف کہا ہے۔لیکن ریاض الصالحین کی تعلیقات میں اس کی سند میں جہالت کی صراحت کرنے کے باوجود امام ترمذی کی تحسین کو برقرار رکھا ہے۔ اسی طرح ابن حبان نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے' تاہم شیخ البانی نے اس کے ساتھ یہ کہا ہے کہ اصل حدیث گٹھلیوں اور کنکریوں کے ذکر کے بغیر ہے اور وہ صحیح ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ریاض الصالحین' بہ تحقیق شیخ البانی و تعلیقہ علی ''الکلم الطیب'')

[١٤٤٣] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟» فَقُلْتُ: بَلٰى، يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1443] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں؟'' تو میں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''(یہ خزانہ) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔'' یعنی برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کو جنت کا ایک خزانہ' یعنی وہاں کا ایک نہایت بیش قیمت اور نفیس ذخیرہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی فضیلت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں انسان اپنی بے بسی اور بے چارگی کا اظہار اور ہر طرح کی قوت واختیار کا سرچشمہ صرف اللہ کی ذات کو ماننے کا اعلان کرتا ہے' اور یہ بات اللہ کو بہت پسند ہے۔ ② اس کلمے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا' وہ کسی شر سے بچ سکتا یا کسی نیکی کی توفیق سے بہرہ ور ہو سکتا ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت ہی سے ہو سکتا ہے۔

[٢٤٥] بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّمُضْطَجِعًا وَّمُحْدِثًا وَّجُنُبًا وَّحَائِضًا إِلَّا الْقُرْآنَ فَلَا يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَّلَا حَائِضٍ

باب: 245- کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے' نیز حالت حدث وجنابت اور حیض میں اللہ کا ذکر کرنے کا بیان' سوائے قرآن کی تلاوت کے کہ وہ جنبی مرد اور حیض والی عورت کے لیے جائز نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک آسمانوں اور زمین کی

[1443] صحيح البخاري، الدعوات، باب قول: لا حول ولا قوة إلا بالله، حديث: 6409، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر، حديث: 2704.

﴿وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَـٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَـٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَـٰبِ ۝ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَـٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ [آل عمران: ١٩٠، ١٩١].

پیدائش اور رات اور دن کے ادل بدل کر آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ وہ جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر (سوتے ہوئے) اللہ کو یاد کرتے ہیں۔''

فائدۂ آیات: انسان کی تین ہی حالتیں ہوتی ہیں، یا تو وہ کھڑا ہوتا ہے، چاہے چل رہا ہو یا کسی ایک جگہ کھڑا ہو، یا بیٹھا ہوا ہوتا ہے یا پھر لیٹا ہوا۔ عقل مند لوگ جن کو رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے، وہ تینوں حالتوں میں، یعنی ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

[١٤٤٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1444] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو جنابت اور حیض کی حالت میں بھی قرآن کریم کے پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں، جس میں امام بخاری ؒ جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''ہر حالت میں'' کا مطلب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پاک ہوتے یا حدث اصغر یا اکبر کی حالت میں ہوتے، ہر حالت میں اللہ کے ذکر کا اہتمام فرماتے تھے اور ذکر اللہ میں قرآن کریم بھی شامل ہے۔ اسی لیے شیخ البانی ؒ نے امام نووی کے باب میں استثنائے مذکور (کہ جنبی اور حائض کے لیے قرآن پڑھنا جائز نہیں) پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اس استثنا کے لیے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، بلکہ حدیث عائشہ اس کے مخالف ہے (دیکھیے: رياض الصالحين، به تحقيق شيخ الباني) اس مسلک کے حاملین کے نزدیک ممانعت کی حدیثیں سنداً ضعیف یا قابل تاویل ہیں۔ اس لیے ان سے قراءت قرآن کی ممانعت کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک وہ روایات ضعف کے باوجود استدلال کے قابل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ضعف شدید نہیں بلکہ بعض کے نزدیک وہ روایات حسن درجے کی ہیں۔ دلائل کے اعتبار سے پہلا مسلک قوی ہے، تاہم تعظیم قرآن کے نقطۂ نظر سے دوسرا مسلک بھی صحت کا متقاضی ہے۔ ان میں تطبیق کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ناگزیر صورتوں میں پہلے مسلک پر عمل کر لیا جائے، تاہم عام حالات میں دوسرے مسلک پر عمل کیا جائے۔ واللّٰه أعلم.

[١٤٤٥] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ! جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا

[1445] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمھارا ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس (ہم بستری کے لیے) جائے تو یہ دعا پڑھے: [بِسْمِ اللهِ ...... مَا رَزَقْتَنَا] ''(شروع) اللہ کے نام سے۔ اے اللہ! ہم

[1444] صحيح مسلم، الحيض، باب ذكر الله تعالٰى في حال الجنابة وغيرها، حديث: 373.

[1445] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، حديث: 3271، وصحيح مسلم، النكاح، باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع، حديث: 1434.

وَلَدٌ فِي ذٰلِكَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کو شیطان سے دور کر دے اور (اس صحبت کے نتیجے میں) جو اولاد ہمیں عطا کرے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔ چنانچہ ان کے درمیان جو اولاد بھی مقدر ہوئی' اسے شیطان نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: بیوی سے صحبت کرنے سے قبل مذکورہ دعا پڑھ لینی چاہیے تاکہ انسان خود بھی شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے اور اس کی ہونے والی اولاد بھی۔

[٢٤٦] بَابُ مَا يَقُولُهُ عِنْدَ نَوْمِهِ وَاسْتِيقَاظِهِ

باب: 246- سونے اور بیدار ہونے کے وقت کی دعا

[١٤٤٦] عَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ قَالَ: «بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! أَمُوتُ وَأَحْيَا» وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1446] حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر استراحت فرما ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: [بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! أَمُوتُ وَ أَحْيَا] ''تیرے نام سے (اے اللہ!) میں مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔'' اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيْهِ النُّشُورُ] ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف سب نے اکٹھا ہونا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: صبح و شام کے ان وظیفوں کی پابندی کا یہ بہت بڑا فائدہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کو یاد کرتا اور رکھتا ہے۔

[٢٤٧] بَابُ فَضْلِ حِلَقِ الذِّكْرِ وَالنَّدْبِ إِلٰى مُلَازَمَتِهَا وَالنَّهْيِ عَنْ مُفَارَقَتِهَا لِغَيْرِ عُذْرٍ

باب: 247- ذکر کے حلقوں کی فضیلت اور ان میں شرکت کے استحباب اور بغیر عذر کے ان کو چھوڑ دینے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَوٰةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ [الْكَهْف: ٢٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ باندھے رکھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا مندی کے ارادے سے۔ اور تیری آنکھیں ان سے تجاوز

[1446] صحيح البخاري، الدعوات، باب ما يقوله إذا نام؟ حديث: 6312.

نہ کریں۔"

فائدۂ آیت: اس کا مطلب یہ ہے کہ رب کی رضا مندی کے طالبوں کو نظر انداز کر کے ان لوگوں کی طرف توجہ نہ کر جو اگرچہ صاحب حیثیت ہوں لیکن اپنے رب کی یاد سے غافل ہوں۔

[١٤٤٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّوَجَلَّ، تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلٰى حَاجَتِكُمْ، فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ - وَهُوَ أَعْلَمُ - : مَا يَقُولُ عِبَادِي؟ قَالَ: يَقُولُونَ: يُسَبِّحُونَكَ، وَيُكَبِّرُونَكَ، وَيَحْمَدُونَكَ، وَيُمَجِّدُونَكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَأَوْنِي؟ فَيَقُولُونَ: لَا، وَاللهِ! مَا رَأَوْكَ، فَيَقُولُ: كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي؟! قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا، وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا. فَيَقُولُ: فَمَاذَا يَسْأَلُونَ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ. قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللهِ! يَا رَبِّ! مَا رَأَوْهَا. قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟! قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً. قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ؟ قَالَ: يَتَعَوَّذُونَ مِنَ النَّارِ؛ قَالَ: فَيَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللهِ! مَا رَأَوْهَا. فَيَقُولُ: كَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟! قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً. قَالَ: فَيَقُولُ: فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ

[1447] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہوئے راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: ادھر آؤ، یہاں تمھاری حاجت (مطلوبہ چیز) ہے، چنانچہ وہ ان کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ (جب وہ وہاں سے فارغ ہو کر اللہ کے پاس جاتے ہیں) تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے: میرے بندے کیا کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا: فرشتے جواب دیتے ہیں: وہ تیری تسبیح و تکبیر اور تیری تحمید و تمجید کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے: کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: اللہ کی قسم! انھوں نے تجھے دیکھا تو نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ آپ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری اس سے بھی زیادہ عبادت کرتے، اس سے بھی زیادہ تیری بزرگی اور اس سے بھی زیادہ تیری پاکیزگی بیان کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ کیا مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: فرشتے جواب دیتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہتا ہے: کیا انھوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، اللہ کی قسم! اے ہمارے رب! انھوں نے جنت تو نہیں دیکھی۔

[1447] صحيح البخاري، الدعوات، باب فضل ذكر الله عزوجل، حديث:6408، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل مجالس الذكر، حديث:2689.

غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ: يَقُولُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَّيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرمایا: فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس کے لیے ان کی حرص اور طلب اور زیادہ شدید ہو جائے اور اس میں ان کی رغبت اور زیادہ بڑھ جائے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انھوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، اللہ کی قسم! انھوں نے اسے دیکھا تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے کہیں زیادہ دور بھاگیں اور اس سے کہیں زیادہ ڈریں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس میں تمھیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انھیں بخش دیا۔ آپ نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ان میں فلاں آدمی جو تھا، وہ ان میں سے نہیں تھا، وہ تو صرف ایک کام کے لیے آیا تھا (کہ ان کے ساتھ مجلس ذکر میں بیٹھ گیا۔) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ اللہ کو یاد کرنے والے ایسے ہم نشیں ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ، قَعَدُوا مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ، فَيَسْأَلُهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ - وَهُوَ أَعْلَمُ - : مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْأَرْضِ: يُسَبِّحُونَكَ، وَيُكَبِّرُونَكَ، وَيُهَلِّلُونَكَ،

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں، گھومنے پھرنے والے (حفاظت کرنے والے فرشتوں سے) الگ، وہ ذکر کی مجلسوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور بعض فرشتے بعض کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے اور آسمان دنیا کے درمیانی فاصلے کو (اپنے وجود سے) بھر دیتے ہیں۔ چنانچہ جب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے

وَيَحْمَدُونَكَ، وَيَسْأَلُونَكَ. قَالَ: وَمَاذَا يَسْأَلُونِي؟ قَالُوا: يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ. قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا: لَا، أَيْ رَبِّ! قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي؟! قَالُوا: وَيَسْتَجِيرُونَكَ. قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونِي؟ قَالُوا: مِنْ نَارِكَ يَارَبِّ! قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِي؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي؟! قَالُوا: وَيَسْتَغْفِرُونَكَ، فَيَقُولُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، وَأَعْطَيْتُهُمْ مَّا سَأَلُوا، وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا. قَالَ: فَيَقُولُونَ: رَبِّ! فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ، فَجَلَسَ مَعَهُمْ، فَيَقُولُ: وَلَهُ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ».

آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے: تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں ہیں اور تیری پاکیزگی، تیری بڑائی، تیری توحید و عظمت اور تیری حمد بیان کر رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ وہ کہتے ہیں: وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انھوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، اے پروردگار! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟! فرشتے عرض کرتے ہیں: اور وہ تجھ سے پناہ بھی طلب کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ کس چیز کی بابت مجھ سے پناہ طلب کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! تیری آگ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انھوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں۔ اللہ فرماتا ہے: اگر وہ میری آگ دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟! فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے بخشش بھی مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا اور جس چیز کا وہ سوال کر رہے تھے، وہ میں نے ان کو عطا کر دی اور جس چیز (آگ) سے پناہ طلب کر رہے تھے، اس سے میں نے ان کو پناہ دے دی۔ آپ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: پروردگار! ان میں فلاں آدمی بھی تھا جو بہت گناہ گار بندہ ہے، جو صرف وہاں سے گزرتا ہوا ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والے بھی محروم نہیں ہوتے۔''

فوائد و مسائل: ① ان مجالس ذکر اور حلقہ ہائے ذکر سے مراد کون سی مجلسیں اور حلقے ہیں، ظاہر بات ہے کہ ان سے مراد وہ حلقہ ہائے ذکر تو نہیں ہو سکتے جو خود ساختہ ہیں اور جن میں اپنے گھڑے ہوئے الفاظ یا طریقوں سے ذکر ہوتا

ہے جیسے اللہ ہو یا ہو حق وغیرہ کا ورد جو کسی حدیث میں بیان نہیں ہوئے۔ یا بتیاں بجھا کر اور گردنیں مار مار کر کسی مخصوص لفظ کی ضربیں لگانا وغیرہ۔ یہ طریقہ بھی نبی ﷺ یا صحابہ سے ثابت نہیں۔ ② اس سے مراد وہ حلقے اور مجلسیں ہیں جن میں کوئی خود ساختہ طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا' نہ خانہ ساز الفاظ کا ورد ہوتا ہے' بلکہ مسنون الفاظ میں' یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وغیرہ کا ورد سادہ انداز میں کیا جاتا ہے۔ جیسے نماز کے فوراً بعد تسبیح وتحمید اور تکبیر کا حکم ہے' جمعے والے دن مسجد میں بیٹھے لوگ اس طرح ذکر الٰہی و تلاوت قرآن وغیرہ میں مصروف ہوں' یا وعظ اور درس وتذکیر کی مجلس ہو۔ ③ اس حدیث میں ذکر الٰہی اور ذاکرین کی فضیلت کا بیان ہے۔ سَيَّارَةً، سَيَّاحِينَ (گھومنے والے) کے معنی میں ہے اور فُضُلًا سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حفاظت کرنے والے فرشتوں سے زائد اور ان کے علاوہ ہیں۔

[١٤٤٨] وعَنْهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ؛ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1448] حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور سکینت (اللہ کی خاص مدد) ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ ان کا ذکر ان لوگوں میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی اللہ کے ذکر کی فضیلت اور ذکر کرنے والوں کے عنداللہ شرف و مقام کا بیان ہے۔

[١٤٤٩] وَعَنْ أَبِي وَاقِدٍ الْحَارِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَوَقَفَا عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ، فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ: أَمَّا أَحَدُهُمْ، فَأَوٰى إِلَى اللهِ، فَآوَاهُ اللهُ إِلَيْهِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا، فَاسْتَحْيَا اللهُ مِنْهُ،

[1449] حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس موجود تھے' اتنے میں تین آدمی آئے۔ دو تو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک چلا گیا۔ چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے حلقے میں کشادگی دیکھی تو اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا ان (حلقے میں موجود لوگوں) کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا: ''کیا میں تمھیں ان تین آدمیوں کی بابت نہ بتلاؤں: ان میں سے ایک نے تو اللہ کی طرف ٹھکانا پکڑا تو

[1448] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن و على الذكر، حديث:2700.

[1449] صحيح البخاري، العلم، باب من قعد حيث ينتهي به المجلس...... حديث:66، وصحيح مسلم، السلام، باب من أتى مجلسا فوجد فُرجة...... حديث:2176.

وَأَمَّا الْآخَرُ، فَأَعْرَضَ، فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ نے اس کو اچھا ٹھکانا عطا کر دیا۔ اور دوسرے نے (بیچ میں گھس کر بیٹھنے میں) شرم محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے شرم کا معاملہ فرمایا۔ اور تیسرے آدمی نے بے رخی برتی تو اللہ نے بھی اس سے بے رخی اختیار فرمالی۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں ایک تو مجالس ذکر میں شرکت کرنے کی ترغیب ہے۔ دوسرے لوگوں کو تنگ نہ کرنے کی اور شرم وحیا کی فضیلت ہے۔ تیسرے بغیر عذر کے علم دین اور ذکر الٰہی کی مجلسوں سے اعراض کی مذمت اور اس کے انجام بد کا بیان ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ عنہ] حارث بن عوف بن اسید بن جابر لیثی۔ ان کی کنیت ابوواقد ہے۔ یہ اپنی کنیت ہی سے مشہور تھے۔ قبیلۂ کنانہ کی ایک شاخ کا نام لیث ہے جس کی طرف ان کی نسبت ہے۔ بعض انھیں عوف بن مالک اور بعض حارث بن مالک کہتے ہیں لیکن پہلا نام حارث بن عوف ہی راجح ہے۔ یہ فتح مکہ میں شریک ہوئے اور ان کے ہاتھ میں بنوضمرہ، بنولیث اور بنوسعد بکر بن عبد مناۃ کا جھنڈا تھا۔ 68 ہجری کو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے 24 فرامین کے راوی ہیں۔

[١٤٥٠] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَا أَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ. قَالَ: آللهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوا: مَاأَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ، قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ، وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيثًا مِّنِّي: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «مَا أَجْلَسَكُمْ؟» قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ، وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ؛ وَمَنَّ بِهِ عَلَيْنَا. قَالَ: «آللهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ؟» قَالُوا: وَاللهِ! مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ. قَالَ: «أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ، وَلٰكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللهَ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1450] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں حاضرین کے ایک حلقے پر آئے اور ان سے پوچھا: تم یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا: (ہاں) ہم صرف اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہ نے فرمایا: میں نے تم سے اس لیے قسم نہیں اٹھوائی کہ میں تمھیں جھوٹ سے متہم سمجھتا ہوں۔ (یاد رکھو) کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھ جیسا قرب حاصل ہو اور پھر وہ مجھ سے کم حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقے پر تشریف لائے تو ان سے پوچھا: ''تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟'' انھوں نے کہا: ہم بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر اور اس بات پر اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت سے نوازا اور اس کے ذریعے سے ہم پر احسان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی

[1450] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، حديث:2701.

قسم تمھیں اسی چیز نے بٹھایا ہے؟'' انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! اسی مقصد نے ہم کو بٹھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! میں نے تم سے قسم اس لیے نہیں اٹھوائی کہ میں تمھیں جھوٹ سے متہم سمجھتا ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ جبریل میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی گزشتہ حدیثوں کی طرح مجالس ذکر اور ذاکرین کی فضیلت اور شرف کا بیان ہے۔ لیکن اس میں اکٹھے بیٹھ کر خاص ہیئت میں ذکر کرنے کا ثبوت ہرگز نہیں ہے جیسا کہ اہل بدعت کا طریقہ ہے۔

[٢٤٨] بَابُ الذِّكْرِ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ

باب: 248- صبح وشام اللہ کا ذکر کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿وَٱذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ ٱلْجَهْرِ مِنَ ٱلْقَوْلِ بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ ٱلْغَٰفِلِينَ﴾ [الأعراف: ٢٠٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کو صبح وشام اپنے جی میں یاد کرو، گڑگڑاتے اور ڈرتے ہوئے، نہ کہ اونچی آواز سے، اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو۔''

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ : [اَلْآصَالُ] جَمْعُ أَصِيلٍ، وَهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ.

اہل لغت نے کہا ہے کہ آصال، اَصِیْل کی جمع ہے۔ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ ٱلشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ [طٰهٰ: ١٣٠]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکیزگی بیان کرو، سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے قبل۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِٱلْعَشِيِّ وَٱلْإِبْكَٰرِ﴾ [غافر: ٥٥]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرو۔''

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ : [الْعَشِيُّ]: مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وَغُرُوبِهَا.

اہل لغت نے کہا ہے کہ عَشِيّ سورج کے زوال سے اس کے غروب ہونے تک کا درمیانی وقت ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَٰرَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ﴾ اَلْآيَةَ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اللہ کا نور) ایسے گھروں میں ملے گا جن کی بابت اللہ نے حکم دیا ہے کہ انھیں بلند کیا جائے اور ان میں اس کا ذکر کیا جائے، وہ اس میں صبح وشام اللہ کی

تسبیح کرتے ہیں۔ وہ لوگ کہ انھیں کاروبار اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرمان کر دیا تھا' وہ صبح وشام (حضرت داود کے ساتھ) اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے تھے۔''

فائدۂ آیات: ان تمام آیات میں صبح وشام اللہ کا ذکر کرنے کا بیان ہے جس سے اس امر کی ترغیب معلوم ہوتی ہے کہ صبح وشام بالخصوص اللہ کا ذکر کرنا نہایت مستحب ہے۔

[١٤٥١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ، لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1451] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح وشام سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سو مرتبہ پڑھے' قیامت والے دن اس سے افضل (عمل) کوئی شخص نہیں لائے گا' مگر وہ شخص جس نے اس کی مثل یا اس سے زیادہ یہ کلمات کہے۔'' (مسلم)

[١٤٥٢] وَعَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَا لَقِيتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ! قَالَ: «أَمَا لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ تَضُرَّكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1452] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے گزشتہ رات بچھو کے کاٹنے سے کس قدر شدید تکلیف پہنچی! (شدت تکلیف کو تعجب کے طور پر بیان کیا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو شام کے وقت یہ پڑھ لیتا: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ''میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے سے اس کی تمام مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' تو بچھو تجھے نقصان نہ پہنچاتا۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① كَلِمَاتٌ سے مراد اللہ کا کلام' اس کے فیصلے اور قدرت ہے' تَامَّاتٌ سے مراد ہر نقص اور عیب سے پاک۔ مطلب یہ ہوا: میں اللہ کے بے عیب کلام' فیصلے اور قدرت کے ذریعے سے ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ ② موذی جانوروں اور انسانوں کے شر سے پناہ مانگنے کے لیے یہ بہترین دعا ہے۔

[١٤٥٣] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا

[1453] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ

[1451] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح، حديث: 2692.

[1452] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغيره، حديث: 2709.

[1453] سنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول إذا أصبح؟، حديث: 5068، وجامع الترمذي، الدعوات، باب ما جاء في الدعاء »

أَصْبَحَ : «اَللّٰهُمَّ! بِكَ أَصْبَحْنَا ، وَبِكَ أَمْسَيْنَا ، وَبِكَ نَحْيَا ، وَبِكَ نَمُوتُ ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ» . وَإِذَا أَمْسٰى قَالَ : «اَللّٰهُمَّ! بِكَ أَمْسَيْنَا ، وَبِكَ نَحْيَا ، وَبِكَ نَمُوتُ ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ» . رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

رسول اللہ ﷺ جب صبح کرتے تو یہ فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ بِكَ ...... النُّشُورُ] ''اے اللہ! تیری قدرت سے ہم نے صبح اور شام کی، تیری قدرت ہی سے ہم جی رہے ہیں اور تیری قدرت ہی سے مریں گے۔ اور تیری ہی طرف اکٹھے ہونا ہے۔'' اور جب شام کرتے تو یہ فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! بِكَ ...... وَ إِلَيْكَ النُّشُورُ] ''اے اللہ! تیری ہی قدرت سے ہم نے شام کی اور تیری ہی قدرت سے ہم جی رہے ہیں اور تیری ہی قدرت سے ہم مریں گے۔ اور تیری ہی طرف اکٹھے ہونا ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٤٥٤] وَعَنْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! مُرْنِي بِكَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُ، قَالَ: «قُلْ: اَللّٰهُمَّ! فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيكَهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ» . قَالَ : «قُلْهَا إِذَا أَصْبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ، وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

[1454] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسے کلمات ارشاد فرمایئے جنھیں میں صبح و شام پڑھا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ پڑھا کرو: [اَللّٰهُمَّ! فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ ...... وَشِرْكِهِ] ''اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے' چھپی اور ظاہر چیزوں کو جاننے والے اور ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے (دعوت) شرک سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ کلمات صبح و شام اور جب اپنے بستر پر لیٹو' پڑھا کرو۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٤٥٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[1455] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب

◄◄ إذا أصبح و إذا أمسٰى، حديث: 3391.

[1454] سنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول إذا أصبح؟، حديث: 5067، وجامع الترمذي، الدعوات، باب منه دعاء : اللّٰهم عالم الغيب و الشهادة......، حديث: 3392.

[1455] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل و من شر ما لم يعمل، حديث: 2723.

قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ إِذَا أَمْسٰى قَالَ: «أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ» قَالَ الرَّاوِيُ: أُرَاهُ قَالَ فِيهِنَّ: «لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، رَبِّ! أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ، وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ! أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَسُوءِ الْكِبَرِ، رَبِّ! أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ» وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا: «أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

شام ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ یہ پڑھا کرتے تھے:[أَمْسَيْنَا ...... لَا شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ...... وَ عَذَابِ الْقَبْرِ] ''ہم نے اور اللہ کے ملک نے شام کی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔'' راوئ حدیث کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے اگلے کلمات بھی ان کے ساتھ ہی پڑھنے کے لیے ارشاد فرمائے: ''اسی کے لیے بادشاہی اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے پروردگار! میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جو اس رات میں ہے اور اس بھلائی کا جو اس کے بعد ہے۔ اور میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور اس شر سے جو اس کے بعد ہے۔ اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی سے، بڑھاپے کی تکلیف سے۔ اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس عذاب سے جو جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس عذاب سے جو قبر میں ہوگا۔'' اور جب صبح ہوتی' تب بھی آپ یہ کلمات پڑھتے (البتہ صبح' أَمْسَيْنَا کی جگہ) أَصْبَحْنَا وَ أَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ ''ہم نے اور اللہ کے ملک نے صبح کی۔'' پڑھتے تھے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① ان کلمات مذکورہ کا صبح و شام پڑھنا مستحب ہے تاکہ ہر وقت اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کا تصور ذہن میں مستحضر رہے۔ ② اس میں اللہ سے خیر و عافیت کا سوال اور دنیا و آخرت میں نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچنے کی درخواست ہے جس کی ہر وقت انسان کو ضرورت ہے۔

[١٤٥٦] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ - بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِقْرَأْ: ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي وَحِينَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ

[1456] حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ (خا پر پیش) بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تم صبح و شام تین تین مرتبہ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمھیں

[1456] سنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول إذا أصبح، حديث:5082، و جامع الترمذي، الدعوات، باب الدعاء عند النوم، حديث:3575.

مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ہر چیز سے کافی ہو جائیں گی۔'' (اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① مراد ان تینوں سے سورتوں کا مکمل طور پر پڑھنا ہے۔ ہر سورت تین مرتبہ پڑھی جائے۔ ② کافی ہو جانے کا مطلب ہے کہ دیگر اذکار و وظائف کی ضرورت نہیں رہے گی' علاوہ ازیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ موذی چیزوں سے حفاظت فرمائے گا۔ دوسری روایات میں آتا ہے کہ نبی ﷺ رات کو بستر پر لیٹ جانے کے بعد یہ سورتیں پڑھتے اور اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچتے' انھیں اپنے جسم پر پھیرتے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن خبیب یہ انصار کے حلیف تھے۔ باپ اور بیٹا دونوں شرف صحابیت سے بہرہ ور ہیں۔ ان کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے۔ ان سے ان کے دونوں بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن خبیب اور معاذ بن عبداللہ بن خبیب روایات بیان کرتے ہیں۔ انھی عبداللہ بن خبیب کے بارے میں ہے کہ یہ ایک سخت تاریک اور بارش والی رات میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلے تاکہ آپ سے دعا کروا سکیں۔ ان کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوگئی تو آپ نے فرمایا: کہو۔ انھوں نے دو دفعہ کچھ نہ کہا' تیسری دفعہ استفسار کیا کہ اے اللہ کے حبیب! کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿قل هو الله احد﴾ اور معوذتین صبح و شام تین مرتبہ پڑھا کرو۔ اللہ تمھیں ہر چیز سے بچا لے گا۔ ان کی مرویات کی تعداد 3 بیان کی جاتی ہے۔

[١٤٥٧] وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ: بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، إِلَّا لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1457] حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ ہر روز کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھے: [بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ] ''اللہ کے نام سے...... وہ ذات کہ اس کے نام سے کوئی چیز زمین میں ہو یا آسمان میں' نقصان نہیں دے سکتی اور وہ خوب سنتا اور جانتا ہے۔ تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اس دعا کا مطلب ہے: میں اس اللہ کے نام کے ذریعے سے پناہ مانگتا ہوں جس کے ذریعے سے ہی ہر چیز کی برائی سے بچا جاتا ہے' وہ کوئی جانور ہو یا انسان' جن ہو یا شیطان۔ اس لیے کہ وہ ہر ایک کے احوال سے واقف بھی ہے اور ہر ایک کی فریاد سننے پر قادر بھی۔ جو اس کی پناہ میں آجائے' اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' الا یہ کہ اسی کی تقدیر

[1457] سنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول إذا أصبح؟ حديث:5088، وجامع الترمذي، الدعوات، باب ما جاء في الدعاء إذا أصبح وإذا أمسى، حديث:3388.

ومشیت ہو۔ ② ہر مسلمان کو چاہیے کہ صبح وشام کے ان وظیفوں کو اپنا معمول بنائے جو اس باب میں مذکور ہوئے۔ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے وظیفوں اور طریقوں سے یہ ہر لحاظ سے بہتر، بابرکت اور عافیت ونجات کا باعث ہیں۔

[٢٤٩] بَابُ مَا يَقُولُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

باب: 249- سونے کے وقت پڑھنے کی دعاؤں کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُوْلِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ اَلْآيَاتِ.[آل عمران: ١٩٠، ١٩١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادل بدل کر آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں، وہ جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔''

[١٤٥٨] وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: «بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ! أَحْيَا وَأَمُوتُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1458] حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر آرام فرما ہو جاتے تو پڑھتے تھے: [بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ! أَحْيَا وَ أَمُوتُ] ''تیرے نام سے اے اللہ! میں زندہ ہوتا اور مرتا ہوں۔'' (بخاری)

فائدہ: یہ روایت اس سے قبل باب آداب النوم، رقم: 1446 میں گزری ہے۔ انسان ہر رات کو سوتا اور صبح کو بیدار ہوتا ہے، سونا ایک طرح سے موت ہے اور بیدار ہونا زندہ ہونا ہے اور زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس دعا میں اسی تصور کو راسخ کیا گیا ہے اور ہر رات کو انسان جب اس کا استحضار کرتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات ہر وقت تازہ رہتی ہے کہ یہ زندگی اللہ ہی کی ہے، اسی کی مشیت سے میں جی رہا ہوں، وہ جب چاہے گا میرا چراغ زندگی گل ہو جائے گا۔ اس لیے مجھے زندگی مستعار کے یہ ایام اللہ کی رضا کے مطابق گزارنے چاہییں اور اس کی نافرمانی میں بسر نہیں کرنے چاہییں۔

[١٤٥٩] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ وَلِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: «إِذَا أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا - أَوْ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا - فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ،

[1459] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو تینتیس مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہو، تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہو اور تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ

[1458] صحيح البخاري، الدعوات، باب مايقوله إذا نام، حديث:6324،6312.

[1459] صحيح البخاري، الدعوات، باب التكبير والتسبيح عند المنام، حديث:6318، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب التسبيح أول النهار وعند النوم، حديث:2727.

وَاَحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ». وَفِي رِوَايَةٍ: اَلتَّسْبِيحُ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِينَ. وَفِي رِوَايَةٍ: اَلتَّكْبِيرُ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِينَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہو۔" اور ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ چونتیس مرتبہ اور ایک روایت میں اَللّٰہُ أَکْبَرُ چونتیس مرتبہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: روایات کے اختلاف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ کلمات کی تعداد سو پوری کرنی ہے' اس کے لیے ایک کلمہ ایک مرتبہ زیادہ پڑھنا چاہیے۔ وہ ایک مرتبہ زائد سُبْحَانَ اللّٰہ یا اَلْحَمْدُلِلّٰہ یا اَللّٰہُ أَکْبَر پڑھ لیا جائے تو ہر ایک کا پڑھنا جائز ہے کیونکہ روایات میں ہر ایک کے لیے چونتیس مرتبہ کا لفظ آیا ہے' جیسے دو روایات کا ذکر تو امام صاحب نے فرمایا ہے اور اَلتَّحْمِيدُ أَرْبَعًا وَّ ثَلَاثِينَ کے الفاظ نسائی میں آتے ہیں۔ یہ تسبیح وتحمید اور تکبیر اتنی ہی تعداد میں ہر فرض نماز کے بعد بھی پڑھنے کا حکم ہے اور سونے سے قبل بستر پر لیٹنے کے بعد بھی۔

[١٤٦٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «إِذَا أَوٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى فِرَاشِهِ، فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ؛ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا، فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1460] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر کی طرف قرار پکڑے تو وہ اپنے بستر کو اپنے تہ بند کے اندرونی حصے کے ساتھ جھاڑ لے' اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ اس پر کون اس کے پیچھے آیا' پھر یہ دعا پڑھے: [بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي ...... عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ] "تیرے نام کے ساتھ ہی اے میرے پروردگار! میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا ہے اور تیرے ہی نام کے ساتھ اسے اٹھاؤں گا۔ اگر تو نے میری روح (اسی دوران میں) قبض کر لی تو اس پر رحم فرمانا اور اگر تو اس کو چھوڑ دے (قبض نہ کرے) تو اس کی اس طریقے سے حفاظت فرما' جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں ایک بڑی اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ رات کو بستر پر لیٹنے سے قبل چادر یا گدے وغیرہ کو جھاڑ لینا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں وہاں کسی موذی جانور نے بسیرا کر لیا ہو اور سونے کے بعد وہ نقصان پہنچا دے۔ اور اس کے ساتھ ہی دعا پڑھے تاکہ وہ اللہ کی حفاظت میں آ جائے۔

[١٤٦١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ

[1461] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[1460] صحيح البخاري، الدعوات، باب التعوذ والقراءة عند المنام، حديث:6320، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب ما يقول عندالنوم وأخذ المضجع؟، حديث:2714.

[1461] صحيح البخاري، الدعوات، باب التعوذ والقراءة عند المنام، حديث: 6319، و صحيح مسلم، السلام، باب رقية »

رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِي يَدَيْهِ، وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ جب اپنے بستر پر آرام فرما ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور معوذات پڑھتے اور ان کو اپنے جسم پر پھیر لیتے۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا: ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾، وَ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾، وَ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ، يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ، وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی ﷺ ہر رات کو جب اپنے بستر کی طرف قرار پکڑتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اکٹھا کرتے، پھر ان میں پھونکتے اور ان میں یہ سورتیں پڑھتے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾، پھر حسب طاقت ان ہتھیلیوں کو جسم پر پھیر لیتے۔ اپنے سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے ان کو پھیرنا شروع کرتے۔ ایسا تین مرتبہ کرتے۔ (بخاری ومسلم)

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: [اَلنَّفْثُ]: نَفْخٌ لَطِيفٌ بِلَا رِيقٍ.

اہل لغت نے کہا ہے: نَفثٌ، بغیر تھوک کے لطیف انداز سے پھونک مارنے کو کہتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① مُعوِّذات (پناہ دینے والی سورتیں) مذکورہ تینوں سورتوں کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ کی درخواست کی جاتی ہے۔ ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ کو معوذتین (دو پناہ دینے والی سورتیں) کہا جاتا ہے۔ ② بہرحال سوتے وقت ان سورتوں کو پڑھنا چاہیے تاکہ ایک طرف سنت پر عمل ہو جائے اور دوسری طرف انسان کو اللہ کی پناہ حاصل ہو جائے۔

[١٤٦٢] وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ

[1462] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”جب تو اپنے بستر کی طرف آنے کا ارادہ کرے تو اس طرح وضو کر جیسے نماز کے لیے کیا جاتا ہے، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جا اور یہ دعا پڑھ: [اَللّٰهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ...... وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ] ”اے اللہ! میں نے اپنا نفس تیری طرف سونپ دیا

◄◄ المريض بالمعوذات والنفث، حديث: 2192.

[1462] صحيح البخاري، الدعوات، باب مايقول إذا بات طاهرًا، حديث: 6311، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب مايقول عند النوم وأخذ المضجع؟ حديث: 2710.

إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مِتَّ، مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور میں نے اپنی ٹیک تیری طرف لگا دی' تیری رحمت کی امید رکھتے ہوئے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے سوا کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا۔'' پھر اگر تو (یہ کلمات پڑھ کر) فوت ہوا تو فطرت (اسلام) پر تیری وفات ہو گی۔ اور ان کلمات کو (سوتے وقت) اپنی گفتگو کا آخری حصہ بنا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ حدیث اس سے قبل باب الیقین والتوکل، رقم:80 میں گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوتے وقت وضو کرنا مستحب ہے' اسی طرح پسندیدہ ہے کہ یہ دعا پڑھنے کے بعد کوئی گفتگو نہ کی جائے۔

[١٤٦٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكَفَانَا وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1463] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب اپنے بستر پر قرار پکڑتے تو فرماتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ...... وَلَا مُؤْوِيَ] ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا' پلایا اور ہماری کفایت کی اور ہمیں ٹھکانا دیا۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کا کوئی کفایت کرنے والا اور ٹھکانا دینے والا نہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کے لیے کافی ہے' یعنی وہی لوگوں سے بچانے والا اور روزی دینے والا ہے اور وہی مُؤْوِی، یعنی رہنے سہنے کی سہولتیں مہیا کرنے والا ہے۔

[١٤٦٤] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْقُدَ، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1464] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیتے' پھر یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ] ''اے اللہ! مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں کو (زندہ کر کے) اٹھائے گا۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث

[1463] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب ما يقول عند النوم وأخذ المضجع؟، حديث:2715.

[1464] جامع الترمذي، الدعوات، باب منه ' دعاء: اللّٰهم! قني عذابك يوم تجمع عبادك، حديث:3398، وسنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول عند النوم؟ حديث:5045.

حسن ہے۔)

وَرَوَاهُ أَبُودَاوُدَ مِنْ رِّوَايَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، وَفِيهِ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ابو داود نے اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ یہ کلمات آپ تین مرتبہ پڑھتے۔

فائدہ: اس میں تنبیہ ہے کہ انسان کو اللہ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے' اس سے پناہ مانگتا رہے اور ایسے کام بھی کرتا رہے جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے تاکہ روزِ قیامت عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔

١٦ - كِتَابُ الدَّعْوَاتِ

دعاؤں کے احکام و آداب

[٢٥٠] بَابُ الْأَمْرِ بِالدُّعَاءِ وَفَضْلِهِ وَبَيَانِ جُمَلٍ مِّنْ أَدْعِيَتِهِ ﷺ

باب: 250- دعا کرنے کا حکم، اس کی فضیلت اور آپ ﷺ کی بعض دعاؤں کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾. [غافر: ٦٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تمھارے رب نے کہا: مجھے پکارو، میں تمھاری پکار کو قبول کروں گا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [الأعراف: ٥٥].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور پوشیدہ طریقے سے پکارو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ الْآيَة [الْبقرة: ١٨٦].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جب تجھ سے میرے بندے میری بابت پوچھیں تو (بتلا دے کہ) میں قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کون ہے جو لاچار کی پکار کو

وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ﴾ اَلْآيَة [النمل : ٦٢]. جب وہ پکارے، قبول کرتا اور برائی کو دور کرتا ہے۔"

فائدۂ آیات: دعا بھی عبادت کی ایک قسم بلکہ اس کی روح اور مغز ہے' اس لیے دعا بھی صرف اللہ ہی سے کی جائے۔ مذکورہ آیات میں اسی امر کی تاکید کی گئی ہے کہ دعائیں قبول کرنے والا صرف ایک اللہ ہے' تم اسی سے دعائیں کرو۔ کسی اور سے دعا کرو گے تو یہ گویا اس کی عبادت ہوگی' جو شرک ہے' علاوہ ازیں وہ بت یا فوت شدہ بزرگ کسی کی فریاد سننے پر بھی قادر نہیں' وہ بھلا مدد کیا کریں گے۔ اس لیے عبادت کی یہ قسم دعا بھی صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے۔

[١٤٦٥] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1465] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "دعا عبادت ہی ہے۔" (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: دعا کیا ہے؟ اپنی عاجزی و بے چارگی کا اظہار۔ اللہ کی قدرت و طاقت کے سامنے اپنی کمزوری' پستی وفروتنی اور ذلت کا اظہار ہی عبادت کی اصل روح ہے۔ اس لیے دعا کو بھی عین عبادت قرار دیا گیا ہے اور اسی لیے یہ بھی صرف اللہ ہی کا حق ہے' اس کے سوا کسی اور سے دعا کرنی جائز نہیں۔

[١٤٦٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ، وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

[1466] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور ان کے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے۔ (اسے ابوداود نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: جامع دعا کا مطلب ہے: الفاظ تھوڑے ہوں اور مفہوم بہت وسیع۔ اس لیے اپنے الفاظ میں دعا کرنے کی بجائے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ مسنون الفاظ میں دعائیں کی جائیں' اس لیے کہ ایک تو وہ نہایت جامع ہیں اور دوسرے رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جو تاثیر اور برکت کے لحاظ سے بے مثال ہیں۔

[١٤٦٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ! آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ، وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً ، وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1467] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی: [اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ] "اے اللہ! تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔" (بخاری ومسلم)

[1465] سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1479، وجامع الترمذي، الدعوات....، باب منه: "الدعاء مخ العبادة" حديث: 3372.

[1466] سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1482.

[1467] صحيح البخاري، الدعوات، باب قول النبي ﷺ: ربنا آتنا في الدنيا حسنة، حديث: 6389، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء باللّٰهم! اتنا في الدنيا حسنة....، حديث: 2690.

زَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ: وَكَانَ أَنَسٌ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيهِ.

مسلم نے اپنی روایت میں یہ زیادہ بیان کیا ہے: اور حضرت انس جب کوئی دعا کرتے تو انھی الفاظ میں دعا کرتے۔ اور جب کوئی (خاص قسم کی) دعا فرماتے' تب بھی وہ اس میں اس کو شامل کر کے دعا کرتے۔

فوائد ومسائل: ① دنیا میں بھلائی دے' یعنی اعمال خیر کی توفیق دے۔ اس میں گویا یہ ترغیب ہے کہ اہل ایمان کو دنیا میں بھی محض دنیا نہیں بلکہ بھلائی طلب کرنی چاہیے۔ جس کا مطلب ہے کہ دنیا بھی اس طرح دے کہ وہ بھلائی ثابت ہو۔ اور آخرت میں بھلائی دے کا مطلب ہے: دنیا میں کی گئی نیکیوں کا حسن صلہ' یعنی جنت عطا فرما۔ ② یہ بڑی ہی جامع دعا ہے۔ حج وعمرے میں طواف کے دوران رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔ لوگ طواف کے ہر چکر میں خود ساختہ الگ الگ دعائیں پڑھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ نبی ﷺ سے صرف [رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً] کا مذکورہ طریق سے پڑھنا ثابت ہے۔ اس لیے اس کے علاوہ بناوٹی دعائیں نہ پڑھی جائیں۔ البتہ اپنی حاجات کے مطابق اپنی زبان میں اللہ سے دعائیں کریں بالخصوص ملتزم سے چمٹ کر خوب دعائیں کریں۔

[١٤٦٨] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «**اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰى**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1468] حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَ الْغِنٰى] ''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت' پرہیزگاری' پاک دامنی اور تونگری (بے نیازی) کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① ہدایت سے مراد خیر کی طرف رہنمائی ہے جس کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ علاوہ ازیں خیر کی توفیق اور اس پر استقامت بھی ہدایت کے مفہوم میں شامل ہے۔ ② اللہ کے حکموں کو بجالانا اور اس کی منع کردہ باتوں سے بچنا تقویٰ ہے۔ تقویٰ کی ضرورت بھی محتاج وضاحت نہیں۔ ③ عفاف' گناہوں سے بچنے کو بھی کہتے ہیں اور لوگوں سے سوال نہ کرنے کو بھی۔ ④ غنا (تونگری) کا مطلب ہے: لوگوں سے بے نیاز ہو جانا اور ساری امیدیں صرف ایک اللہ سے وابستہ کرنا۔ اس دعا میں بھی بڑی جامعیت ہے۔

[١٤٦٩] وَعَنْ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ ﷺ الصَّلَاةَ، ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ:

[1469] حضرت طارق بن اشیم ؓ سے روایت ہے کہ آدمی جب اسلام قبول کرتا تو نبی ﷺ اسے نماز سکھلاتے' پھر اسے حکم دیتے کہ وہ ان کلمات کے ساتھ دعا کرے:

[1468] صحیح مسلم، الذکر والدعاء......، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، حدیث: 2721.

[1469] صحیح مسلم، الذکر والدعاء......، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، حدیث: 2697.

«اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي وَ ارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَ عَافِنِي وَارْزُقْنِي] ''اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت عطا کر اور مجھے روزی دے۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ طَارِقٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ أَقُولُ حِينَ أَسْأَلُ رَبِّي؟ قَالَ: «قُلْ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت طارق رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جس وقت میں اپنے رب سے سوال کروں تو کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ پڑھا کر: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي وَ ارْحَمْنِي وَ عَافِنِي وَارْزُقْنِي] ''اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے اور مجھے روزی عطا فرما۔ یقیناً یہ کلمات تیری دنیا اور آخرت دونوں کو تیرے لیے جمع کرنے والے ہیں (دونوں کے مقاصد کو جامع ہیں۔''

[١٤٧٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ! مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1470] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا پڑھی ہے: [اَللّٰهُمَّ! مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ] ''اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ دعا بڑی اہم ہے کیونکہ اس میں نیکی پر استقامت کی دعا ہے۔ انسان کا دل موج حوادث کی زد میں رہتا ہے اور اس کے تھپیڑے اس کو ادھر ادھر پھیرتے رہتے ہیں۔ اگر اللہ کی توفیق اور اس کی مدد شامل حال نہ ہو تو بہت سے موقعوں پر انسان کا دل کج ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس میں اللہ سے دعا کی گئی ہے کہ دل کو کجی سے اور برائی کی طرف پھرنے سے محفوظ رکھے اور اسے صرف اپنی طرف پھیرے رکھے کہ دلوں کے پھیرنے کی ساری طاقت صرف اللہ کے پاس ہے۔

[١٤٧١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ،

[1471] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم محنت مشقت کی سختی سے، بدبختی کے آلینے

[1470] صحيح مسلم، القدر، باب تصريف الله تعالٰى القلوب كيف شاء، حديث: 2654.

[1471] صحيح البخاري، القدر، باب من تعوذ بالله من درك الشقاء.....، حديث: 6616، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء.....، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقا وغيره، حديث: 2707.

وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ سُفْيَانُ: أَشُكُّ أَنِّي زِدْتُ وَاحِدَةً مِّنْهَا.

سے' برے فیصلے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے پناہ مانگو۔'' (بخاری ومسلم)

ایک اور روایت میں ہے' حضرت سفیان نے کہا: مجھے شک ہے کہ میں نے ان میں سے ایک بات زیادہ بیان کی ہے (معلوم نہیں وہ کون سی ہے۔)

فوائد و مسائل: ① انسان کو ایسی تکلیف و مشقت پہنچے جو انسان کے لیے نا قابل برداشت ہو اور وہ اسے ٹالنے پر بھی قادر نہ ہو' وہ جهد البلاء ہے۔ بعض لوگوں نے قلت مال اور کثرت عیال کو اس کا مصداق قرار دیا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ جهد البلاء کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ ② شقاء' سعادت کی ضد ہے' یعنی بدبختی کے لاحق ہونے سے پناہ۔ اللہ کا تو کوئی فیصلہ برا نہیں ہوتا۔ تاہم بعض فیصلوں سے انسان کو نقصان اور بعض سے نفع پہنچتا ہے' گویا انسانوں کے اعتبار سے اللہ کے فیصلوں میں حسن اور برائی کا پہلو آ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا' اپنے ایسے فیصلوں سے محفوظ رکھ جن میں ہمارے لیے نقصان کے پہلو ہوں۔ ③ شماتت' دشمن کے خوش ہونے کو کہتے ہیں' یعنی ہمیں ایسے المناک حوادث سے دوچار نہ فرمانا کہ جن سے ہمارے دشمن خوشی محسوس کریں۔ ④ اس روایت میں ایک جملہ راوی حضرت سفیان کا اضافہ ہے' اور آخری عمر میں انھیں یاد نہیں رہا تھا کہ وہ کون سا ہے۔ لیکن دوسری روایات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ آخری جملہ: شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ ہی ہے۔ (ابن علان) ⑤ اس میں راویان حدیث کی امانت و دیانت کا بھی بیان ہے کہ حدیث میں ایک دعائیہ جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا تو اس کی بھی وضاحت کر دی۔ بعض لوگوں نے اسے ثقہ راوی کی زیادت قرار دیا ہے جو مقبول ہے۔ لیکن یہ زیادت ثقہ والا مسئلہ نہیں ہے' اس میں جو زیادتی ہوتی ہے' وہ تو قول رسول ہی ہوتا ہے جسے ایک راوی بیان کرتا ہے اور دوسرا بیان نہیں کرتا۔ لیکن یہاں تو راوی خود اقرار کر رہا ہے کہ یہ اضافہ اس کا اپنا ہے' اسے ادراج اور اضافہ شدہ الفاظ کو مُدرَج کہا جاتا ہے۔

[١٤٧٢] وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! أَصْلِحْ لِي دِينِيَ الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِيَ الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّي مِنْ كُلِّ شَرٍّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1472] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! أَصْلِحْ لِي دِينِي...... مِنْ كُلِّ شَرٍّ] ''اے اللہ! میرے دین کی درستی فرما دے جو میرے معاملات زندگی کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ اور میری دنیا کی اصلاح فرما دے جس میں میں نے اپنی زندگی کے ایام گزارنے ہیں۔ اور میری آخرت سنوار دے جس میں دنیا کے بعد میرا دائمی ٹھکانا ہے۔ اور زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں اضافے کا ذریعہ بنا دے۔ اور موت کو میرے

[1472] صحيح مسلم، الذكر والدعاء ......، باب التعوذ من شر ما عمل و من شر ما لم يعمل، حديث:2720.

لیے ہر شر سے آرام کا سبب بنا دے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس دعا میں بھی بڑی جامعیت ہے جس میں دین، دنیا اور آخرت تینوں کے لیے اصلاح کی دعا ہے۔

[١٤٧٣] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قُلْ: اَللّٰهُمَّ! اهْدِنِي، وَسَدِّدْنِي».

وَفِي رِوَايَةٍ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى، وَالسَّدَادَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1473] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''یہ دعا پڑھا کر: [اَللّٰهُمَّ! اهْدِنِي وَ سَدِّدْنِي] ''اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور مجھے سیدھا رکھ۔''

ایک اور روایت میں ہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالسَّدَادَ] ''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت اور استقامت و میانہ روی کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسلم)

فائدہ: سَدَاد کے معنی درستی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر عمل درست طریقے، یعنی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق دے۔ شارحین حدیث نے اس کے معنی استقامت اور قصد (میانہ روی) کے کیے ہیں۔ دونوں معنی اپنے مفہوم کے اعتبار سے صحیح ہیں۔

[١٤٧٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ».

وَفِي رِوَايَةٍ: «وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1474] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ...... وَالْمَمَاتِ] ''اے اللہ! میں تیرے ذریعے سے پناہ طلب کرتا ہوں (خیر کے کاموں میں) عاجز رہ جانے سے (طاقت کے باوجود) سستی سے، بزدلی، زیادہ بڑھاپے اور بخل سے۔ اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔''

ایک اور روایت میں ہے: [وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ] ''(میں پناہ مانگتا ہوں) قرض کے بوجھ اور مردوں کے ظلم سے۔'' (مسلم)

[١٤٧٥] وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ

[1475] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

[1473] صحیح مسلم، الذكر والدعاء ......، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، حديث:2725.

[1474] صحیح مسلم، الذكر والدعاء ......، باب التعوذ من العجز والكسل وغيره، حديث:2706.

[1475] صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء في الصلاة، حديث:6326، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء ......، باب الدعوات والتعوذ، حديث:2705.

عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي، قَالَ: «قُلْ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتلائیں جو میں اپنی نماز میں مانگتا رہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ پڑھا کرو: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي...... الْغَفُورُ الرَّحِيمُ] ''اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں، پس تو اپنی خاص مغفرت سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحمت فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''
(بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: وَفِي بَيْتِي وَرُوِيَ: «ظُلْمًا كَثِيرًا» وَرُوِيَ: «كَبِيرًا» بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَيُقَالُ: كَثِيرًا كَبِيرًا.

ایک اور روایت میں ہے کہ (مجھے کوئی ایسی دعا بتلائیں) جو میں (اپنی نماز اور) اپنے گھر میں مانگا کروں۔ اور ظُلْمًا كَثِيرًا (ثا کے ساتھ) کی جگہ ظُلْمًا كَبِيرًا (با کے ساتھ) بھی روایت کیا گیا ہے۔ (امام نووی فرماتے ہیں:) بہتر ہے کہ دونوں کو جمع کر لیا جائے اور اس طرح کہا جائے: ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا كَبِيرًا.

فائدہ: یہ دعا نماز میں درود شریف کے بعد سلام پھیرنے سے قبل پڑھی جائے۔ علاوہ ازیں دیگر اوقات کی دعاؤں میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

[١٤٧٦] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهٰذَا الدُّعَاءِ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي، وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي، وَخَطَئِي وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِي، اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1476] حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اس دعا کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوتے تھے: ''[اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي...... عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ] ''اے اللہ! میری غلطی، میری جہالت، میرا اپنے معاملے میں حد سے تجاوز اور میری وہ کوتاہی جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، بخش دے۔ اے اللہ! جو میں نے ارادتاً کیا، یا دل لگی کے طور پر کیا، نادانستہ کیا یا دانستہ کیا، اور یہ سب میری ہی طرف سے ہوئے، سب کو بخش دے۔ اے اللہ! جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے، جو چھپ کر کیے اور جو لوگوں کے

[1476] صحيح البخاري، الدعوات، باب قول النبي ﷺ: اللّٰهم! اغفرلي ما قدمت وما أخرت، حديث: 6398، و صحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، حديث: 2719.

سامنے کیے اور وہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' سب گناہ معاف فرما دے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: نبی ﷺ تمام گناہوں کی معافی کے باوجود بارگاہ الٰہی میں کس طرح اپنی کوتاہیوں کے لیے معافی کی درخواست کرتے تھے۔ اس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے کہ ہم توبہ واستغفار سے غفلت نہ برتیں۔ اس میں انتہائی عاجزی سے اپنے ہر قسم کے گناہوں کی معافی کی التجا ہے۔

[١٤٧٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ : «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1477] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں یہ فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّمَا لَمْ أَعْمَلْ] ''اے اللہ! میں اس عمل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو میں نے کیا اور ایسے عمل کے شر سے بھی جو میں نے نہیں کیا۔'' (مسلم)

فائدہ: اس دعا میں بھی بڑی جامعیت ہے۔ انسان بعض دفعہ اچھا عمل کرتا ہے لیکن اس میں ریاکاری یا عجب کا جذبہ شامل ہو جاتا ہے' یہ ایک شر ہے جو اچھے سے اچھے نیک عمل کو برباد کر دیتا ہے۔ اس میں اسی شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

[١٤٧٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1478] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ ...... وَجَمِيعِ سَخَطِكَ] ''اے اللہ! میں تیری نعمت کے زائل ہونے سے' عافیت کے پھر جانے (مصیبت کے آنے) سے' تیری ناگہانی گرفت سے اور تیری ہر قسم کی ناراضی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ دعا بھی بڑی جامع ہے۔ ہر انسان کو اللہ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں کا صحیح احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ کسی نعمت سے محروم ہو جائے' جیسے کہا جاتا ہے: قدر نعمت بعد زوال۔ آنکھ، کان، زبان، صحت، مال، اولاد اور اس طرح کی ان گنت نعمتیں۔ دعا کی جا رہی ہے: یا اللہ! جتنی بھی نعمتیں تو نے دی ہیں' کسی سے محروم نہ کرنا۔ ② عافیت کا مطلب ہے: انسان بیماری' غم و حزن اور مصیبتوں سے بچا رہے۔ اس عافیت سے پھر جانے یا محروم ہو جانے کا مطلب ہے کہ انسان تکلیفوں اور آزمائشوں میں گھر جائے' یہ تحول عافیت ہے جس سے پناہ

[1477] صحيح مسلم، الذكر والدعاء ...... باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، حديث: 2716.

[1478] صحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء ......، حديث: 2739.

مانگی جارہی ہے۔

[١٤٧٩] وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَّفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1479] حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ...... لَا يُسْتَجَابُ لَهَا] ''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی سے سستی سے بخل سے بڑھاپے سے اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر اور اس کو پاک کر دے تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا کارساز اور اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے ایسے دل سے جو نہ ڈرے ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں دراصل تقویٰ صحیح علم یعنی قرآن وحدیث کے علم اور صبر وقناعت کی دعا ہے۔

[١٤٨٠] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ. فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ».

[1480] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ أَسْلَمْتُ ......لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ] ''اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا تجھ پر ایمان لایا تجھ ہی پر بھروسا کیا تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا تیری مدد کے ساتھ ہی میں (تیرے دشمنوں سے) لڑا اور تیری ہی طرف میں فیصلے کے لیے آیا تو میرے وہ گناہ معاف کر دے جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے جو چھپ کر کیے اور جو ظاہری طور پر کیے تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: «وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بعض راویوں نے یہ زیادہ بیان کیا: [وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

[1479] صحيح مسلم، الذكر والدعاء ...... باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، حديث: 2722.

[1480] صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل، حديث: 6317، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث: 769.

إِلَّا بِاللّٰهِ]''اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں اللہ کی طرف مکمل رجوع اور ہر معاملے میں اس کی رضا اور حکموں کو سامنے رکھنے اور اسی کی وجہ سے لوگوں سے دوستی اور دشمنی رکھنے کا اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس دعا اور اعلان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق سے نوازے۔

[١٤٨١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُو بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ، وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهٰذَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ.

[1481] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ]''اے اللہ! میں آگ کے فتنے اور آگ کے عذاب سے اور تونگری اور غربت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: تونگری کا شر یہ ہے کہ انسان اس کی وجہ سے مال کی ایسی محبت اور حرص میں مبتلا ہو جائے کہ مال حاصل کرنے کی جدوجہد میں حلال وحرام کے درمیان تمیز نہ کرے یا مال کی وجہ سے اس میں تکبر اور رعونت پیدا ہو جائے۔ اور غربت (فقر) کا شر یہ ہے کہ انسان اللہ کے فضل وکرم سے مایوس ہو جائے' یا اللہ کی رضا وتقدیر پر ناراضی کا اظہار کرے یا امانت و دیانت سے انحراف کرے۔

[١٤٨٢] وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ - وَهُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ مُّنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ، وَالْأَعْمَالِ، وَالْأَهْوَاءِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1482] حضرت زیاد بن علاقہ اپنے چچا قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا مانگتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ مُّنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ]''اے اللہ! میں برے اخلاق' اعمال اور خواہشات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں جب برے اخلاق واعمال سے بچنے کی استدعا کی جا رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ اخلاق کریمہ اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی دعا ہے۔

[1481] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستعاذة، حديث:1543، وجامع الترمذي، الدعوات......، باب:76، حديث:3495.

[1482] جامع الترمذي، الدعوات......، باب دعاء أم سلمة، حديث:3591.

راویٔ حدیث: [حضرت زیاد بن علاقہ رحمہ اللہ] زیاد بن علاقہ۔ یہ ثعلبی اور کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابو مالک ہے۔ تابعی ہیں۔ اپنے چچا قطبہ بن مالک، جریر بجلی اور اسامہ بن شریک سے روایات لیتے ہیں۔ اعمش، مسعر اور شعبہ وغیرہم کا شماران کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ ابن معین اور امام نسائی وغیرہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم انھیں صدوق کہتے ہیں۔ 135 ہجری میں فوت ہوئے۔

[١٤٨٣] وَعَنْ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! عَلِّمْنِي دُعَاءً. قَالَ: «قُلْ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّي». رَوَاهُ أَبُودَاوُد، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1483] حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی دعا سکھلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دعا پڑھ: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ ...... وَ شَرِّ مَنِيِّي] ''اے اللہ! میں اپنے کان، آنکھ، زبان، دل اور شرم گاہ کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① کانوں سے جھوٹ، بہتان، غیبت اور دیگر حرام کردہ باتوں (ساز وموسیقی وغیرہ) کا سننا، یا حق بات کا نہ سننا، کان کا شر ہے۔ ② آنکھوں سے لوگوں کے عیبوں کو، نامحرم عورتوں کو اور دیگر محرمات کو دیکھنا، یا کائنات میں بکھرے ہوئے دلائل قدرت کا مشاہدہ نہ کرنا، آنکھوں کا شر ہے۔ ③ دل کو اللہ کے سوا کسی اور کی محبت میں مشغول کرنا، دل کا شر ہے۔ ④ منی، وہ لیس دار رطوبت ہے جو شہوت پوری کرنے کے بعد مرد کے ذکر سے نکلتی ہے۔ یہاں مراد شرم گاہ ہے۔ اور شرم گاہ کا شر یہ ہے کہ اس کا استعمال غلط جگہ پر کیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ کانوں، آنکھوں، زبان، دل اور شرم گاہ تمام اعضاء کی اس طرح حفاظت کی جائے کہ ان کا استعمال اللہ کی رضا کے مطابق ہو کیونکہ ان کا غلط استعمال انسان کو عنداللہ مجرم بنا دیتا ہے۔ قیامت والے دن اس سے ان چیزوں کی باز پرس ہوگی۔

راویٔ حدیث: [حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ] شکل بن حمید۔ یہ عبسی اور کوفی ہیں۔ ان کا شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صرف ایک حدیث بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ یہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض پرداز ہوئے کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی دعا سکھائیں جس کے ذریعے سے میں پناہ مانگا کروں تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مذکورہ دعا سکھلائی۔

[١٤٨٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ،

[1484] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ ...... وَ سَيِّئِ

[1483] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستعاذة، حديث: 1551، وجامع الترمذي، الدعوات ...... باب دعاء: اللّٰهم! أني أعوذ بك من شر سمعي......، حديث: 3492.

[1484] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستعاذة، حديث: 1554.

وَالْجُنُونِ، وَالْجُذَامِ، وَسَيِّيءِ الْأَسْقَامِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

الْأَسْقَامِ] ''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برص کی بیماری سے' دیوانگی سے' جذام سے اور (دیگر) بری بیماریوں سے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① برص' جلد پر سفید داغ کو کہتے ہیں۔ ② جذام' کوڑھ کی بیماری کو کہتے ہیں جس سے انسانی اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ③ جنون، فتور عقل اور خلل دماغ کا نام ہے۔ یہ تمام بیماریاں نہایت خطرناک ہیں۔ یہ اور اس قسم کی دیگر بیماریوں' جیسے فالج، لقوہ، شوگر، کینسر اور اندھاپن وغیرہ سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بیماریوں سے محفوظ رکھے۔

[١٤٨٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ، فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيعُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1485] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْجُوعِ ...... بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ] ''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بھوک سے' بے شک وہ برا ساتھی ہے۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں خیانت سے' یقیناً وہ ایک بری باطنی خصلت ہے۔'' (اسے امام ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[١٤٨٦] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ مُكَاتَبًا جَاءَهُ، فَقَالَ: إِنِّي عَجِزْتُ عَنْ كِتَابَتِي فَأَعِنِّي. قَالَ: أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ، لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا أَدَّاهُ اللهُ عَنْكَ؟ قُلْ: «اَللّٰهُمَّ! اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1486] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب غلام آیا اور کہا کہ میں کتابت (کی رقم ادا کرنے) سے عاجز آ گیا ہوں' آپ میری مدد کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھلا دوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھلائے تھے؟ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو (ان کی برکت سے) اللہ تعالیٰ وہ بھی تیری طرف سے ادا کر دے گا' یہ پڑھا کر: [اَللّٰهُمَّ! اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ] ''اے اللہ! اپنے حرام سے' اپنے حلال کے ذریعے سے میری کفایت فرما اور تو اپنے فضل سے اپنے ماسوا سے مجھے بے نیاز کر دے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[1485] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستعاذة، حديث: 1547.

[1486] جامع الترمذي، الدعوات...... باب: 110، حديث: 3563.

فوائد ومسائل: ① مُکَاتَب وہ غلام ہوتا تھا جو اپنے مالک سے معاہدہ کر لیتا تھا کہ میں اتنی رقم ادا کر دوں گا تو آزاد ہو جاؤں گا۔ چنانچہ طے شدہ معاہدے کے مطابق رقم کی ادائیگی کے بعد وہ آزاد ہو جاتا تھا۔ ② ترمذی میں پہاڑ کا نام بھی مذکور ہے"ثبیر پہاڑ۔ بہرحال قرض کی ادائیگی اور لوگوں سے بے نیازی حاصل کرنے کے لیے یہ ایک بہترین دعا ہے۔

[١٤٨٧] وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَ أَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُو بِهِمَا: «**اَللّٰهُمَّ! أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1487] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے والد حضرت حصین رضی اللہ عنہ کو دو کلمے سکھلائے تھے جن کے ساتھ وہ دعا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! أَلْهِمْنِي رُشْدِي وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي] ''اے اللہ! میری ہدایت میرے دل میں ڈال دے اور مجھے میرے نفس کے شر سے پناہ میں رکھ۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٤٨٨] وَعَنْ أَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! عَلِّمْنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللهَ تَعَالٰى، قَالَ: «**سَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ**» فَمَكَثْتُ أَيَّامًا، ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! عَلِّمْنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللهَ تَعَالٰى، قَالَ لِي: «**يَاعَبَّاسُ، يَاعَمَّ رَسُولِ اللهِ! سَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1488] حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز سکھلائیں جس کا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔'' چنانچہ میں چند دن ٹھہر کر پھر حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز بتلائیں جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عباس! اے رسول اللہ کے چچا! اللہ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگو۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: عافیت کی دعا میں دین ودنیا کی سلامتی شامل ہے۔ اس اعتبار سے یہ بھی نہایت ہی جامع دعا ہے۔

[١٤٨٩] وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! مَا كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ:

[1489] حضرت شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ام المومنین! جب رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہوتے تو آپ کی اکثر دعا

[1487] ضعيف- جامع الترمذي، الدعوات......، باب: 70، حديث: 3483.

[1488] جامع الترمذي، الدعوات ......، باب في فضل سؤال العافية والمعافاة، حديث: 3514.

[1489] جامع الترمذي، الدعوات......، باب دعاء يا مقلّب القلوب ......، حديث: 3522.

كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ: «يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ! ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

کون سی ہوتی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: آپ کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی: [اَللّٰهُمَّ! يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ! ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى دِينِكَ......] ''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: دین پر ثابت قدمی، اولوالعزم لوگوں کا کام ہے جو اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ زندگی میں بہت سے موڑ آتے ہیں کہ انسان دین کے معاملے میں تساہل، غفلت یا اعراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے تو یہ دعائے استقامت بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے اور بڑی کثرت سے یہ دعا ان کو کرنی چاہیے بلکہ کرتے رہنا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ] اسماء بنت یزید بن سکن کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی کنیت ابوسعید شامی ہے۔ تابعی ہیں۔ ابن معین اور امام احمد رحمہ اللہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ تمیم داری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں اسماء بنت یزید، ابن عباس، عائشہ، ام سلمہ اور جابر رضی اللہ عنہم وغیرہم کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے متعلق تمام لوگوں کے اچھے خیالات ہیں۔ 100 ہجری میں فوت ہوئے۔

[١٤٩٠] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ؛ اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، وَأَهْلِي، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1490] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت داود کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ ...... وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ] ''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی محبت کو میرے لیے میری جان، میرے اہل خانہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٤٩١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلِظُّوا بِيَاذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيعَةَ بْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِيِّ، قَالَ الْحَاكِمُ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ

[1491] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ] کا خوب اہتمام کرو۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نسائی نے اسے ربیعہ بن عامر صحابی سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: اس

[1490] ضعيف- جامع الترمذي، الدعوات......، باب دعاء داود: اللهم إني أسئلك......، حديث: 3490.

[1491] جامع الترمذي، الدعوات......، باب قول: يا حي يا قيوم......، حديث: 3525، والسنن الكبرى للنسائي: 479/6.

الْإِسْنَادِ.

حدیث کی سند صحیح ہے۔)

[أَلِظُّوا]: بِكَسْرِ اللَّامِ وَتَشْدِيدِ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ، مَعْنَاهُ: اِلْزَمُوا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ وَأَكْثِرُوا مِنْهَا.

أَلِظُّوا: ''لام'' کے نیچے زیر اور ''ظا'' مشدد۔ اس کے معنی ہیں: اس پکار کا خوب التزام واہتمام کرو۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اپنی دعاؤں میں یَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَام کا ذکر کثرت سے کیا کرو کیونکہ ان میں اللہ کی ثنا اور اس کی صفات کمال کا بیان ہے۔

[١٤٩٢] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ، لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا؛ قُلْنَا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ لَّمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا؛ فَقَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهُ؟ تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1492] حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں کی ہیں جن میں سے ہمیں کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے بہت سی دعائیں فرمائی ہیں، ہم نے ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں رکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسی دعا نہ بتلا دوں جو ان سب کو جامع ہو؟ تم یہ کہا کرو: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ ...... وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ] ''اے اللہ! میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کا سوال تجھ سے تیرے پیغمبر محمد ﷺ نے کیا۔ اور اس شر سے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جس سے تیرے پیغمبر محمد ﷺ نے پناہ طلب کی۔ تو ہی وہ ذات ہے جس سے مدد طلب کی جائے اور تو ہی فریاد کو پہنچنے والا ہے۔ گناہ سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٤٩٣] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ». رَوَاهُ الْحَاكِمُ

[1493] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ ...... وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ] ''اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کو واجب کر دینے والی چیزوں کا اور ایسے عملوں کا جن سے تیری مغفرت حاصل ہو جائے، اور ہر

[1492] ضعيف - جامع الترمذي، الدعوات......، باب اللّٰهم! إنا نسئلك من خير ما سألك نبيك محمد ﷺ، حديث: 3521. اس کی سند لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[1493] ضعيف - المستدرك للحاكم: 525/1. اس کی سند حمید بن عطاء الاعرج الکوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

أَبُو عَبْدِاللهِ، وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

گناہ سے سلامتی کا اور ہر نیکی کے حصے کا اور جنت (کے حصول میں) کامیابی کا اور آگ سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔" (اس حدیث کو ابوعبداللہ امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے اور امام مسلم کی شرط پر ہے۔)

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (رياض الصالحين بتحقيق الألباني، وضعيف الجامع الصغير، رقم: 1184 طبع جديد) تاہم بطور دعا کے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی جاسکتی ہے کیونکہ اس میں بھی رحمت و مغفرت کو واجب کر دینے والے اعمال اختیار کرنے کی، جنت کے حصول میں کامیابی کی اور جہنم سے بچنے کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

[٢٥١] بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

باب: 251- پیٹھ پیچھے دعا کرنے کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُو مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾ [الحشر: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [محمد: ١٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور اپنے گناہ کی بخشش مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔"

وَقَالَ تَعَالٰى إِخْبَارًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ ﷺ: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾ [إبراهيم: ٤١].

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت خبر دیتے ہوئے فرمایا (ان کی دعا بیان فرمائی): "اے ہمارے رب! مجھے بخش دے، میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔"

فائدۂ آیات: ان تمام آیات میں پیٹھ پیچھے دوسروں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کا بیان ہے جس سے اس کی فضیلت واضح ہے۔

[١٤٩٤] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ

[1494] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جو بھی مسلمان اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتہ

[1494] صحيح مسلم، الذكر والدعاء...... باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، حديث: 2732.

بِمِثْلٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کہتا ہے: تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے واضح ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ طور پر دعا کرنے سے انسان کو یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اس کے حق میں فرشتے اللہ سے سفارش کرتے ہیں کہ یا اللہ اس کو بھی وہ کچھ عطا کر جو یہ کسی دوسرے کے لیے تیری بارگاہ میں درخواست کر رہا ہے۔ ② فرشتے معصوم ہیں جو کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے' اس لیے ایسے پاک باز حضرات کی دعائیں حاصل کرنے کے لیے دوسروں کو اپنی دعاؤں میں ضرور شریک کرنا چاہیے۔

[١٤٩٥] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ، وَلَكَ بِمِثْلٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1495] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''مسلمان مرد کی اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہے' وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو اس پر مقرر فرشتہ کہتا ہے: آمین (اے اللہ! اس کی دعا قبول فرما) اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں جہاں دوسروں کے لیے دعا کرنے کی ترغیب ہے وہاں یہ سبق بھی دیا گیا ہے کہ انسان کا کردار اور عمل ایسا ہونا چاہیے کہ لوگ پیٹھ پیچھے بھی اس کے لیے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ایسے اعمال بجالانے کی توفیق دے۔

[٢٥٢] بَابٌ: فِي مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

باب: 252- دعا کے بعض مسائل کا بیان

[١٤٩٦] عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ، فَقَالَ لِفَاعِلِهِ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا، فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1496] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ کوئی نیک برتاؤ کیا گیا اور اس نے نیکی کرنے والے کے لیے کہا: [جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا] اللہ تجھے اس کا بہترین صلہ دے' تو یقیناً اس نے (نیک برتاؤ کرنے والے کی) خوب تعریف کی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اگر انسان احسان کے بدلے میں احسان نہ کر سکے تو جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا کہنا چاہیے' جس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو تیرے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا' اللہ تعالیٰ ہی تجھے اس کا حسن صلہ عطا کرے۔ ظاہر بات ہے جس کو اللہ بدلہ دے'

[1495] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، حديث: 2733.

[1496] جامع الترمذي، البر والصلة ......، باب ماجاء في الثناء بالمعروف، حديث: 2035.

اسے اور کیا چاہیے۔ اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دعائیہ جملہ محسن کی کمال درجے کی تعریف ہے۔

[١٤٩٧] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَدْعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ؛ وَلَا تَدْعُوا عَلٰى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلٰى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ، فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1497] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے لیے بددعا نہ کرو' نہ اپنی اولاد کے لیے بددعا کرو اور نہ اپنے مالوں کے لیے بددعا کرو۔ (کہیں ایسا نہ ہو) تم اللہ کی طرف سے اس گھڑی کو پالو جس میں اس سے جو بھی مانگا جائے وہ تمھارے لیے قبول کرلے۔'' (مسلم)

فائدہ: اللہ تعالیٰ ویسے تو ہر وقت ہر کسی کی فریاد سنتا اور قبول فرماتا ہے لیکن بعض اوقات اس نے ایسے بھی مقرر کیے ہیں کہ ان میں کی گئی دعائیں زیادہ قبول فرماتا ہے۔ اس لیے انسان کو کسی وقت بھی اپنے یا اپنے بچوں یا کاروبار وغیرہ کے لیے بددعا نہیں کرنی چاہیے' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بددعا وقت اجابت کو پالے اور بعد میں وہ کف افسوس ملے۔

[١٤٩٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1498] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے' لہٰذا (اس حالت میں) خوب دعا کرو۔'' (مسلم)

فائدہ: علماء نے کہا ہے کہ نفلی نماز میں حالت سجدہ میں دعائیں کی جائیں' یا نماز کے علاوہ سجدے کی حالت میں دعا کی جائے۔

[١٤٩٩] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَّا لَمْ يَعْجَلْ، يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ رَبِّي، فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1499] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہ کرے (مثلاً:) کہے: میں نے تو اپنے رب سے دعا کی لیکن قبول ہی نہیں کی گئی۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ، مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے' اس کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے

[1497] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب حديث جابر الطويل وقصة أبي اليسر، حديث: 3009.

[1498] صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، حديث: 482.

[1499] صحيح البخاري، الدعوات...... باب: يستجاب للعبد مالم يعجل، حديث: 6340، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء...... باب بيان أنه يستجاب للداعي ما لم يعجل...... حديث: 2735.

قَالَ: «يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِي، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَيَدَعُ الدُّعَاءَ».

رسول! جلد بازی کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: ''بندہ کہتا ہے: میں نے دعا کی، پھر دعا کی، لیکن مجھے تو قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ وہ اس وقت تھک ہار کر بیٹھ جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان مسلسل دعا کرتا رہے، یہ کبھی نہ سوچے کہ مجھے دعا کرتے ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا ہے، کچھ بھی نہیں ہوا۔ اللہ کے در سے کبھی مایوس نہ ہو۔ اگر اس میں تاخیر ہو رہی ہے تو یقیناً اس میں کچھ مصلحت ہے، جس کا علم صرف اللہ کو ہے، بندے کو نہیں۔ اس لیے دعا قبول ہو یا نہ ہو، دعا کرنا ترک نہ کرے، اس میں انسان کا بہرصورت فائدہ ہی فائدہ ہے۔

[١٥٠٠] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؟ قَالَ: «جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1500] حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رات کے پچھلے پہر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ. جوف، ظرفیت کی بنا پر منصوب ہے، یعنی فِي جَوْفِ اللَّيْلِ. یا پھر مبتدا محذوف کی بنا پر مرفوع ہے۔ أَيْ دُعَاءُ جَوْفِ اللَّيْلِ أَسْمَعُ. الآخر جوف کی صفت ہے، معنی ہوں گے: رات کے پچھلے پہر میں۔ یا جوف بمعنی وسط ہے، یعنی رات کے نصف آخر کے درمیان میں (تحفة الأحوذي:258/4) مطلب یہ ہے کہ رات کو اگر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو رات کے دوسرے نصف حصے کا درمیانی وقت۔ دونوں صورتوں میں یہ رات کا وہ وقت ہے جسے دوسری روایات میں رات کا آخری تہائی حصہ بتلایا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ ② قبولیت دعا کا دوسرا وقت فرض نمازوں کے بعد ہے۔ اس سے مراد بعض علماء کے نزدیک آخری تشہد میں درود شریف کے بعد سلام پھیرنے سے قبل کا وقت ہے۔ اور اکثر علماء کے نزدیک سلام پھیرنے کے بعد کا وقت ہے جو زیادہ متبادر ہے۔ اس وقت انفرادی طور پر ہر بندہ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعا کر سکتا ہے، تاہم اس سے فرض نمازوں کے بعد مروجہ اجتماعی دعا کے استحباب پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہ طریقہ کسی صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ لہٰذا فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا التزام و اہتمام جائز نہیں۔

[١٥٠١] وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا عَلَى الْأَرْضِ

[1501] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمین پر جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ

[1500] جامع الترمذي، الدعوات...... باب ينزل ربنا كل ليلة إلى السماء الدنيا...... حديث:3499.

[1501] جامع الترمذي، الدعوات...... باب في انتظار الفرج وغير ذلك، حديث:3573، والمستدرك للحاكم:493/1.

مُسْلِمٌ يَدْعُو اللهَ تَعَالَى بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللهُ إِيَّاهَا ، أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا . مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: إِذًا نُّكْثِرُ قَالَ : «اللهُ أَكْثَرُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ؛ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي سَعِيدٍ، وَزَادَ فِيهِ : «أَوْ يَدَّخِرَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَهَا» .

سے کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کر دیتا ہے یا اس سے اس کی مثل کوئی برائی (تکلیف) دور کر دیتا ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔'' لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: تب تو ہم خوب دعا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس سے بھی خوب دینے والا اور قبول کرنے والا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام حاکم نے اسے ابوسعید سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ زیادہ بیان کیا ہے: ''یا اس کے لیے اس کی مثل اجر کا ذخیرہ کر دیتا ہے (جو اسے آخرت میں ملے گا۔'')

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہوا کہ دعا میں فائدہ ہی فائدہ ہے' یا تو اللہ تعالیٰ وہ چیز دے دیتا ہے جو ایک مسلمان اس سے مانگتا ہے اور اگر اللہ کی مشیت اس کی قبولیت کی نہیں ہوتی تو وہ دعا کی مثل مستقبل میں پہنچنے والی کوئی تکلیف اس سے دور کر دیتا ہے یا پھر آخرت میں دعا کی مثل اللہ تعالیٰ اجر عطا فرما دے گا۔ ② انسان کو اللہ سے مانگتے ہوئے کوئی حجاب نہیں کرنا چاہیے' خوب مانگے' بار بار مانگے' کیونکہ اس کے خزانوں کی تو کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہے۔

[١٥٠٢] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ : «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ، وَرَبُّ الْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1502] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مصیبت اور بے چینی کے وقت فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ ...... وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ عظمتوں والا' بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ آسمانوں اور زمین اور عرش کریم کا رب ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ابتلا و آزمائش کے وقت اللہ کے ذکر' اس کی توحید و عظمت کے تصور اور ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد صرف اسی ایک ذات پر اعتماد و توکل کے اظہار سے انسان کو بڑا حوصلہ ملتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ بھی ایسے موقعوں پر اللہ ہی کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے کیونکہ تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں۔ اس کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں۔ ② یاد رہے دعاؤں کی قبولیت اور دلی سکون کے لیے فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

[1502] صحيح البخاري، الدعوات......، باب الدعاء عند الكرب، حديث:6345، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب دعاء الكرب، حديث:2730.

[۲۵۳]بَابُ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ وَفَضْلِهِمْ

باب:253-اولیاء کی کرامات اور ان کے شرف وفضل کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ : ﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَـٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾ [يونس : ٦٢ ـ ٦٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آگاہ رہو! اللہ کے ولی' ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ولی کون ہیں؟) وہ جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے' ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ اللہ کی باتوں میں تبدیلی نہیں' یہ ہے بڑی کامیابی۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ : ﴿وَهُزِّىٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ تُسَـٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِى وَٱشْرَبِى﴾[مريم : ٢٥، ٢٦]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے مریم!) اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا' تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی' چنانچہ کھا اور پی۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ : ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا ٱلْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَـٰمَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَـٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ [آل عمران : ٣٧].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب بھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے حجرے میں آتے تو اس کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے۔ انھوں نے پوچھا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ انھوں نے کہا: یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ : ﴿وَإِذِ ٱعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ فَأْوُۥٓا۟ إِلَى ٱلْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِۦ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا ۝ وَتَرَى ٱلشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَٰوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ ٱلْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ ٱلشِّمَالِ﴾[الكهف: ١٦، ١٧].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب تم ان کافروں اور ان کے ان معبودوں سے الگ ہو گئے جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں' تو (اب) غار کی طرف ٹھکانا پکڑو' تمھارے لیے تمھارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمھارے کام میں آسانی مہیا کر دے گا۔ اور تو دیکھے گا سورج کو کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف کو ہو کر نکلتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف کو ان سے کترا کر نکل جاتا ہے۔'' (طلوع وغروب دونوں اوقات میں سورج کی حدت سے وہ محفوظ رہتے ہیں۔)

فائدۂ آیات: قرآن کریم کی پہلی آیت میں اولیاء اللہ کی پہچان بتلائی گئی ہے کہ ایمان وتقویٰ سے آراستہ لوگ اللہ کے ولی ہیں۔ جب یہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو ان پر خوف وحزن کے آثار نہیں ہوں گے کیونکہ ایمان وتقویٰ کا زادِراہ ان کے پاس موجود ہوگا جو قیامت والے دن انسانوں کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔ دوسری آیات میں اولیاء اللہ کی بعض کرامات کا بیان ہے۔ کرامت' خرق عادت واقعے کو کہتے ہیں' یعنی عام عادی اسباب سے ہٹ کر کسی واقعے کا ظہور پذیر ہونا' جیسے آگ کا کام جلانا ہے لیکن وہ نہ جلائے' سوکھے درخت یا غیر موسم میں پھل نہیں ہوتے لیکن ان میں پھل پیدا ہو جائے۔ یہ کرامت ہے۔ یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ جب کوئی ولی اللہ چاہے اس کا اظہار کر دے' بلکہ یہ کلیتاً اللہ کے اختیار میں ہے' وہ جب چاہے اپنے کسی بندے کے ہاتھ سے اسے ظاہر کروا دیتا ہے۔ کرامات' انبیاء ؊ کے معجزات کی طرح برحق ہیں لیکن یہ کسی کی ولایت کی دلیل یا معیار نہیں جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔ ایک متقی اور مومن کامل یقیناً اللہ کا ولی ہے' اس کی ولایت کسی کرامت کی محتاج نہیں ہے۔ کرامت ایک الگ شرف وفضل ہے' اگر اللہ چاہے تو اس سے بھی اسے سرفراز فرما دے' لیکن یہ ولایت کے اثبات کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اب اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

[١٥٠٣] وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أُنَاسًا فُقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَرَّةً: «مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ، فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ، فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ» أَوْ كَمَا قَالَ، وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَشَرَةٍ، وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ لَبِثَ حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ رَجَعَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ. قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: مَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ؟ قَالَ: أَوَ مَا عَشَّيْتِهِمْ؟ قَالَتْ: أَبَوْا حَتَّى تَجِيءَ وَقَدْ عَرَضُوا عَلَيْهِمْ قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا، فَاخْتَبَأْتُ. فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ! فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: كُلُوا لَا هَنِيئًا، وَاللهِ! لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا، قَالَ: وَايْمُ اللهِ! مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ

[1503] حضرت ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق ؓ بیان فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے اور نبی ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو' وہ تیسرے آدمی کو (اپنے ساتھ) لے جائے۔ جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچویں' چھٹے آدمی کو لے جائے۔'' یا جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا' چنانچہ حضرت ابو بکر ؓ تین آدمیوں کو لے گئے اور خود نبی ﷺ دس آدمیوں کو لے گئے۔ اور ابو بکر ؓ نے شام کا کھانا نبی ﷺ کے ساتھ کھایا' پھر وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی' پھر گھر لوٹے۔ جب گھر آئے تو رات کا کچھ حصہ' جتنا اللہ نے چاہا' گزر چکا تھا۔ ان کی بیوی نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں (کی خاطر تواضع) سے کس چیز نے روکے رکھا؟ انھوں نے کہا: کیا تو نے ان کو رات کا کھانا نہیں کھلایا۔ بیوی نے کہا: انھوں نے آپ کے آنے تک کھانے سے انکار کر دیا' ورنہ گھر والوں نے تو ان کو کھانا پیش کر دیا تھا۔ (بعض روایات

[1503] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب السمر مع الأهل والضيف، حديث: 602، وصحيح مسلم، الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره، حديث: 2057.

لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا حَتَّى شَبِعُوا، وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ! مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا، وَقُرَّةِ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، يَعْنِي يَمِينَهُ. ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ. وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ، فَمَضَى الْأَجَلُ، فَتَفَرَّقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْمَعُونَ.

میں عرض کیا ہے ہم نے پیش کر دیا تھا۔) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جلدی سے چھپ گیا، تو انھوں نے فرمایا: او نادان! اور مجھے بددعا دی اور برا بھلا کہا اور (مہمانوں سے) فرمایا: کھاؤ، تمھارے لیے خوش گوار نہ ہو (یہ انھوں نے برہمی کے طور پر کہا کیونکہ گھر والوں کے کہنے سے انھوں نے کھانا نہیں کھایا۔ بعض کے نزدیک، یہ گھر والوں سے کہا) اللہ کی قسم! میں تو یہ کبھی نہیں چکھوں گا۔ راویٔ حدیث عبدالرحمٰن کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم جو بھی لقمہ لیتے تھے تو نیچے سے اس سے کئی گنا کھانا بڑھ جاتا تھا، یہاں تک کہ مہمان سیر ہو گئے اور کھانا اس سے کہیں زیادہ ہو گیا جتنا پہلے تھا۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھانے کے برتن کی طرف دیکھا اور اپنی بیوی سے کہا: اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! (یہ غیر اللہ کی قسم حرام ہونے سے قبل کا واقعہ ہے) یہ کھانا اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ پھر اس میں سے کچھ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھایا اور فرمایا کہ ان کی قسم شیطان کی طرف سے تھی، پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا، پھر اسے نبی ﷺ کے پاس لے گئے۔ چنانچہ وہ کھانا صبح تک آپ کے پاس رہا۔ اور (اس زمانے میں) ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا، جس کی مدت ختم ہو چکی تھی اور ہم بارہ آدمی (بطور نگران) ادھر ادھر گئے ہوئے تھے، ہر آدمی کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ ان سب نے وہ کھانا کھایا (جو ایک پیالے میں نبی ﷺ کے پاس آیا تھا۔)

وَفِي رِوَايَةٍ: فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَطْعَمُهُ، فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَطْعَمُهُ، فَحَلَفَ الضَّيْفُ - أَوِ الْأَضْيَافُ - أَنْ لَّا يَطْعَمَهُ، أَوْ يَطْعَمُوهُ حَتّٰى يَطْعَمَهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هٰذِهِ مِنَ الشَّيْطَانِ! فَدَعَا

ایک اور روایت میں ہے: چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا لی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور بیوی نے بھی نہ کھانے کی قسم کھا لی، اور مہمان یا مہمانوں نے بھی قسم کھا لی کہ وہ بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھائے گا یا نہیں کھائیں گے، جب تک کہ

بِالطَّعَامِ، فَأَكَلَ وَأَكَلُوا، فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَتْ مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ: يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ! مَا هٰذَا؟ فَقَالَتْ: وَقُرَّةِ عَيْنِي إِنَّهَا الْآنَ لَأَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ أَنْ نَأْكُلَ! فَأَكَلُوا، وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا.

ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ نہ کھائیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ (قسم) شیطان کی طرف سے ہے اور کھانا منگوایا اور کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ وہ جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے تو نیچے سے وہ کئی حصے بڑھ جاتا تھا۔ انھوں نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا: اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ماجرا ہے؟ تو انھوں نے کہا: میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم! یہ اب یقیناً ہمارے کھانے سے قبل جتنا تھا' اس سے بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ انھوں نے کھایا اور اسے انھوں نے نبی ﷺ کو بھی بھیجا۔ اور راوی نے بیان کیا کہ آپ نے بھی اس میں سے کھایا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: دُونَكَ أَضْيَافَكَ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ أَنْ أَجِيءَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: اطْعَمُوا، فَقَالُوا: أَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ: اطْعَمُوا، قَالُوا: مَا نَحْنُ بِآكِلِينَ حَتَّى يَجِيءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا، قَالَ: اقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ، فَإِنَّهُ إِنْ جَاءَ وَلَمْ تَطْعَمُوا، لَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ، فَأَبَوْا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ، فَلَمَّا جَاءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! فَسَكَتُّ، ثُمَّ قَالَ: يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ! فَسَكَتُّ، فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ! أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ، فَقُلْتُ: سَلْ أَضْيَافَكَ، فَقَالُوا: صَدَقَ، أَتَانَا بِهِ، فَقَالَ: إِنَّمَا انْتَظَرْتُمُونِي، وَاللهِ! لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ الْآخَرُونَ: وَاللهِ! لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ، فَقَالَ: وَيْلَكُمْ مَالَكُمْ لَا تَقْبَلُونَ عَنَّا قِرَاكُمْ؟ هَاتِ طَعَامَكَ، فَجَاءَ بِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ، فَقَالَ: بِسْمِ اللهِ، الْأُولَى مِنَ

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے (بیٹے) عبدالرحمٰن سے کہا: تم اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال کرو' میں نبی ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ تم میرے آنے تک ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہو جانا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن (اندر) گئے اور جو کچھ تھا' مہمانوں کے سامنے لا کر رکھ دیا اور عرض کیا: کھاؤ۔ مہمانوں نے کہا: ہمارے گھر والے کہاں ہیں؟ عبدالرحمٰن نے کہا: آپ کھانا کھائیں۔ انھوں نے کہا: جب تک گھر والے (ابوبکر) نہ آ جائیں' ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔ عبدالرحمٰن نے کہا: آپ لوگ ہماری طرف سے اپنی مہمان نوازی قبول کریں' اس لیے کہ اگر وہ (گھر والے' ابوبکر) آ گئے جب کہ آپ لوگوں نے کھانا نہیں کھایا ہو گا تو ہمیں ان کا عتاب سہنا پڑے گا۔ لیکن انھوں نے (کھانے سے) انکار کر دیا۔ میں نے جان لیا کہ وہ (والد صاحب) مجھ سے ناراض ہوں گے۔ چنانچہ جب وہ تشریف لائے تو میں (ڈرتے ہوئے) ان سے ایک طرف ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا: تم لوگوں نے کیا کیا؟ تو انھوں نے بتلایا۔ انھوں (ابوبکر) نے آواز دی: اے عبدالرحمٰن! میں خاموش رہا۔ انھوں نے پھر آواز دی: اے عبدالرحمٰن! میں پھر بھی خاموش

الشَّيْطَانِ، فَأَكَلَ وَأَكَلُوا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رہا۔ انھوں نے کہا: اے نادان بچے! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو چلا آ' چنانچہ میں نکل کر آیا اور کہا: آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیں (کہ ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔) انھوں نے کہا: عبدالرحمن نے سچ کہا ہے' یہ ہمارے پاس (کھانا) لایا تھا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: تو تم میرے انتظار میں رہے' اللہ کی قسم! میں آج کی رات کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ دوسروں نے بھی کہا: اللہ کی قسم! جب تک آپ نہیں کھائیں گے' ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ تب آپ نے فرمایا: افسوس ہے تم پر' تمھیں کیا ہے تم ہماری مہمان نوازی قبول نہیں کرتے؟ لاؤ اپنا کھانا۔ چنانچہ عبدالرحمن کھانا لایا۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈال کر فرمایا: (شروع) اللہ کے نام سے' پہلی حالت (جس میں غصے سے قسم کھائی) شیطان کی طرف سے تھی۔ چنانچہ آپ نے بھی کھایا اور باقی سب نے بھی کھانا کھایا۔ (بخاری و مسلم)

قَوْلُهُ: [غُنْثَرُ]: بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَضْمُومَةٍ، ثُمَّ نُونٍ سَاكِنَةٍ، ثُمَّ ثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ وَهُوَ الْغَبِيُّ الْجَاهِلُ. وَقَوْلُهُ: [فَجَدَّعَ]، أَيْ: شَتَمَهُ، وَالْجَدْعُ: الْقَطْعُ. قَوْلُهُ: [يَجِدُ عَلَيَّ]: هُوَ بِكَسْرِ الْجِيمِ، أَيْ: يَغْضَبُ.

غُنْثَر: ''غین'' پر پیش' ''نون'' ساکن' پھر ''ثا'' کم سمجھ' نادان۔ فَجَدَّعَ کے معنی ہیں: برا بھلا کہا۔ جَدْع کاٹنے کو کہتے ہیں۔ یَجِدُ عَلَيَّ: ''جیم'' کے نیچے زیر۔ معنی ہیں: برہم ہوں گے۔

فوائد و مسائل: ① ریاض الصالحین کے نسخوں میں فتفرّقنا اثني عشر رجلاً ہے لیکن صحیح مسلم میں ففرّقنا ہے' یعنی تفریق سے۔ ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ گروہوں میں بانٹ دیا تھا۔ اور صحیح بخاری میں فعرّفنا ہے' تعریف سے' عریف بنانا۔ ہم نے بارہ آدمیوں کو عریف بنا دیا تھا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں دونوں کو صحیح قرار دیا ہے۔ عریف کے معنی ہیں: لشکروں کی نگرانی اور خبر داری کے لیے قائد لشکر اور کمانڈر کے علاوہ کسی شخص کو مقرر کرنا۔ مطلب یہ ہوا کہ بارہ آدمیوں کو عریف مقرر کر دیا گیا تھا جن میں ہر عریف کے ساتھ اس کی معاونت کے لیے کچھ لوگ بھی تھے۔ اس اعتبار سے فتفرّقنا میں تا کا اضافہ ناسخین کا سہو ہے۔ ② مدارس دینیہ اور علوم اسلامیہ کے طلبہ کو اس طرح اپنے گھروں میں ساتھ لے جا کر کھانا کھلانا جائز ہے' جیسے پہلے بعض علاقوں اور حلقوں میں اس کا رواج تھا اور شاید اب بھی کہیں ہو۔ ③ عورت کا اذن خصوصی کے بغیر مہمان کی خاطر داری کرنا اور اسے کھلانا پلانا جائز ہے۔ ④ باپ کا تادیب کے طور پر اولاد کو برا بھلا کہنا جائز ہے۔ ⑤ مباح چیز کے ترک پر قسم کھانا جائز ہے۔ ⑥ بہتر صورت سامنے آجائے تو قسم

توڑ کر اسے اختیار کیا جائے تاہم قسم کا کفارہ دینا ضروری ہوگا۔ ⑦ اس میں کرامت کا اثبات ہے کہ تھوڑے سے کھانے میں اللہ نے اتنی برکت ڈال دی کہ اہل خانہ مہمانوں اور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ بارہ عریفوں نے بھی اپنے اپنے رفقاء سمیت اسے کھایا۔ یہ فوائد فتح الباری، المناقب، باب مذکور سے لیے گئے ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومحمد عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ] عبدالرحمن بن ابوبکر (عبداللہ) بن عثمان۔ یہ امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور بقول بعض ابومحمد تھی' کیونکہ ان کے بیٹے کا نام محمد تھا جس کو لوگ ابوعتیق کہتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک ان کی کنیت ابوعثمان ہے۔ صحابہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کی چار پشتیں صحابی ہوں سوائے ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ کے۔ یہ خود بھی صحابی ہیں' ان کے بیٹے ابوبکر (عبداللہ) صدیق بھی صحابی ہیں۔ ان کے بیٹے ابومحمد عبدالرحمن بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے محمد بھی صحابی ہیں...... رضی اللہ عنہم...... ان کی وفات 53 یا 55 یا 56 ہجری میں ہوئی۔ 53 ہجری کو مؤرخین نے راجح قرار دیا ہے۔

[١٥٠٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِّنَ الْأُمَمِ نَاسٌ مُّحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَّكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ، فَإِنَّهُ عُمَرُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِّنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ، وَفِي رِوَايَتِهِمَا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: [مُحَدَّثُونَ]، أَيْ: مُلْهَمُونَ.

[1504] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے جو امتیں ہوئیں' ان میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی محدث ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔'' اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اور ان دونوں روایتوں میں ہے کہ ابن وہب نے کہا: مُحَدَّثُون کے معنی ہیں: الہام یافتہ۔

فوائد ومسائل: ① مُلْهَمُون (الہام یافتہ) کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں میں باتیں ڈال دی جاتی ہیں' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ اگر اندیشہ محسوس ہو تو موسیٰ کو سمندر میں ڈال دیں۔ حضرت مریم کو القا ہوتا رہا۔ یہ بھی کرامت کی ایک صورت ہے۔ ② یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں واضح ہے۔

[١٥٠٥] وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا - يَعْنِي ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ

[1505] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ چنانچہ حضرت عمر نے انھیں (کوفے کی گورنری سے) معزول کر دیا اور ان پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر فرما دیا۔ اہل کوفہ نے حضرت سعد کی شکایت

[1504] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب......، حديث:3689، و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر ﷺ، حديث:2398.

[1505] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم......، حديث:755، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، حديث:453.

إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ! إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي، فَقَالَ: أَمَّا أَنَا وَاللهِ! فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، قَالَ: ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ! وَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا - أَوْ رِجَالًا - إِلَى الْكُوفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِّبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكَنّٰى أَبَا سَعْدَةَ، فَقَالَ: أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ، قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللهِ! لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: اَللّٰهُمَّ! إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَّسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمُرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ. وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ: شَيْخٌ كَبِيرٌ مَّفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ.

میں یہاں تک بیان کیا کہ یہ تو نماز بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھاتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور کہا: اے ابو اسحاق! (حضرت سعد کی کنیت) یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ تم نماز بھی صحیح نہیں پڑھاتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو اللہ کی قسم! ان کو رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھاتا تھا' میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا۔ میں عشاء کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتوں میں قیام لمبا کرتا اور پچھلی رکعتوں میں مختصر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو اسحاق! تمھارے متعلق یہی گمان تھا۔ اور ان کے ساتھ ایک آدمی یا چند آدمی کوفے بھیجے تاکہ وہ حضرت سعد کی بابت اہل کوفہ کی رائے معلوم کریں' چنانچہ انھوں نے کوفے کی ہر مسجد میں جا کر ان کی بابت پوچھا۔ سب نے ان کی تعریف کی' حتیٰ کہ وہ بنو عبس کی مسجد میں آئے تو وہاں کے نمازیوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا۔ اسے اسامہ بن قتادہ کہا جاتا تھا اور اس کی کنیت ابو سعدہ تھی۔ اس نے کہا: جب آپ نے ہمیں قسم دلائی ہے تو عرض یہ ہے کہ سعد لشکر کے ساتھ (جہاد کے لیے) نہیں جاتے تھے۔ (مال غنیمت کی) تقسیم میں برابری نہیں کرتے تھے اور فیصلہ کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں بھی تین باتوں کی دعا ضرور کروں گا: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریاکاری اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر' اس کی غربت و ناداری میں اضافہ کر اور اسے فتنوں کا نشانہ بنا دے۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا: بہت بوڑھا اور فتنوں میں مبتلا ہوں' مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ الرَّاوِيُ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں اسے دیکھا

مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کے دونوں ابرو اس کی آنکھوں پر گرے پڑے تھے اور وہ راستوں میں لڑکیوں سے تَعَرُّض (چھیڑ چھاڑ) کرتا اور انھیں اشارے کرتا تھا۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ ② کسی کی بابت تحقیق وتفتیش کرنی ہو تو اہل خیر واہل صلاح سے پوچھا جائے، جیسے کوفے کی مساجد میں جا کر نمازیوں سے تحقیق کی گئی۔ ③ عمال حکومت کو مصلحتاً بدل دینا بھی جائز ہے، جیسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا گیا حالانکہ ان کے خلاف شکایات جھوٹ پر مبنی تھیں، پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ ان کی جگہ نیا حاکم مقرر کر دیا جائے۔ ④ اس میں کرامت کا اثبات ہے کہ حضرت سعد کی تینوں بددعائیں قبول ہوئیں۔

[١٥٠٦] وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَاصَمَتْهُ أَرْوَى بِنْتُ أَوْسٍ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَادَّعَتْ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا كُنْتُ آخُذُ مِنْ أَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ!؟ قَالَ: مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، طُوِّقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ**» فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا أَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا، فَقَالَ سَعِيدٌ: اَللّٰهُمَّ! إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً، فَأَعْمِ بَصَرَهَا، وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا، وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1506] حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے اروٰی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور حضرت مروان بن حکم (والیٔ مدینہ) تک اپنی شکایت پہنچائی اور اس نے دعویٰ کیا کہ سعید نے اس کی کچھ زمین غصب کر لی ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں رسول اللہ ﷺ سے (وعید) سننے کے بعد اس کی زمین کا کچھ حصہ غصب کر لیتا!؟ حضرت مروان رحمہ اللہ نے پوچھا: تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا (وعید) سنی ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے ناجائز طریقے سے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ہتھیا لی تو اسے (قیامت والے دن) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔'' یہ سن کر حضرت مروان رحمہ اللہ نے ان سے کہا: اس کے بعد میں تم سے کوئی دلیل طلب نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے لیے بددعا فرمائی: اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دے اور اس کو اس کی زمین ہی میں موت دے۔ حضرت عروہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے اس کی بینائی چلی گئی اور ایک

[1506] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في سبع أرضين، حديث:3198، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، حديث:1610.

دفعہ وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر گئی اور اس میں مر گئی۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَأَنَّهُ رَآهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُولُ: أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدٍ، وَأَنَّهَا مَرَّتْ عَلَى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِي خَاصَمَتْهُ فِيهَا، فَوَقَعَتْ فِيهَا، فَكَانَتْ قَبْرَهَا.

اور مسلم کی ایک روایت جو محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے اسی کے ہم معنی منقول ہے' اس میں ہے کہ محمد بن زید (راویٔ حدیث) نے اس عورت کو نابینا اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتی تھی: مجھے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔ اور وہ ایک کنویں پر سے گزری جو زمین کے اسی احاطے میں تھا جس کے بارے میں اس نے جھگڑا کھڑا کیا تھا' چنانچہ وہ اس میں گر (کر مر) گئی اور وہی اس کی قبر بنا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت مروان بن حکم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ صغار صحابہ میں سے ہیں' جیسے حضرت حسن وحضرت حسین وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کا تابعی ہونا راجح قرار دیا ہے۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینے کے گورنر تھے اور اسی دور کا یہ واقعہ ہے جو روایت میں مذکور ہوا۔ یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کے بعد یہ چند مہینے خلیفہ بھی رہے۔ ② اس میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور استجابت دعا سے ان کی کرامت واضح ہے۔ ③ نیک لوگوں کو ایذا دینے سے بچنا چاہیے تاکہ انسان ان کی بددعا سے محفوظ رہے کیونکہ مظلوم کی بددعا اللہ تعالیٰ بعض دفعہ فوراً قبول فرما لیتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ] عروہ بن زبیر بن عوام اسدی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ المدنی ہے۔ مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ تابعین علماء میں سے ایک ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ یہ اپنے باپ' ماں' خالہ سیدہ عائشہ' حضرت علی' حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے اور بیان کرتے ہیں۔ ابن سعد ان کے متعلق رقمطراز ہیں: ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں' فقیہ اور عالم ہیں۔ ہر رات قرآن کا ایک چوتھائی حصہ ($\frac{1}{4}$) حصہ تلاوت کرتے تھے۔ روزے کی حالت میں 92 ہجری کو فوت ہوئے۔

[١٥٠٧] وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا

[1507] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب احد کی جنگ برپا ہوئی تو میرے والد (حضرت عبداللہ) نے رات کے وقت مجھے بلایا اور فرمایا: مجھے یوں لگتا ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو پہلے شہید ہوں گے' میں بھی انھی میں سے ہوں گا۔ اور میں اپنے بعد' رسول اللہ

[1507] صحيح البخاري، الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر...... حديث: 1351.

فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ؛ وَدَفَنْتُ مَعَهُ آخَرَ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ آخَرَ، فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ غَيْرَ أُذُنِهِ، فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ﷺ کی ذات کے علاوہ ایسا کوئی شخص چھوڑ کرنہیں جار ہا ہوں جو مجھے تجھ سے زیادہ عزیز ہو۔ اور یاد رکھنا کہ میرے ذمے قرض ہے' اسے ادا کرنا اور اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ چنانچہ جب ہم نے صبح کی تو پہلے شہید ہونے والے وہی تھے۔ اور میں نے ان کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی قبر میں دفن کیا' پھر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں ان کو دوسرے (آدمی) کے ساتھ ہی رہنے دوں' چنانچہ میں نے چھ مہینے کے بعد ان کو (قبر سے) نکال لیا تو وہ کانوں کے سوا' اسی طرح تھے جیسے قبر میں رکھے جانے والے دن تھے۔ پھر میں نے ان کو ایک علیحدہ قبر میں رکھا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اس محبت و تعلق خاطر کا بیان ہے جو انھیں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا جو دنیا کی ہر چیز حتی کہ اپنی جان اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ تھا۔ ② ان کے دل شوق شہادت سے معمور تھے۔ ③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کو اپنی شہادت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ④ ان کی کرامت کا بیان ہے کہ چھ مہینے کے بعد بھی ان کی میت صحیح اور سالم تھی...... رضی اللہ عنہ...... ⑤ اس سے بوقت ضرورت قبر سے لاش نکالنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے کہ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا ہو اور یہ ظن غالب ہو کہ لاش ابھی محفوظ ہی ہوگی۔

[١٥٠٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا، صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ طُرُقٍ؛ وَفِي بَعْضِهَا أَنَّ الرَّجُلَيْنِ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ؛ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

[1508] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے دو آدمی ایک اندھیری رات میں نبی ﷺ کے پاس سے نکلے اور ان دونوں کے ساتھ ان کے آگے آگے چراغ جیسی کوئی چیز تھی۔ چنانچہ جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ تھا' یہاں تک کہ ہر ایک اپنے اپنے گھر پہنچ گیا۔ (بخاری نے اسے کئی سندوں سے بیان کیا ہے۔ ان میں سے بعض میں ہے کہ یہ دو آدمی اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔)

فوائد و مسائل: ① چراغ کی مثل یہ کیا چیز تھی؟ بعض کہتے ہیں کہ ان کی لاٹھی تھی جو چراغ کی طرح چمکتی تھی جس سے اندھیری رات میں انھیں راستے کی نشاندہی ہو جاتی تھی اور راستے کے نشیب و فراز واضح ہو جاتے تھے۔ ② بعض کہتے ہیں

[1508] صحيح البخاري، الصلاة، باب:79، حديث:465.

کہ یہ نور نبوت تھا' گویا یہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامت تھی تو نبی اکرم ﷺ کا معجزہ بھی تھا۔

[١٥٠٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشْرَةَ رَهْطٍ عَيْنًا سَرِيَّةً، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ ابْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَانْطَلَقُوا حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالْهَدْأَةِ، بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ؛ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو لِحْيَانَ، فَنَفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ، فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ، لَجَؤُوا إِلٰى مَوْضِعٍ، فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوا: اِنْزِلُوا، فَاعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا، فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: أَيُّهَا الْقَوْمُ! أَمَّا أَنَا، فَلَا أَنْزِلُ عَلٰى ذِمَّةِ كَافِرٍ: اَللّٰهُمَّ! أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ﷺ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ. فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ، فَرَبَطُوهُمْ بِهَا. قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللهِ! لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً، يُرِيدُ الْقَتْلٰى، فَجَرُّوهُ وَعَالَجُوهُ، فَأَبٰى أَنْ يَّصْحَبَهُمْ، فَقَتَلُوهُ، وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ، وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ، حَتّٰى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ؛ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتّٰى أَجْمَعُوا

[1509] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کا ایک لشکر جاسوس بنا کر بھیجا اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ چلتے رہے' یہاں تک کہ جب عسفان اور مکہ کے درمیان واقع ھدأۃ جگہ پر پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلے کو' جسے بنولحیان کہا جاتا تھا' اس لشکر کی اطلاع کر دی گئی۔ چنانچہ وہ فوراً سو کے قریب تیر اندازوں کو لے کر ان پر حملہ آور ہونے کے لیے نکل آئے اور ان کے نشانات قدم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ چنانچہ جب عاصم اور ان کے ساتھیوں کو ان کی آہٹ محسوس ہوئی تو انھوں نے ایک جگہ پر پناہ پکڑی۔ بنولحیان کے افراد نے ان کو گھیر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو' ہم تم سے عہد و میثاق کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ عاصم بن ثابت نے کہا: لوگو! میں تو بہر حال کسی کافر کے عہد پر نیچے نہیں اتروں گا' اے اللہ! تو ہماری بابت اپنے پیغمبر کو اطلاع کر دے۔ چنانچہ دشمن نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور حضرت عاصم کو قتل کر دیا۔ اور تین آدمی ان کے عہد و میثاق پر نیچے آ گئے۔ ان میں سے ایک خبیب' دوسرے زید بن دَثِنہ اور ایک اور آدمی تھا۔ جب انھوں نے ان پر قابو پا لیا تو ان کی کمانوں کی تانتیں کھول کر ان سے ان کو باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی بدعہدی ہے' اللہ کی قسم! میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میرے لیے ان مقتولین کا نمونہ ہے۔ دشمن نے ان کو کھینچا اور ان سے لڑے لیکن انھوں نے پھر بھی ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا' چنانچہ دشمن نے ان کو بھی مار دیا اور حضرت خبیب اور زید بن دثنہ کو لے کر چلے حتیٰ کہ انھوں نے

[1509] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب هل يستأسر الرجل.....؟، حديث:3045.

عَلٰى قَتْلِهِ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتّٰى أَتَاهُ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخْذِهِ وَالْمُوسٰى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ. فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ! قَالَتْ: وَاللهِ! مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ، فَوَاللهِ! لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِّنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ خُبَيْبًا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ: وَاللهِ! لَوْلَا أَنْ تَحْسَبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ. اَللّٰهُمَّ! أَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا، وَقَالَ:

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ، وَأَخْبَرَ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبَرَهُمْ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْتَوا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ، فَبَعَثَ اللهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ

جنگ بدر کے واقعے کے بعد ان دونوں کو مکے میں بیچ دیا۔ خبیب کو تو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا' اور خبیب وہ شخص تھے جنھوں نے جنگ بدر والے دن حارث کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ خبیب ان کے پاس قیدی کے طور پر رہے یہاں تک کہ انھوں نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ (اسی قید کے دوران میں) ایک روز خبیب نے حارث کی کسی بیٹی سے زیر ناف کے بال مونڈنے کے لیے استرا مانگا تو اس نے وہ انھیں دے دیا۔ اس کا ایک بچہ' جب کہ وہ غافل تھی' حضرت خبیب کے پاس چلا گیا۔ چنانچہ اس نے بچے کو خبیب کی ران پر بیٹھے ہوئے پایا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا' تو وہ لڑکی گھبرا اٹھی جسے حضرت خبیب نے بھی پہچان لیا۔ انھوں نے کہا: کیا تو اس بات سے ڈرتی ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا؟ میں ایسا کام کرنے والا نہیں ہوں۔ اس لڑکی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! ایک دن میں نے انھیں انگوروں کا خوشہ ہاتھ میں لیے کھاتے دیکھا جب کہ یہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکے میں کوئی پھل نہیں تھا۔ اور وہ کہتی تھی کہ یہ ایسا رزق ہے جو خبیب کو اللہ نے دیا ہے۔ چنانچہ جب وہ دشمن ان کو حرم سے لے کر نکلے تا کہ انھیں حِلْ (حدود حرم سے باہر) میں لے جا کر قتل کریں تو ان سے خبیب نے کہا: مجھے چھوڑ دو' میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ انھوں نے ان کو چھوڑ دیا اور انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں' پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم گمان کرو گے کہ مجھے موت کے خوف نے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا۔ (پھر دعا فرمائی:) اے اللہ! ان کی تعداد گن لے' ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مار اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔ اور یہ شعر پڑھا: جب میں اسلام کی

رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حالت میں مارا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پروا نہیں کہ کس پہلو پر اللہ کے لیے میری موت واقع ہوگی۔ اور میری یہ موت اللہ کی راہ میں ہے، وہ اگر چاہے تو کٹے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت ڈال دے۔ اور حضرت خبیب وہ شخص ہیں جنھوں نے ہر اس مسلمان کے لیے جس کو باندھ اور جکڑ کر مارا جائے، نماز کا طریقہ جاری کیا۔ اور نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کی خبر اسی روز دی جس روز ان کو شہید کیا گیا۔ اور قریش نے کچھ لوگوں کو عاصم بن ثابت کی طرف بھیجا، جب ان کو بتلایا گیا کہ وہ قتل کر دیے گئے ہیں، کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لے کر آئیں جس سے ان کی شناخت کی جا سکے (کیونکہ) انھوں نے قریش کے بڑوں میں سے ایک بڑے آدمی کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عاصم کی حفاظت کے لیے شہد کی مکھیوں کی ایک جماعت کو بادل کے سائے کی طرح بھیج دیا۔ چنانچہ انھوں نے قریش کے ان فرستادوں سے انھیں بچایا اور وہ اس بات پر قادر ہی نہ ہو سکے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیں۔ (بخاری)

قَوْلُهُ : [اَلْهَدْأَةُ]: مَوْضِعٌ . وَ[الظُّلَّةُ]: اَلسَّحَابُ . [اَلدَّبْرُ]: اَلنَّحْلُ .

اَلْهَدْأَةُ (یا هُدَاةٌ، قُضَاةٌ کے وزن پر) ایک جگہ کا نام ہے۔ ظُلَّة: بادل۔ دَبْر شہد کی مکھی۔

وَقَوْلُهُ : [اُقْتُلْهُمْ بَدَدًا]: بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا ، فَمَنْ كَسَرَ ، قَالَ : هُوَ جَمْعُ بِدَّةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ ، وَهِيَ النَّصِيبُ ، وَمَعْنَاهُ : اُقْتُلْهُمْ حِصَصًا مُنْقَسِمَةً لِّكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نَصِيبٌ ، وَمَنْ فَتَحَ ، قَالَ : مَعْنَاهُ : مُتَفَرِّقِينَ فِي الْقَتْلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّبْدِيدِ .

بدَدًا: ''با'' کے نیچے زیر اور اس پر زبر۔ جو کہتے ہیں: زیر ہے، ان کے نزدیک یہ بِدَّةٌ (با کے کسرے کے ساتھ) کی جمع ہے اور اس کے معنی حصے کے ہیں، یعنی یا اللہ! ان کو حصوں میں تقسیم کر کے مار، ہر ایک کے لیے اس میں سے حصہ ہو۔ اور جو کہتے ہیں: زبر ہے، ان کے نزدیک اس کے معنی ہیں: ان کو یکے بعد دیگرے الگ الگ کر کے مار۔ یہ تَبْدِید سے مشتق ہوگا۔

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَحِيحَةٌ سَبَقَتْ فِي مَوَاضِعِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ ، مِنْهَا : حَدِيثُ الْغُلَامِ

اور اس باب (اثبات کرامت کے بیان) میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں جو اس کتاب (ریاض الصالحین) میں مختلف

الَّذِي كَانَ يَأْتِي الرَّاهِبَ وَالسَّاحِرَ، وَمِنْهَا: حَدِيثُ جُرَيْجٍ، وَحَدِيثُ أَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِينَ أُطْبِقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ، وَحَدِيثُ الرَّجُلِ الَّذِي سَمِعَ صَوْتًا فِي السَّحَابِ يَقُولُ: إِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ، وَالدَّلَائِلُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّشْهُورَةٌ. وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ.

جگہوں اور بابوں میں گزر چکی ہیں۔ان میں سے اس لڑکے کا واقعہ ہے جو پادری اور جادوگر دونوں کے پاس جایا کرتا تھا۔ اور جریج کا قصہ ہے' ان غار والوں کا واقعہ ہے جن پر غار کا دہانہ چٹان نے بند کر دیا تھا' اور اس آدمی کا واقعہ ہے جس نے بادلوں میں سے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر اور ان کے علاوہ دیگر واقعات۔اور اس مسئلہ میں دلائل کثرت سے ہیں اور مشہور ہیں۔وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيق.

فوائد و مسائل: ① رَهْط ایک جماعت کو کہتے ہیں۔بعض کا خیال ہے کہ یہ چھ افراد پر مشتمل جماعت تھی۔عاصم بن ثابت' مرثد بن ابی مرثد' خبیب بن عدی' زید بن دثنہ' عبداللہ بن طارق اور خالد بن بکیر رضی اللہ عنہم۔اور بعض کے نزدیک یہ دس افراد تھے۔وَاللّٰهُ أَعْلَم۔ ② اس واقعے میں ان کی کئی کرامات کا اثبات ہے' مثلاً: ان کی دعا کے مطابق ان کی شہادت کی خبر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے اسی دن اپنے پیغمبر کو پہنچا دی جس دن وہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوئے۔دوسرے' حالت قید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب کو بے موسمی پھل عطا فرمائے۔تیسرے' عاصم کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو مقرر فرما دیا۔چوتھے' انھوں نے ان ظالم قاتلوں کے لیے جو بددعا کی' ان کی بددعا کے مطابق وہ اسی انجام بد سے دوچار ہوئے جس طرح بددعا کی گئی تھی۔ ③ اس میں اس امر کی اجازت ہے کہ دشمن اگر سختی کا مظاہرہ کرے تو اس کی امان قبول کرنے سے انکار کر دیا جائے' چاہے اس کے نتیجے میں اس کو مار ہی دیا جائے' البتہ جہاں نرمی کا امکان ہو' وہاں امن طلب کر کے جان بچانے کی سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ ④ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال استقامت اور مشرکوں کی ایذاؤں پر صبر کرنے کا بیان ہے۔ ⑤ سخت سے سخت حالات میں بھی صحابہ نے حسن اخلاق و کردار کا ثبوت پیش کیا اور جان کے دشمن کے بچے کو بھی پیار کیا' اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ⑥ شہادت کے وقت دشمن سے مہلت حاصل کر کے دو رکعت نماز پڑھ لی جائے کیونکہ حضرت خبیب کے اس طرز عمل کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ ⑦ مشرکین اور ظالم دشمنوں کے لیے بددعا کرنا جائز ہے۔ ⑧ مشرکین بھی حرمت والے مہینوں اور حرم کی تعظیم کرتے تھے۔(فتح الباري) ⑨ لڑکے کا واقعہ باب الصبر' میں ہے اور جریج کا واقعہ باب الاخلاص میں ہے۔اسی طرح غار والوں کا واقعہ بھی باب الاخلاص میں ہے۔اور بادل سے آواز سننے والے کا واقعہ باب الکرم والجود میں ہے۔

[١٥١٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ لِشَيْءٍ قَطُّ: إِنِّي لَأَظُنُّهُ كَذَا إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1510] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی معاملے کی بابت یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا اس کی بابت یہ گمان (خیال) ہے تو وہ ان کے گمان کے مطابق ہی ظہور پذیر ہوتا۔(بخاری)

فائدہ: اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور کرامت کا اثبات ہے۔اللہ تعالیٰ نے انھیں ذکاوت و فطانت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا' اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں اگر کوئی مُحَدَّث (مُلْهَم) ہوا تو وہ عمر ہوگا۔

[1510] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب ﷺ، حديث: 3866.

١٧ - كِتَابُ الْأُمُورِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا

اللہ کے منع کردہ کاموں کا بیان

[٢٥٤] بَابُ تَحْرِيمِ الْغِيبَةِ وَالْأَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

باب: 254-غیبت کے حرام ہونے اور زبان کی حفاظت کرنے کا حکم

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الْحُجُرَات: ١٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تم اسے ناپسند سمجھو گے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والا نہایت مہربان ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [الإسراء: ٣٦].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں' بے شک کان' آنکھ اور دل' ان سب ہی سے باز پرس ہوگی۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق: ١٨].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے' تو اس کے پاس ہی ایک نگران تیار ہے۔''

اِعْلَمْ أَنَّهُ يَنْبَغِي لِكُلِّ مُكَلَّفٍ أَنْ يَحْفَظَ لِسَانَهُ عَنْ جَمِيعِ الْكَلَامِ إِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيهِ الْمَصْلَحَةُ، وَمَتَى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهُ فِي الْمَصْلَحَةِ، فَالسُّنَّةُ الْإِمْسَاكُ عَنْهُ، لِأَنَّهُ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ إِلَى حَرَامٍ أَوْ مَكْرُوهٍ، وَذٰلِكَ كَثِيرٌ فِي الْعَادَةِ، وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ.

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مکلّف انسان کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان کی' ہر قسم کی گفتگو سے حفاظت کرے' صرف وہ گفتگو کرے جس میں مصلحت واضح ہو اور جہاں مصلحت کے اعتبار سے بولنا اور خاموش رہنا دونوں برابر ہوں تو پھر خاموش رہنا سنت ہے' اس لیے کہ بعض دفعہ جائز گفتگو بھی حرام یا مکروہ تک پہنچا دیتی ہے اور ایسا عام طور پر ہوتا ہے۔ اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔

[١٥١١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «**مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْ لِيَصْمُتْ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1511] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' وہ یا تو بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔''

(بخاری ومسلم)

وَهٰذَا الْحَدِيثُ صَرِيحٌ فِي أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ إِلَّا إِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا، وَهُوَ الَّذِي ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهُ، وَمَتٰى شَكَّ فِي ظُهُورِ الْمَصْلَحَةِ، فَلَا يَتَكَلَّمُ.

اس حدیث سے واضح ہے کہ گفتگو اسی وقت مناسب ہے جب اس میں کوئی بھلائی ہو۔ اور یہ وہی بات ہے جس کی مصلحت ظاہر ہو۔ اور جب مصلحت کے ظہور میں (یقین کی بجائے) شک ہو تو پھر گفتگو ہی نہ کرے۔

فوائد: اس سے فضول گوئی کی شناعت اور بے فائدہ گفتگو نہ کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

[١٥١٢] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «**مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1512] حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مسلمانوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

[١٥١٣] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «**مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ**

[1513] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے

[1511] صحيح البخاري، الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، حديث:6018، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف......، حديث:47.

[1512] صحيح البخاري، الإيمان، باب أي الإسلام أفضل؟، حديث:11، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام و أي أموره أفضل، حديث:42.

[1513] صحيح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث:6474۔ یہ روایت ہمیں صحیح مسلم میں نہیں ملی۔

لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

درمیان والی چیز (زبان) اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرم گاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: دو جبڑوں کے درمیان زبان ہوتی ہے اور دو ٹانگوں کے درمیان شرم گاہ۔ ان دونوں کی حفاظت پر جنت کی بشارت ہے۔ حفاظت کا مطلب ہے کہ ان کا استعمال صرف جائز جگہوں پر کیا جائے اور ناجائز استعمال سے ان کی حفاظت کی جائے۔

[١٥١٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا، يَزِلُّ بِهَا إِلَى النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1514] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بندہ ایک بات کرتا ہے' اس میں غور وفکر نہیں کرتا' وہ اس بات کی وجہ سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی آگ کی طرف گر جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَمَعْنَى [يَتَبَيَّنُ]: يَتَفَكَّرُ أَنَّهَا خَيْرٌ أَمْ لَا

يَتَبَيَّنُ کے معنی ہیں: غور وفکر کرنا کہ وہ بہتر ہے یا نہیں۔

فائدہ: اس میں زبان کی بے اعتدالی کے نقصانات کو واضح کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان ہر بات کرنے سے پہلے اسے تولے اور پھر بولے۔

[١٥١٥] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ تَعَالَى مَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ تَعَالَى لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1515] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اللہ کی رضامندی کی بات کرتا ہے' اس کی طرف اس کی توجہ بھی نہیں ہوتی' لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجے بلند فرما دیتا ہے۔ اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی والی بات کرتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔'' (بخاری)

[١٥١٦] وَعَنْ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ بِلَالِ ابْنِ

[1516] حضرت ابوعبدالرحمٰن بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ

[1514] صحيح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث:6477، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب حفظ اللسان، حديث:2988.

[1515] صحيح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث:6478.

[1516] الموطأ للإمام مالك، الكلام، باب ما يؤمر به من التحفظ في الكلام:985/2، و جامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء في قلة الكلام، حديث:2319.

الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ تَعَالَى مَا كَانَ يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ مَا كَانَ يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ». رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّإِ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی بات کرتا ہے' اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے قیامت کے دن تک اپنی رضا مندی لکھ دیتا ہے۔ اور آدمی (بعض دفعہ) اللہ کی ناراضی کا کوئی بول بولتا ہے' اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گا' اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے اپنی ملاقات کے دن تک اپنی ناراضی لکھ دیتا ہے۔'' (اسے امام مالک نے موطأ میں روایت کیا ہے' نیز اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس حدیث میں بھی ایک ایسی حقیقت کا بیان ہے جس کا عام مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ بعض دفعہ آدمی زبان سے ایسا کلمۂ خیر ادا کرتا ہے جس سے کسی کا دل خوش ہو جاتا ہے' یا اس کی اصلاح ہو جاتی ہے یا وہ ظلم و معصیت کے ارادے سے باز آ جاتا ہے تو یقیناً یہ کلمۂ خیر عنداللہ بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اور اسی طرح بعض دفعہ انسان کی زبان سے ایسا کلمۂ شر ادا ہو جاتا ہے کہ اس کو اس کی تباہ کاری و حشر سامانی کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن اس کا کلمہ کسی کی دل آزاری' یا گمراہی یا ظلم و معصیت کا باعث بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ زبان کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال نہایت ضروری ہے' ورنہ یہ انسان کو تباہی کے گڑھے میں ڈال دے گی۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبدالرحمٰن بلال بن حارث رضی اللہ عنہ] بلال بن حارث قبیلۂ مزینہ سے ہونے کی وجہ سے مزنی کہلائے۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں 5 ہجری کو مزینہ کے وفد کے ساتھ اپنی قوم کے نمائندے کی حیثیت سے آئے۔ انھوں نے اپنی قوم کا جھنڈا (علم) بھی اٹھا رکھا تھا۔ فتح مکہ میں شریک تھے۔ پہلے مدینہ منورہ میں بعد ازاں بصرہ میں رہائش پذیر رہے۔ 80 سال کی طویل عمر پا کر 60 ہجری میں فوت ہوئے۔ 8 احادیثِ نبویہ کے راوی ہیں۔

[١٥١٧] وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ، قَالَ: «قُلْ: رَبِّيَ اللهُ، ثُمَّ اسْتَقِمْ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: «هٰذَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1517] حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی بات بتلایئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کہو: میرا رب اللہ ہے' پھر اس پر جم جاؤ۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ خطرے والی چیز' جس کا آپ کو مجھ سے اندیشہ ہو' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے

[1517] جامع الترمذي، الزهد...... باب ما جاء في حفظ اللسان، حديث:2410.

اپنی زبان پکڑی' پھر فرمایا: ''یہ زبان۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ اور اس کی ربوبیت پر ایمان یہ تمام' اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔ اس کے بغیر کسی عمل کی عنداللہ کوئی اہمیت نہیں۔ ② اس پر استقامت کا مطلب ہے کہ اس کی رضا اور عدم رضا کو ہر وقت سامنے رکھا جائے۔ اس کے اوامر کو بجالایا جائے تاکہ وہ راضی ہو جائے اور نواہی سے بچا جائے تاکہ وہ ناراض نہ ہو۔ زبان کی حفاظت کی تاکید بھی اسی لیے ہے کہ زبان کی بے احتیاطی سے انسان غضب الٰہی کا مورد نہ بن جائے۔

[١٥١٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ! وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

[1518] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ذکر کے علاوہ باتیں زیادہ نہ کرو' اس لیے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ دیگر زیادہ باتیں' دل کی سختی ہے۔ اور لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور سخت دل (والا آدمی) ہے۔'' (ترمذی)

فوائد ومسائل: ① دل کے سخت ہونے کا مطلب ہے کہ حالات و واقعات سے وہ عبرت وموعظت نہ پکڑے اور وعظ ونصیحت سے کوئی اثر قبول نہ کرے۔ ② اللہ کے ذکر کی بجائے فضول باتوں سے قلوب انسانی سخت ہو جاتے ہیں جو نہایت بدبختی کی علامت ہے۔ اس لیے انسان کو اللہ کا ذکر ہی کثرت سے کرنا چاہیے۔ ③ بعض محققین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے' تاہم اس مفہوم کی تائید اس باب کی دیگر روایات سے ہوتی ہے۔

[١٥١٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ وَقَاهُ اللهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1519] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ نے اس (زبان) کے شر سے بچا لیا جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے اور اس (شرم گاہ) کے شر سے بچا لیا جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٥٢٠] وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ

[1520] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نجات کس طرح ممکن ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی زبان کو قابو میں رکھو' تمھارا

[1518] جامع الترمذي، الزهد....، باب منه النهي عن كثرة الكلام إلا بذكر اللّٰه، حديث:2411.

[1519] جامع الترمذي، الزهد....، باب ما جاء في حفظ اللسان، حديث:2409.

[1520] جامع الترمذي، الزهد....، باب ما جاء في حفظ اللسان، حديث:2406.

عَلٰى خَطِيئَتِكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

گھر تمھیں اپنے اندر سما لے (تمھارا فارغ وقت گھر کے اندر ہی گزرے) اور اپنی غلطیوں پر خوب رو دو۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① لوگوں سے زیادہ میل جول اور ان سے گپ شپ میں انسان کے دین کو بہت خطرات لاحق رہتے ہیں' اس لیے زیادہ اختلاط کی بجائے گھر میں اللہ کی اطاعت اور ذکر وفکر اور تلاوت وغیرہ میں اپنے فارغ اوقات کو صرف کرنا بہت بہتر ہے۔ ② اسی طرح تنہائیوں میں اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر رونا بھی اللہ کو بہت پسندیدہ ہے' اس حدیث میں زبان کی حفاظت کے علاوہ ان دو باتوں کی بھی تاکید ہے۔

[١٥٢١] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ، فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، تَقُولُ: اِتَّقِ اللهَ فِينَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ: فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

[1521] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء زبان سے نہایت عاجزی سے عرض کرتے ہیں' کہتے ہیں: تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا' اس لیے کہ ہمارا معاملہ تیرے ساتھ وابستہ ہے' اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے' اگر تو نے کجی اختیار کی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔'' (ترمذی)

مَعْنٰى [تُكَفِّرُ اللِّسَانَ]: أَيْ: تَذِلُّ وَتَخْضَعُ لَهُ.

تُكَفِّرُ اللِّسَانَ کے معنی ہیں: زبان کے سامنے عاجزی اور خشوع خضوع سے عرض کرتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس سے واضح ہے کہ زبان کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا کتنا ضروری ہے کہ زبان کی ذرا سی بے اعتدالی کی سزا پورے جسم انسانی کو بھگتنی پڑتی ہے۔ لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں تو مار جسم ہی کو برداشت کرنی پڑتی ہے۔ بعض دفعہ جسم کو ہمیشہ کی نیند تک سلا دیا جاتا ہے۔ ② ٹیڑھے ہونے کا مطلب یہی ہے کہ زبان کے ٹیڑھے پن کی زد پورے جسم پر پڑتی ہے۔ اور سیدھے رہنے کا مطلب ابتلا و آزمائش سے محفوظ رہنا ہے۔ ③ ایک دوسری حدیث میں دل کو تمام جسم انسانی کی اصلاح یا فساد کا باعث بتلایا گیا ہے' جب کہ اس حدیث سے زبان کا یہ مقام واضح ہوتا ہے۔ تو ان میں باہم کوئی تعارض نہیں۔ اس لیے کہ زبان دل کی جانشین اور اس کی ترجمان ہے اور انسان' زبان اور دل دونوں کے مجموعے سے عبارت ہے اور آدمیت انھی دونوں چھوٹی چیزوں کا نام ہے۔ ایک عربی مفکر نے کیا خوب کہا ہے: لِسَانُ الْفَتٰى نِصْفٌ وَنِصْفٌ فُؤَادُهُ ''آدمی کی زبان نصف ہے اور اس کا دل دوسرا نصف ہے۔''

[1521] جامع الترمذي، الزهد...... باب ما جاء في حفظ اللسان، حديث:2407.

[١٥٢٢] وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: «لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِيءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِيءُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ» ثُمَّ تَلَا: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿يَعْمَلُونَ﴾ [السَّجْدَة: ١٦، ١٧]. ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ، وَعَمُودِهِ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟» قُلْتُ: بَلَى، يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ» ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ؟» قُلْتُ: بَلَى، يَارَسُولَ اللهِ! فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ قَالَ: «كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: «ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ.

[1522] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کر دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے بہت بڑی بات کا سوال کیا ہے' لیکن یہ اس کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ اس کو آسان فرما دے (توفیق عمل دے دے۔) تو اللہ کی عبادت کر' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا' نماز قائم کر' زکاۃ دے' رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر (اگر اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے۔'') پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے بھلائی کے دروازے نہ بتلاؤں؟ روزہ ڈھال ہے' صدقہ گناہ کو بجھا دیتا (اس کے اثر کو دور کر دیتا) ہے' جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کا رات کے پچھلے پہر (درمیان) میں نماز پڑھنا۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ......﴾ ''ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں'' یہاں تک کہ ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾ تک پہنچ گئے۔ پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے دین کا سر' اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' اللہ کے رسول (ضرور بتلایئے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''دین کا سر اسلام ہے' اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتلاؤں جس پر ان سب کا دارومدار ہے۔'' میں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ''اس کو روک کے رکھ۔'' میں نے عرض کیا: کیا ہم زبان کے ذریعے سے جو گفتگو کرتے ہیں' اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں تجھے گم پائے! جہنم میں لوگوں کو ان کی

[1522] جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في حرمة الصلاة، حديث: 2616. امام نووی رحمہ اللہ نے ماقبل باب کی طرف جو اشارہ کیا ہے' وہ ان سے تسامح ہوا ہے۔ یہ روایت اس سے پہلے نہیں گزری۔

زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی اوندھے منہ گرائیں گی۔''
(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)
اس کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

فوائد و مسائل: ① ''تیری ماں تجھے گم پائے'' یہ بددعا نہیں بلکہ عربی محاورہ ہے۔ ② اس حدیث میں ہر رکن اسلام کی اہمیت کے علاوہ زبان کے خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اگر زبان کی حفاظت نہ کی گئی تو سارے اعمال برباد ہو سکتے ہیں اور انسان جنت میں جانے کی بجائے جہنم کا ایندھن بن سکتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ! أَعِذْنَا مِنْ عَذَابِ النَّارِ.

[١٥٢٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟» قَالُوا: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ» قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1523] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہ کرے۔'' آپ سے پوچھا گیا: یہ بتلایئے کہ اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں وہ چیز موجود ہو جس کا ذکر تو کرے تو یقیناً تو نے اس کی غیبت کی۔ اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تو اس کی بابت بیان کرے تو پھر تو نے اس پر بہتان باندھا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں غیبت اور بہتان دونوں کے مفہوم کو بھی اور ان کی شناعت و قباحت کو بھی بیان کر دیا گیا ہے اور یہ بھی یقیناً زبان کی آفات ہی میں سے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ! احْفَظْنَا مِنْهَا.

[١٥٢٤] وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: «إِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، أَلَا هَلْ

[1524] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (آخری حج) کے موقع پر عیدالاضحیٰ کے دن منیٰ (جگہ) میں اپنے خطبے میں فرمایا: ''بے شک تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر حرام ہیں، جیسے تمھارے اس دن کی حرمت تمھارے اس مہینے میں، تمھارے

[1523] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الغيبة، حديث: 2589.

[1524] صحيح البخاري، العلم، باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب، حديث: 105، و صحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء...، حديث: 1679.

بَلَّغْتُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس شہر میں۔ سنو کیا میں نے اللہ کے احکام پہنچا نہیں دیے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: جس طرح دس ذوالحجہ (عیدالاضحیٰ) کا دن' ذوالحجہ کا مہینہ اور شہر مکہ حرمت والے ہیں اسی طرح ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا خون' مال اور اس کی عزت و آبرو قابل احترام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان ناجائز طریقے سے کسی مسلمان کو قتل کرے نہ اس کا مال لے اور نہ اس کی بے عزتی کرے' اور غیبت بھی ایک ظلم و زیادتی کا ارتکاب ہی ہے کہ اس سے ایک مسلمان کی عزت پر حرف آتا ہے۔

[١٥٢٥] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: تَعْنِي قَصِيرَةً، فَقَالَ: «لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ!» قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ: «مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَّإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1525] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے (ایک روز) نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: آپ کے لیے (آپ کی بیوی) صفیہ کا ایسا ایسا ہونا کافی ہے۔ بعض راویوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ وہ پست قد ہے۔ آپ ﷺ نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: ''تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو وہ اس کا ذائقہ بدل ڈالے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کی نقل اتاروں چاہے اس کے بدلے مجھے اتنا اتنا مال ملے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

وَمَعْنَى [مَزَجَتْهُ]: خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةً يَتَغَيَّرُ بِهَا طَعْمُهُ، أَوْ رِيحُهُ لِشِدَّةِ نَتَنِهَا وَقُبْحِهَا، وَهٰذَا مِنْ أَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغِيبَةِ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [اَلنَّجم: ٣، ٤].

مَزَجَتْهُ کے معنی ہیں: پانی کے ساتھ ایسے مل جانا کہ اس کی سخت بدبو اور قباحت سے پانی کا ذائقہ یا اس کی بو بدل جائے۔ یہ تشبیہ غیبت کی ممانعت میں نہایت بلیغ اور مؤثر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَنطِقُ......﴾ ''(ہمارا پیغمبر) خواہش نفس سے نہیں بولتا' وہ جو کچھ بولتا ہے' وہ وحی ہی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔''

[1525] سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث:4875، وجامع الترمذي، صفة القيامة......، باب حديث: لومزج بها ماء البحر......، حديث:2503,2502.

فوائد ومسائل: ① عربی میں مُحَاكَاةٌ کا اکثر استعمال کسی کی برائی یا جسمانی عیب کی نقل اتارنے کے لیے ہوتا ہے' مثلاً: وہ لنگڑا کے چلتا ہے' یا کبڑوں کی طرح سر جھکائے رکھتا ہے' وغیرہ۔ ایسی نقل بھی غیبت میں شامل ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کلمے کی بابت کہ صفیہ تو کوتاہ قامت ہے' مذکورہ تشبیہ بیان فرمائی اور امام نووی رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت ﴿وَمَا يَنْطِقُ ...... الآية﴾ بیان فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ تشبیہ بھی وحی الٰہی ہے' یعنی

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

② اس سے واضح ہے کہ ایک دوسرے کی بابت ایسی گفتگو کرنا جو کسی کے لیے ناگوار ہو یا بطور تحقیر جسمانی عیب کی نقل اتارنا یا تنقیص کے لیے اسے بیان کرنا بہت سخت گناہ ہے جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔

[١٥٢٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ يَخْمِشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ!». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1526] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے' وہ (ان سے) اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ تو میں نے پوچھا: جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں (غیبت کرتے ہیں) اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں۔'' (ابوداود)

فوائد ومسائل: ① لوگوں کا گوشت کھانا کنایہ ہے غیبت کرنے سے۔ ② عزتیں پامال کرنے سے مراد لوگوں کے سامنے برائی بیان کر کے ان کی ساکھ اور وقار کو مجروح کرنا ہے' یہ سب باتیں حرام اور سخت ممنوع ہیں۔ ③ مذکورہ سزا سے اس جرم کی قباحت واضح ہے۔

[١٥٢٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَعِرْضُهُ وَمَالُهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1527] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان کا خون' اس کی آبرو اور اس کا مال ہر دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے بھی واضح ہے کہ اسلام میں خون' عزت اور مال' ان سب کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان کی عزت وآبرو پر حملہ کرے یا اس کا مال ہتھیائے یا اسے ناحق قتل کرے۔ ② اسے بَابُ الْغِيبَةِ میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ غیبت سے بھی انسان کی عزت مجروح ہوتی ہے' اس لیے یہ

[1526] سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث:4878.

[1527] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره......، حديث:2564.

بھی حرام ہے۔

[۲۵۵] بَابُ تَحْرِيمِ سَمَاعِ الْغِيبَةِ وَأَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِيبَةً مُّحَرَّمَةً بِرَدِّهَا وَالْإِنْكَارِ عَلٰى قَائِلِهَا فَإِنْ عَجِزَ أَوْ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَارَقَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ إِنْ أَمْكَنَهُ

باب: 255- کسی کی غیبت سننے کے حرام ہونے کا بیان اور اس بات کا حکم کہ غیبت محرمہ سنے تو اس کی تردید کرے اور بیان کرنے والے کو منع کرے' اگر ایسا کرنے سے عاجز ہو یا اس کی بات نہ مانی جائے تو ممکن ہو تو اس مجلس سے علیحدگی اختیار کر لے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ﴾ [القصص: ٥٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾ [الْمُؤْمِنُون: ٣].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مومن بے ہودہ (سب وشتم' لایعنی' جھوٹ اور بے حیائی پر مبنی) باتوں سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [الإسراء: ٣٦].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک کان' آنکھ اور دل' ان سب سے باز پرس ہوگی۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الْأَنْعَام: ٦٨].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو ہمارے حکموں میں طعن وتشنیع کر رہے ہوں تو ان سے اعراض کر لے (ان کی مجلس سے علیحدگی اختیار کر لے) یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں۔ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔''

فائدۂ آیات: مذکورہ آیات سے واضح ہے کہ جھوٹ' مکر وفریب' بے حیائی' بے ہودہ اور لایعنی باتوں سے کنارہ کش رہنا اہل ایمان کا شیوہ ہے اور ان کو اس سے اعراض کرنے کا حکم ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیبت کا سننا بھی حرام ہے کیونکہ وہ بھی لغو میں شامل ہے۔ اسی طرح ان مجلسوں کا بائیکاٹ ضروری ہے جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا استہزا اڑایا جا رہا ہو۔ یہ استہزا چاہے زبانی ہو یا عملی' یعنی احکام الٰہیہ کی صریح مخالفت کی جا رہی ہو' یہ بھی آیات الٰہیہ کا استہزا اور مذاق ہی ہے' جیسے آج کل منگنی' مہندی اور شادی بیاہ اور ختنہ وسالگرہ وغیرہ کی تقریبات ہیں جن میں بے حیائی'

بے پردگی، تصویر سازی، ناچ گانا، مرد وعورت کا بے باکانہ اختلاط اور جوان بچیوں کا براتیوں کا استقبال اور ان پر گل پاشی کرنا، وغیرہ جیسی قباحتیں عام ہیں اور مسلمانوں کی مداہنت کی وجہ سے ان کا دائرہ بڑھتا اور پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ اس قسم کی تقریبات میں اگر انسان ان قباحتوں کو روکنے پر قادر نہیں ہے تو ان میں شرکت سخت گناہ ہے، اس لیے ان کا بائیکاٹ ضروری ہے۔

[١٥٢٨] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ، رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1528] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کر دے گا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: عزت کے دفاع کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مجلس میں کسی کی عیب جوئی کر کے اس کی توہین و تنقیص کر رہا ہو تو اس کا دفاع کیا جائے اور اہل مجلس کو بتلایا جائے کہ اس کی بابت یہ باتیں صحیح نہیں ہیں، اس کا دامن ان چیزوں سے پاک ہے۔

[١٥٢٩] وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ الَّذِي تَقَدَّمَ فِي بَابِ الرَّجَاءِ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فَقَالَ: «أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُمِ؟» فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَلَا رَسُولَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ! وَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1529] حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی اس مشہور اور طویل حدیث میں، جو باب الرجاء میں گزر چکی ہے، بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا: ''مالک بن دُخشم کہاں ہے؟'' ایک آدمی نے کہا: وہ تو منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات مت کہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا ہے۔ اس سے اس کا ارادہ اللہ کی رضا ہی حاصل کرنا ہے۔ اور یقیناً اللہ نے اس شخص پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے جس نے اللہ کے چہرے کی تلاش میں (اللہ کی رضا کی خاطر) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا۔'' (بخاری ومسلم)

[وَعِتْبَانُ]: بِكَسْرِ الْعَيْنِ عَلَى الْمَشْهُورِ،

عِتْبَان: مشہور قول کے مطابق ''عین'' کے نیچے زیر ہے

[1528] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ما جاء في الذّبّ عن عرض المسلم، حديث:1931.

[1529] صحيح البخاري، الصلاة، باب المساجد في البيوت، حديث:425، وصحيح مسلم، المساجد......، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر، حديث:33 بعد حديث: 657.

وَحُكِيَ ضَمُّهَا ، وَبَعْدَهَا تَاءٌ مُّثَنَّاةٌ مِّنْ فَوْقُ ، ثُمَّ بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ . وَ[الدُّخْشُمُ] : بِضَمِّ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الْخَاءِ ، وَضَمِّ الشِّينِ الْمُعْجَمَتَيْنِ .

اور اس پر پیش بھی منقول ہے۔ اور اس کے بعد ''تا'' (ساکن) اور پھر ''با'' ہے۔ اَلدُّخْشُم: ''دال'' پر پیش، ''خا'' ساکن اور ''شین'' پر پیش۔

فوائد و مسائل: ① تفصیل کے لیے دیکھیے: باب الرجاء رقم: 417۔ ② مومن پر جہنم کی آگ حرام ہونے کا مطلب ہے: عَلٰی سَبِیلِ الْخُلُود، یعنی مومن کا ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا حرام ہے، ورنہ کبیرہ گناہ کا مرتکب مومن، اگر اللہ نے اسے معاف نہ کیا، تو بطور سزا جہنم میں جائے گا اور جب تک اللہ چاہے گا، جہنم کی سزا بھگتے گا، تاہم بعد میں اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ③ اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ مسلمان کی غیبت کرنا حرام اور ممنوع ہے۔

[١٥٣٠] وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ فِي قِصَّةِ تَوْبَتِهِ وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ التَّوْبَةِ . قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ : «مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ : يَا رَسُولَ اللهِ! حَبَسَهُ بُرْدَاهُ ، وَالنَّظَرُ فِي عِطْفَيْهِ .فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : بِئْسَ مَا قُلْتَ ، وَاللهِ ! يَا رَسُولَ اللهِ ! مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1530] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی اس طویل حدیث میں جس میں ان کی اپنی توبہ کا قصہ ہے، اور جو بَابُ التَّوْبَةِ میں گزر چکی ہے، بیان فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے، جب کہ آپ تبوک میں لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، فرمایا: ''کعب بن مالک نے کیا کیا؟'' تو بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کو اس کی دونوں چادروں اور اس کے دونوں کناروں پر نظر کرنے (خود پسندی) نے روک لیا۔ اس شخص سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے بری بات کہی۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! ہم تو اس کے اندر خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

[عِطْفَاهُ]: جَانِبَاهُ، وَهُوَ إِشَارَةٌ إِلٰى إِعْجَابِهِ بِنَفْسِهِ .

عِطْفَاهُ: اس کے دونوں کنارے۔ اور یہ اشارہ ہے ان کی خود پسندی کی طرف۔

فائدہ: یہ حدیث پوری تفصیل سے باب التوبة، رقم: 21 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے لانے سے مقصود یہ ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے سامنے جب ایک شخص نے حضرت کعب بن مالک کی بابت اس بدگمانی کا اظہار کیا کہ اس کو تو اس کی خوش پوشاکی اور خود پسندی نے اس کارزار حرب و ضرب میں نہیں آنے دیا تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کا دفاع فرمایا اور اس قسم کی بدگمانی کو بلاسبب قرار دیا۔ نبی ﷺ نے اس پر سکوت فرما کر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کی تصویب فرما دی جس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ مجلس میں اس طرح کسی کی غیبت اور تنقیص و توہین کی جا رہی ہو تو دوسرے لوگوں کی

[1530] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث كعب بن مالك، حديث: 4418، وصحيح مسلم، التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك و صاحبيه، حديث: 2769.

ذمہ داری ہے کہ متعلقہ شخص کی عزت وآبرو کی حفاظت اور اس کا دفاع کریں۔

[٢٥٦] بَابُ مَا يُبَاحُ مِنَ الْغِيبَةِ

باب :256- غیبت کی بعض جائز صورتوں کا بیان

اِعْلَمْ أَنَّ الْغِيبَةَ تُبَاحُ لِغَرَضٍ صَحِيحٍ شَرْعِيٍّ لَا يُمْكِنُ الْوُصُولُ إِلَيْهِ إِلَّا بِهَا، وَهُوَ سِتَّةُ أَسْبَابٍ.

معلوم ہونا چاہیے کہ کسی صحیح شرعی مقصد کے لیے غیبت کرنا جائز ہے جب کہ اس کے بغیر اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو' اور اس کے چھ اسباب ہیں:

اَلْأَوَّلُ: اَلتَّظَلُّمُ، فَيَجُوزُ لِلْمَظْلُومِ أَنْ يَتَظَلَّمَ إِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِي وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَهُ وِلَايَةٌ، أَوْ قُدْرَةٌ عَلَى إِنْصَافِهِ مِنْ ظَالِمِهِ. فَيَقُولُ: ظَلَمَنِي فُلَانٌ بِكَذَا.

① دست درازی کا ہونا۔ چنانچہ مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ بادشاہ اور قاضی یا ایسے مجاز افسر وغیرہ کی طرف اپنا معاملہ لے جائے جن کے پاس حکمرانی کا اختیار یا ظالم کو سزا دے کر انصاف کرنے کی طاقت ہو۔ وہ جا کر کہے کہ مجھ پر فلاں شخص نے اس طرح زیادتی کی ہے۔

اَلثَّانِي: اَلْاِسْتِعَانَةُ عَلَى تَغْيِيرِ الْمُنْكَرِ، وَرَدِّ الْعَاصِي إِلَى الصَّوَابِ، فَيَقُولُ لِمَنْ يَرْجُو قُدْرَتَهُ عَلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ: فُلَانٌ يَعْمَلُ كَذَا، فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ وَيَكُونُ مَقْصُودُهُ التَّوَصُّلَ إِلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ يَقْصِدْ ذٰلِكَ كَانَ حَرَامًا.

② خلاف شرع کاموں کے روکنے اور برائی کے مرتکب کو راہ راست پر لانے کے لیے مدد حاصل کرنا۔ چنانچہ وہ ایسے شخص سے' جس کی بابت اسے امید ہو کہ اسے خلاف شرع کاموں کے روکنے کی قوت ہے' یہ کہے کہ فلاں شخص یہ برائی کر رہا ہے' تو اس کو اس سے روک' یا اسی طرح کی کوئی اور بات کہے اور مقصود اس کا صرف یہی ہو کہ اس برائی کا ازالہ ہو جائے۔ اگر یہ مقصود نہیں ہوگا تو ایسی شکایت حرام ہوگی۔

اَلثَّالِثُ: اَلْاِسْتِفْتَاءُ، فَيَقُولُ لِلْمُفْتِي: ظَلَمَنِي أَبِي، أَوْ أَخِي، أَوْ زَوْجِي، أَوْ فُلَانٌ بِكَذَا، فَهَلْ لَهُ ذٰلِكَ؟ وَمَا طَرِيقِي فِي الْخَلَاصِ مِنْهُ، وَتَحْصِيلِ حَقِّي، وَدَفْعِ الظُّلْمِ؟ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَهٰذَا جَائِزٌ لِلْحَاجَةِ، وَلٰكِنَّ الْأَحْوَطَ وَالْأَفْضَلَ أَنْ يَقُولَ: مَا تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَوْ شَخْصٍ، أَوْ زَوْجٍ، كَانَ مِنْ أَمْرِهِ كَذَا؟ فَإِنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَيْرِ تَعْيِينٍ،

③ فتویٰ طلب کرنا۔ چنانچہ وہ مفتی سے جا کر کہے: مجھ پر میرے باپ نے یا میرے بھائی نے یا میرے خاوند نے یا فلاں شخص نے اس طرح ظلم کیا ہے' کیا اسے اس کا حق حاصل ہے؟ (اگر نہیں ہے) تو اس سے خلاصی پانے اور ظلم کے ٹالنے اور اپنا حق وصول کرنے کا میرے لیے کیا طریقہ ہے؟ اور اس طرح کی کوئی بات کرے تو یہ بوقت ضرورت جائز ہے۔ لیکن اس میں بھی زیادہ محتاط اور افضل طریقہ یہ ہے

وَمَعَ ذٰلِكَ فَالتَّعْيِينُ جَائِزٌ كَمَا سَنَذْكُرُهُ فِي حَدِيثِ هِنْدٍ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى.

کہ وہ اس طرح سوال کرے کہ ایسے آدمی یا شخص یا خاوند کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس کا معاملہ اور رویہ اس طرح ہے۔ اس طرح نام لیے اور متعین کیے بغیر بھی مقصد حاصل ہو جائے گا' تاہم اس کے باوجود تعیین (نام لینا) بھی جائز ہے' جیسا کہ ہم اس کی بابت' ہند کی حدیث بیان کریں گے۔ إن شاء الله.

اَلرَّابِعُ: تَحْذِيرُ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الشَّرِّ وَنَصِيحَتُهُمْ. وَذٰلِكَ مِنْ وُجُوهٍ:

مِنْهَا: جَرْحُ الْمَجْرُوحِينَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُودِ، وَذٰلِكَ جَائِزٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ وَاجِبٌ لِّلْحَاجَةِ.

وَمِنْهَا: اَلْمُشَاوَرَةُ فِي مُصَاهَرَةِ إِنْسَانٍ، أَوْ مُشَارَكَتِهِ، أَوْ إِيدَاعِهِ، أَوْ مُعَامَلَتِهِ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، أَوْ مُجَاوَرَتِهِ، وَيَجِبُ عَلَى الْمُشَاوِرِ أَنْ لَّا يُخْفِيَ حَالَهُ، بَلْ يَذْكُرُ الْمَسَاوِئَ الَّتِي فِيهِ بِنِيَّةِ النَّصِيحَةِ.

④ مسلمانوں کو برائی سے ڈرانا اور ان کی خیر خواہی کرنا۔ اور اس کے متعدد طریقے ہیں' مثلاً: حدیث کے سلسلۂ سند کے مجروح راویوں اور (واقعے کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے) گواہوں پر جرح کرنا۔ اس کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہے بلکہ بہ وقت ضرورت یہ واجب ہے۔ یا جیسے کسی سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کرنے یا کاروبار میں شرکت کرنے یا اس کے پاس امانت رکھنے یا کوئی اور معاملہ کرنے یا اس کے پڑوسی ہونے کے بارے میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنا ہے تو جس شخص سے مشورہ کیا جائے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی بات نہ چھپائے' بلکہ خیر خواہی کی نیت سے وہ تمام برائیاں بیان کر دے جو اس میں ہوں (تاکہ انسان غلط جگہ رشتہ نہ کرے' بددیانت کے پاس امانت نہ رکھے نہ کاروبار میں اشتراک کرے اور نہ اس کا پڑوسی بنے وغیرہ۔)

وَمِنْهَا: إِذَا رَأٰى مُتَفَقِّهًا يَتَرَدَّدُ إِلٰى مُبْتَدِعٍ، أَوْ فَاسِقٍ يَأْخُذُ عَنْهُ الْعِلْمَ، وَخَافَ أَنْ يَتَضَرَّرَ الْمُتَفَقِّهُ بِذٰلِكَ، فَعَلَيْهِ نَصِيحَتُهُ بِبَيَانِ حَالِهِ، بِشَرْطِ أَنْ يَّقْصِدَ النَّصِيحَةَ، وَهٰذَا مِمَّا يُغْلَطُ فِيهِ. وَقَدْ يَحْمِلُ الْمُتَكَلِّمَ بِذٰلِكَ الْحَسَدُ، وَيُلَبِّسُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ، وَيُخَيِّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ نَصِيحَةٌ فَلْيُتَفَطَّنْ لِذٰلِكَ.

اسی طرح جب ایک شخص کسی طالب علم کو دیکھے کہ وہ شریعت کا علم حاصل کرنے کے لیے کسی بدعتی یا فاسق کے پاس جاتا ہے اور وہ یہ اندیشہ محسوس کرے کہ طالب علم کو اس بدعتی یا فاسق سے نقصان پہنچے گا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا حال بیان کر کے اس کی خیر خواہی کرے' بشرطیکہ مقصد صرف خیر خواہی ہو۔ اور یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس میں عام طور پر غلطیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ کبھی تو حسد انسان کو

ایسی بات کرنے پر آمادہ کرتا ہے لیکن شیطان اس پر معاملے کو خلط ملط کر دیتا ہے اور اس کے دماغ میں یہ بات ڈالتا ہے کہ یہ خیر خواہی ہے۔ (دراں حالیکہ اس میں خیر خواہی کی بجائے حسد کی کارفرمائی ہوتی ہے) اس لیے انسان کو ہوشیار اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔

وَمِنْهَا: أَنْ يَكُونَ لَهُ وِلَايَةٌ لَّا يَقُومُ بِهَا عَلَى وَجْهِهَا، إِمَّا بِأَنْ لَّا يَكُونَ صَالِحًا لَّهَا، وَإِمَّا بِأَنْ يَكُونَ فَاسِقًا، أَوْ مُغَفَّلًا، وَنَحْوَ ذٰلِكَ فَيَجِبُ ذِكْرُ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّهُ عَلَيْهِ وِلَايَةٌ عَامَّةٌ لِّيُزِيلَهُ، وَيُوَلِّيَ مَنْ يَصْلُحُ، أَوْ يَعْلَمَ ذٰلِكَ مِنْهُ لِيُعَامِلَهُ بِمُقْتَضٰى حَالِهِ، وَلَا يَغْتَرَّ بِهِ، وَأَنْ يَّسْعٰى فِي أَنْ يَّحُثَّهُ عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ أَوْ يَسْتَبْدِلَ بِهِ.

یا کوئی افسر اعلیٰ اور حاکم ہو، لیکن ولایت کا صحیح حق ادا نہ کر رہا ہو، یا تو اس لیے کہ اس کے اندر حکمرانی کی اہلیت ہی نہیں ہے، یا فاسق ہے، یا کم عقل وغیرہ ہے تو ضروری ہے کہ اس کی حقیقت مقتدر اعلیٰ تک پہنچائی جائے جس کو اس پر غلبہ و تفوق حاصل ہو تا کہ وہ اس کو ہٹا دے اور اس کی جگہ ایسے شخص کو حاکم اور افسر مجاز بنائے جو معاملات کی اصلاح کرے یا کم از کم اس کی اصل حقیقت اس کے علم میں آ جائے تا کہ وہ اس کے حال کے مطابق اس سے معاملہ کرے اور اس سے دھوکا نہ کھائے اور یہ کہ وہ کوشش کرے کہ اسے سیدھے راستے پر قائم رہنے کی ترغیب دے یا پھر اسے بدل دے۔

اَلْخَامِسُ: أَنْ يَّكُونَ مُجَاهِرًا بِفِسْقِهِ أَوْ بِدْعَتِهِ كَالْمُجَاهِرِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمُصَادَرَةِ النَّاسِ، وَأَخْذِ الْمَكْسِ؛ وَجِبَايَةِ الْأَمْوَالِ ظُلْمًا، وَتَوَلِّي الْأُمُورِ الْبَاطِلَةِ، فَيَجُوزُ ذِكْرُهُ بِمَا يُجَاهِرُ بِهِ؛ وَيَحْرُمُ ذِكْرُهُ بِغَيْرِهِ مِنَ الْعُيُوبِ، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ لِجَوَازِهِ سَبَبٌ آخَرُ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ.

⑤ یا کوئی کھلم کھلا فسق یا بدعت کا ارتکاب کرنے والا ہو، جیسے کوئی علانیہ شراب نوشی کرے، لوگوں کا مال لے، چنگی وصول کرے، یا ظلماً ٹیکس لے اور باطل کاموں کی سرپرستی کرے۔ چنانچہ وہ جو بھی غلط کام کھلم کھلا کرے، اس کا بیان کرنا جائز ہے (تا کہ اس کا ازالہ ممکن ہو سکے) اس کے علاوہ اس کے دوسرے عیبوں کا (جو مخفی ہوں) بیان کرنا حرام ہے، الا یہ کہ اس کے جواز کا بھی کوئی ایسا ہی دوسرا سبب ہو جو ہم نے ذکر کیا۔

اَلسَّادِسُ: اَلتَّعْرِيفُ، فَإِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ مَعْرُوفًا بِلَقَبٍ؛ كَالْأَعْمَشِ وَالْأَعْرَجِ وَالْأَصَمِّ، وَالْأَعْمٰى؛ وَالْأَحْوَلِ، وَغَيْرِهِمْ جَازَ تَعْرِيفُهُمْ

⑥ معروف نام سے پکارنا۔ جب انسان کسی لقب کے ساتھ معروف ہو، جیسے اعمش (چندھا)، اعرج (لنگڑا)، بہرا، اندھا اور بھینگا وغیرہ تو اس کے لیے تعارفی نام یا لقب کا

بِذٰلِكَ ؛ وَيَحْرُمُ إِطْلَاقُهُ عَلٰى جِهَةِ التَّنَقُّصِ ؛ وَلَوْ أَمْكَنَ تَعْرِيفُهُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ أَوْلٰى.

استعمال جائز ہے' تاہم توہین وتنقیص کی نیت سے ان الفاظ کا استعمال حرام ہے۔ اور اگر مذکورہ معروف القاب کے بغیر اس کا تعارف ممکن ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

فَهٰذِهِ سِتَّةُ أَسْبَابٍ ذَكَرَهَا الْعُلَمَاءُ وَأَكْثَرُهَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ ؛ وَدَلَائِلُهَا مِنَ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَشْهُورَةٌ. فَمِنْ ذٰلِكَ :

یہ چھ اسباب ہیں جو علماء نے بیان کیے ہیں (جن کی وجہ سے دوسروں کے عیب کا بیان کرنا جائز ہے۔) اور ان میں سے اکثر پر علماء کا اتفاق ہے۔ اور صحیح احادیث سے اس کے دلائل مشہور ہیں۔ ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں۔

[١٥٣١] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : «**ائْذَنُوا لَهُ، بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ؟**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1531] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو اجازت دے دو' یہ اپنے خاندان کا برا آدمی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

إِحْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِي جَوَازِ غِيبَةِ أَهْلِ الْفَسَادِ وَأَهْلِ الرِّيَبِ.

امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے اہل فساد اور مشتبہ لوگوں کی غیبت بیان کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے (تاکہ لوگ ان سے بچ کر رہیں۔)

فائدہ: امام بخاری ؒ کے استدلال کی وجہ ظاہر ہے کہ لوگ ان کی ظاہری حالت سے دھوکا نہ کھائیں۔ گویا جو شخص برے کردار کا حامل ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر لوگوں کو اس کے کردار سے آگاہ نہ کیا گیا تو بہت سے لوگ اس کے دام تزویر میں پھنس جائیں گے جس سے ان کے دین یا دنیا یا دونوں کا نقصان ہوگا' تو ایسے شخص کی غیبت کرنا جائز ہے۔

[١٥٣٢] وَعَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : «**مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِينِنَا شَيْئًا**». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

[1532] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا گمان ہے کہ فلاں فلاں آدمی ہمارے دین کی کسی بات کو نہیں جانتے۔'' (بخاری)

قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ أَحَدُ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيثِ : هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ.

اس حدیث کے ایک راوی لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ یہ دونوں آدمی منافقین میں سے تھے۔

فائدہ: منافقین بھی اہل فساد اور مشتبہ کردار ہی کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی حقیقت سے بھی لوگوں کو آگاہ کرنا

[1531] صحيح البخاري، الأدب، باب ما يجوز من اغتياب أهل الفساد والريب، حديث:6054، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب مداراة من يتقى فحشه، حديث:2591.

[1532] صحيح البخاري، الأدب، باب ما يجوز من الظن، حديث:6067.

نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے تا کہ لوگ ان سے بچ کر رہیں اوران کا دین یا دنیا خراب نہ ہو۔

[١٥٣٣] وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْتُ: إِنَّ أَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَّا مُعَاوِيَةُ، فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ، وَأَمَّا أَبُو الْجَهْمِ، فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1533] حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ابوجہم اور معاویہ دونوں نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ (میں کیا کروں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معاویہ تو مفلس آدمی ہے اس کے پاس مال ہی نہیں ہے۔ اور ابوجہم جو ہے وہ لاٹھی ہی اپنے کندھے سے نہیں اتارتا۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «وَأَمَّا أَبُو الْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِّلنِّسَاءِ» وَهُوَ تَفْسِيرٌ لِّرِوَايَةِ: «لَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ». وَقِيلَ: مَعْنَاهُ: كَثِيرُ الْأَسْفَارِ.

اور مسلم کی روایت میں ہے: ''لیکن ابوجہم تو عورتوں کو بہت مارنے والا ہے۔'' اور یہ تفسیر ہے پچھلی روایت کے الفاظ ''وہ تو لاٹھی ہی اپنے کندھے سے نہیں اتارتا'' کی۔ اور بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں: کثرت سے سفر کرنے والا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رشتۂ ازدواج سے منسلک ہونے کی خواہش رکھنے والے فریقین کو ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ کرنا اور ان میں موجود خرابیوں کو بیان کرنا جائز ہے بشرطیکہ واقعی مقصد خیر خواہی ہو۔ یہ غیبت محرمہ میں شامل نہیں ہوگا۔

[١٥٣٤] وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ: لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَقَالَ: لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ، فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ، فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ: مَا فَعَلَ، فَقَالُوا: كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قَالُوهُ شِدَّةٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى تَصْدِيقِي:

[1534] حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر گئے' اس میں لوگوں کو بہت سختی پہنچی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: تم رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھیوں پر اپنا مال مت خرچ کرو تا کہ وہ خود ہی منتشر ہو جائیں۔ اور اس نے کہا: اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو یقیناً ہم میں سے زیادہ عزت والا وہاں سے ذلیل کو نکال دے گا۔ (حضرت زید فرماتے ہیں:) میں یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس کی بات بتلائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو پیغام بھیج کر بلوایا تو اس

[1533] صحيح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حديث:1480.

[1534] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِذَا جَاءَكَ ...... لَرَسُولُ اللهِ﴾، حديث:4900، وصحيح مسلم، صفات المنافقين...... باب صفات المنافقين و أحكامهم، حديث:2772.

﴿إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُنَٰفِقُونَ﴾ ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے پختہ قسم اٹھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کہا۔ لوگوں نے کہا: زید نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ کہا۔ چنانچہ میرے دل میں لوگوں کی بات سے سخت رنج ہوا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں یہ سورت نازل فرما دی: ﴿إِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ (جس میں آگے چل کر عبداللہ منافق کا وہی قول نقل کیا گیا ہے۔) پھر نبی ﷺ نے ان (منافقین) کو بلایا تاکہ آپ ان کے لیے استغفار کریں لیکن انھوں نے (استغفار سے اعراض کرتے ہوئے) اپنے سروں کو پھیر لیا۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① عبداللہ بن ابی مدینے میں منافقین کا سردار تھا۔ اس نے مذکورہ سفر میں' جو غزوۂ بنی المصطلق کے لیے ہوا تھا' صحابۂ کرام اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بدزبانی کی تھی جسے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور انھوں نے اسے بارگاہ رسالت میں پہنچا دیا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ منافقین کی سازشوں اور چالوں کو بے نقاب کرنا غیبت میں شامل نہیں ہے' بلکہ ان سے لوگوں کو آگاہ کرنا اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے ضروری ہے۔

[١٥٣٥] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَتْ هِنْدٌ امْرَأَةُ أَبِي سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ؟ قَالَ: «**خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1535] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ابوسفیان بخیل آدمی ہیں' وہ مجھے اتنا خرچ بھی نہیں دیتے کہ مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو جائے' مگر یہ کہ میں خود ان کے علم کے بغیر ان کے مال میں سے کچھ لے لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم دستور کے مطابق اتنا مال لے لیا کرو جو تمھیں اور تمھارے بچوں کو کافی ہو جائے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ہند رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر اپنے خاوند حضرت ابوسفیان کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں۔ ② اس سے ایک مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ حکم شریعت معلوم کرنے کے لیے میاں بیوی مفتی کے سامنے ایک دوسرے کی غیبت کر سکتے ہیں۔ دوسرا' یہ کہ خاوند اگر دستور کے مطابق گھریلو اخراجات کے لیے رقم نہ دے تو بیوی کو اجازت ہے کہ وہ اس کے علم کے بغیر دستور کے مطابق اس کے مال میں سے کچھ رقم لے لیا کرے۔ لیکن اس سے مقصد گھر کے ضروری اخراجات پورے کرنے ہوں نہ کہ فضولیات پر خرچ کرنا یا خاوند کے مال کو اجاڑنا۔

[1535] صحيح البخاري، النفقات، باب نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها.....، حديث:5359، وصحيح مسلم، الأقضية، باب قضية هند، حديث:1714 واللفظ له.

[٢٥٧]بَابُ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ وَهِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلَى جِهَةِ الْإِفْسَادِ

باب:257- چغلی کے حرام ہونے کا بیان اور یہ فساد ڈالنے کی نیت سے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانے کا نام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ﴾ [ن: ١١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بہت عیب جو یا غیبت کرنے والے اور چغلی کے ذریعے سے فساد برپا کرنے والے کی (بات نہ مان۔'')

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق: ١٨].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ہی نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے۔''

[١٥٣٦] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1536] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: چغلی کا مفہوم امام نووی رحمہ اللہ نے عنوانِ باب ہی میں بیان کر دیا ہے۔ جو شخص چغلی کو حلال سمجھتے ہوئے چغلی کرتا اور لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے، دراں حالیکہ اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں، ایسا شخص یقیناً کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔ ہاں وہ شخص جو اس کو حرام ہی جانتا ہے لیکن بشری کمزوری کی وجہ سے اس سے چغل خوری کا گناہ صادر ہو جاتا ہے تو اگر اللہ نے اس کا یہ گناہ معاف نہ کیا تو وہ پہلے اس کی سزا جہنم میں بھگتے گا اور اس کے بعد جنت میں جائے گا، یعنی ایسا گناہ گار مسلمان پہلے مرحلے میں جنت میں نہیں جائے گا، اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے۔

[١٥٣٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ: مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: «إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ! بَلٰى إِنَّهُ كَبِيرٌ: أَمَّا أَحَدُهُمَا، فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ إِحْدٰی رِوَايَاتِ

[1537] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور ان کو یہ عذاب کسی بڑی (یا زیادہ مشکل) بات پر نہیں ہو رہا۔ (پھر فرمایا:) کیوں نہیں، وہ بڑی بات ہی ہے۔ ان میں سے ایک تو چغلی

[1536] صحيح البخاري، الأدب، باب ما يكره من النميمة، حديث:6056، وصحيح مسلم، الإيمان، باب غلظ تحريم النميمة، حديث:105.

[1537] صحيح البخاري، الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، حديث:216، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول......، حديث:292.

الْبُخَارِيِّ.

کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔'' (بخاری ومسلم اور یہ بخاری کی روایات میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں۔)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى: [وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ]، أَيْ: كَبِيرٍ فِي زَعْمِهِمَا وَقِيلَ: كَبِيرٌ تَرْكُهُ عَلَيْهِمَا.

علماء نے کہا ہے: ''ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے'' کا مطلب ہے: ان کے خیال میں وہ کوئی بڑی بات نہیں تھی (ورنہ شریعت کی نظر میں تو وہ بڑی بات تھی۔) اور بعض نے کہا: كَبِيرٌ سے مراد ہے کہ ان کا ترک کرنا زیادہ مشکل بات نہ تھی (وہ چاہتے تو آسانی سے اس گناہ سے بچ سکتے تھے۔)

فوائد ومسائل: ① لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، کا ایک دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ پیشاب کرتے وقت وہ لوگوں سے اوجھل نہیں ہوتا تھا' بلکہ بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظروں کے سامنے ہی پیشاب کرنے بیٹھ جاتا۔ ظاہر بات ہے یہ بے شرمی بھی گناہ ہے۔ بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ چغل خوری' پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا یا پردے کا اہتمام نہ کرنا' یہ سب کبیرہ گناہ ہیں جن پر گرفت ہو سکتی ہے۔ ② اس سے عذاب قبر کا بھی اثبات ہوتا ہے جس کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں۔

[١٥٣٨] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَّا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ، اَلْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1538] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں نہ بتلاؤں کہ عَضْهَ کیا چیز ہے؟ وہ چغلی ہے' لوگوں کے درمیان (کسی کی) بات کرنا۔'' (مسلم)

[اَلْعَضْهُ]: بِفَتْحِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَإِسْكَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، وَبِالْهَاءِ عَلَى وَزْنِ الْوَجْهِ، وَرُوِيَ: [اَلْعِضَةُ]: بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ عَلَى وَزْنِ الْعِدَةِ، وَهِيَ: اَلْكَذِبُ وَالْبُهْتَانُ، وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْأُولَى: اَلْعَضْهُ مَصْدَرٌ، يُقَالُ: عَضَهَهُ عَضْهًا، أَيْ: رَمَاهُ بِالْعَضْهِ.

اَلْعَضْهُ: ''عین'' پر زبر، ''ضاد'' ساکن اور ''ہا''، بروزن اَلْوَجْهُ اور یہ عِضَةٌ بھی مروی ہے' یعنی ''عین'' کے نیچے زیر، ''ضاد'' پر زبر' بروزن عِدَةٌ، یہ جھوٹ اور بہتان کو کہتے ہیں۔ اور پہلی روایت کے مطابق اَلْعَضْهُ مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے: عَضَهَهُ عَضْهًا، یعنی اسے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا یا اس پر بہتان باندھا۔

[1538] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم النميمة، حديث: 2606.

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ چغل خوری، کذب بیانی اور بہتان تراشی وغیرہ سب کبیرہ گناہ ہیں کیونکہ ان سے معاشرے میں فساد پھیلتا اور لوگوں کے درمیان تفرقہ برپا ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کا دامن کردار ان تمام عیبوں سے پاک ہونا چاہیے۔

[٢٥٨] بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيثِ وَكَلَامِ النَّاسِ إِلَى وُلَاةِ الْأُمُورِ إِذَا لَمْ تَدْعُ إِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَنَحْوِهَا

باب: 258- لوگوں کی گفتگو اور باتیں بلاضرورت حکام تک پہنچانے کی ممانعت کا بیان، تاہم بگاڑ یا کوئی نقصان وغیرہ کا اندیشہ ہو تو جائز ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [اَلْمَائِدَة: ٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''گناہ اور زیادتی (کے کاموں) پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔''

وَفِي الْبَابِ الْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اور اس باب میں بھی وہی حدیثیں ہیں جو اس سے ماقبل باب میں گزر یں۔ (ایک اور حدیث ملاحظہ ہو)

[١٥٣٩] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُبَلِّغْنِي أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ.

[1539] حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ میں سے کوئی شخص کسی کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچائے، اس لیے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں تمھارے درمیان اس حال میں نکلوں کہ میرا سینہ (ہر ایک کی بابت) صاف ہو۔'' (اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

[٢٥٩] بَابُ ذَمِّ ذِي الْوَجْهَيْنِ

باب: 259- دو رخے شخص کی مذمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا﴾ [اَلنِّسَاء: ١٠٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے، حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتوں کو ایسی باتوں میں مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ اور اللہ

[1539] ضعيف۔ سنن أبي داود، الأدب، باب في رفع الحديث من المجلس، حديث:4860، وجامع الترمذي، المناقب...... باب فضل أزواج النبي ﷺ، حديث:3896۔ اس کی سند ولید بن ابی ہشام اور زید بن زائدہ کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تعالیٰ ان کے عملوں کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

[۱۵٤۰] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا، وَتَجِدُونَ خِيَارَ النَّاسِ فِي هٰذَا الشَّأْنِ أَشَدَّهُمْ لَهُ كَرَاهِيَةً، وَتَجِدُونَ شَرَّ النَّاسِ ذَاالْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1540] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگوں کو کانوں کی طرح پاؤ گے۔ ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ اور اس حکمرانی کے معاملے میں تم ان لوگوں کو سب سے بہتر پاؤ گے جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں گے۔ اور تم لوگوں میں سب سے بدتر دو رخے شخص کو پاؤ گے جو ان (لوگوں) کے پاس ایک رخ (چہرہ) لے کر جائے اور ان کے پاس دوسرا رخ۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① کانوں کی طرح' کا مطلب ہے کہ ان کی بھی کوئی اصل ہو گی جس کی طرف وہ منسوب ہوں گے اور جو ان کے لیے ذریعۂ افتخار ہو گی۔ اچھی اصل' یعنی شرف و مجد رکھنے والے قبیلے جس طرح زمانۂ جاہلیت میں ممتاز تھے' اسلام چونکہ خود بھی شرافت و کرامت کا حامل مذہب ہے' اس لیے قبول اسلام کے بعد بھی ممتاز قبیلوں کے لوگ شرف و فضل میں نمایاں ہی رہیں گے۔ ان کی قدر و منزلت میں کوئی کمی نہیں ہو گی' بشرطیکہ وہ دین کی صحیح سمجھ حاصل کر لیں اور اس کی پابندی کو اپنا شعار بنا لیں۔ ② جو لوگ عہدہ و منصب کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ وہ اس کی ذمہ داریوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اگر اختیار و اقتدار آ جائے تو یہ عوام کے لیے بہتر ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس کی ذمہ داریوں اور تقاضوں کو پوری دیانت داری سے ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے مفادات کو نہیں دیکھتے۔ ملک و قوم کے مفادات کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی حدوں کو توڑتے نہیں بلکہ ان کو قائم کرتے ہیں۔ ③ دو رخے شخص سے مراد ایسا آدمی ہے جو ایک گروہ کے پاس جائے تو اسے باور کرائے کہ وہ اس کا خیر خواہ اور ساتھی ہے اور دوسرے کا مخالف۔ لیکن جب دوسرے گروہ کے پاس جائے تو وہاں بھی یہی تأثر دے۔ یہ بدترین آدمی ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص سب سے بہتر ہے کہ وہ ہر گروہ کے پاس جائے اور اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کی اصلاح کی کوشش کرے۔

[۱۵٤۱] وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ نَاسًا قَالُوا لِجَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سَلَاطِينِنَا فَنَقُولُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ. قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلَى

[1541] حضرت محمد بن زید بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کے

[1540] صحيح البخاري، المناقب، باب المناقب، حديث:3493، 3494، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب خيار الناس، حديث:2526.

[1541] صحيح البخاري، الأحكام، باب ما يكره من ثناء السلطان......، حديث:7178.

عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس سے باہر نکل کر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہم ایسے رویے کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

فوائد: مطلب یہ ہوا کہ حکمرانوں کے سامنے تو ان کی تعریف کرنا اور آگے پیچھے ان کی مذمت کرنا عملی نفاق ہے۔ اس لیے کہ جو دل میں ہے وہ زبان پر نہیں اور جو زبان پر ہے وہ دل میں نہیں۔ ایک سچے مسلمان کا کردار تو یہ ہے کہ بادشاہ اگر اچھا، متقی اور عادل ہے تو منہ پر بھی اس کی تعریف کی جائے (اگر ضرورت پڑ جائے خوشامد کے طور پر نہیں) اور پیٹھ پیچھے بھی اسے اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے۔ اور اگر وہ برا ہے تو اسے اس کے منہ پر بھی اللہ کی نافرمانی کے انجام بد سے ڈرایا جائے اور آگے پیچھے بھی یہی رویہ اختیار کیا جائے کیونکہ یہی خیر خواہانہ طرز عمل ہے جس کی تاکید ایک مسلمان کو کی گئی ہے۔ اس کے برعکس پہلا رویہ دو رخے پن کا مظہر ہے جس پر سخت وعید گزشتہ حدیث میں گزری ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت محمد بن زید رحمہ اللہ] محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ مدنی ہیں۔ حفاظ محدثین میں سے ہیں۔ اوسط درجے کے تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ثقہ راوی ہیں۔ نہایت نیک، عابد اور زاہد قسم کے عالم دین تھے۔

[٢٦٠] بَابُ تَحْرِيمِ الْكَذِبِ

باب:260- جھوٹ کے حرام ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ﴾ [الإسْرَاء: ٣٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس چیز کا علم نہیں، اس کے پیچھے مت پڑو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق: ١٨].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ایک نگران فرشتہ تیار رہتا ہے۔''

[١٥٤٢] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا».

[1542] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ سچائی، نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور یقیناً آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صِدّیق (راست باز) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور بلاشبہ جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور نافرمانی جہنم کی طرف

[1542] صحيح البخاري، الأدب، باب قول الله تعالى:﴿يايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾، حديث: 6094، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب قبح الكذب وحسن الصدق و فضله، حديث:2607.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رہنمائی کرتی ہے۔ اور یقیناً آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① انسان جیسا رویہ اختیار کرتا ہے، وہ اس کا وصف خاص بن جاتا ہے جس سے وہ مشہور ہوتا ہے۔ اس لیے انسان کو اچھی باتیں اور اچھا رویہ ہی اپنانا چاہیے تاکہ لوگوں کی زبانوں پر بھی اس کی تعریف کے چرچے ہوں اور اللہ کے ہاں بھی اس کا اچھا مقام ہو۔ ② سچائی، نجات کا اور جھوٹ تباہی کا راستہ ہے۔

[١٥٤٣] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ، كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ، كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْ نِّفَاقٍ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1543] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ہیں، جس میں وہ ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے (وہ خصلتیں یہ ہیں:) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو بے وفائی کرے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' (بخاری ومسلم)

وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ مَعَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهِ فِي «بَابِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ».

اور اس کی تفصیل، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی طرح کی حدیث میں بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ کے تحت گزر چکی ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت اس سے قبل گزر چکی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (باب الوفاء بالعهد، رقم: 690,689) ② آج کل اعتقادی نفاق تو نہیں ہے لیکن مسلمانوں میں عملی نفاق عام ہے، اسی لیے ان کی اکثریت ان منافقانہ خصلتوں سے متصف ہے۔ أعاذنا الله منها. البتہ کمیونسٹ اور سیکولر قسم کے بہت سے لوگ اعتقادی منافقین میں آسکتے ہیں۔

[١٥٤٤] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَّمْ يَرَهُ، كُلِّفَ أَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، صُبَّ فِي أُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ،

[1544] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تو اسے (قیامت والے دن) مجبور کیا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے۔ اور وہ یہ ہرگز نہیں کر سکے گا۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کی بات سننے کے لیے

[1543] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث:34، وصحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث:58.
[1544] صحيح البخاري، التعبير، باب من كذب في حُلمه، حديث:7042.

وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ان کی طرف کان لگائے جو اس کے لیے اس کو ناپسند کرتے ہوں تو قیامت والے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اور جو شخص (کسی جاندار کی) تصویر بنائے تو اسے عذاب دیا جائے گا اور اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے جبکہ وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔'' (بخاری)

[تَحَلَّمَ] أَيْ: قَالَ إِنَّهُ حَلَمَ فِي نَوْمِهِ وَرَأَى كَذَا وَكَذَا؛ وَهُوَ كَاذِبٌ. وَ[الْآنُكُ]: بِالْمَدِّ وَضَمِّ النُّونِ وَتَخْفِيفِ الْكَافِ: وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ.

تَحَلَّمَ کے معنی ہیں: وہ بیان کرے کہ اس نے خواب میں اس اس طرح دیکھا' حالانکہ وہ جھوٹا ہو۔ اَلْآنُکُ: مد اور ''نون'' پر پیش اور ''کاف'' بغیر شد کے۔ پگھلا ہوا سیسہ۔

فوائد ومسائل: ① حُلْمٌ برے خواب کو کہتے ہیں لیکن یہاں مراد مطلق خواب ہے' چاہے اچھا ہو یا برا۔ ② اس میں اپنی طرف سے گھڑ کر جھوٹے خواب بیان کرنے کی شدید وعید ہے۔ یہ بیماری عام طور پر ایسے لوگوں میں ہوتی ہے جو شہرت و ناموری کے بھوکے ہوتے یا اپنی پاکبازی کا پروپیگنڈہ کرنا چاہتے ہوں' جیسے چند سال قبل ہمارے ملک میں ایک چرب زبان مقرر اور قائد بننے کے خبط میں مبتلا شخص نے بڑے بڑے عجیب وغریب خواب دیکھنے کے دعوے کیے تھے۔ وہ چونکہ سب بناوٹی تھے' اس لیے بہت جلد بھانڈا پھوٹ گیا اور کسی نے بھی اس پر اعتبار نہیں کیا۔ ③ اس میں ٹوہ میں رہنے یا ٹوہ لگانے کی بھی مذمت ہے۔ ④ تصویر سازی پر سخت وعید ہے' چاہے یہ تصویر ہاتھ کی بنی ہوئی ہو یا کیمرے کی کھینچی ہوئی' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تصویر بہرحال تصویر ہے حتی کہ مووی تصاویر کی بھی یہی سزا ہوگی' جس کو بہت سے لوگ تصویر ہی نہیں سمجھتے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهَا.

[١٥٤٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَفْرَى الْفِرَى أَنْ يُرِيَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1545] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انھوں نے نہیں دیکھی۔'' (بخاری)

وَمَعْنَاهُ: يَقُولُ: رَأَيْتُ فِيمَا لَمْ يَرَهُ.

اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسی چیز کے متعلق کہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے جسے اس نے نہیں دیکھا۔

فائدہ: اس میں بھی دروغ گوئی کی مذمت ہے' ایسا دعویٰ خواب کے بارے میں ہو یا حالت بیداری میں' دونوں صورتوں میں بڑا جھوٹ ہے۔

[1545] صحيح البخاري، التعبير، باب من كذب في حلمه، حديث: 7043.

[١٥٤٦] وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِمَّا يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ لِأَصْحَابِهِ: «هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنْ رُؤْيَا؟» فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُصَّ، وَإِنَّهُ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ: «إِنَّهُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ، وَإِنَّهُمَا قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ، وَإِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَإِنَّا أَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ، وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ، وَإِذَا هُوَ يَهْوِي بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ، فَيَثْلَغُ رَأْسَهُ، فَيَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَاهُنَا، فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولٰى!» قَالَ: «قُلْتُ لَهُمَا: سُبْحَانَ اللهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِّنْ حَدِيدٍ، وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهِ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهُ إِلٰى قَفَاهُ، وَمَنْخِرَهُ إِلٰى قَفَاهُ، وَعَيْنَهُ إِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ يَتَحَوَّلُ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ، فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْأَوَّلِ، فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْمَرَّةِ الْأُولٰى» قَالَ: «قُلْتُ: سُبْحَانَ اللهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَ: قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّورِ» فَأَحْسِبُ أَنَّهُ قَالَ: «فَإِذَا فِيهِ لَغَطٌ، وَأَصْوَاتٌ، فَاطَّلَعْنَا فِيهِ فَإِذَا فِيهِ رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ

[1546] حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے صحابہ سے دریافت فرماتے تھے: ''کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' چنانچہ آپ کے سامنے کوئی شخص، جو اللہ چاہتا، بیان کرتا۔ ایک دن صبح کے وقت آپ نے ہمارے سامنے بیان فرمایا: ''رات کو (خواب میں) میرے پاس دو آنے والے آئے۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیے۔ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ (چلتے چلتے) ہمارا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو لیٹا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا آدمی اس کے اوپر پتھر لیے کھڑا ہے۔ وہ پتھر اس کے سر پر مارتا ہے اور اس کے سر کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ وہ پتھر وہاں سے لڑھک کر دور جا گرتا ہے۔ تو وہ پتھر کے پیچھے جا کر اسے پکڑ لاتا ہے۔ اس کے دوبارہ واپس آنے تک اس کا سر پہلے کی طرح صحیح ہو جاتا ہے۔ وہ پھر اس کی طرف لوٹتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔'' نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''میں نے ان دو آدمیوں سے پوچھا: سبحان اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے کہا: چلیے، چلیے۔ چنانچہ ہم چل پڑے اور ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جو گدی کے بل (چت) لیٹا ہوا تھا۔ اور اس کے پاس ہی ایک دوسرا شخص لوہے کا زنبور لیے اس کے اوپر کھڑا ہے۔ وہ اس کے چہرے کی ایک طرف آتا ہے اور اس کے جبڑے کو اس کی گدی تک چیر دیتا ہے۔ اس کے نتھنے کو اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیر دیتا ہے۔ پھر وہ اس کے چہرے کی دوسری جانب آتا ہے اور وہی عمل کرتا ہے جو اس نے پہلی جانب میں کیا تھا، چنانچہ وہ اس ایک جانب سے فارغ نہیں ہو پاتا کہ دوسری جانب پہلے کی طرح صحیح ہو جاتی ہے۔ وہ پھر اس کی طرف آتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو پہلی

[1546] صحيح البخاري، التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح، حديث: 7047.

عُرَاةٌ، وَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ لَهَبٌ مِّنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَإِذَا أَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا. قُلْتُ: مَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ» حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «أَحْمَرُ مِثْلُ الدَّمِ، وَإِذَا فِي النَّهَرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَّسْبَحُ، وَإِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةً كَثِيرَةً، وَإِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ، ثُمَّ يَأْتِي ذٰلِكَ الَّذِي قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ، فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ، فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا، فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ، كُلَّمَا رَجَعَ إِلَيْهِ فَغَرَ لَهُ فَاهُ، فَأَلْقَمَهُ حَجَرًا. قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ كَرِيهِ الْمَرْآةِ، أَوْ كَأَكْرَهِ مَا أَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَّرْأًى، فَإِذَا هُوَ عِنْدَهُ نَارٌ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا. قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَا؟ قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيعِ، وَإِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيلٌ لَا أَكَادُ أَرٰى رَأْسَهُ طُولًا فِي السَّمَاءِ، وَإِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ أَكْثَرِ وِلْدَانٍ مَا رَأَيْتُهُمْ قَطُّ، قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ وَمَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا إِلٰى دَوْحَةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ أَرَ دَوْحَةً قَطُّ أَعْظَمَ مِنْهَا، وَلَا أَحْسَنَ! قَالَا لِي: اِرْقَ فِيهَا، فَارْتَقَيْنَا فِيهَا إِلٰى مَدِينَةٍ مَّبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَّلَبِنِ فِضَّةٍ، فَأَتَيْنَا بَابَ الْمَدِينَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا، فَفُتِحَ لَنَا، فَدَخَلْنَاهَا، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ! وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ! قَالَا

مرتبہ میں کیا تھا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے پوچھا: ''سبحان اللہ! یہ دو آدمی کون ہیں؟ انھوں نے مجھ سے کہا: چلیے' چلیے۔ ہم چلے تو تنور جیسے گڑھے پر آئے۔'' (راوی کا بیان ہے:) میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس میں بہت شور تھا اور آوازیں تھیں' چنانچہ ہم نے اس میں جھانکا تو اس میں برہنہ مرد اور عورتیں ہیں۔ ان کے نیچے سے آگ کا شعلہ اٹھتا ہے اور جب وہ ان کو لگتا ہے تو وہ چیخیں مارتے ہیں۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے مجھ سے کہا: چلیے' چلیے' چنانچہ ہم پھر چلے اور ایک نہر پر آئے۔'' (راوی کا بیان ہے:) میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''وہ خون کی طرح سرخ ہے۔ اس میں ایک تیراک تیر رہا ہے۔ اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی ہے جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں۔ یہ تیرنے والا جب تک تیرتا ہے تیرتا ہے' پھر اس شخص کے پاس آتا ہے جس نے اپنے پاس پتھر جمع کیے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے سامنے آکر اپنا منہ کھولتا ہے اور وہ اس کے منہ میں پتھر کا لقمہ ڈال دیتا ہے۔ وہ پھر جا کر تیرنے لگتا ہے اور پھر اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ جب بھی اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے' اس کے سامنے اپنا منہ کھولتا ہے اور وہ پتھر کا لقمہ اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ میں نے ان سے کہا: یہ دو شخص کون ہیں؟ انھوں نے مجھ سے کہا: چلیے' چلیے۔ ہم پھر چلے۔ پس ہم ایک بہت ہی بدمنظر آدمی کے پاس آئے یا (فرمایا:) سب سے زیادہ بدصورت آدمی جو تم نے دیکھا ہو' اس کے پاس آئے۔ اس کے پاس آگ ہے جسے وہ دہکاتا ہے اور اس کے گرد دوڑتا ہے۔ میں نے دونوں ساتھیوں سے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے مجھے کہا: چلیے' چلیے۔ چنانچہ ہم چلے اور ایک ایسے باغ میں آئے جس میں کثرت سے درخت لگے ہوئے ہیں اور اس

لَهُمْ: اِذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهْرِ، وَإِذَا هُوَ نَهْرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِي كَأَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ، فَذَهَبُوا فَوَقَعُوا فِيهِ. ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ، فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ. قَالَ: قَالَا لِي: هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ، وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ، فَسَمَا بَصَرِي صُعُدًا، فَإِذَا قَصْرٌ مِّثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ. قَالَا لِي: هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ؟ قُلْتُ لَهُمَا: بَارَكَ اللهُ فِيكُمَا، فَذَرَانِي فَأَدْخُلَهُ. قَالَا: أَمَّا الْآنَ فَلَا، وَأَنْتَ دَاخِلُهُ. قُلْتُ لَهُمَا: فَإِنِّي رَأَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا؟ فَمَا هٰذَا الَّذِي رَأَيْتُ؟ قَالَا لِي: أَمَا إِنَّا سَنُخْبِرُكَ: أَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلٰى قَفَاهُ. مَنْخِرُهُ إِلٰى قَفَاهُ، وَعَيْنُهُ إِلٰى قَفَاهُ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ. وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِينَ هُمْ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّورِ، فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِي، وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ، وَيُلْقَمُ الْحِجَارَةَ، فَإِنَّهُ آكِلُ الرِّبَا، وَأَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيهُ الْمَرْآةِ الَّذِي عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا، فَإِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ، وَأَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيلُ الَّذِي فِي الرَّوْضَةِ، فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ، وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِينَ حَوْلَهُ، فَكُلُّ مَوْلُودٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ» وَفِي رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ: «وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ» فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَأَوْلَادُ

میں بہار کے (موسم کی طرح) ہر قسم کے پھول ہیں۔ اور اس باغ کے درمیان میں ایک لمبا تڑنگا آدمی ہے۔ قریب تھا کہ لمبائی کی وجہ سے میں اس کا سر آسمان میں نہ دیکھ سکوں۔ اس آدمی کے اردگرد زیادہ بچے ہیں۔ ایسے بچے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اور یہ بچے کون ہیں؟ انھوں نے کہا: چلیے چلیے۔ چنانچہ ہم چلے اور ایک بہت بڑے درخت پر آئے۔ اس سے زیادہ بڑا اور اس سے زیادہ اچھا درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ دونوں ساتھیوں نے مجھ سے کہا: اس پر چڑھیے۔ ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر ہمیں نظر آیا جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ ہم اس شہر کے دروازے پر آئے اور اسے کھولنے کا مطالبہ کیا۔ وہ دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ ہمیں بہت سے آدمی ملے۔ ان کا آدھا جسم تو اس خوبصورت ترین آدمی کی طرح ہے جو تم نے دیکھا ہو اور آدھا جسم اس بدترین آدمی کی طرح ہے جو تم نے دیکھا ہو۔ دونوں ساتھیوں نے ان آدمیوں سے کہا: جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ۔ وہاں عرضًا ایک نہر بہہ رہی تھی: اس کا پانی سفیدی میں گویا دودھ تھا۔ وہ لوگ گئے اور اس میں کود گئے، پھر وہ ہماری طرف واپس آئے تو ان کے آدھے جسم کی بدصورتی دور ہو چکی تھی اور بہترین صورت والے ہو گئے تھے۔" آپ نے فرمایا: "ان دونوں نے مجھ سے کہا: یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کا مقام ہے۔ میری نگاہ جو اوپر اٹھی تو سفید بادل کی طرح ایک محل نظر آیا۔ دونوں ساتھیوں نے مجھے کہا: یہ ہے آپ کا مقام۔ میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ تمھیں برکت عطا کرے تم مجھے چھوڑو میں اندر جاؤں۔ انھوں نے کہا: لیکن ابھی نہیں، البتہ آپ ہی اس میں داخل ہوں گے (نہ کہ کوئی اور۔) میں نے ان سے کہا: میں نے رات کو عجیب چیزیں دیکھی ہیں۔ میں

الْمُشْرِكِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِّنْهُم حَسَنٌ، وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيحٌ، فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّآخَرَ سَيِّئًا، تَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُمْ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

نے جو کچھ دیکھا ہے یہ کیا ہے؟ دونوں نے کہا: ہم ابھی آپ کو بتلائے دیتے ہیں۔ وہ پہلا آدمی جس کے پاس سے آپ گزرے اور اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا' ایسا شخص ہے جو قرآن حاصل کرے اور پھر اسے چھوڑ دے (حفظ کر کے بھول جائے' یا قرآن کا علم حاصل کر کے بے عمل ہو جائے) اور فرض نماز سے سویا رہے۔ اور وہ آدمی جس کے پاس سے آپ گزرے تو اس کے جبڑے' نتھنے اور آنکھ کو اس کی گدی تک چیرا جا رہا تھا' یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے جو (دنیا کے) کناروں تک پھیل جاتا ہے۔ اور وہ برہنہ مرد اور عورتیں جو تنور جیسے گڑھے میں تھیں' وہ بدکار مرد اور بدکار عورتیں ہیں۔ اور وہ آدمی جس کے پاس آپ آئے تو وہ نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر کا لقمہ دیا جاتا تھا' وہ سود خور شخص ہے۔ اور وہ نہایت بدمنظر آدمی جو آگ کے پاس تھا' اسے دہکاتا تھا اور اس کے گرد دوڑتا تھا' وہ داروغۂ جہنم' مالک ہے۔ اور وہ دراز قد آدمی جو باغ میں تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اور وہ بچے جو ان کے ارد گرد تھے' یہ تمام وہ بچے ہیں جو فطرت (صحیح دین) پر فوت ہوئے۔'' اور برقانی کی روایت میں ہے: ''وہ بچے ہیں جو فطرت پر پیدا ہوئے۔'' مسلمانوں میں سے ایک نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اور مشرکین کے بچے بھی (وہیں تھے)؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مشرکین کے بچے بھی۔ اور وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوب صورت اور آدھا جسم بدصورت تھا' یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ملے جلے عمل کیے' کچھ عمل نیک کیے اور دوسرے کچھ برے بھی۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا۔'' (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ» ثُمَّ ذَكَرَهُ

اور بخاری کی ایک اور روایت میں ہے: ''میں نے رات کو دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے پاک سرزمین

وَقَالَ: «فَانْطَلَقْنَا إِلٰى نَقْبٍ مِّثْلِ التَّنُّورِ، أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَّأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ؛ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا ارْتَفَعَتْ، ارْتَفَعُوا حَتّٰى كَادُوا أَنْ يَّخْرُجُوا، وَإِذَا خَمَدَتْ، رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ». وَفِيهَا: «حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهرٍ مِّنْ دَمٍ» وَلَمْ يَشُكَّ «فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ، وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ، رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِي فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ». وَفِيهَا: «فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِي دَارًا لَّمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ وَّشَبَابٌ». وَفِيهَا: «الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» وَفِيهَا: «الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، فَيُفْعَلُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالدَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَأَنَا جِبْرِيلُ، وَهٰذَا مِيكَائِيلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي، قَالَا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَّمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ، أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کی طرف لے گئے۔'' پھر وہی واقعہ بیان فرمایا (جو ابھی گزرا) اور فرمایا: ''ہم چلتے چلتے ایک گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مثل تھا۔ اس کا بالائی حصہ تنگ اور نچلا حصہ کشادہ تھا۔ اس کے نیچے آگ فروزاں تھی۔ جب وہ آگ اوپر کو اٹھتی تو (اس میں موجود لوگ بھی) اوپر کو اٹھتے' حتیٰ کہ وہ باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے۔ اور جب آگ بجھ جاتی تو وہ بھی اس میں واپس چلے جاتے۔ اور اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔'' اور اس روایت میں یہ بھی ہے: ''ہم خون کی ایک نہر پر آئے۔'' اس میں راوی نے شک نہیں کیا (جیسے پہلی روایت میں راوی کو شک تھا۔) ''اس میں ایک آدمی نہر کے درمیان میں کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک (دوسرا) آدمی ہے جس کے سامنے پتھر ہیں' چنانچہ نہر میں کھڑا آدمی آگے بڑھتا ہے اور جب باہر نکلنا چاہتا ہے تو کنارے والا آدمی اس کے منہ میں پتھر پھینک دیتا ہے اور اس کو وہیں لوٹا دیتا ہے جہاں وہ تھا۔ یہ (برلب نہر آدمی) اسی کام پر لگا ہے کہ جب بھی وہ باہر نکلنے کے لیے آتا ہے' یہ اس کے منہ میں پتھر پھینک دیتا ہے' چنانچہ وہ لوٹ جاتا ہے جیسے پہلے تھا۔'' اور اس روایت میں یہ بھی ہے: ''وہ دونوں مجھے لے کر درخت پر چڑھے اور مجھے ایسے گھر میں داخل کیا جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں کچھ بوڑھے اور جوان مرد تھے۔'' اور اس روایت میں یہ بھی ہے: ''وہ شخص جس کو میں نے دیکھا کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا ہے' وہ بہت جھوٹا آدمی ہے جو جھوٹی بات زبان سے نکالتا ہے' وہ اس سے نقل کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ (دنیا کے) کناروں تک پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے ساتھ قیامت کے دن تک وہ معاملہ کیا جاتا رہے گا جو آپ نے دیکھا۔'' اور اس روایت میں یہ بھی ہے: ''وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا' ایسا آدمی ہے جس

کو اللہ نے قرآن کے علم سے نوازا' لیکن یہ قرآن کو چھوڑ کر رات کو سویا رہا اور دن کو بھی اس پر عمل نہیں کیا' چنانچہ اس کے ساتھ بھی وہ سلوک قیامت کے دن تک کیا جاتا رہے گا۔ اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے' عام مومنوں کا گھر ہے۔ اور لیکن یہ گھر' شہیدوں کا گھر ہے۔ میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہے' چنانچہ اپنا سر اٹھائیں۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل کی مثل (کوئی چیز) تھی۔ ان دونوں نے کہا: یہ آپ کا ٹھکانا ہے۔ میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں اپنے ٹھکانے میں داخل ہو جاؤں۔ انھوں نے کہا: ابھی آپ کی کچھ عمر باقی ہے جس کی آپ نے تکمیل نہیں کی۔ جب آپ اس کی تکمیل کر لیں گے تو پھر اپنے ٹھکانے میں تشریف لے آئیں گے۔'' (بخاری)

قَوْلُهُ: [يَثْلَغُ رَأْسَهُ]: هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: يَشْدَخُهُ وَيَشُقُّهُ. قَوْلُهُ: [يَتَدَهْدَهُ]، أَيْ: يَتَدَحْرَجُ. وَ[الْكَلُّوبُ]: بِفَتْحِ الْكَافِ، وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ، وَهُوَ مَعْرُوفٌ. قَوْلُهُ: [فَيُشَرْشِرُ] أَيْ: يُقَطِّعُ. قَوْلُهُ: [ضَوْضَوْا]: وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَمَتَيْنِ، أَيْ: صَاحُوا. قَوْلُهُ: [فَيَفْغَرُ] هُوَ بِالْفَاءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: يَفْتَحُ. قَوْلُهُ: [اَلْمَرْآةِ] هُوَ بِفَتْحِ الْمِيمِ، أَيْ: اَلْمَنْظَرِ. قَوْلُهُ: [يَحُشُّهَا]: هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: يُوقِدُهَا. قَوْلُهُ: [رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ]: هُوَ بِضَمِّ الْمِيمِ وَإِسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ التَّاءِ وَتَشْدِيدِ الْمِيمِ، أَيْ: وَافِيَةُ النَّبَاتِ طَوِيلَتُهُ. قَوْلُهُ: [دَوْحَةٌ]: وَهِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ،

يَثْلَغُ رَأْسَهُ: ''ثا'' اور ''غین'' کے ساتھ۔ سر کو کوٹتا اور چیرتا تھا۔ يَتَدَهْدَهُ کے معنی ہیں: لڑھکتا ہے۔ كَلُّوب: ''کاف'' پر زبر ''لام'' مشدد پر پیش۔ اس کے معنی مشہور ہیں: (آنکڑا جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے۔) يُشَرْشِرُ: کاٹتا یا کچلا جاتا ہے۔ ضَوْضَوْا: دو ''ضادوں'' کے ساتھ۔ وہ چیخے۔ يَفْغَرَ: ''فا'' اور ''غین'' کے ساتھ۔ کھولتا ہے۔ اَلْمَرْآة: ''میم'' پر زبر۔ منظر۔ يَحُشُّهَا: ''یا'' پر زبر، ''حا'' اور ''شین'' پر پیش۔ جلاتا اور بھڑکاتا ہے۔ رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ: ''میم'' پر پیش، ''عین'' ساکن، ''تا'' پر زبر اور ''میم'' پر شد۔ لمبا اور زیادہ درختوں والا باغ۔ دَوْحَة: ''دال'' پر زبر، ''واؤ'' ساکن اور پھر ''حا''۔ بڑا درخت۔ اَلْمَحْضُ: ''میم'' پر زبر، ''حا'' ساکن، پھر ''ضاد''۔ دودھ۔ سَمَا بَصَرِي: میری نظر اوپر کو اٹھی۔ صُعُدًا: ''صاد'' اور ''عین'' پر پیش۔ بلند ہونے والا (بمعنی صَاعِد اور یہ حال ہے۔) اَلرَّبَابَة: ''را'' پر زبر اور ''با'' مکرر (دو مرتبہ)۔ بادل۔

وَإِسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَهِيَ الشَّجَرَةُ الْكَبِيرَةُ. قَوْلُهُ: [اَلْمَحْضُ]: هُوَ بِفَتْحِ الْمِيمِ وَإِسْكَانِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ اللَّبَنُ. قَوْلُهُ: [فَسَمَا بَصَرِي]، أَيْ: اِرْتَفَعَ. وَ[صُعُدًا]: بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ، أَيْ: مُرْتَفِعًا، وَ[الرَّبَابَةُ]: بِفَتْحِ الرَّاءِ وَبِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكَرَّرَةً، وَهِيَ السَّحَابَةُ.

فوائد و مسائل: ① اس میں خواب کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کو بہت سی بدعملیوں کی سزائیں دکھلائی گئی ہیں' مثلاً: قرآن یاد کر کے اسے بھلا دینا' یا اس پر عمل نہ کرنا' اسی طرح قرآن کا علم سیکھ کر بے عملی اور بدعملی اختیار کیے رکھنا۔ فرض نمازوں میں سستی کرنا' جھوٹ بولنا' بدکاری اور سودخوری وغیرہ ان سب پر سخت وعیدیں ہیں جس کے نمونے اس حدیث میں گزرے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا. ② علاوہ ازیں اس میں نبی ﷺ کے مقام و مرتبے اور شہداء کے مرتبے بھی واضح کیے گئے ہیں۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب کے لیے اللہ نے جہنم اور نعمتوں کے لیے جنت بنائی ہے اور ان میں سے متعدد چیزوں کا مشاہدہ اللہ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کرایا ہے۔

[٢٦١] بَابُ بَيَانِ مَا يَجُوزُ مِنَ الْكَذِبِ

باب: 261- جھوٹ کی بعض جائز صورتوں کا بیان

اِعْلَمْ أَنَّ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ أَصْلُهُ مُحَرَّمًا، فَيَجُوزُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ بِشُرُوطٍ قَدْ أَوْضَحْتُهَا فِي كِتَابِ: «الْأَذْكَارِ»، وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ: أَنَّ الْكَلَامَ وَسِيلَةٌ إِلَى الْمَقَاصِدِ، فَكُلُّ مَقْصُودٍ مَّحْمُودٍ يُمْكِنُ تَحْصِيلُهُ بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيهِ، وَإِنْ لَّمْ يُمْكِنْ تَحْصِيلُهُ إِلَّا بِالْكَذِبِ، جَازَ الْكَذِبُ. ثُمَّ إِنْ كَانَ تَحْصِيلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُودِ مُبَاحًا كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحًا، وَإِنْ كَانَ وَاجِبًا كَانَ الْكَذِبُ وَاجِبًا. فَإِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِّنْ ظَالِمٍ يُّرِيدُ قَتْلَهُ، أَوْ أَخْذَ مَالِهِ وَأَخْفٰى مَالَهُ، وَسُئِلَ إِنْسَانٌ عَنْهُ، وَجَبَ

معلوم ہونا چاہیے کہ جھوٹ اصل میں تو یقیناً حرام ہے' تاہم بعض صورتوں میں چند شرطوں کے ساتھ جھوٹ بولنا جائز ہو جاتا ہے جنھیں میں نے کتاب الاذکار (بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْكَذِبِ وَبَيَانِ أَقْسَامِهِ) میں واضح کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بات چیت مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے' چنانچہ ہر وہ مقصود جو پسندیدہ ہے اور اسے بغیر جھوٹ کے حاصل کرنا ممکن ہے' اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اور اگر جھوٹ بولے بغیر اس کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اس مقصود کا حاصل کرنا اگر مباح (جائز) ہے تو جھوٹ بولنا بھی صرف مباح ہی ہوگا۔ اور اگر مقصود واجب

الْكَذِبُ بِإِخْفَائِهِ، وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهُ وَدِيعَةٌ، وَأَرَادَ ظَالِمٌ أَخْذَهَا، وَجَبَ الْكَذِبُ بِإِخْفَائِهَا. وَالْأَحْوَطُ فِي هٰذَا كُلِّهِ أَنْ يُوَرِّيَ، وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ: أَنْ يَقْصِدَ بِعِبَارَتِهِ مَقْصُودًا صَحِيحًا لَيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فِي ظَاهِرِ اللَّفْظِ، وَبِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَا يَفْهَمُهُ الْمُخَاطَبُ، وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَأَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِي هٰذَا الْحَالِ.

ہے تو جھوٹ بولنا بھی واجب ہوگا' جیسے کوئی مسلمان ایسے ظالم سے چھپ جائے جو اسے مارنا یا اس کا مال لینا چاہتا ہے اور اپنا مال بھی چھپا لے۔ اب کسی شخص سے اس کی بابت پوچھا جائے تو اس کے معاملے کو چھپائے رکھنے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس کوئی امانت ہے اور کوئی ظالم اسے لینے کا ارادہ کرے تو اسے چھپانا واجب ہے۔ اس قسم کے تمام معاملات میں زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ توریہ اختیار کیا جائے۔ توریے کا مطلب یہ ہے کہ ذو معنی گفتگو کرے جس کا ایک ظاہری مفہوم ہو اور ایک باطنی۔ اپنی گفتگو سے صحیح مقصود کی نیت کرے اور اس کی طرف نسبت کرنے میں وہ جھوٹا نہ ہو' اگرچہ ظاہری الفاظ میں اور اس چیز کی طرف نسبت کرنے میں جسے مخاطب سمجھے' وہ جھوٹا ہو۔ اور اگر توریے کی بجائے صاف جھوٹ ہی بولے' تب بھی اس قسم کی حالت میں جھوٹ بولنا حرام نہیں ہے۔

وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ لِجَوَازِ الْكَذِبِ فِي هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيثِ أُمِّ كُلْثُومٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: **«لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا أَوْ يَقُولُ خَيْرًا»**. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس قسم کے حالات میں جھوٹ بولنے کے جواز میں علماء نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں وہ بیان فرماتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے' چنانچہ وہ بھلائی کی بات (دوسروں تک) پہنچاتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

زَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ: قَالَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِّمَّا يَقُولُ النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ تَعْنِي الْحَرْبَ، وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ، وَحَدِيثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا.

مسلم نے ایک روایت میں یہ زیادہ بیان کیا ہے: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو سوائے تین موقعوں کے' لوگوں کی گفتگو سے متعلق (جھوٹ کی) رخصت دیتے ہوئے نہیں سنا۔ تین موقعوں سے وہ مراد لیتی تھیں: جنگ کا' لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا اور مرد کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے خاوند سے گفتگو کرنے کا موقع۔

فوائد و مسائل: ① رخصت سے مراد جھوٹ بولنے کی رخصت ہے۔ يَنْمِي خَيْرًا بھلائی کی چغلی کھاتا یا بھلائی کی بات پہنچاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو لڑے ہوئے شخصوں کو قریب لانے اور ان کے دلوں سے باہمی بغض و عناد دور کرنے کے لیے اپنی طرف سے ایسی جھوٹی باتیں بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ جس سے بغض و عناد کی برف پگھل جائے اور ان کی دوریاں قربت میں بدل جائیں تو عنداللہ یہ شخص جھوٹا یا چغل خور شمار نہیں ہوگا۔ اسی طرح جنگ کے موقع پر بھی عندالضرورت خلاف واقعہ بات کرنا جائز ہے' ورنہ مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔ تیسرا موقع میاں بیوی کی باہمی گفتگو کا ہے۔ معاشرتی زندگی میں بھی بہت سے موڑ ایسے آتے ہیں کہ ازدواجی تعلق کو برقرار رکھنے یا انھیں خوشگوار رکھنے کے لیے خاوند کو بیوی سے یا بیوی کو خاوند سے کچھ باتیں چھپانی پڑ جاتی ہیں۔ ایسے خاص موقعوں اور ضرورتوں پر اخفائے حال کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ ② رخصت کا مطلب مطلقاً جھوٹ کی اجازت نہیں ہے کہ میاں بیوی آپس میں ہر وقت جھوٹ ہی بولتے رہیں' جھوٹ بہر حال جھوٹ ہے جو کبیرہ گناہ ہے' معاشرتی زندگی بھی سچائی ہی پر مبنی ہونی چاہیے۔ دونوں کا کردار ایک دوسرے کے لیے ایک آئینے کی طرح صاف شفاف ہونا چاہیے' اسی میں مسرت اور خوش گواری کا راز مضمر ہے۔ جھوٹ اور اخفائے حال ایک کو دوسرے سے متنفر اور دور کر سکتا ہے' اس لیے عندالضرورت ہی جھوٹ کا استعمال مفید اور خوش گوار اثرات کا حامل ہو سکتا ہے اور یہ اسلام کے دین فطرت ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ اس نے اس واقعی ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لیے رخصت عنایت فرما دی' اس لیے اس کا فائدہ بھی بقدر ضرورت استعمال ہی میں ہے' بلاضرورت استعمال میں نقصان ہی نقصان ہے' دین کا بھی اور دنیا کا بھی۔

[٢٦٢] بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ فِيمَا يَقُولُهُ وَيَحْكِيهِ

باب: 262- اس بات کی ترغیب کا بیان کہ انسان جو کہے اور نقل کرے' اس کی تحقیق کر لے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ [الإسراء: ٣٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق: ١٨].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ہی ایک نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے۔''

[١٥٤٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1547] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کر دے۔'' (مسلم)

[1547] صحيح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، حديث:5.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر سنی ہوئی بات کو اس کی تحقیق کیے بغیر آگے بیان کرنا یا اسے صحیح سمجھ لینا درست نہیں۔ عین ممکن ہے کہ وہ جھوٹی ہو اور یہ بھی اسے بیان کر کے اپنے آپ کو جھوٹوں میں شامل کر لے۔ اس لیے پہلے ہر بات کی تحقیق ضروری ہے۔

[١٥٤٨] وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ، فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1548] حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کرے، وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: بعض روایات میں کَاذِبَیْنِ، تثنیہ کا لفظ ہے، یعنی دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ ایک رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ گھڑنے والا اور دوسرا آگے بیان کرنے والا۔ اس میں ان علماء و واعظین کے لیے سخت وعید ہے جو جھوٹی حدیثیں بیان کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے۔

[١٥٤٩] وَعَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1549] حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری ایک سوکن ہے، کیا مجھے اس بات سے گناہ ہوگا اگر میں (اس پر) یہ ظاہر کروں کہ مجھے خاوند کی طرف سے خوب مل رہا ہے جب کہ مجھے وہ چیزیں نہیں دیتا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز اس کو نہیں دی گئی، اس کا جھوٹ موٹ اظہار کرنے والا، جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اَلْمُتَشَبِّعُ: هُوَ الَّذِي يُظْهِرُ الشِّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانَ، وَمَعْنَاهُ هُنَا: أَنَّهُ يُظْهِرُ أَنَّهُ حَصَلَ لَهُ فَضِيلَةٌ وَلَيْسَتْ حَاصِلَةً. وَ [لَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ]، أَيْ: ذِي زُورٍ، وَهُوَ الَّذِي يُزَوِّرُ عَلَى النَّاسِ، بِأَنْ يَتَزَيّٰى بِزِيِّ أَهْلِ الزُّهْدِ أَوِ الْعِلْمِ أَوِ الثَّرْوَةِ؛ لِيَغْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ. وَقِيلَ

اَلْمُتَشَبِّعُ: وہ شخص ہے جو سیر ہونے کا اظہار کرتا ہے حالانکہ وہ سیر نہیں ہوتا۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے (علم، منصب یا مال کے اعتبار سے) خاص مقام حاصل ہے جب کہ اسے وہ حاصل نہ ہو۔ اور ثَوْبَيْ زُورٍ: اصل میں ثَوْبَيْ ذِي زُورٍ ہے، (یعنی مضاف مقدر ہے۔ معنی: جھوٹے کے دو کپڑے۔) اور اس سے مراد

[1548] صحيح مسلم، المقدمة، باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكذابين......، حديث:1 قبل حديث:1.

[1549] صحيح البخاري، النكاح، باب المتشبع بما لم ينل وما ينهى من افتخاره الضرة، حديث: 5219، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن التزوير في اللباس......، حديث:2130.

غَيْرُ ذٰلِكَ . وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

وہ شخص ہے جو لوگوں کو جال میں پھانسنے کے لیے خلاف واقعہ تأثر دیتا ہے بایں طور کہ وہ زاہدوں والا' یا اہل علم والا' یا اہل ثروت والا لباس پہنتا اور ان کی سی ہیئت بناتا ہے تاکہ لوگ اس کے فریب میں آ سکیں' درآں حالیکہ اس کے اندر وہ خوبی نہ ہو (جس کا وہ اظہار کر رہا ہے۔) بعض نے اس کے اور معنی بھی بیان کیے ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

فوائد و مسائل: ① بعض لوگ زاہدوں والا روپ دھار کر اپنے زہد و عبادت کا نقش قائم کرتے ہیں' بعض اہل علم کی سی ہیئت اختیار کر کے اپنی عالمانہ شان منوانا چاہتے ہیں اور بعض اہل ثروت میں اپنے آپ کو شمار کرانے کے لیے خوش لباسی کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں۔ اگر یہ سب جھوٹ اور فریب پر مبنی ہے تو سخت گناہ ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ جیسا کچھ ہے' ویسا ہی بن کر رہے' اس سے بڑھ کر اپنے کو شمار کرانے کی سعی نہ کرے۔ ② سوکنیں بھی اپنی بابت ایک دوسرے کو غلط تأثر دینے کے لیے خلاف واقعہ باتیں نہ کریں اور محض دوسری بیویوں کو جلانے اور آتش حسد بھڑکانے کے لیے خاوند سے خصوصی قرب و محبت اور اس کی داد و دہش کا اظہار یا دعویٰ نہ کریں جب کہ ایسا نہ ہو۔ بلکہ اگر ایسا ہو بھی تو خاوند کی اس کوتاہی کی پردہ پوشی کریں تاکہ دوسری بیویوں کا آبگینۂ جذبات پاش پاش نہ ہو۔

[٢٦٣] بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ شَهَادَةِ الزُّورِ

باب: 263- جھوٹی گواہی کی شدید حرمت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَٱجْتَنِبُوا۟ قَوْلَ ٱلزُّورِ﴾ [الْحَجّ : ٣٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم جھوٹی بات سے بچو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ﴾ [الإسْرَاء : ٣٦].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق : ١٨].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ہی ایک نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِٱلْمِرْصَادِ﴾ [الفجر : ١٤].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرا رب یقیناً گھات میں ہے۔'' (عملوں کو دیکھ رہا ہے۔)

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَٱلَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ ٱلزُّورَ﴾ [الفرقان : ٧٢].

نیز فرمایا: ''(اہل ایمان) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔''

[١٥٥٠] وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟» قُلْنَا: بَلٰى يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ» وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: «أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ!» فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1550] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں۔'' ہم نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمایا: ''سنو! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔'' چنانچہ آپ برابر یہ بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش! آپ خاموشی اختیار فرمالیں۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے واضح ہے کہ جھوٹی گواہی کتنا بڑا جرم ہے۔ لیکن بدقسمتی سے نام نہاد مسلمانوں میں دیگر کبیرہ گناہوں کی طرح اس کا ارتکاب بھی عام ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[٢٦٤] بَابُ تَحْرِيمِ لَعْنِ إِنْسَانٍ بِعَيْنِهِ أَوْ دَابَّةٍ

باب:264- کسی متعین شخص یا جانور پر لعنت کرنے کے حرام ہونے کا بیان

[١٥٥١] عَنْ أَبِي زَيْدٍ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَاكِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ، عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1551] حضرت ابوزید ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ، جو بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جان بوجھ کر اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ اس طرح ہی ہے جیسے اس نے کہا۔ اور جس شخص نے کسی چیز کے ساتھ خودکشی کی تو قیامت والے دن اسی چیز کے ساتھ اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اور آدمی پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ اور مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[1550] صحيح البخاري، الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، حديث:2654، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث:87.

[1551] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما جاء في قاتل النفس، حديث:1363، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه......، حديث:110.

فوائد و مسائل: ① کسی اور دین کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس طرح کہے: اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی یا عیسائی۔ اس سے اس کی نیت اگر واقعتاً یہودیت یا عیسائیت کا اختیار کرنا ہے تو وہ فی الفور کافر (یہودی یا عیسائی) ہو جائے گا کیونکہ عزم کفر بھی کفر ہے۔ اور اگر مقصد اس سے دوسرے دینوں کے اختیار کرنے کی نفی کرنا ہے اور اس کا عزم ہے کہ وہ کبھی بھی دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار نہیں کرے گا' تو اس انداز کی قسم بہرحال ناپسندیدہ اور معصیت ہے جس سے استغفار لازمی ہے۔ ② اس حدیث کے آخری فقرے سے واضح ہے کہ کسی مومن پر لعنت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ قتل کے برابر جرم ہے۔

[١٥٥٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: «**لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّانًا**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1552] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی راست باز (مومن) کے لیے مناسب نہیں کہ وہ لعن طعن کرنے والا ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: لعن طعن اور سب و شتم' کمال ایمان و کمال صدق کے منافی ہے۔

[١٥٥٣] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1553] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لعن طعن کرنے والے قیامت والے دن نہ سفارشی ہوں گے اور نہ گواہ۔'' (مسلم)

فائدہ: لعن طعن کی عادت انسان کو فاسق بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے شخص کا کوئی مقام نہیں ہوگا۔

[١٥٥٤] وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللهِ، وَلَا بِغَضَبِهِ، وَلَا بِالنَّارِ**». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1554] حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت' اس کے غضب اور جہنم کی آگ کے ساتھ لعن طعن نہ کرو۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس کا مطلب ہے کہ آپس میں اس طرح بددعا نہ کرو' تجھ پر اللہ کی لعنت ہو' یا اللہ کا غضب نازل ہو یا تو جہنم کی آگ میں جلے وغیرہ۔

[١٥٥٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[1555] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

[1552] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن لعن الدوابّ وغيرها، حديث: 2597.

[1553] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن لعن الدوابّ وغيرها، حديث: 2598.

[1554] سنن أبي داود، الأدب، باب في اللعن، حديث: 4906، وجامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في اللعنة، حديث: 1976.

[1555] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ما جاء في اللعنة، حديث: 1977.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن طعنہ زنی کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا' نہ فحش بکنے والا اور نہ فضول گوئی و زبان درازی کرنے والا۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① یہ مومن کامل کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ ② طعنہ زنی سے مراد حسب و نسب کے حوالے سے یا غیبت و بدگوئی کے ذریعے سے تنقیص و تحقیر کرنا ہے۔ ③ لَعَّانٌ، ہر وقت لعنت ملامت اور سب و شتم کرنے والا' جیسے بعض لوگوں کی عادت ہو جاتی ہے کہ گالی کے بغیر کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ ④ فَاحِش سے مراد قول و فعل سے بے حیائی کا ارتکاب کرنے والا اور بَذِيٌّ چرب زبان اور زبان دراز قسم کا آدمی' اور بے وقوف اور فضول گو بھی اس میں شامل ہے۔

[١٥٥٦] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا، صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَّشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ أَهْلًا لِّذٰلِكَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1556] حضرت ابودرداء ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے لیکن اس کے ورے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس کے ورے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پھر دائیں اور بائیں سمت اختیار کرتی ہے۔ پھر جب کوئی گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر وہ چیز اس لعنت کی مستحق ہوتی ہے (تو اسی پر پڑتی ہے) ورنہ وہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔'' (ابوداود)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر لعنت کرنا (اسے اللہ کی رحمت سے محرومی یا اس کے عتاب و غضب کی بددعا دینا) ایسا فعل ہے کہ انسان خود اس کا مورد اور ہدف بن سکتا ہے۔ اس لیے اس سے حتی الامکان اجتناب ہی کرنا چاہیے۔

[١٥٥٧] وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، وَامْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ عَلَى نَاقَةٍ، فَضَجِرَتْ، فَلَعَنَتْهَا، فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

[1557] حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر پر تھے اور ایک انصاری عورت اونٹنی پر سوار (اونٹنی سے) تنگ دل ہو گئی تو اس نے اس پر لعنت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے سنا تو فرمایا:

[١٥٥٦] سنن أبي داود، الأدب، باب في اللعن، حديث: 4905.

[١٥٥٧] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، حديث: 2595.

فَقَالَ: «خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوهَا؛ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ». قَالَ عِمْرَانُ: فَكَأَنِّي أَرَاهَا الْآنَ، تَمْشِي فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا أَحَدٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

''اس اونٹنی پر جو سامان لدا ہوا ہے وہ اتار لو اور اسے چھوڑ دو' اس لیے کہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔'' حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گویا میں اب بھی اس اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں' وہ لوگوں کے درمیان چل رہی ہے' کوئی اس سے تعرض نہیں کر رہا ہے۔ (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تنگ دل ہو کر انسانوں کو تو کجا' جانوروں کو بھی بددعا دینا اور ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

[١٥٥٨] وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا جَارِيَةٌ عَلَى نَاقَةٍ عَلَيْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ، إِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِيِّ ﷺ، وَتَضَايَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ، فَقَالَتْ: حَلْ، اَللّٰهُمَّ! الْعَنْهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1558] حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک نوجوان لڑکی ایک اونٹنی پر سوار تھی۔ اس پر لوگوں کا کچھ سامان تھا۔ اچانک اس نے نبی ﷺ کی طرف دیکھا اور لوگوں پر پہاڑ تنگ ہو گیا (غالباً دشوار گزار راستہ ہونے کی وجہ سے۔) اس لڑکی نے کہا: حَلْ (اونٹ کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے کلمۂ زجر) اے اللہ! اس پر لعنت فرما۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ اونٹنی ہمارے ساتھ نہ رہے جس پر لعنت ہو۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ: [حَلْ]: بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَإِسْكَانِ اللَّامِ، وَهِيَ كَلِمَةٌ لِّزَجْرِ الْإِبِلِ.

حَلْ: ''حا'' پر زبر اور ''لام'' ساکن۔ یہ لفظ اونٹ کے ڈانٹنے کے لیے ہے (تاکہ وہ تیزی سے چلے۔)

وَاعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ قَدْ يُسْتَشْكَلُ مَعْنَاهُ، وَلَا إِشْكَالَ فِيهِ، بَلِ الْمُرَادُ النَّهْيُ أَنْ تُصَاحِبَهُمْ تِلْكَ النَّاقَةُ، وَلَيْسَ فِيهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِهَا وَذَبْحِهَا وَرُكُوبِهَا فِي غَيْرِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ ﷺ، بَلْ كُلُّ ذٰلِكَ وَمَا سِوَاهُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ، لَا مَنْعَ مِنْهُ إِلَّا مِنْ مُّصَاحَبَتِهِ ﷺ بِهَا؛ لِأَنَّ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ كُلَّهَا كَانَتْ جَائِزَةً فَمُنِعَ بَعْضٌ مِّنْهَا، فَبَقِيَ الْبَاقِي عَلَى مَا كَانَ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

جاننا چاہیے کہ اس حدیث کے مفہوم میں اشکال پیش کیا جاتا ہے حالانکہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے بلکہ مراد اس امر کی ممانعت ہے کہ یہ اونٹنی ان کے ساتھ رہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کا بیچنا' ذبح کرنا اور نبی ﷺ کی صحبت کے علاوہ اس پر سوار ہونا منع ہے۔ بلکہ یہ تمام کام اور ان کے سوا دیگر تصرفات جائز ہیں' کوئی ممانعت نہیں ہے۔ صرف اس کی مصاحبت نبی ﷺ کے ساتھ جائز نہیں۔ کیونکہ یہ سارے تصرفات جائز ہیں' ان میں سے بعض کی ممانعت کر دی گئی' چنانچہ باقی صورتیں جائز رہیں گی جیسا کہ پہلے تھیں۔ واللہ أعلم۔

[1558] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن لعن الدوابّ وغيرها، حديث: 2596۔

فوائد ومسائل: ① اس میں بعض لوگوں کو اشکال یہ پیش آیا کہ اونٹنی کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا' اس کو بار برداری کے کام میں لایا گیا اور نہ سواری کے' جیسے زمانۂ جاہلیت میں بتوں کے نام وقف شدہ جانوروں کے ساتھ کیا جاتا تھا' جسے سائبہ کہا جاتا تھا' حالانکہ اس میں اشکال کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اسے سائبہ کی طرح مطلقاً آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ صرف لعنت کی وجہ سے اسے اس چیز کا مستحق نہیں سمجھا گیا کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں رہے۔ اس صحبت نبوی ﷺ کے علاوہ اس پر ہر قسم کے تصرفات کی اجازت تھی۔ ② اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل بدعت اور اہل فسق و فجور کی صحبت و ہم نشینی جائز نہیں' اس لیے کہ وہ محل لعنت ہیں۔ جب ایسے جانور کو ساتھ رکھنا جائز نہیں ہے جس پر لعنت کی گئی ہو تو لعنتی کام کرنے والوں کی صحبت اور دوستی کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

[٢٦٥] بَابُ جَوَازِ لَعْنِ [بَعْضِ] أَصْحَابِ الْمَعَاصِي، غَيْرَ الْمُعَيَّنِينَ

باب:265- معین نام لیے بغیر معاصی کے مرتکبین پر لعنت کرنے کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿أَلَا لَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [هود: ١٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [الأعراف: ٤٤].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''چنانچہ ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

وَثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ». وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ آكِلَ الرِّبَا»، وَأَنَّهُ لَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ؛ وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ»، أَيْ: حُدُودَهَا؛ وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ». وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ»، «وَلَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ»، وَأَنَّهُ قَالَ: «مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ». وَأَنَّهُ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! الْعَنْ رِعْلًا، وَذَكْوَانَ، وَعُصَيَّةَ، عَصَوُا اللهَ وَرَسُولَهُ». وَهٰذِهِ ثَلَاثُ قَبَائِلَ مِنَ

اور صحیح (بخاری و مسلم) میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس عورت پر اللہ کی لعنت ہے جو دوسروں کے بال اپنے بالوں کے ساتھ ملائے اور اس پر بھی جو کسی دوسری عورت سے بال ملوائے (جڑوائے۔'') اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سود خور پر لعنت فرمائے۔'' نیز آپ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو زمین کی حدوں میں ردو بدل کرے۔'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے جو انڈے کی چوری کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو اپنے ماں باپ پر لعن طعن کرے۔'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے جانور ذبح کرے۔'' اور فرمایا: ''جو مدینے میں کوئی بدعت

الْعَرَبِ، وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ». وَأَنَّهُ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.

ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔" اور فرمایا: "اے اللہ! رِعْل، ذَکْوَان اور عُصَيَّة قبیلوں پر لعنت فرما، انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔" یہ تینوں عرب کے قبیلے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔" اور آپ نے ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر (بھی لعنت کی) جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

وَجَمِيعُ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ فِي الصَّحِيحِ، بَعْضُهَا فِي صَحِيحَيِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَبَعْضُهَا فِي أَحَدِهِمَا، وَإِنَّمَا قَصَدْتُ الْاِخْتِصَارَ بِالْإِشَارَةِ إِلَيْهَا، وَسَأَذْكُرُ مُعْظَمَهَا فِي أَبْوَابِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى.

یہ تمام الفاظ (جو مذکور ہوئے) صحیح احادیث میں ہیں۔ ان میں سے بعض تو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہیں اور بعض ان میں سے کسی ایک میں ہیں۔ میں نے ان کی طرف اشارہ کرنے میں اختصار سے کام لیا ہے اور ان احادیث کا بیشتر حصہ میں اس کتاب کے مختلف ابواب میں ذکر کروں گا۔ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ.

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ کی نقل کردہ آیات واحادیث سے واضح ہے کہ اس طرح لعنت کرنا تو جائز ہے، ظلم کرنے والوں، جھوٹ بولنے والوں، قطع رحمی کرنے والوں پر لعنت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن کسی ایک شخص کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ بظاہر ظالم ہو، جھوٹا ہو، قاطع رحم ہو، قاتل ہو، کیونکہ کسی کو یہ پتہ نہیں کہ جس شخص پر وہ اس کے ظلم یا جھوٹ یا کسی اور گناہ کی وجہ سے لعنت کر رہا ہے، اس نے اپنے اس گناہ سے توبہ کر لی ہو اور عند اللہ وہ ظالم یا جھوٹا وغیرہ شمار نہ ہو۔ اس لیے کسی بھی گناہ گار مسلمان کے لیے، چاہے وہ کتنا بھی بڑا گناہ گار ہو، اس پر اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد لعنت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے مرنے سے پہلے اس نے خالص توبہ کر لی ہو اور اللہ نے اسے معاف کر دیا ہو۔ صرف یہ کہنا جائز ہے: جھوٹوں پر، ظالموں پر یا فلاں فلاں کام کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

[٢٦٦] بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

باب:266- مسلمان پر ناحق سب وشتم کرنے کے حرام ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور وہ لوگ جو مسلمان مردوں اور

وَٱلْمُؤْمِنَـٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَـٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨].

مسلمان عورتوں کو بغیر قصور کے تکلیف پہنچاتے ہیں تو انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔‘‘

[١٥٥٩] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1559] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان کو گالی دینا فسق (اللہ کی حکم عدولی) ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔‘‘ (بخاری ومسلم)

فائدہ: مومن کے سے قتال کو کفر کہنے کا مطلب ہے کہ گناہ اور حرمت میں کفر کی طرح ہے۔ اس سے اس جرم کی شدت واضح ہے۔ اس میں مسلمان کو سب وشتم یا اس سے جھگڑا کرنے کی ممانعت ہے۔

[١٥٦٠] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ أَوِ الْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1560] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فسق یا کفر کی تہمت نہ لگائے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ ہو تو یہ تہمت اسی کی طرف لوٹ آتی ہے۔‘‘ (بخاری)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کی بابت یہ کہے کہ وہ تو فاسق یا کافر ہے درآں حالیکہ وہ فاسق یا کافر نہیں ہے تو خود کہنے والا عنداللہ فاسق یا کافر قرار پا جائے گا، اس لیے اس قسم کے دعوؤں سے بچنا چاہیے۔

[١٥٦١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمُتَسَابَّانِ [اَلْمُسْتَبَّانِ] مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي [اَلْبَادِئِ] مِنْهُمَا حَتّٰى يَعْتَدِيَ الْمَظْلُومُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1561] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آپس میں گالی دینے والے دو شخص، جو کچھ ایک دوسرے کو کہیں گے، اس کا گناہ ابتدا کرنے والے کو ہوگا، یہاں تک کہ مظلوم زیادتی کا ارتکاب کرے۔‘‘ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان نے گالی دی اور دیگر ناجائز باتیں کیں تو دوسرے مسلمان نے بھی جواب میں اسی طرح کی گالی دی اور دیگر ناجائز باتیں کیں۔ اس نے اس کی باتوں سے تجاوز نہیں کیا تو اس صورت میں سب وشتم کا سارا گناہ ابتدا کرنے والے کو ہوگا۔ ہاں، اگر دوسرا (مظلوم) شخص بدلہ لینے میں حد سے تجاوز کر گیا تو پھر اپنی زیادتی کے حساب سے وہ بھی گناہ گار ہوگا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن بدلہ لیتے وقت عام طور پر

[1559] صحيح البخاري، الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث:6044، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان قول النبي ﷺ: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر، حديث:64.

[1560] صحيح البخاري، الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث:6045، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر!، حديث:61.

[1561] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن السباب، حديث:2587.

انسان حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور مظلوم کی جگہ ظالم بن جاتا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ انسان بدلہ لینے کی بجائے معاف کر دے اور صبر اور عفو (درگزر) کو اپنا شعار بنائے۔

[١٥٦٢] وَعَنْهُ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ، قَالَ: «اضْرِبُوهُ»، قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللهُ، قَالَ: «**لَا تَقُولُوا هٰذَا، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ**». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1562] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شرابی آدمی لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اسے مارو۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم میں سے کوئی اسے اپنے ہاتھ سے' کوئی اپنے جوتے سے اور کوئی اپنے کپڑے سے مار رہا تھا۔ جب وہ (مار کھا کر) جانے لگا تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح مت کہو' اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① گناہ گار کو بددعا دینے سے شیطان کی مدد ہوتی ہے کیونکہ شیطان کا مقصد بھی مسلمان کو عنداللہ ذلیل وخوار کرنا ہی ہے' تو جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر لعنت کرتا یا اسے ذلت و رسوائی کی بددعا دیتا ہے تو گویا وہ شیطان کے مشن ہی کی تکمیل کرتا ہے۔ اس لیے گناہ گار کو بددعا نہیں دینی چاہیے' اس کے لیے ہدایت کی دعا کی جائے۔ ② اس میں شرابی کو صرف زدوکوب کرنے کا ذکر ہے۔ یہ حد کے مقرر ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ بعد میں نبی ﷺ نے شراب پینے والے پر چالیس کوڑوں کی حد نافذ فرمائی۔ اس لیے راجح مسلک یہی ہے کہ شراب نوشی کی سزا بطور تعزیر نہیں' بطور حد ہے اور وہ ہے چالیس کوڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی حد کو نافذ کیا' البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب شراب نوشی کا رواج کچھ زیادہ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے چالیس کے بجائے اسی کوڑے اس کی سزا کر دی۔ علمائے محققین نے کہا ہے کہ حد تو چالیس کوڑے ہی ہے' البتہ بطور تعزیر چالیس کوڑوں یا اس سے کم وبیش کا حق امام وقت اور قاضی کو حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اضافہ بھی بطور تعزیر ہی ہے ورنہ حد میں کسی کو بھی کمی بیشی کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

[١٥٦٣] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بِالزِّنَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1563] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اپنے مملوک (غلام' باندی) پر بدکاری کی تہمت لگائے تو قیامت والے دن اس (مالک) پر حد قائم کی جائے گی' مگر یہ کہ وہ

[1562] صحيح البخاري، الحدود، باب مايكره من لعن شارب الخمر......، حديث:6781.

[1563] صحيح البخاري، الحدود، باب قذف العبيد، حديث:6858، وصحيح مسلم، الأيمان، باب التغليظ على من قذف مملوكه بالزنى، حديث:1660.

(مملوک) ایسا ہی ہو جیسے اس نے کہا (پھر مالک پر حد لاگو نہیں ہوگی۔") (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① مالک پر قیامت والے دن حد قذف (زنا کی تہمت لگانے کی سزا) اس لیے قائم کی جائے گی کہ دنیا میں مالک اپنے مملوکین پر ہر طرح کا ظلم کر لیتے ہیں اور ان کی دادرسی نہیں ہوتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن جب بے لاگ انصاف فرمائے گا تو اس مظلوم طبقے کے ساتھ بھی انصاف کا اہتمام ہوگا اور جو مالک دنیا میں سزا سے بچ رہے ہوں گے انھیں قیامت والے دن سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ② اس میں ان لوگوں کے لیے ترہیب ہے جو اپنے مالکانہ اختیارات کے گھمنڈ میں اپنے غلاموں اور نوکروں چاکروں پر ظلم کرتے ہیں۔

[٢٦٧] بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الْأَمْوَاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّمَصْلَحَةٍ شَرْعِيَّةٍ:

باب: 267- فوت شدہ لوگوں پر ناحق اور کسی شرعی مصلحت کے بغیر سب و شتم کرنا حرام ہے

وَهُوَ التَّحْذِيرُ مِنَ الْاِقْتِدَاءِ بِهِ فِي بِدْعَتِهِ، وَفِسْقِهِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ؛ وَفِيهِ الْآيَةُ وَالْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اور مصلحت شرعی یہ ہے کہ کسی بدعتی اور فاسق وغیرہ کی بدعت اور فسق وغیرہ میں پیروی کرنے سے لوگوں کو بچانا۔ اور اس میں وہی آیت اور احادیث ہیں جو ماقبل کے باب میں گزریں۔

فائدۂ باب: مطلب امام نووی رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ فوت شدہ شخص بدعت اور فسق و فجور وغیرہ میں مبتلا رہا ہو تو ایسے شخص کے ایسے کردار سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے تاکہ لوگ اس کی بدعت اور اس کے فسق و فجور سے بچیں۔ یہ مردہ کی بدگوئی اور سب و شتم نہیں ہے جس کی ممانعت ہے' بلکہ اس کی حقیقت واضح کرنے میں مصلحت شرعی موجود ہے' اس لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

[١٥٦٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ؛ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1564] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فوت شدہ لوگوں کو برا بھلا مت کہو' اس لیے کہ انھوں نے (اچھے یا برے) جو عمل آگے بھیجے' وہ اس کو پہنچ گئے۔" (بخاری)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انھوں نے اچھے یا برے جو عمل بھی کیے' اس کے مطابق وہ جزا یا سزا کے مستحق ہوں گے۔ ہمیں اب انھیں برا کہنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی ہے۔ اس لیے کسی بھی فوت شدہ پر سب و شتم نہ کیا جائے۔

[1564] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما ينهى من سب الأموات، حديث: 1393.

بالخصوص کسی کا نام لے کر سوائے اس مصلحت شرعی کے جس کا ذکر عنوان باب اور اس کے فوائد کے تحت میں گزرا۔

[٢٦٨] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِيذَاءِ

باب:268- تکلیف پہنچانے سے ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو بغیر کسی قصور کے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، انھوں نے یقیناً بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

[١٥٦٥] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1565] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① کہنے کو تو ہر وہ شخص مسلمان ہے جس نے کلمۂ شہادت پڑھ کر توحید و رسالت محمدیہ کا اقرار کر لیا۔ لیکن کامل مسلمان وہ ہے جس کا کردار اتنا بلند ہو کہ اس کی زبان یا ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ ② مہاجر تو اصل میں وہ ہے جو اللہ کے لیے اپنے وطن اور خویش و اقارب کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں وہ آسانی سے اللہ کے دین پر عمل کر سکے۔ لیکن وہ شخص بھی مہاجر ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق نافرمانی والے کاموں کو ترک کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ ہجرت کے معنی ترک کرنے کے ہیں، وطن کو ترک کر دے یا معاصی کو ترک کر دے۔

[١٥٦٦] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1566] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ جہنم سے دور اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو چاہیے کہ اس کو موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (مسلم)

[1565] صحيح البخاري، الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون......، حديث:10، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام......، حديث:40.

[1566] صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأول فالأول، حديث:1844.

وَهُوَ بَعْضُ حَدِيثٍ طَوِيلٍ سَبَقَ فِي بَابِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْأُمُورِ [برقم: ٦٦٨].

اور یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے جو پہلے بَابُ طَاعَةِ وُلَاةِ الْأُمُورِ میں گزر چکی ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت رقم: 668 میں گزر چکی ہے۔ اس میں ایمان پر استقامت اور عمل صالح پر مداومت کی تاکید ہے کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آ جائے۔ اس لیے انسان کو کسی وقت بھی ایمان کے تقاضوں اور عمل صالح سے غافل نہیں رہنا چاہیے تاکہ اس کی موت ایمان پر آئے۔ اس کا وہی مفہوم ہے جو آیت: ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران 102:3) کا ہے۔ ② مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے جیسے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔

[٢٦٩] بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَالتَّدَابُرِ

باب: 269- باہم بغض رکھنے، قطع تعلق کر لینے اور ایک دوسرے سے منہ پھیر لینے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الْحُجُرَات: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مومن تو بھائی بھائی ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ [الْمَائِدَة: ٥٤].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(مومن) مومنوں پر نرم ہیں اور کافروں پر سخت۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفَتْح: ٢٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان۔''

[١٥٦٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَقَاطَعُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1567] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، نہ باہم حسد کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ، نہ آپس میں تعلق منقطع کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے (کسی مسلمان) بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال چھوڑے رکھے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، کا مطلب ہے کہ ایسا کام یا بات نہ کرو جس سے دلوں میں کدورت اور بغض پیدا

[1567] صحيح البخاري، الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، حديث:6065، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر، حديث:2559.

ہو۔ حسد نہ کرو یعنی کسی مسلمان کو کوئی نعمت اور شرف وفضل حاصل ہو تو اس کے زوال کی آرزو مت کرو۔ ایک دوسرے کو پیٹھ مت دکھاؤ' یعنی ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہو تو سلام کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے اعراض کرتے ہوئے کنی کترا کر مت نکلو۔ یہ تمام چیزیں ممنوع ہیں کیونکہ ان سے افتراق اور انتشار پیدا ہوتا ہے' اسی لیے تین دن سے زیادہ ترک تعلق اور بول چال بند رکھنا جائز نہیں ہے۔

[١٥٦٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا! أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا!». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1568] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیر اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر اس بندے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو' سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے (کسی مسلمان) بھائی کے درمیان دشمنی ہو۔ کہا جاتا ہے: ان دونوں کو مہلت دی جائے یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں' ان دونوں کو صلح کرنے تک مہلت دی جائے۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيسٍ وَّاثْنَيْنِ». وَذَكَرَ نَحْوَهُ.

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''ہر جمعرات اور سوموار کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔'' اور آگے اسی طرح روایت بیان کی۔

فائدہ: اس میں بھی باہم دشمنی اور بغض وعناد کو جنت سے محرومی کا سبب بتلایا گیا ہے۔

[٢٧٠] بَابُ تَحْرِيمِ الْحَسَدِ

باب: 270- حسد کے حرام ہونے کا بیان

وَهُوَ تَمَنِّي زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا، سَوَاءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِينٍ أَوْ دُنْيَا،

اور یہ کسی صاحب نعمت سے زوال نعمت کی آرزو کرنے کا نام ہے' وہ نعمت دینی ہو یا دنیوی

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿أَمْ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [النِّسَاء: ٥٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس نعمت پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی۔''

وَفِيهِ حَدِيثُ أَنَسٍ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اور اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو ماقبل کے باب میں گزری۔ (ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:)

[1568] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن الشحناء، حديث: 2565.

[١٥٦٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ؛ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ، أَوْ قَالَ: اَلْعُشْبَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1569] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔'' یا فرمایا: ''خشک گھاس کو (کھا جاتی ہے۔'') (ابوداود)

[٢٧١] بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ لِكَلَامِ مَنْ يَّكْرَهُ اسْتِمَاعَهُ

باب: 271- ٹوہ لگانے کی ممانعت، نیز دوسرے کے ناپسند کرنے کے باوجود اس کی بات سننے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ [الْحُجُرَات: ١٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ٹوہ مت لگاؤ۔'' (مسلمانوں کے عیبوں اور کمزوریوں کو تلاش مت کرو۔)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو بغیر قصور کے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، انھوں نے یقیناً بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

[١٥٧٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَنَافَسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمْ. اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا» وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهِ «بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ،

[1570] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اور عیبوں کی ٹوہ مت لگاؤ اور نہ جاسوسی کرو اور نہ دوسرے کا حق غصب کرنے کی حرص اور اس کے لیے کوشش کرو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ باہم بغض رکھو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ۔ اور اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی ہو جاؤ، جیسے اس نے تمھیں حکم دیا ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے، نہ اس کو حقیر سمجھے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں

[1569] ضعيف ـ سنن أبي داود، الأدب، باب في الحسد، حديث:4903- اس کی سند ابراہیم بن اسید کے دادا کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[1570] صحيح البخاري، النكاح، باب: لا يخطب على خطبة أخيه حتّٰى ينكح أو يدع، حديث:5143، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظن والتجسس......، حديث:2563، و باب تحريم ظلم المسلم وخذله......، حديث:2564.

وَعِرْضُهُ، وَمَالُهُ، إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى أَجْسَادِكُمْ، وَلَا إِلٰى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ».

ہے.....اور اپنے سینے کی طرف اشارہ فرماتے.....آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون' عزت اور مال حرام ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمھاری صورتوں کو' وہ تو تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا».

ایک اور روایت میں ہے: ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' باہم بغض نہ رکھو' جاسوسی نہ کرو' عیبوں کی ٹوہ مت لگاؤ' محض دھوکا دینے کے لیے بولی بڑھا کر مت لگاؤ' اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «لَا تَقَاطَعُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا».

اور ایک روایت میں ہے: ''ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو' نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ' اور باہم بغض نہ رکھو' نہ باہم حسد کرو اور اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «لَا تَهَاجَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ».

ایک اور روایت میں ہے: ''ایک دوسرے سے بول چال بند مت کرو اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔''

رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ أَكْثَرَهَا.

یہ ساری روایات مسلم نے بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر امام بخاری نے بھی روایت کی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① بدگمانی سے مراد کسی مسلمان کی بابت ایسا گمان ہے جس کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو' اسی طرح وہ خیال ہے جو بغیر کسی دلیل کے دل میں پیدا ہو۔ ② نَجْش کا مطلب ہے: کسی سودے کی بولی میں اس لیے اضافہ کرنا تاکہ دوسرے لوگ دھوکا کھا جائیں' اس کا مقصد خریدنا نہ ہو۔ ③ اس حدیث میں جو ہدایات دی گئی ہیں' ان کا مقصد مسلمان کی عزت کا تحفظ ہے' بلاوجہ بدگمانی' عیبوں اور کمزوریوں کی تلاش مسلمان کی عزت کے منافی ہے' اس لیے ان سے روک دیا گیا۔ دوسرا مقصد اُخوت اسلامیہ کی پاسداری ہے' اسی لیے ظلم کرنے سے' دست گیری کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دینے سے' حقیر سمجھنے سے اور تکبر کرنے سے روک دیا گیا ہے اور مسلمان کی جان' مال اور عزت کو دوسرے مسلمان پر حرام کر دیا گیا ہے۔ بولی میں اضافے اور سودے پر سودا کرنے کی ممانعت بھی اسی لیے ہے کہ ان سے بھی بغض و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

[١٥٧١] وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِينَ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1571] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اگر تو مسلمانوں کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا تو تو ان کے اندر بگاڑ پیدا کرے گا یا قریب ہے کہ تو ان کے اندر فساد پیدا کر دے۔'' (یہ حدیث صحیح ہے' اسے امام ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

جب ایک شخص دوسروں کے عیوب کی تلاش میں اور ان کی کمزوریوں کے تعاقب میں لگا رہے گا تو پھر دوسرے ... کی بابت یہی انداز اختیار کریں گے' اس سے معاشرے میں جو فساد پیدا ہوگا وہ ظاہر ہے' اس لیے شریعت نے اس سے منع کر دیا ہے۔

[١٥٧٢] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ أُتِيَ بِرَجُلٍ فَقِيلَ لَهُ: هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهُ خَمْرًا، فَقَالَ: إِنَّا قَدْ نُهِينَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَلٰكِنْ إِنْ يَظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ، نَأْخُذْ بِهِ. حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

[1572] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ فلاں آدمی ہے' اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: ہمیں ٹوہ لگا کر عیب تلاش کرنے سے منع کیا گیا ہے' البتہ اگر کوئی کمزوری ہمارے سامنے آئے گی تو ہم اس پر اس کی گرفت کریں گے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے ابوداود نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کا ایک نمونہ ہے جس کی ہدایت اسلام نے دی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً اسلام کے اوامر و نواہی کے پابند تھے۔ ② محض شبہے پر حد یا تعزیر عائد نہیں ہوگی' اس کے لیے واقعی ثبوت ضروری ہے۔

[٢٧٢] بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُوءِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِينَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ

باب:272- بلا ضرورت مسلمانوں سے بدگمانی کرنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحُجُرَات: ١٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! زیادہ بدگمانی کرنے سے بچو' اس لیے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔''

[1571] سنن أبي داود، الأدب، باب في التجسس، حديث: 4888.

[1572] سنن أبي داود، الأدب، باب في التجسس، حديث: 4890.

[١٥٧٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1573] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ روایت اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے: 1570۔ اس میں بھی بدگمانی سے، خاص طور پر اہل خیر وصلاح کے بارے میں بدگمانی سے بچنے کی تاکید ہے، اس لیے کہ یہ جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ علاوہ ازیں شرعی احکام اور سزائیں یقین پر نافذ ہوتی ہیں، محض ظن وتخمین پر نہیں۔ ② عام حالات میں ہر مسلمان کی بابت اچھا خیال رکھنا ضروری ہے، الا یہ کہ کوئی واضح ثبوت اس کے برعکس موجود ہو۔

[٢٧٣] بَابُ تَحْرِيمِ احْتِقَارِ الْمُسْلِمِينَ

باب: 273- مسلمانوں کو حقیر جاننا حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا۟ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا۟ بِٱلْأَلْقَٰبِ بِئْسَ ٱلِٱسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلْإِيمَٰنِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾ [الْحُجُرَات: ١١]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے استہزا نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے استہزا کریں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور اپنے (مومن بھائیوں) کو عیب مت لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) اللہ کی حکم عدولی ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں، پس وہی لوگ ظالم ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ [الْهُمَزَة: ١].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہر اس شخص کے لیے خرابی ہے جو طعنہ زنی کرنے والا، عیب جو اور چغل خور ہے۔''

[١٥٧٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ».

رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ سَبَقَ قَرِيبًا بِطُولِهِ.

[1574] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔''

(مسلم۔ اور یہ روایت پوری تفصیل سے قریب ہی گزری ہے۔

[1573] صحيح البخاري، النكاح، باب لايخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع، حديث:5143، وصحيح مسلم، البر والصلة و الأدب، باب تحريم الظن والتجسس......، حديث:2564.

[1574] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظن والتجسس......، حديث:2563، و باب تحريم ظلم المسلم وخذله......، حديث:2564، 2563.

فائدہ: یہ روایت بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے، رقم: 1570. اس کا مفہوم واضح ہے۔

[١٥٧٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ» فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1575] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی کبر ہوگا۔'' ایک آدمی نے عرض کیا: ایک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کی جوتی اچھی ہو (کیا یہ بھی کبر ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ کبر، حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔'' (مسلم)

وَمَعْنَى [بَطَرُ الْحَقِّ]: دَفْعُهُ. وَ[غَمْطُهُمْ]: اِحْتِقَارُهُمْ، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ أَوْضَحَ مِنْ هٰذَا، فِي بَابِ الْكِبْرِ.

بَطَرُ الْحَقِّ کے معنی ہیں: حق سے گریز کرنا۔ غَمْطُهُمْ: کا مطلب ہے: لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ اس کا بیان اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بَابُ الْكِبْرِ میں گزر چکا ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت باب تحریم الکبر والإعجاب میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے، رقم: 614. ② امام نووی رحمہ اللہ نے بَطَرُ الْحَق کے معنی دَفْعُ الْحَقِّ کیے ہیں، یعنی حق بات کو ٹال دینا اور کہنے والے پر لوٹا دینا، مطلب وہی گریز کرنا ہے۔ ③ اچھا لباس پہن لینا کبر نہیں ہے جس کو عام طور پر لوگ کبر سمجھتے ہیں بلکہ کبر اصل میں وہ ہے جس کی نشاندہی حدیث میں کی گئی ہے۔

[١٥٧٦] وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَالَ رَجُلٌ: وَاللهِ! لَا يَغْفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ، فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَّا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ! إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1576] حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: کون ہے جو مجھ پر اس بات کی قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا۔ بے شک میں نے اس کو بخش دیا، اور تیرے عمل میں نے برباد کر دیے۔'' (مسلم)

فائدہ: بعض لوگوں کو اپنی عبادت اور زہد و تقویٰ پر گھمنڈ ہو جاتا ہے جو انھیں دوسروں کی بابت بدگمانی میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ بڑے یقین سے اس بات کا اظہار کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص کو تو اللہ نے کبھی معاف نہیں کرنا، حالانکہ یہ اللہ کی

[1575] صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه، حديث: 91.

[1576] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن تقنيط الإنسان من رحمة الله تعالى، حديث: 2621.

شان میں بے ادبی کا مظاہرہ اور اپنی بابت حد سے زیادہ خوش گمانی کا نتیجہ ہے۔ یہ رویہ اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس عابد و زاہد و متقی کے سارے عمل برباد کر کے اسے جہنم میں پھینک دے اور اس گناہ گار کو معاف کر کے جنت میں بھیج دے جس کی بابت یہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ اسے اللہ معاف نہیں کرے گا۔ اس لیے انسان کو اپنی عبادت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے اور دوسروں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

[٢٧٤] بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِظْهَارِ الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ

باب:274- مسلمان کی تکلیف پر خوشی کا اظہار کرنے کی ممانعت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحُجُرات: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مومن تو بھائی بھائی ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِي ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي ٱلدُّنْيَا وَٱلْأَخِرَةِ﴾ [النور: ١٩].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جو اہل ایمان کے اندر بے حیائی کے پھیلانے کو پسند کرتے ہیں' ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔''

[١٥٧٧] وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ، فَيَرْحَمَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1577] حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے (مسلمان) بھائی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار نہ کرو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرما دے اور تمھیں آزمائش میں ڈال دے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَفِي الْبَابِ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِي بَابِ التَّجَسُّسِ: «**كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ**». اَلْحَدِيثُ.

اور اس مسئلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث: ''ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر ...... حرام ہے۔'' اس سے قبل باب التجسس میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے جو اس سے پہلے بَابُ التَجَسُّس میں گزر چکی ہے' کہ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اس کا خون' مال اور عزت حرام ہے۔

[1577] ضعیف۔ جامع الترمذي، صفة القيامة......، باب: لاتظهر الشماتة لأخيك ......، حديث: 2506. یہ سند مکحول کی عدم تصریح سماع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[٢٧٥] بَابُ تَحْرِيمِ الطَّعْنِ فِي الْأَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِي ظَاهِرِ الشَّرْعِ

باب:275- شرعی طور پر ثابت نسب میں طعن کرنا حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر قصور کے تکلیف دیتے ہیں' یقیناً انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

[١٥٧٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1578] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے کفر کا باعث ہیں: نسب میں طعن کرنا اور فوت شدہ پر بین کرنا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ دونوں گناہ ایسے ہیں کہ اگر انسان انھیں حلال سمجھ کر ان کا ارتکاب کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا' تاہم بشری کمزوری کی وجہ سے ان کا صدور سخت کبیرہ گناہ ہے۔ ② نسب میں طعنہ زنی کا مطلب ہے کہ کسی شخص کو اس کی تحقیر و توہین کی نیت سے کہا جائے کہ تیرا باپ تو فلاں کام کرتا ہے' تیری ماں تو ایسی ویسی ہے' یا تو جولاہا' لوہار' دھوبی اور موچی وغیرہ ہے۔ پیشوں کی وجہ سے بھی کسی خاندان یا شخص کو حقیر سمجھنا طعن فی النسب ہی کی ایک صورت ہے۔ ③ نوحہ و ماتم (بین کرنے) کا مطلب: مردے کے اوصاف بیان کر کر کے رونا پیٹنا اور زور زور سے چیخنا اور واویلا کرنا ہے۔

[٢٧٦] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ وَالْخِدَاعِ

باب:276- جعل سازی اور دھوکا دہی کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر قصور کے تکلیف دیتے ہیں' انھوں نے یقیناً بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

[١٥٧٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ

[1579] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے' وہ ہم

[1578] صحيح مسلم، الإيمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن في النسب والنياحة، حديث:67.

[1579] صحيح مسلم، الإيمان، باب قول النبي ﷺ: من غشنا فليس منا، حديث:102,101.

فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(مسلمانوں) میں سے نہیں۔ اور جو ہمیں دھوکا وفریب دے وہ ہم میں سے نہیں۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: «مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟!» قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: بے شک رسول اللہ ﷺ کا غلے کے ایک ڈھیر پر سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو آپ کی انگلیوں نے تری محسوس کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''اے غلے والے! یہ کیا ہے؟'' اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسے بارش پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو تو نے اس (بھیگے ہوئے حصے) کو غلے کے اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں۔ (یاد رکھ) جس نے ہم سے دھوکا کیا' وہ ہم میں سے نہیں۔''

فوائد ومسائل: ① ہتھیار اٹھانے سے مراد مسلمانوں کی جماعت کے خلاف خروج وبغاوت کرنا' یا بغیر کسی وجہ کے کسی مسلمان پر تلوار' بندوق' موزر اور کلاشنکوف وغیرہ اٹھانا اور اسے مار دینا ہے' جیسے آج کل بدقسمتی سے یہ دہشت گردی عام ہے۔ ② جعل سازی اور دھوکا دہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک معنوی ہے' جیسے باطل پر حق کا غلاف چڑھا دینا اور دوسری مادی اور ظاہری ہیں' جیسے سودے میں کوئی عیب ہو تو اسے ظاہر نہ کرنا' اچھے مال میں ردی اور گھٹیا مال کی آمیزش کر دینا' سودے میں کسی اور چیز کی ملاوٹ کر دینا تاکہ اس کا وزن زیادہ ہو جائے' اس طرح کی اور متعدد صورتیں۔ ③ ہم میں سے نہیں کا مطلب ہے' مسلمانوں کے طریقے پر نہیں۔ اس کا یہ کردار مومنانہ نہیں' غیر مومنانہ ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو ہر قسم کی دھوکا دہی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

[١٥٨٠] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَنَاجَشُوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1580] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خریداری کی نیت کے بغیر بولی میں اضافہ مت کرو۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت رقم: 1572 میں گزر چکی ہے۔ انسان کی نیت خریدنے کی نہ ہو' پھر بھی قیمت بڑھا کر بولی لگائے تو ظاہر بات ہے کہ اس سے دوسرا خریدار دھوکا کھا جائے گا اور اسے اصل قیمت سے کہیں زیادہ قیمت پر وہ چیز خریدنی پڑے گی۔ گویا یہ بھی دھوکا دہی کی ایک صورت ہے۔

[١٥٨١] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

[1581] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم

[1580] صحيح البخاري، البيوع، باب: لا يبيع على بيع أخيه...... حديث:2140، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه...... حديث:1515.

[1581] صحيح البخاري، البيوع، باب النجش...... حديث:2142، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع...... حديث:1516.

النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ النَّجْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے دھوکا دینے کی نیت سے قیمت بڑھانے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں بھی نرخ پر نرخ بڑھانے سے منع فرمایا گیا ہے جب کہ مقصد خریدنا نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کو دھوکے میں مبتلا کرنا ہو۔

[١٥٨٢] وَعَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ بَايَعْتَ، فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1582] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ خرید و فروخت میں دھوکا کھا جاتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے تو سودا کرے تو یہ کہہ دیا کر کہ دھوکا نہیں ہونا چاہیے۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْخِلَابَةُ]: بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ مَكْسُورَةٍ، وَبَاءٍ مُوَحَّدَةٍ: وَهِيَ الْخَدِيعَةُ.

اَلْخِلَابَة: ''خا'' کے نیچے زیر اور ''با'' (مفتوحہ) دھوکا و فریب۔

فائدہ: مذکورہ الفاظ کہنے سے مقصد ثبوت خیار کا تحقق ہے یعنی اگر سودے میں کوئی دھوکا اور فریب ہوا تو خریدار کو سودا واپس کرنے کا حق ہوگا۔ بیچنے والوں کو بھی اس حق کا احترام کرنا پڑے گا۔

[١٥٨٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِيءٍ، أَوْ مَمْلُوكَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1583] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کی بیوی یا اس کے غلام کو دھوکا دے تو وہ ہم میں سے نہیں۔'' (ابوداود)

[خَبَّبَ]: بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ، ثُمَّ بَاءٍ مُوَحَّدَةٍ مُكَرَّرَةٍ، أَيْ: أَفْسَدَهُ وَخَدَعَهُ.

خَبَّبَ: ''خا'' پھر دو مرتبہ ''با'' اس کو ورغلائے اور دھوکا دے۔

فائدہ: کسی کی بیوی یا غلام کو ورغلا کر خاوند اور مالک کے خلاف کر دینا اور ان کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر کے انھیں ایک دوسرے سے متنفر کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ مومن کی شان تو اصلاح بین الناس ہے نہ کہ افساد بین الناس (لوگوں کے درمیان فساد ڈالنا۔)

[٢٧٧] بَابُ تَحْرِيمِ الْغَدْرِ

باب: 277- بدعہدی کے حرام ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔''

[1582] صحيح البخاري، البيوع، باب ما يكره من الخداع في البيع، حديث:2117، وصحيح مسلم، البيوع، باب من يخدع في البيع، حديث:1533.

[1583] سنن أبي داود، الأدب، باب فيمن خبّب مملوكا على مولاه، حديث:5170.

﴿بِالْعُقُودِ﴾ [الْمَائِدة : ١].

وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [الإسْرَاء : ٣٤].

نیز فرمایا: ''عہد کو پورا کرو' اس لیے کہ عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔''

فائدۂ آیات: ایک عہد تو وہ ہے جو انسان آپس میں کرتے ہیں۔ اور ایک عہد وہ ہے جو اللہ نے انسانوں سے لیا ہے کہ وہ اس کی توحید و ربوبیت کا اقرار کریں اور اس کے احکام و ہدایات کے مطابق زندگی گزاریں۔ ان دونوں قسم کے عہدوں کی پاسداری ضروری ہے اور ان میں کوتاہی پر قیامت والے دن باز پرس ہوگی۔

[١٥٨٤] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : «أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ، كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ، كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا : إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1584] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ہیں' جن میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے' جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب کوئی عہد کرے تو بے وفائی کرے اور جب کسی سے جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل گزر چکی ہے' دیکھیے رقم: 1544۔ یہ منافقانہ خصلتیں ہیں' ایک مومن کو ان تمام خصلتوں سے پاک ہونا چاہیے۔ ② اخلاق فاضلہ کا ایمان سے گہرا تعلق ہے' جہاں ایمان ہوگا' وہاں حسن اخلاق کی بھی جلوہ گری ہوگی اور جہاں ایمان نہیں ہوگا' اخلاق کا بھی فقدان ہوگا۔

[١٥٨٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالُوا : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1585] حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت انس ؓ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن ہر عہد توڑنے والے کے لیے ایک جھنڈا ہوگا' کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: غَدْرٌ سے مراد عہد توڑ دینا اور اس کی پروانہ کرنا ہے' قیامت والے دن تمام لوگوں کے سامنے ایسے عہد شکن کو

[1584] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 34، وصحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث: 58.
[1585] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر، حديث: 3187,3186 من حديث أنس و ابن مسعود، و حديث: 3188 من حديث ابن عمر رضي الله عنهم، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب تحريم الغدر، حديث: 1735 من حديث ابن عمر، وحديث: 1737 من حديث أنس، و حديث: 1736 من حديث ابن مسعود رضي الله عنهم.

ایک جھنڈا دیا جائے گا جو اس کی بدعہدی کا ایک نشان ہوگا۔

[١٥٨٦] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ، أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1586] حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر عہد شکن کے لیے قیامت والے دن اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا۔ اسے اس کی بدعہدی کے تناسب سے بلند کیا جائے گا۔ سنو! عام لوگوں کے امیر و حاکم کے عہد کو توڑنے والے سے بڑا عہد شکن کوئی نہیں۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① عَامَّةُ الْمُسْلِمِينَ کے امیر سے مراد حاکم وقت (خلیفہ بادشاہ اور حکمران) یا اس کا نائب ہے۔ اس کے عہد کو توڑنے سے مراد اس کے عہد اطاعت اور بیعت کا توڑنا اور اس کے خلاف خروج و بغاوت ہے۔ اسلام نے حکمرانوں پر تنقید کرنے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کی اصلاح کرنے کی تو تاکید کی ہے اور اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے لیکن ان کے فسق و فجور یا ان کے ظلم کی وجہ سے ان کے عہد اطاعت کو توڑ دینے اور ان کے خلاف خروج و بغاوت کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس طرح ملک میں فساد اور بدامنی پیدا ہوتی ہے جس سے حالات مزید خراب ہی ہوتے ہیں اصلاح پذیر نہیں ہوتے۔ خلفاء و سلاطین کے خلاف خروج و بغاوت کی تاریخ کا جائزہ لینے سے بھی اس حکم کی افادیت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔ تاریخ میں خروج و بغاوت کے جتنے بھی واقعات ہیں ان میں سے کسی سے بھی امت مسلمہ یا اسلام کو فائدہ نہیں ہوا بلکہ نقصان ہی ہوا ہے۔ اسی طرح آج کل کی جمہوریت میں بھی جس میں حکومت وقت کے خلاف مظاہرے جمہوریت کا ایک حصہ بلکہ اس کی جان سمجھے جاتے ہیں یہ ایک بے ثمر عمل ہے جس سے نہ حکمرانوں کی اصلاح ہوتی ہے نہ ملک و قوم کو کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے البتہ توڑ پھوڑ سے لوگوں کی املاک اور قومی املاک کو نقصان پہنچتا ہے اور بعض دفعہ انسانی جانوں کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ سیاسی مظاہرے بھی شرعاً محل نظر ہیں۔ اس حدیث میں حکمرانوں کے خلاف اس قسم کے اقدامات پر سخت وعید بیان کی گئی ہے اس لیے ہمیں حکومت وقت اور حکمرانوں کی اصلاح کے لیے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لیے کوئی اور مناسب طریق کار وضع اور اختیار کرنا چاہیے جس میں محض تنقید برائے تنقید نہ ہو بلکہ صحیح معنوں میں خیر خواہی اور ملک و قوم کے مفادات کا جذبہ کارفرما ہو۔ یہ احتجاجی ہڑتالیں اور سیاسی مظاہرے شرعی لحاظ سے بھی غلط ہیں اور تجربات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ ان سے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ② عربوں میں رواج تھا کہ وہ بدعہدی کرنے والوں کے لیے بازاروں میں جھنڈے گاڑ دیا کرتے تھے تاکہ وہ بدنام اور ذلیل ہوں۔ اسی رواج کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کی اخروی سزا کا تذکرہ فرمایا تاکہ اس جرم اور اس کی سزا کی نوعیت لوگ سمجھ سکیں۔

[١٥٨٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ

[1587] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے نبیٔ کریم

[1586] صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب تحريم الغدر، حديث:1738.

[1587] صحيح البخاري، البيوع، باب إثم من باع حُرًّا، حديث:2227.

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطٰى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا، فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی ہیں جن سے قیامت والے دن میں خود جھگڑوں گا: ایک وہ آدمی جس نے میرے نام سے عہد کیا' پھر اسے توڑ دیا' دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی اور تیسرا وہ آدمی جس نے اجرت پر ایک مزدور حاصل کیا' چنانچہ اس سے اپنا کام تو پورا لیا لیکن اسے اس کی اجرت نہیں دی۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں عہدوں کو پورا کرنے' آزاد شخص کو فروخت نہ کرنے اور مزدور کو اس کی مزدوری دینے کی ترغیب ہے۔

[٢٧٨] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

باب:278- عطیہ وغیرہ دینے کے بعد احسان جتلانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُبْطِلُواْ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ﴾ [الْبَقَرَة: ٢٦٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنے صدقے ضائع مت کرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَآ أَنفَقُواْ مَنًّا وَلَآ أَذًى﴾ [الْبَقَرَة: ٢٦٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف پہنچاتے ہیں۔ (ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے' ان پر نہ تو کچھ خوف ہے اور نہ وہ اداس ہوں گے۔'')

[١٥٨٨] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ». قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ

[1588] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا' نہ (رحمت کی نظر سے) انھیں دیکھے گا اور نہ پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔'' راوی بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ حضرت ابوذر نے عرض کیا: وہ نامراد ہوئے اور گھاٹے میں رہے اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟

[1588] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمنّ ......، حديث:106.

بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا' احسان کر کے احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعے سے بیچنے والا۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ : «اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ» يَعْنِي : اَلْمُسْبِلَ إِزَارَهُ وَثَوْبَهُ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْخُيَلَاءِ .

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''اپنی ازار کو نیچے لٹکانے والا۔'' یعنی اپنی شلوار' پاجامے اور کپڑے کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

فوائد و مسائل: ① اس سے واضح ہے کہ شلوار' پاجامہ' پتلون اور تہ بند وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔ یہ حکم مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے اس کے برعکس ٹخنے بلکہ پیر تک بھی ڈھکنے ضروری ہیں۔ ② مثل مشہور ہے ''نیکی کر دریا میں ڈال'' یعنی کسی پر احسان کر کے پھر اسے ہرگز نہیں جتلانا چاہیے کیونکہ اس سے نہ صرف وہ نیکی برباد ہوتی ہے بلکہ انسان عذاب شدید کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لیے کسی پر احسان کرنے سے زیادہ مشکل اس نیکی کی حفاظت کرنا ہے۔ ③ جھوٹی قسم کھانا مطلقاً حرام ہے لیکن سودا بیچنے کے لیے گاہک کو دھوکا دینے کی نیت سے جھوٹی قسم کھانا تو اور زیادہ بڑا جرم ہے' کہ اس میں دو جرم اکٹھے ہو جاتے ہیں: جھوٹی قسم اور دھوکا دہی۔

[٢٧٩] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْافْتِخَارِ وَالْبَغْيِ

باب: 279- فخر کرنے اور ظلم و زیادتی کے ارتکاب سے ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى : ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰٓ﴾ [اَلنَّجم : ٣٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنی بابت پاکیزگی کا دعویٰ مت کرو' تم میں سے جو پرہیزگار ہیں ان کو وہ خوب جانتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [اَلشُّورٰى : ٤٢].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک ملامت کے لائق وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

[١٥٨٩] وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى

[1589] حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی ہے کہ تم عاجزی اختیار کرو' یہاں تک کہ

[1589] صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: 2865.

أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور نہ کوئی کسی دوسرے کے مقابلے میں فخر کرے۔'' (مسلم)

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْبَغْيُ: التَّعَدِّي وَالْاِسْتِطَالَةُ.

اہل لغت نے کہا ہے کہ بَغْي کا مطلب: ظلم وزیادتی اور دست درازی کرنا ہے۔ (جس سے روکا گیا ہے۔)

فائدہ: اللہ نے کسی کو مال ودولت اور جاہ ومنصب یا حسن وجمال یا علم وفضل عطا کیا ہو تو یہ اس پر اللہ کا احسان ہے' اس کو اللہ کے حکم کے مطابق تواضع اور عاجزی اختیار کر کے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہیے نہ کہ فخر وغرور کا اظہار کر کے اللہ کی ناشکری اور لوگوں پر ظلم وزیادتی کا ارتکاب کرے۔

[١٥٩٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ، فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1590] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی یہ کہے کہ لوگ تباہ ہو گئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہے۔'' (مسلم)

اَلرِّوَايَةُ الْمَشْهُورَةُ: [أَهْلَكُهُمْ]: بِرَفْعِ الْكَافِ، وَرُوِيَ بِنَصْبِهَا. وَهٰذَا النَّهْيُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهِ، وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ، وَارْتِفَاعًا عَلَيْهِمْ، فَهٰذَا هُوَ الْحَرَامُ. وَأَمَّا مَنْ قَالَهُ لِمَا يَرٰى فِي النَّاسِ مِنْ نَّقْصٍ فِي أَمْرِ دِينِهِمْ، وَقَالَهُ تَحَزُّنًا عَلَيْهِمْ، وَعَلَى الدِّينِ، فَلَا بَأْسَ بِهِ. هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَاءُ وَفَصَّلُوهُ، وَمِمَّنْ قَالَهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْأَعْلَامِ: مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ، وَالْخَطَّابِيُّ، وَالْحُمَيْدِيُّ وَآخَرُونَ، وَقَدْ أَوْضَحْتُهُ فِي «كِتَابِ الْأَذْكَارِ».

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مشہور روایت أَهْلَكُهُمْ ہے' ''کاف'' کے پیش کے ساتھ (اسم تفضیل۔) اور یہ ''کاف'' کے زبر کے ساتھ بھی مروی ہے (باب افعال سے صیغۂ ماضی ہونے کی بنا پر۔ اسم تفضیل کے ساتھ ہی زیادہ صحیح اور واضح ہے۔) لیکن یہ کہنا کہ لوگ تباہ ہو گئے' اس شخص کے لیے منع ہے جو اپنے آپ کو سب سے اچھا سمجھے' لوگوں کو حقیر گردانے اور ان پر اپنے آپ کو برتر خیال کرے' یہ حرام ہے۔ لیکن جو شخص یہ اس لیے کہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں میں دین داری کم ہو گئی ہے اور اس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے (دینی غیرت کی وجہ سے) یہ الفاظ اس کی زبان پر آ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ علماء نے اسی طرح اس کی وضاحت اور تفصیل بیان کی ہے اور جن ائمہ اعلام نے یہ تفسیر کی ہے ان میں امام مالک بن انس' امام خطابی' امام حمیدی اور دیگر ائمہ ہیں۔ رحمہم اللہ۔ میں نے اسے کتاب الاذکار میں واضح کیا ہے۔

[1590] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن قول: هلك الناس، حديث: 2623.

فائدہ: اس میں اپنے آپ کو اچھا سمجھنے اور دوسروں کو حقیر گرداننے کی ممانعت ہے۔

[٢٨٠] بَابُ تَحْرِيمِ الْهِجْرَانِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، إِلَّا لِبِدْعَةٍ فِي الْمَهْجُورِ أَوْ تَظَاهُرٍ بِفِسْقٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

باب: 280- مسلمانوں کے آپس میں تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھنے کے حرام ہونے کا بیان، البتہ بدعتی شخص سے یا علانیہ فسق و فجور کے مرتکب وغیرہ سے ترک تعلق جائز ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ [الْحُجُرَات: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مومن تو بھائی بھائی ہیں، چنانچہ اپنے دو (لڑے ہوئے) بھائیوں میں صلح کرادو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ﴾ [اَلْمَائِدَة: ٢].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

فائدۂ آیات: لڑائی اور ترک تعلق، مقتضائے اخوت کے خلاف ہے، اس لیے مسلمانوں کو باہم لڑے ہوئے مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ مومنانہ اخوت برقرار رہے۔ بغیر کسی سبب شرعی کے بول چال بند رکھنا بھی گناہ اور زیادتی ہے، اس لیے اس کی حوصلہ افزائی بھی گناہ پر تعاون ہے جس سے مسلمانوں کو روک دیا گیا ہے۔ بلکہ ایسے موقعوں پر ضروری ہے کہ صلح کرادی جائے۔

[١٥٩١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقَاطَعُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1591] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے منہ موڑو (پیٹھ دکھاؤ) نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، نہ آپس میں حسد کرو، اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: هِجْرَان کا مطلب تعلق منقطع کر لینا اور بول چال بند رکھنا ہے۔ حدیث میں مذکور تمام باتیں ممنوع ہیں، اس

[1591] صحيح البخاري، الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، حديث:6065، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر، حديث:2559.

لیے کہ یہ سب اُخوت کے منافی ہیں، جب کہ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اخوت اسلامیہ کو برقرار رکھیں۔

[١٥٩٢] وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ: يَلْتَقِيَانِ، فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1592] حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تعلق منقطع رکھے۔ دونوں کا آمنا سامنا ہو تو یہ اس سے اور وہ اس سے منہ پھیر لے۔ اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لیے اس میں فطری امور و معاملات کی مناسب حد تک رعایت رکھی گئی ہے۔ جب دو مسلمانوں میں کسی وجہ سے لڑائی جھگڑا ہو جائے تو طبیعت میں انقباض و تکدر کا پیدا ہو جانا فطری امر ہے جس کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے بولنا اور تعلق قائم رکھنا پسند نہیں کرتے۔ شریعت نے اس فطری انقباض کو تسلیم کیا اور تین دن تک بول چال بند رکھنے کی اجازت دے دی لیکن زیادہ دنوں تک ترک تعلق، شدید بغض و عداوت کا باعث بنتا ہے جس سے معاشرتی فساد میں اضافہ، رشتے داریوں میں مستقل رخنہ اور دوستانہ تعلقات میں شدید خلل پیدا ہوتا ہے، اس لیے عارضی تلخی و کشیدگی کو تین دن سے زیادہ برقرار رکھنے سے روک دیا گیا۔ ② سلام میں پہل کرنے کی فضیلت بیان کر کے دوبارہ تعلقات استوار کرنے کا ایک آسان طریقہ بھی تجویز فرما دیا، کیونکہ سلام سے محبت میں اضافہ اور بات چیت کا آغاز ہو جاتا ہے۔

[١٥٩٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ، فَيَغْفِرُ اللهُ لِكُلِّ امْرِىءٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا امْرَءًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيَقُولُ: اُتْرُكُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1593] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر سوموار اور جمعرات کو (بارگاہ الٰہی میں) اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے گناہ معاف فرما دیتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس شخص کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی اور کینہ ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان دونوں کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں۔'' (مسلم)

فائدہ: بغیر کسی سبب شرعی کے آپس میں دشمنی رکھنا مغفرت الٰہی سے محرومی کا باعث ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[1592] صحيح البخاري، الأدب، باب الهجرة، حديث:6077، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الهجر فوق ثلاثة أيام بلاعذر شرعي، حديث:2560.

[1593] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن الشحناء، حديث:2565.

[١٥٩٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1594] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''شیطان یقیناً اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ نمازی جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں گے' مگر ان کے درمیان فساد ڈالنے میں (وہ کامیاب رہے گا۔'') (مسلم)

[اَلتَّحْرِيشُ]: اَلْإِفْسَادُ وَتَغْيِيرُ قُلُوبِهِمْ وَتَقَاطُعُهُمْ.

اَلتَّحْرِیش: فساد ڈالنا' دلوں کو بدل دینا اور آپس میں تعلق قطع کر لینا۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث دلائل نبوت میں سے ہے کہ نبی ﷺ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی کہ مسلمان آپس میں لڑیں گے' جھگڑیں گے اور باہم تعلقات منقطع کر لیں گے اور یہ کام شیطان کی شرارت' اس کی انگیخت اور وسوسہ اندازی کی وجہ سے ہو گا۔ ② نمازیوں سے مراد مسلمان ہیں۔

[١٥٩٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَاتَ، دَخَلَ النَّارَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

[1595] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلق منقطع رکھے۔ چنانچہ جو شخص تین دن سے اوپر تعلق منقطع کیے رکھے گا اور اسی حالت میں اسے موت آ گئی تو وہ جہنم میں جائے گا۔'' (اسے ابوداود نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو بخاری کی شرط پر ہے۔)

فائدہ: جہنم میں یہ دخول بطور سزا کے ہو گا' سزا بھگتنے کے بعد اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ ہمیشہ جہنم میں رہنا صرف کافروں کے لیے ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مسلمان جو چاہے کر لے' وہ بطور سزا بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ ایسا سمجھنا غلط ہے۔

[١٥٩٦] وَعَنْ أَبِي خِرَاشٍ حَدْرَدِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ - وَيُقَالُ: السُّلَمِيُّ - الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

[1596] حضرت ابوخراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی اور بعض کے نزدیک سلمی' صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی سے ایک سال تک تعلق منقطع رکھے گا تو اس کا یہ عمل'

[1594] صحيح مسلم، صفات المنافقين و أحكامهم، باب تحريش الشيطان...... حديث: 2812.

[1595] سنن أبي داود، الأدب، باب في هجرة الرجل أخاه، حديث: 4914.

[1596] سنن أبي داود، الأدب، باب في هجرة الرجل أخاه، حديث: 4915.

بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

اس کا خون بہانے کے برابر ہے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① ترک تعلق بھی ایک طرح سے معنوی قتل ہے جس سے دوسرے مسلمان کو سخت ذہنی اذیت سے گزرنا پڑتا ہے اس لیے اسے قتل کے مترادف قرار دیا۔ ② بول چال یا ترک تعلق صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو مثلاً: کوئی شخص بدعتی ہے یا کھلم کھلا فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہو' سمجھانے کے باوجود وہ اپنی بدعت یا فسق و فجور سے باز نہ آئے تو ایسے شخص سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بول چال بند کر دینا اور تعلق منقطع کر لینا جائز بلکہ مستحب ہے تاکہ اسے عبرت و نصیحت ہو اور اس طرح شاید وہ باز آ جائے۔ لیکن محض دنیوی رنجشوں کی وجہ سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوخراش حدرد بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ] حدرد بن ابوحدرد سلمی۔ قبیلۂ سلیم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے انھیں سلیمی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ صحابیٔ رسول ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ زیادہ عرصہ نہ گزارنے اور لمبی ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے صرف ایک ہی حدیث بیان کرتے ہیں جسے امام ابوداود نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔ حدیث میں ہے: ''جس نے اپنے مسلمان بھائی کو ایک سال کے لیے چھوڑ دیا گویا اس نے اس کی خون ریزی کی۔ عمران بن ابی انس کا نام ان کے شاگردوں میں آتا ہے۔

[١٥٩٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى، فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا فِي شَيْءٍ.

[1597] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن سے تین دن سے اوپر تعلق منقطع کیے رکھے۔ چنانچہ اگر اسی حالت میں تین دن گزر جائیں تو چاہیے کہ اس سے ملاقات کر کے اسے سلام کرے' اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں ثواب میں شریک ہو گئے اور اگر اس نے (کشیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے) سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گناہ گار ہوا اور سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے نکل گیا۔'' (اسے امام ابوداود نے حسن سند سے روایت کیا ہے' نیز انھوں نے فرمایا: اگر ترک تعلق اللہ کے لیے ہو تو پھر اس میں کوئی گناہ نہیں۔)

[1597] ضعيف۔ سنن أبي داود، الأدب، باب في هجرة الرجل أخاه، حديث: 4912۔ اس کی سند ہلال بن ابوصلال المدنی کی جہالت حال کی وجہ سے ضعیف ہے' میرے علم کے مطابق متقدمین میں سوائے ابن حبان کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ ہوسکتا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے ابن حبان کی توثیق کی وجہ سے اسے حسن کہہ دیا ہو۔ واللّٰہ أعلم.

[٢٨١] بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَنَاجِي اثْنَيْنِ دُونَ الثَّالِثِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ إِلَّا لِحَاجَةٍ: وَهُوَ أَنْ يَتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَيْثُ لَا يَسْمَعُهُمَا، وَفِي مَعْنَاهُ مَا إِذَا تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَّا يَفْهَمُهُ

باب: 281- تیسرے آدمی کی اجازت کے بغیر' دو آدمیوں کا باہم سرگوشی کرنا منع ہے مگر بوقت ضرورت ایسے رازدارانہ انداز میں باتیں کرنا کہ وہ ان کی باتیں نہ سن سکے' یہ جائز ہے اور اسی مفہوم میں یہ بھی ہے کہ دو آدمی ایسی زبان میں گفتگو کریں کہ وہ اسے نہ سمجھ سکے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا ٱلنَّجْوَىٰ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ﴾ [اَلْمُجَادَلَة: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''سرگوشی کرنا تو شیطان کی طرف سے ہے۔''

فائدۂ آیت: چند افراد ایک ساتھ ہوں یا ہم سفر ہوں' ایسے مقام اور موقع پر دوسروں کو چھوڑ کر' صرف دو شخصوں کا باہم رازدارانہ انداز میں گفتگو کرنا نَجْوٰی (سرگوشی) ہے جس کی ممانعت ہے' کیونکہ اس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے یا وہ بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

[١٥٩٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1598] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔'' (بخاری و مسلم)

وَرَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَزَادَ: قَالَ أَبُو صَالِحٍ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: فَأَرْبَعَةً؟ قَالَ: لَا يَضُرُّكَ.

اسے ابوداود نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ابوصالح (راوی) نے یہ زیادہ بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اگر چار آدمی ہوں تو؟ انھوں نے جواب دیا: اس میں تیرے لیے کوئی حرج نہیں۔

وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي «الْمُوَطَّإِ»: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ

اور اسے امام مالک نے موطأ میں عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے کہا: میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

[1598] صحيح البخاري، الاستئذان، باب لا يتناجى اثنان دون الثالث، حديث:6288، وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه، حديث: 2183 . وسنن أبي داود، الأدب، باب في التناجي، حديث:4852، و الموطأ للإمام مالك، الكلام، باب ما جاء في مناجاة اثنين، حديث:988.

عُقْبَةَ الَّتِي فِي السُّوقِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يُنَاجِيَهُ، وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ أَحَدٌ غَيْرِي، فَدَعَا ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا آخَرَ حَتَّى كُنَّا أَرْبَعَةً، فَقَالَ لِي وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِي دَعَا: اِسْتَأْخِرَا شَيْئًا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ وَاحِدٍ».

خالد بن عقبہ کے اس مکان کے پاس تھے جو بازار میں ہے۔ چنانچہ ایک آدمی آیا جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سرگوشی کرنا چاہتا تھا۔ اور حضرت ابن عمر کے ساتھ میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ حضرت ابن عمر نے ایک دوسرے آدمی کو بلایا' یہاں تک کہ ہم چار آدمی ہو گئے تو انھوں نے مجھ سے اور اس تیسرے آدمی سے' جس کو انھوں نے بلایا تھا' فرمایا: تھوڑا پیچھے ہٹ جاؤ' اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔''

فوائد و مسائل: ① اس میں بعض آداب مجلس کا بیان ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک چوتھے آدمی کو اس لیے بلایا تاکہ آپ اس شخص کی بات سن لیں جو آپ سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے دو آدمیوں کو تھوڑا پیچھے کر دیا تاکہ سرگوشی کرنے والے کی کوئی بات وہ نہ سن سکیں۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ آدمیوں کی موجودگی میں دو آدمی آپس میں سرگوشی کر سکتے ہیں' البتہ چار آدمی ہوں تو تین سرگوشی کریں اور چوتھے کو الگ رکھیں' یہ ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں یہ ممانعت جائز باتوں میں ہے۔ ورنہ شر کی باتوں میں تو سرے سے سرگوشی کی اجازت ہی نہیں ہے' چاہے تیسرا آدمی نہ بھی ہو۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾ ''اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی کے کاموں اور رسول کی نافرمانی میں سرگوشی نہ کرو!'' (المجادلة 9:58)

[١٥٩٩] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الْآخَرِ حَتَّى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1599] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی نہ کریں' یہاں تک کہ تم لوگوں میں مل جل جاؤ۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اس (تیسرے آدمی) کو غمگین کر دے گا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں ممنوعہ سرگوشی کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے ایک مومن کو تکلیف ہوتی ہے اور مومن کو ایذا پہنچانا سخت گناہ ہے۔ اس بنا پر یہ سرگوشی حرام کے درجے میں ممنوع ہے۔ البتہ جب تینوں افراد لوگوں میں مل جل جائیں تو پھر دو شخص آپس میں جس طرح چاہیں گفتگو کر سکتے ہیں۔

[1599] صحيح البخاري، الاستئذان، باب: إذا كانوا أكثر من ثلاثة فلا بأس......، حديث:6290، وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه، حديث:2184.

[٢٨٢] بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْأَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ أَوْ زَائِدٍ عَلَى قَدْرِ الْأَدَبِ

باب:282-بغیر شرعی عذر کے یا حد ادب سے زیادہ غلام' جانور' بیوی اور اولاد کو سزا دینا ممنوع ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ [النساء: ٣٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ماں باپ' رشتے داروں' یتیموں' مسکینوں' رشتے دار (یا قریب کے) پڑوسی' دور کے پڑوسی' ہم نشین ساتھی اور مسافر کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے ساتھ بھی جو تمھارے غلام ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے' فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

فائدۂ آیت: ان تمام قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے جس کا مطلب ہے کہ کسی کے ساتھ بھی ایسا رویہ اختیار نہ کیا جائے جو حسن سلوک کے منافی ہو۔ اور بغیر کسی شرعی عذر کے کسی کو سزا دینا یا ادب سکھانے کے لیے مارنے کی ضرورت پیش آ جائے تو ضرورت سے زیادہ مارنا بھی اسی لیے ممنوع ہے کہ یہ حسن سلوک کے منافی ہے۔

[١٦٠٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا، إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1600] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس نے اسے قید کر دیا تھا حتی کہ وہ مر گئی' چنانچہ وہ اس کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ نہ اس نے اسے کھلایا پلایا جب کہ اس نے اسے قید کر رکھا تھا اور نہ اسے اس نے چھوڑا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔'' (بخاری ومسلم)

[خَشَاشُ الْأَرْضِ]: بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ،

خَشَاشُ الْأَرْض: ''خا'' پر زبر اور ''شین'' دو مرتبہ۔ زمین کے موذی جانور اور کیڑے مکوڑے۔

فوائد ومسائل: ① حیوانات کے ساتھ بھی نرمی اور حسن سلوک ضروری ہے' سنگ دلی کا مظاہرہ حرام ہے۔ ② جانوروں کو قید کر کے پنجرے وغیرہ میں رکھنا جائز ہے' بشرطیکہ ان کی خوراک اور دیگر ضروریات کا خیال رکھا جائے۔

[١٦٠١] وَعَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ بِفِتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ

[1601] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ ان

[1600] صحيح البخاري، المساقاة، باب فضل سقي الماء، حديث:2365، وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم قتل الهرة، حديث:2242.

[1601] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب ما يكره من المُثلة......، حديث: 5514، و صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب ◄◄

نَصَبُوا طَيْرًا وَّهُمْ يَرْمُونَهُ، وَقَدْ جَعَلُوا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِّنْ نَبْلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کا گزر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا جو ایک پرندے کو نشانہ بنائے اسے تیر مار رہے تھے اور پرندے کے مالک سے یہ طے کیا تھا کہ ہر چوک جانے والا تیر اس کا ہے۔ چنانچہ جب انھوں نے حضرت ابن عمر ﷠ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ایسا کام کس نے کیا ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے ایسا کام کیا ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو نشانہ بنائے۔ (بخاری ومسلم)

[اَلْغَرَضُ]: بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّاءِ، وَهُوَ الْهَدَفُ، وَالشَّيْءُ الَّذِي يُرْمٰى إِلَيْهِ.

اَلْغَرَضُ: ''غین'' اور ''را'' پر زبر۔ یہ وہ نشانہ یا چیز ہے جس کی طرف تیر پھینکے جائیں۔

فائدہ: کسی جاندار چیز کو تختۂ مشق بنا کر اسے تیروں وغیرہ کا نشانہ بنانا کبیرہ گناہ ہے، اس کا مرتکب ملعون ہے۔

[١٦٠٢] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1602] حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (قتل یا نشانے کے لیے) جانوروں کو باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

وَمَعْنَاهُ: تُحْبَسَ لِلْقَتْلِ.

اس کا مطلب ہے کہ قتل کرنے کے لیے اسے قید کر دیا جائے۔

فائدہ: باندھ کر یا قید کر کے مارنے کا مطلب ہے کہ اسے باندھ کر پھر تیروں یا گولیوں وغیرہ سے اسے نشانہ بنایا جائے حتی کہ وہ مر جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جانور کو قابو کر کے اس کے گلے پر تیز چھری پھیری جائے تاکہ اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔

[١٦٠٣] وَعَنْ أَبِي عَلِيٍّ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مِّنْ بَنِي مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ إِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا أَصْغَرُنَا

[1603] حضرت ابوعلی سوید بن مقرن ﷜ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں مقرن کے سات بیٹوں میں سے ساتواں تھا (ہم سات بھائی تھے۔) ہماری

◄◄ النهي عن صبر البهائم، حديث: 1958.

[1602] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب ما يكره من المُثلة......، حديث: 5513، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب النهي عن صبر البهائم، حديث: 1956.

[1603] صحيح مسلم، الأيمان، باب صحبة المماليك......، حديث: 1658.

فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُعْتِقَهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ایک ہی کنیز تھی۔ اسے ہمارے سب
طمانچہ مارا تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے
کر دیں۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ : سَابِعَ إِخْوَةٍ لِّي .

ایک اور روایت میں ہے: میں ا
تھا۔

فائدہ: مملوک (غلام اور نوکر چاکر) کو بلا وجہ مارنا پیٹنا اور اس پر زیادتی کرنا سخت جرم ہے اور اس کا
آزاد کر دیا جائے۔ یا پھر کسی دوسرے طریقے سے اسے راضی کیا جائے ورنہ عنداللہ زیادتی کرنے والا
بھائی صحابی اور مہاجر تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ] سوید بن مقرن بن عائذ بن میجا مزنی۔ ا
عدی یا ابوعمر ہے۔ شرف صحبت سے ہمکنار ہیں۔ کوفہ میں رہائش پذیر رہے۔ سپہ سالار رسول حضرت
کے بھائی ہیں۔ یہ کل سات بھائی تھے۔ 16 احادیث نبوی ان سے مروی ہیں۔

[١٦٠٤] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ : كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِّي بِالسَّوْطِ ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِي : «اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ!» فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يَقُولُ : «اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ! أَنَّ اللهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ» ، فَقُلْتُ : لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا .

[1604] حضرت ابومسعود بدری
میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا
سے ایک آواز سنی: خبردار، اے ابو
حالت میں ہونے کی وجہ سے آواز
وہ (آواز دینے والا) میرے قریب
رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ فرما
ابومسعود! اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے کہیں
اس غلام پر ہے۔'' میں نے کہا: اس
کو نہیں ماروں گا۔

وَفِي رِوَايَةٍ : فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَدِي مِنْ هَيْبَتِهِ .

ایک اور روایت میں ہے کہ آ
میرے ہاتھ سے گر گیا۔

وَفِي رِوَايَةٍ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ! هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللهِ تَعَالٰى ، فَقَالَ : «أَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ ، لَلَفَحَتْكَ النَّارُ ، أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذِهِ

ایک اور روایت میں ہے: چنانچ
کے رسول! یہ اللہ کی رضا کے لیے آ
نے فرمایا: ''اگر تو آزاد نہ کرتا تو آ

16 / صحيح مسلم، الأيمان، باب صحبة المماليك......، حديث: 1659.

الرِّوَايَاتِ.

لے لیتی' یا (فرمایا:) تجھے جہنم کی آگ ضرور چھوتی۔'' (یہ تمام روایات مسلم نے بیان کی ہیں۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی غلاموں (اور نوکروں چاکروں) پر بلاوجہ سختی کرنے یا جرم سے زیادہ شدید سزا دینے کی وعید کا ذکر ہے۔ ② نبی ﷺ کو اللہ نے جس جلالت و ہیبت سے سرفراز فرمایا تھا' اس کا بھی کچھ بیان اس میں آ گیا ہے۔

[١٦٠٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، أَوْ لَطَمَهُ، فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ أَنْ يُعْتِقَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1605] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے غلام پر کسی ایسے جرم کی حد لگائی جو اس نے کیا ہی نہیں یا اس کو طمانچہ مارا' تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے۔'' (مسلم)

فائدہ: قاضی عیاض فرماتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ آزاد کرنا واجب نہیں' صرف مستحب ہے' تاہم یہ آزادی گو اجر میں بغیر کسی سبب کے آزاد کرنے کے برابر نہیں ہے' مگر اس کی زیادتی کا کفارہ ضرور ہو گی۔

[١٦٠٦] وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ مَرَّ بِالشَّامِ عَلَى أُنَاسٍ مِّنَ الْأَنْبَاطِ، وَقَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ، وَصُبَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الزَّيْتُ! فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قِيلَ: يُعَذَّبُونَ فِي الْخَرَاجِ، وَفِي رِوَايَةٍ: حُبِسُوا فِي الْجِزْيَةِ. فَقَالَ هِشَامٌ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا» فَدَخَلَ عَلَى الْأَمِيرِ، فَحَدَّثَهُ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1606] حضرت ہشام بن حکیم بن حزام ؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کا ملک شام میں کچھ عجمی کاشت کار لوگوں پر سے گزر ہوا جنھیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر زیتون کا تیل بہایا گیا تھا۔ انھوں نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ ان کو بتلایا گیا کہ انھیں خراج کی وجہ سے سزا دی جا رہی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انھیں جزیے کی وجہ سے قید کیا گیا ہے۔ حضرت ہشام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔'' پھر حضرت ہشام ان لوگوں کے گورنر کے پاس گئے اور انھیں یہ حدیث سنائی تو گورنر نے ان کی بابت حکم دیا اور انھیں چھوڑ دیا گیا۔ (مسلم)

[اَلْأَنْبَاطُ] اَلْفَلَّاحُونَ مِنَ الْعَجَمِ.

اَلْأَنْبَاط سے مراد عجمی کاشت کار (کھیتی باڑی کرنے والے) ہیں۔

[1605] صحیح مسلم، الأیمان، باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، حدیث: 1657۔

[1606] صحیح مسلم، البر والصلة و الأدب، باب الوعيد الشديد لمن عذب الناس بغير حق، حدیث: 2613۔

فوائد ومسائل: ① خراج' اس ٹیکس کو کہتے ہیں جو اس زمین کی پیداوار پر عائد کیا جاتا ہے جو کسی اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے قبضہ وتصرف میں ہو اور مسلمانوں کی زمینوں کی پیداوار سے جو مالیہ وصول کیا جاتا ہے' اسے عشر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جزیہ' وہ سالانہ رقم ہے جو اسلامی مملکت میں رہنے والے ذمیوں سے ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے عوض وصول کی جاتی ہے۔ مسلمان' سالانہ زکاۃ ادا کرتے ہیں اور غیر مسلم اہل ذمہ جزیہ۔ ② عذاب سے مراد' وہ مخصوص قسم کی سخت سزا ہے جو اللہ تعالیٰ جہنم میں جہنمیوں کو دے گا' دنیا میں کوئی ایسی سزا کسی کو دے گا تو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے اور وہ قیامت والے دن ایسی سزا دینے والے کو سزا دے گا۔ چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کرنا اور سروں پر تیل ڈالنا بھی' جہنم ہی کی سزاؤں میں سے ہے۔ اس لیے صحابیٔ رسول نے حدیث رسول بیان فرما کر اس پر گورنر کو متنبہ فرمایا اور انھوں نے یہ سزا موقوف کر دی۔ ③ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ ④ ظالموں کو ان کے ظلم سے ڈرایا جائے تاکہ وہ ظلم کے ارتکاب سے باز آ جائیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ] ہشام بن حکیم بن حزام بن خویلد۔ قرشی' اسدی۔ صحابی ہیں۔ فتح مکہ والے دن اسلام قبول کیا تھا۔ یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا) بہت زیادہ کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کسی ناپسندیدہ اور برے کام کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے کہ میرے اور ہشام بن حکیم کے ہوتے ہوئے ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ نبی ﷺ کی کئی احادیث کے راوی ہیں۔ امام مسلم صرف ان کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں اور اسے بیان کرنے میں متفرد ہیں۔ 15 ہجری کے بعد ان کی وفات ہوئی۔

[١٦٠٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ حِمَارًا مَّوْسُومَ الْوَجْهِ، فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ! فَقَالَ: وَاللهِ! لَا أَسِمُهُ إِلَّا أَقْصٰى شَيْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ، وَأَمَرَ بِحِمَارِهِ، فَكُوِيَ فِي جَاعِرَتَيْهِ، فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1607] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کا چہرہ (علامت کے لیے) داغا ہوا تھا تو آپ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اسے نہیں داغوں گا مگر کسی ایسے حصے کو جو چہرے سے سب سے زیادہ دور ہو۔ پھر انھوں نے اس گدھے کی بابت حکم دیا تو اس کے سرینوں کے کناروں کو داغا گیا' چنانچہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کولہوں کے کناروں کو داغا۔ (مسلم)

[اَلْجَاعِرَتَانِ]: نَاحِيَتَا الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ.

اَلْجَاعِرَتَانِ: مقعد کے اردگرد سرینوں کے کنارے۔

فائدہ: علامت اور امتیاز کے لیے جانور کو داغنا ہو تو چہرے کو نہ داغا جائے' کسی اور حصے کو داغا جائے۔

[١٦٠٨] وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ

[1608] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ

[1607] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، حديث: 2118.

[1608] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، حديث: 2117.

وُسِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: «لَعَنَ اللهُ الَّذِي وَسَمَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نبی اکرم ﷺ کا ایک گدھے پر سے گزر ہوا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اسے داغا ہے۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ أَيْضًا: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ، وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ.

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: چہرہ چونکہ نہایت ہی لطیف اور حساس چیز ہے' اس لیے انسان ہو یا جانور' اس کے چہرے پر مارنا یا اسے داغنا یا کوئی اور ایسا عمل کرنا جو اس کی نزاکت کے خلاف ہو' ممنوع ہے۔ اسی لیے بیوی' اولاد اور خادم وغیرہ کو اگرچہ بطور تادیب مارنے کی اجازت ہے لیکن یہ تاکید کی گئی ہے کہ اس مار سے چہرہ محفوظ رہے۔

[٢٨٣] بَابُ تَحْرِيمِ التَّعْذِيبِ بِالنَّارِ فِي كُلِّ حَيَوَانٍ حَتَّى النَّمْلَةِ وَنَحْوِهَا

باب: 283- ہر جاندار' حتی کہ چیونٹی وغیرہ کو بھی آگ میں جلانے کی سزا دینا منع ہے

[١٦٠٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا» لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا «فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: «إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَّفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1609] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ کیا تو فرمایا: ''اگر تم فلاں فلاں کو پاؤ تو ان کو آگ میں جلا دو۔'' آپ ﷺ نے قریش کے دو آدمیوں کا نام لیا۔ پھر جب ہم نکلنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو جلا دینا۔ لیکن آگ کا عذاب تو صرف اللہ ہی دے گا' اس لیے اگر تم ان کو پاؤ تو انھیں قتل کر دینا۔'' (بخاری)

فائدہ: نبی ﷺ نے اپنے دوسرے حکم میں واضح فرما دیا کہ آگ میں جلانے کی سزا کسی کو نہیں دینی چاہیے حتی کہ اپنے شدید تر دشمن کو بھی نہیں۔

[١٦١٠] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ، فَأَخَذْنَا

[1610] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ اپنی بشری حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے (چڑیا کی

[1609] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب لا يُعذب بعذاب الله، حديث: 3016.

[1610] سنن أبي داود، الجهاد، باب في كراهية حرق العدو بالنار، حديث: 2675.

فَرْخَيْهَا ، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا». وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا ، فَقَالَ: «مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟» قُلْنَا : نَحْنُ . قَالَ : «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ .

طرح کا) ایک سرخ پرندہ دیکھا۔ اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا۔ وہ پرندہ ان کے گرد منڈلانے لگا۔ اتنے میں نبی ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے دردمند کیا (تکلیف پہنچائی) ہے؟ اسے اس کے بچے لوٹا دو۔'' اور آپ نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی جس کو ہم نے جلا دیا تھا' تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ بستی کس نے جلائی ہے؟'' ہم نے جواب دیا: ہم نے (جلائی ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ کا عذاب دینا تو آگ کے رب ہی کو سزاوار ہے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

قَوْلُهُ: [قَرْيَةُ نَمْلٍ]، مَعْنَاهُ: مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ .

قَرْيَةُ نَمْلٍ کا مطلب ہے: چیونٹیوں کا ایسا مسکن جس میں چیونٹیاں موجود ہوں (نہ کہ چیونٹیوں کے بغیر خالی مسکن۔)

فوائد و مسائل: ① پرندوں کے بچوں کو پکڑ کر پرندوں کو ایذا پہنچانا' چیونٹیوں اور دیگر حشرات الارض کے مسکنوں کو کیڑے مکوڑوں سمیت جلانا منع ہے' البتہ خالی مسکنوں کو جلانا ممنوع نہیں ہے۔ ② اگر کسی نے کسی کو آگ میں جلا کر مار دیا تو قصاص میں ایسا کیا جا سکتا ہے کہ قاتل کو بھی جلا دیا جائے' البتہ مقتول کے ورثاء چاہیں تو تلوار سے اس کی گردن اڑا کر بھی قصاص لے سکتے ہیں۔

[٢٨٤] بَابُ تَحْرِيمِ مَطْلِ الْغَنِيِّ بِحَقٍّ طَلَبَهُ صَاحِبُهُ

باب:284- حق دار کا اپنے حق کا مطالبہ کرنے پر مال دار آدمی کا ٹال مٹول کرنا حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَـٰنَـٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا﴾ [النِّسَاء: ٥٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کو ادا کر دو۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ ٱلَّذِى ٱؤْتُمِنَ أَمَـٰنَتَهُۥ﴾ [الْبَقَرَة: ٢٨٣].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس اگر تمھارا بعض بعض پر اعتبار کرے تو چاہیے کہ جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ امانت واپس کر دے۔''

فائدۂ آیات: امانتوں سے مراد حقوق ہیں، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ مطلب یہ ہے کہ تمام حقوق ادا کرو، اللہ کے بھی اور بندوں کے بھی، کسی کا حق مت رکھو۔ اگر کسی کا حق رکھو گے تو یہ ادائے امانت کے منافی ہے۔ دوسری آیت کا مطلب ہے کہ گروی رکھے بغیر اور کسی کو گواہ بنائے بغیر اگر ایک شخص نے دوسرے پر اعتبار کیا ہے تو صاحب امانت کو اس کی امانت واپس کر دی جائے۔ اسی سے امام صاحب نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صاحب حق کو اس کا حق لوٹانے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ رویہ بھی ادائے امانت کے حکم کے منافی ہے۔

[١٦١١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1611] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مال دار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کو (قرض کی وصولی کے لیے) کسی مال دار کے سپرد کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے پیچھے لگ جائے (اسی سے اپنا قرض طلب کرے۔'' (بخاری و مسلم)

مَعْنٰى [أُتْبِعَ]: أُحِيلَ.

أُتْبِعَ کے معنی ہیں: سپرد کر دیا جائے۔

فوائد و مسائل: ① ٹال مٹول کا مطلب ہے کہ قرض خواہ کی رقم ادا کرنے کی استطاعت موجود ہونے کے باوجود نہ دینا اور بلاوجہ ٹال مٹول سے کام لینا کبیرہ گناہ ہے۔ ② اگر جھگڑا ختم کرنے کے لیے یا کسی اور وجہ سے قرض خواہ کو کسی مال دار آدمی کے سپرد کر دیا جائے کہ وہ اس سے اپنی رقم وصول کر لے تو قرض خواہ کو یہ فیصلہ قبول کر لینا چاہیے۔ اس میں گویا حسن معاملہ کی ترغیب ہے۔

[٢٨٥] بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدَةِ الْإِنْسَانِ فِي هِبَةٍ

لَّمْ يُسَلِّمْهَا إِلَى الْمَوْهُوبِ لَهُ، وَفِي هِبَةٍ وَّهَبَهَا لِوَلَدِهِ وَسَلَّمَهَا أَوْ لَمْ يُسَلِّمْهَا، وَكَرَاهَةِ شِرَائِهِ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ مِنَ الَّذِي تَصَدَّقَ عَلَيْهِ، أَوْ أَخْرَجَهُ عَنْ زَكَاةٍ أَوْ كَفَّارَةٍ وَّنَحْوِهَا، وَلَا بَأْسَ بِشِرَائِهِ مِنْ شَخْصٍ آخَرَ قَدِ انْتَقَلَ إِلَيْهِ

باب: 285- ہبہ واپس لینے کی کراہت کا بیان

سوائے اس ہبہ کے جو ابھی تک موہوب لہ (جسے ہبہ کیا جائے) کے سپرد ہی نہ کیا ہو اور (سوائے) اس ہبہ کے جو اپنی اولاد کو دیا ہو، اسے سپرد کر دیا ہو یا ابھی نہ کیا ہو۔ اور اس شخص سے صدقہ کی (ہوئی) چیز خریدنے کی کراہت (کا بیان) جس پر صدقہ کیا ہو یا اسے بطور زکاۃ اور کفارہ وغیرہ کے نکالا ہو۔

[1611] صحيح البخاري، الحوالات، باب الحوالة وهل يرجع في الحوالة؟، حديث:2287، و صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب تحريم مطل الغني......، حديث:1564.

البتہ کسی دوسرے شخص سے، جس کی طرف وہ چیز منتقل ہو گئی ہو، خریدنے میں کوئی حرج نہیں

[١٦١٢] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : «اَلَّذِي يَعُودُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِي رِوَايَةٍ : «مَثَلُ الَّذِي يَرْجِعُ فِي صَدَقَتِهِ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيءُ، ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ فَيَأْكُلُهُ» .

وَفِي رِوَايَةٍ : «اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ» .

[1612] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے ہبے کو واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اپنی قے کو چاٹتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

ایک اور روایت میں ہے: ''اس شخص کی مثال جو اپنا صدقہ واپس لیتا ہے، اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے، پھر اپنی قے میں لوٹتا اور اسے چاٹتا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے: ''اپنے ہبے کو واپس لینے والا اپنی قے میں لوٹنے والے کی طرح ہے۔''

فائدہ: اس کی شناعت وقباحت اس سے واضح ہے کہ ایک تو ایسے شخص کو، جو ہبہ واپس لیتا ہے، کتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور دوسرے، موہوب چیز کو قے سے تعبیر کیا جس سے انسان سخت کراہت محسوس کرتا ہے۔ تاہم علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم اجنبی آدمی کے لیے ہے۔ اگر انسان اپنی اولاد یا پوتوں پر پوتوں کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اسے واپس لینے کا یہ حکم نہیں ہے، اس کا واپس لینا اس کے لیے جائز ہے جیسا کہ عنوان باب سے بھی واضح ہے۔

[١٦١٣] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : «لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1613] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ایک گھوڑا دے دیا، چنانچہ جس کے پاس وہ تھا، اس نے اسے ضائع کر دیا (اس کی دیکھ بھال نہیں کی۔) میں نے اسے اس سے خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا خیال تھا کہ وہ اسے معمولی سی قیمت پر بیچ دے گا۔ میں نے نبی ﷺ سے (اس کی بابت) پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اسے نہ خریدو اور اپنا صدقہ واپس نہ لو اگرچہ وہ تمھیں ایک درہم میں دے دے، اس لیے کہ اپنا

[1612] صحيح البخاري، الهبة و فضلها......، باب هبة الرجل لامرأته......، حديث:2589، وصحيح مسلم، الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة بعد القبض......، حديث:1622.

[1613] صحيح البخاري، الزكاة، باب هل يشتري صدقته ......؟ حديث:1490، وصحيح مسلم، الهبات، باب كراهة شراء الإنسان ما تصدق به......، حديث:1620.

صدقہ واپس لینے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے کو چاٹتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ: [حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ] مَعْنَاهُ: تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلٰى بَعْضِ الْمُجَاهِدِينَ.

حَمَلْتُ...... کے معنی ہیں: میں نے اسے کسی مجاہد کو بطور صدقہ دے دیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو قیمتاً خرید کر بھی واپس لینا جائز نہیں۔

[٢٨٦] بَابُ تَأْكِيدِ تَحْرِيمِ مَالِ الْيَتِيمِ

باب:286-مالِ یتیم کے حرام ہونے کی تاکید کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ [النِّسَاء: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جو ناجائز طریقے سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ یقیناً اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ ڈال رہے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا۟ مَالَ ٱلْيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ﴾ [الأنعام: ١٥٢].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْيَتَٰمَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَٰنُكُمْ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ ٱلْمُفْسِدَ مِنَ ٱلْمُصْلِحِ﴾ [البَقَرَة: ٢٢٠].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ تجھ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں، ان سے کہہ دے: ان کی اصلاح کرنی بہتر ہے۔ اور اگر تم ان کو (خرچ میں) اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمھارے ہی بھائی ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون۔''

[١٦١٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ» قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ،

[1614] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا،

[1614] صحيح البخاري، الوصايا، باب قول الله تعالى: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى......﴾، حديث:2766، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر و أكبرها، حديث:89.

وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ناحق کسی ایسی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' کافروں سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور بھولی بھالی پاک دامن ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔'' (بخاری ومسلم)

[اَلْمُوبِقَاتُ]: اَلْمُهْلِكَاتُ.

اَلْمُوبِقَاتُ کے معنی ہیں: ہلاک کر دینے والی چیزیں۔

فائدہ: یہ سارے کبیرہ گناہ ہیں' تاہم ان میں شرک سب سے بڑا ہے کیونکہ وہ کبھی معاف نہیں ہوگا اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس کے برعکس دوسرے کبیرہ گناہ اگر اللہ چاہے گا تو معاف فرما دے گا' بصورت دیگر ان کے مرتکب کو جہنم کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ لیکن اس سزا کے بعد اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا' اگر وہ مومن ہوگا۔

[٢٨٧] بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الرِّبَا

باب: 287- سود کی سخت حرمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰا۟ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟﴾ [اَلْبَقَرَة: ٢٧٥-٢٧٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں' وہ (قیامت والے دن) اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر بے حواس کر دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا کہ سود تو کاروبار ہی کی طرح ہے' حالانکہ اللہ نے کاروبار کو تو حلال کیا ہے اور سود کو حرام' (پھر دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔) چنانچہ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور وہ (سود خوری سے) باز آ گیا تو اسی کے لیے ہے جو (زمانۂ جاہلیت میں) پہلے لے چکا۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو (اس حکم کے باوجود) دوبارہ سودی معاملہ کرے گا تو یہی لوگ ہیں دوزخ والے' جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے۔'' اللہ کے اس قول تک: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور پچھلا سود چھوڑ دو (اگر تم مومن ہو۔'')

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ، مَشْهُورَةٌ، مِنْهَا: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اس سے متعلق صحیح (بخاری ومسلم) میں بہت سی حدیثیں ہیں اور مشہور ہیں۔ ان ہی میں سے حضرت ابوہریرہ ؓ کی وہ حدیث بھی ہے جو ماقبل باب میں گزری ہے۔

[١٦١٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1615] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسلم)

زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ: وَشَاهِدَيْهِ، وَكَاتِبَهُ.

ترمذی وغیرہ نے یہ زیادہ روایت کیا ہے: سودی لین دین کے دونوں گواہوں اور اس کے کاتب پر (بھی لعنت فرمائی ہے۔)

فوائد و مسائل: ① کھانے' کھلانے والے سے مراد لینے اور دینے والے ہیں۔ اس حدیث سے سود کی شدتِ حرمت واضح ہے کہ لینے اور دینے والے کے علاوہ اس کے گواہوں اور معاہدہ لکھنے والوں پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے حالانکہ ان ثانی الذکر دونوں حضرات کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' لیکن صرف ایک گونہ تعاون کی وجہ ہی سے ان کو بھی ملعون قرار دے دیا گیا۔ گویا سودی معاملے میں کسی قسم کا تعاون بھی لعنت اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ اس شدت کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایسا معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد اخوت' ہمدردی اور ایثار و قربانی پر ہو۔ کسی کو مال کی ضرورت ہو تو اصحاب اموال ضرورت مندوں کی ضرورت فی سبیل اللہ' اللہ کی رضا کے لیے پوری کر دیں یا پھر قرض حسنہ کے طور پر۔ جب کہ سود کی بنیاد اس کے برعکس خود غرضی' دوسروں کے استحصال اور ظلم پر ہے۔ اس میں اصحاب ثروت کسی ضرورت مند سے اللہ کی رضا کے لیے تعاون پر آمادہ نہیں ہوتے۔ انھیں صرف اپنے مفاد سے غرض ہوتی ہے۔ غریب کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینے کے باوجود ان کی حرص و آز میں کمی نہیں ہوتی۔ اسی لیے شریعت نے ہر قسم کے سود کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے' چاہے وہ ذاتی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیے گئے قرض پر وصول کیا جائے یا تجارتی مقاصد کے لیے حاصل کردہ رقم پر۔ ② بعض لوگ کہتے ہیں کہ عرب میں تجارتی مقاصد کے لیے قرض لینے اور دینے کا رواج ہی نہیں تھا' صرف ذاتی ضروریات کے لیے ہی قرض لینے دینے کا معمول تھا۔ اس لیے جو سود حرام کیا گیا ہے' وہ صرف ثانی الذکر قسم کا سود ہے نہ کہ اول الذکر سود، کیونکہ پہلی قسم کے سود کا تو وہاں رواج ہی نہیں تھا۔ اس بنا پر وہ صنعت و کاروبار کے لیے لیے ہوئے قرض پر سود کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس کو وہ تجارتی سود سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی بابت کہتے ہیں کہ یہ حرام نہیں ہے' اس سے تو لوگ کاروبار کر کے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ اس فائدے میں سے تھوڑا سا فائدہ صاحب مال کو ایک سالانہ شرح کے حساب سے لوٹا دیں تو یہ کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے۔ یہ تو صاحب مال کا وہ حق ہے جو اپنے مال کی وجہ سے اسے ملنا چاہیے۔ لیکن اول تو یہ دعویٰ ہی صحیح نہیں ہے کہ عرب میں تجارتی قرض کا رواج نہیں تھا' عربوں میں تجارتی مقاصد کے لیے بھی قرض لینے دینے کا رواج تھا۔ علاوہ ازیں صنعت و تجارت میں لگے ہوئے سرمائے کی بابت کوئی شخص یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ بہر صورت نفع ہی دے گا' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ ڈوب جاتا ہے۔ لیکن بنک یا ساہوکار کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی' وہ ہر صورت میں اپنے دیے ہوئے قرض پر سالانہ شرح سے سود وصول کرنا

[1615] صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب لعن آكل الربا ومؤكله، حديث:1597، و جامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في أكل الربا، حديث:1206.

ضروری سمجھتا اور وصول کرتا ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں؟ خود غرضی نہیں؟ استحصال نہیں؟ اور اگر نقصان نہ ہو تو یہ سودی قرض گرانی کا باعث بنتا ہے۔ ایک صنعت کار جتنا سود ادا کرتا ہے' اسے وہ پیداواری لاگت میں شامل کر کے اپنی تیار کردہ اشیاء کی قیمت مقرر کرتا ہے جس سے عوام کو وہ چیز نسبتاً مہنگے داموں خریدنی پڑتی ہے۔ اس لیے اسلام نے ہر قسم کے سود کو حرام کر کے ظلم و استحصال اور گرانی کے ایک بہت بڑے ذریعے اور سرچشمے کو بند کر دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں میں بھی مغرب کی نقالی میں معیشت کی ساری بنیاد سودی نظام پر قائم ہے اور اس سے بچنے کی کوئی سعی و کاوش اسلامی ملکوں کے مغرب زدہ حکمرانوں کی طرف سے نہیں ہو رہی ہے۔ اسی طرح مسلمان عوام میں بھی اب سود سے بچنے کا کوئی جذبہ نہیں رہا اور ان کی اکثریت بنک کے سود کو وصول کرتی اور کھاتی ہے اور سودی کھاتوں میں شریک ہوتی ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى. ③ بہر حال جو مسلمان سود کی وبائے عام سے بچ کر اپنے دین و ایمان کا تحفظ کرنا چاہتے ہوں' ان کے لیے ذیل میں اس کی بابت چند بنیادی باتیں درج کی جاتی ہیں جن سے سودی معاملات کا سمجھنا آسان اور ان سے ان کے لیے بچنا ممکن ہو سکتا ہے۔

☆ سود کے لیے قرآن کریم میں رِبا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں اور شرعاً اس زیادتی کو کہتے ہیں جو بیع میں ایک جیسی دو چیزوں کے تبادلے میں کسی ایک چیز میں ہو۔ یا قرض کی واپسی کے وقت اصل چیز یا رقم میں ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ①رِبَا الْفَضْل: ایک جیسی دو چیزوں کے تبادلے کے وقت ایک چیز کے عوض میں زیادہ لینا ②رِبَا النَّسِيئَة: ایک جیسی دو متبادل چیزوں میں سے کسی ایک کا زیادہ معاوضہ لینا' مگر ایک مقررہ مدت کے بعد۔

☆ اسی طرح مال کی قسموں کا جاننا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ہر مال کا ایک وصف عام ہوتا ہے' اس اعتبار سے اسے جنس کہا جاتا ہے اور ایک وصف خاص ہوتا ہے' جسے صنف (قسم) سے تعبیر کیا جاتا ہے' جیسے غلہ جات ہیں' یہ اپنے وصف عام (کہ ان کو کھایا جاتا ہے) کے اعتبار سے ایک جنس ہیں' یعنی کھانے والی جنس۔ لیکن وصف خاص کے اعتبار سے غلہ جات کی کئی صنفیں (قسمیں) ہیں' جیسے چاول' جو' گندم' مکئ' جوار وغیرہ۔ یہ سب وصف عام کے اعتبار سے ایک جنس ہیں' جنسِ مطعومات' لیکن اپنے اپنے خاص اوصاف کے اعتبار سے یہ الگ الگ قسمیں ہیں' چاول ایک قسم ہے' گندم ایک قسم' جوار ایک' مکئ ایک' منقی ایک' نمک ایک' وغیرہ۔ ہر کھانے والی چیز کو اس پر قیاس کر کے اس میں شامل کیا جا سکتا ہے چاہے وہ ماپ کر فروخت ہوتی ہو یا تول کر۔

☆ ایک مال کی قسم وہ ہے جسے ثَمَنْ کہا جاتا ہے' جیسے سونا' چاندی ہے اور اسی پر آج کل قیاس کیا جا سکتا ہے' سکے' کرنسی نوٹ' چیک اور کمپنیوں کے شیئرز (حصص) وغیرہ کو۔

حدیث میں ان دونوں جنسوں کی بابت احکام وارد ہیں۔ حدیث میں جن چھ چیزوں کا ذکر ہے وہ ان دونوں جنسوں کو حاوی ہیں۔ سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک۔ بعض ائمہ نے سودی معاملات کو صرف ان چھ چیزوں تک محدود رکھا ہے' باقی دیگر چیزوں میں وہ کمی بیشی کو سود قرار نہیں دیتے جب کہ اکثر ائمہ وفقہاء نے قیاس کر کے دوسری چیزوں کو بھی ان میں شامل کیا ہے' مثلاً: جو کھانے والی چیزیں ہیں چاہے ماپی جانے والی ہوں یا وزنی۔ یا جن میں (سونے چاندی کی طرح) ثمنیت پائی جاتی ہے' یا بعض کے نزدیک جن کو ذخیرہ کیا جا سکتا ہو۔ اس حساب سے ایک جنس وزنی چیزوں کی ہے' یعنی جنھیں تول کر بیچا اور خریدا جاتا ہے۔ دوسری جنس کیلی چیزوں کی ہے جنھیں پیمانوں سے ماپ کر بیچا جاتا ہے۔ اور ایک جنس

ان چیزوں کی ہے جنھیں ذخیرہ کیا جا سکتا ہو اور ایک جنس وہ ہے جو ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے' جیسے سونا' چاندی' سکے کرنسی نوٹ وغیرہ۔ ان اموال میں سودی اور غیر سودی صورتیں حسب ذیل ہوں گی: ① جب دونوں تبادلوں والی چیزیں جنس اور قسم کے اعتبار سے ایک ہوں گی' مثلاً: گندم کا گندم سے' چاول کا چاول سے تبادلہ ہو تو اس میں کمی بیشی بھی حرام ہوگی اور ادھار بھی۔ ان کا برابر ہونا بھی ضروری ہے اور مجلس عقد میں قبضہ بھی ضروری۔ ② جب دونوں تبادلوں والی چیزیں جنس کے اعتبار سے ایک ہوں' البتہ قسم کے اعتبار سے مختلف ہوں' تو ان میں کمی بیشی جائز ہوگی' تاہم ادھار ناجائز۔ جیسے ایک کلو چاندی کا تبادلہ ایک یا دو گرام سونے کے ساتھ' ایک کلو جو کا سودا آدھ کلو گندم کے ساتھ۔ ایک دینار کا تبادلہ تین چار ریالوں کے ساتھ۔ اگر یہ سودا نقد ہوگا تو جائز ہے' اس میں ادھار کرنا صحیح نہیں۔ ③ جب دونوں تبادلوں والی چیزیں جنس کے اعتبار سے بھی ایک نہ ہوں اور قسم کے اعتبار سے بھی مختلف ہوں تو ان میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار کرنا بھی جائز' جیسے ایک کلو گندم کا ایک گرام سونے سے تبادلہ۔ ایک کلو کھجور کا سودا 10 یا 20 تولہ چاندی کے ساتھ' ان میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار کرنا بھی جائز۔

یہ سود کے سلسلے میں مختصراً ضروری باتیں ہیں جن کا خیال رکھنے سے سود سے بچا جا سکتا ہے۔

[٢٨٨] بَابُ تَحْرِيمِ الرِّيَاءِ

باب: 288- دکھلاوے کے حرام ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ﴾ [اَلْبَيِّنَة: ٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور انھیں صرف یہ حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں' اس کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اور اس کی طرف یکسو ہو کر۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَـٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ﴾ [اَلْبَقَرَة: ٢٦٤].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے صدقے احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع مت کرو' اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لیے خرچ کرتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [اَلنِّسَاء: ١٤٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگوں کے سامنے دکھلاوا کرتے ہیں اور اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔''

[١٦١٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «قَالَ اللهُ تَعَالٰى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ

[1616] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں دوسرے شریکوں کے مقابلے میں' شرک سے سب

[1616] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب تحريم الرياء، حديث: 2985.

عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ جو کوئی ایسا عمل کرے کہ اس میں وہ میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کرے تو میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① کسی اور کو شریک کرنے کا مطلب ہے کہ دکھلاوے کے لیے کام کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے سے دنیوی مفاد حاصل کرے یا لوگوں کی نظروں میں متقی و پارسا کہلائے۔ ② میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں' کے معنی ہیں کہ اس کے عمل کو برباد اور اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہوں۔ اس حدیث میں دکھلاوے کو شرک سے تعبیر کر کے (کہ یہ بھی شرک خفی ہے) اس کی شناعت وقباحت کو واضح کر دیا ہے۔ تاہم یہ شرک اصغر ہے جس کے مرتکب پر جنت حرام نہیں' یہ سزا بھگت کر بالآخر جنت میں چلا جائے گا۔ جب کہ شرک اکبر وشرک صریح کا مرتکب دائمی جہنمی ہے' اس پر جنت ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

[١٦١٧] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ، فَعَرَّفَهُ نِعْمَتَهُ، فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ: جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِىءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ، وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا

[1617] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک قیامت والے دن جن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا' ان میں ایک وہ آدمی ہوگا جو شہید کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسے (بارگاہ الٰہی میں) پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کرائے گا۔ وہ انھیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا' یہاں تک کہ میں شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ تو تو اس لیے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے' چنانچہ تجھے (دنیا میں) بہادر کہہ لیا گیا۔ پھر اس کی بابت حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے (دین کا) علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھلایا اور قرآن پڑھا۔ چنانچہ اس کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد کرائے گا۔ وہ انھیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا اور

[1617] صحيح مسلم، الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، حديث: 1905.

أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ؛ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

دوسروں کو سکھلایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے تو علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تا کہ تجھے قاری کہا جائے۔ تحقیق تجھے (دنیا میں ایسا) کہہ لیا گیا۔ پھر اس کی بابت حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور (تیسرا) وہ شخص ہوگا جس کو اللہ نے کشادگی عطا فرمائی تھی اور اسے مختلف قسم کے مال سے نوازا تھا۔ چنانچہ اسے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کروائے گا۔ وہ انھیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے کوئی ایسا راستہ جس میں خرچ کیے جانے کو تو پسند کرتا تھا، نہیں چھوڑا، مگر اس میں تیری خاطر ضرور خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا۔ تو نے تو یہ اس لیے کیا تھا کہ کہا جائے کہ وہ بڑا سخی ہے۔ تحقیق یہ کہہ لیا گیا۔ پھر اس کی بابت حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" (مسلم)

[جَرِيءٌ]: بِفَتْحِ الْجِيمِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَبِالْمَدِّ، أَيْ: شُجَاعٌ حَاذِقٌ.

جَرِيءٌ: "جیم" پر زبر، "را" کے نیچے زیر اور اسے مد کے ساتھ (کھینچ کر) پڑھنا ہے۔ بہت بہادر، ہشیار۔

فائدہ: اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ پہلے ریاکاروں کا محاسبہ ہوگا۔ دوسرا' یہ کہ اخلاص کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں' چاہے بظاہر وہ عمل کتنا ہی بڑا ہو۔ لیکن ریاکاری کی وجہ سے اس پر ثواب ملنے کی بجائے عذاب ہوگا اور اس کا مرتکب جنت کی بجائے جہنم میں جائے گا۔

[١٦١٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ نَاسًا قَالُوا لَهُ: إِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِينِنَا فَنَقُولُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى

[1618] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ان سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے اس کے برعکس باتیں کرتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر آ کر کرتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

[1618] صحيح البخاري، الأحكام، باب مايكره من ثناء السلطان...، حديث:7178.

عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہم اس (رویے) کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل باب ذم ذي الوجهين، رقم:1542 میں گزر چکی ہے۔لیکن وہاں یہ روایت حضرت ابن عمر کے پوتے محمد بن زید بن عمر سے ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا ابن عمر سے کہا' جس کا جواب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دیا اور یہی صحیح ہے کیونکہ صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے' اگرچہ بعض الفاظ اس سے مختلف ہیں۔ ② بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ حکمرانوں کی خوشامد' چاپلوسی اور انھیں خوش کرنے کے لیے ان سے خلاف واقع باتیں کرنا منافقت ہے جو بہت بڑا جرم ہے۔اس منافقانہ رویے سے حکمرانوں کو رعایا کے صحیح حالات کی خبر نہیں ہوتی حالانکہ اخلاص اور خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے سامنے صحیح صحیح باتیں کہی جائیں تاکہ رعایا کے صحیح حالات ان کے علم میں آئیں اور وہ دھوکے میں نہ رہیں۔

[١٦١٩] وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللهُ بِهِ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1619] حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دکھلاوے کے لیے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن رسوا کر دے گا۔اور جو کوئی نیک عمل لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے کرتا ہے تو اللہ اس کے چھپے عیبوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

اور مسلم میں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

[سَمَّعَ]: بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ، وَمَعْنَاهُ: أَظْهَرَ عَمَلَهُ لِلنَّاسِ رِيَاءً. [سَمَّعَ اللهُ بِهِ]، أَيْ: فَضَحَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَمَعْنَى: [مَنْ رَاءَى]، أَيْ: مَنْ أَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ. [رَاءَى اللهُ بِهِ]، أَيْ: أَظْهَرَ سَرِيرَتَهُ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ.

سَمَّعَ: ''میم'' کی تشدید کے ساتھ۔اس کے معنی ہیں: اپنے عمل کو دکھلاوے کے لیے لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے۔سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ کا مطلب ہے: اسے قیامت والے دن رسوا کرے گا۔اور مَنْ يُرَائِي کے معنی ہیں: اپنے نیک عمل کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے تاکہ ان کی نظروں میں وہ بڑا ہو جائے۔اور يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ کا مطلب ہے: اس کے پوشیدہ عیبوں کو تمام مخلوق کے سامنے ظاہر کر دے گا۔

فائدہ: ریاکاری قیامت والے دن ذلت و رسوائی کا باعث ہوگی۔

[1619] صحيح البخاري، الرقاق، باب الرياء والسمعة،حديث:6499، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب تحريم الرياء، حديث:2987.

[١٦٢٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

يَعْنِي: رِيحَهَا.

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

وَالْأَحَادِيثُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّشْهُورَةٌ.

[1620] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس علم کو، جس کے ذریعے سے اللہ کی رضا مندی حاصل کی جاتی ہے، اس لیے سیکھتا ہے کہ اس سے دنیا کا ساز و سامان حاصل کرے تو وہ قیامت والے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔''

عَرْفٌ کے معنی ہیں: خوشبو۔

(اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

اور اس باب میں بہت سی احادیث ہیں جو کہ مشہور ہیں۔

فائدہ: دین کا علم حاصل کرنا بڑی فضیلت والا عمل ہے بشرطیکہ مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ اگر یہ دنیوی مفادات کے لیے حاصل کرے گا تو اتنا بڑا جرم بن جائے گا کہ جنت کی خوشبو تک سے وہ محروم رہے گا، یعنی پہلے مرحلے میں۔ تاہم جہنم کی سزا بھگتنے کے بعد، پھر جب اللہ چاہے گا، وہ جنت میں چلا جائے گا۔

[٢٨٩] بَابُ مَا يُتَوَهَّمُ أَنَّهُ رِيَاءٌ وَّلَيْسَ هُوَ رِيَاءٌ

باب: 289- ایسی چیزوں کا بیان جن کی بابت ریا کا وہم ہو لیکن حقیقت میں وہ ریا نہ ہوں

[١٦٢١] عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ، وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: «تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1621] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: یہ بتلائیے کہ آدمی نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں (یہ ریاکاری تو نہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مومن کے لیے پیشگی خوش خبری ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ انسان کی اپنی نیت ریاکاری کی نہ ہو تو پھر لوگ اس کے کسی عمل یا اعمال پر تعریف کریں تو کوئی خطرے والی بات نہیں بلکہ یہ اس کے حق میں ایک خوش خبری ہے جو آخرت سے پیشتر ہی اسے دنیا میں دے دی گئی ہے۔ یہ زبان خلق اس کے لیے نقارۂ خداوندی ہے۔ محض لوگوں کی ثنا و تعریف اخلاص کے منافی نہیں بلکہ یہ ایک گواہی اور عنداللہ قبولیت کی دلیل ہے۔

[1620] سنن أبي داود، العلم، باب في طلب العلم لغير الله، حديث:3664.

[1621] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب إذا أثني على الصالح......، حديث:2642.

[٢٩٠] بَابُ تَحْرِيمِ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ وَالْأَمْرَدِ الْحَسَنِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ

باب:290-اجنبی عورت اور بے ریش حسین لڑکے کی طرف شرعی ضرورت کے بغیر دیکھنا حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَـٰرِهِمْ﴾ [النُّور: ٣٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔'' (محرمات کی طرف نہ دیکھیں۔)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [الإسْرَاء: ٣٦].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب کی بابت باز پرس ہوگی۔'' (کہ ان سے کس طرح کام لیا۔)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ [غَافِر: ١٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الْفَجْر: ١٤].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً تیرا رب گھات میں ہے۔'' (ہر ایک کے عمل کو دیکھ رہا ہے۔)

[١٦٢٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ: اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ».

[1622] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم (انسان) کے لیے اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، وہ یقیناً اسے پانے والا ہے: آنکھوں کا زنا (غیر محرم عورت کی طرف) دیکھنا ہے، کانوں کا زنا (حرام آواز کا) سننا ہے، زبان کا زنا (ناجائز) کلام کرنا ہے، ہاتھ کا زنا (ناجائز) پکڑنا اور پاؤں کا زنا (ناجائز کام کی طرف) چل کر جانا ہے۔ اور دل خواہش اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ مُخْتَصَرَةٌ.

(بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں اور بخاری کی روایت مختصر ہے۔)

[1622] صحيح البخاري، الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج، حديث:6243، وصحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنى وغيره، حديث:2657.

فائدہ: دیکھنا، سننا، چل کر جانا وغیرہ یہ سب اسباب زنا ہیں لیکن انھیں مجازاً زنا سے تعبیر کر دیا گیا ہے تاکہ انسان اسباب سے بھی اپنا دامن بچا کر رکھے۔ اس لیے کہ اگر وہ یہ احتیاط نہیں کرے گا تو شرم گاہ اس کی تصدیق کر دے گی، یعنی وہ بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور اگر اسباب زنا سے دور رہے گا تو شرم گاہ اس کی تکذیب کر دے گی، یعنی بدکاری سے محفوظ رہے گا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ پہلے نظر، پھر مسکراہٹ، پھر سلام، پھر کلام، پھر وعدہ اور پھر ملاقات۔ ان تمام مقدمات و اسباب سے کنارہ کش رہنا ضروری ہے۔

[١٦٢٣] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ» قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ» قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَارَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1623] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بیٹھے بغیر چارہ نہیں، ہم ان میں گفتگو کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم بیٹھے بغیر نہیں رہ سکتے تو راستے کا حق بھی ادا کیا کرو۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نگاہ کو پست رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① عام راستے اور گزرگاہیں معاشرے کی اجتماعی ملک ہیں، اس لیے ان پر مجلسیں جما کر بیٹھنا صحیح نہیں۔ اس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہوسکتی ہے، بالخصوص پردہ دار عورتوں کو، جو لوگوں کے سامنے آنے اور ان کے سامنے سے گزرنے کو پسند نہیں کرتیں۔ لیکن اگر بیٹھے بغیر چارہ نہ ہو، جیسے گھر تنگ ہو یا اس قسم کی کوئی مجبوری ہو تو پھر باہر بیٹھ کر ایسے کام بھی کرنے چاہئیں جن سے ایک تو انسان گناہوں سے بچا رہے، جیسے گزرنے والی عورتوں سے نظر بچا کر رکھنا۔ دوسرے، مخلوق کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنا اور تبلیغ و دعوت کے ذریعے سے ان کی اصلاح و خیر خواہی کرنا۔ ② آج کل لوگ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں راستے بالکل بند کر دیتے ہیں جس سے بے شمار لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بھی شرعی اور اخلاقی لحاظ سے بہت ہی بری حرکت ہے۔ اپنے ذاتی کام کے لیے ہزاروں لوگوں کو تکلیف دینا، اس کا شرعی اور اخلاقی جواز کس طرح ہوسکتا ہے؟ بالخصوص جب کہ یہ تقریبات بھی اللہ کی نافرمانی، اسراف و تبذیر اور دیگر شیطانی کاموں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت اور سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

[١٦٢٤] وَعَنْ أَبِي طَلْحَةَ زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِيَ

[1624] حضرت ابو طلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

[1623] صحيح البخاري، المظالم، باب أفنية الدور والجلوس فيها......، حديث:2465، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن الجلوس في الطرقات......، حديث: 2121.

[1624] صحيح مسلم، السلام، باب من حق الجلوس على الطريق ردّ السلام، حديث:2161.

اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا بِالْأَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيهَا فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ: «مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ؟ اجْتَنِبُوا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ» فَقُلْنَا: إِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِ مَا بَأْسٍ، قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ، وَنَتَحَدَّثُ. قَالَ: «إِمَّا لَا، فَأَدُّوا حَقَّهَا: غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْكَلَامِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کہ ہم گھر سے باہر ڈیوڑھیوں پر بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''تمھیں کیا ہے کہ تم نے راستے میں بیٹھکیں بنا رکھی ہیں؟ راستے میں بیٹھکیں بنانے سے گریز کرو۔'' ہم نے کہا: ہم تو یہاں ایسے کام کے لیے بیٹھے ہیں جس میں (شرعاً) کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہوئے مذاکرہ اور گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم راستوں پر بیٹھنا نہیں چھوڑتے تو راستے کا حق ادا کیا کرو (اور وہ ہے:) نگاہ پست رکھنا، سلام کا جواب دینا اور اچھی گفتگو کرنا۔'' (مسلم)

[اَلصُّعُدَاتُ]: بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ، أَيْ: اَلطُّرُقَاتُ.

اَلصُّعُدَات: ''صاد'' اور ''عین'' پر پیش، یعنی راستے۔

فائدہ: اس میں بھی راستوں میں بیٹھنے سے روکا گیا ہے، تاہم اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو راستے کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ] زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو نجاری مدنی۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ جنگ بدر سمیت تمام غزوات اور معرکوں میں شامل رہے۔ سیدنا انس بن مالک ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جنگ حنین میں انھوں نے 20 مشرکوں اور کافروں کو جہنم واصل کیا۔ احد والے دن نبیٔ اکرم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ چھلنی ہو گیا تھا۔ حضرت زید بن سہل ابوطلحہ نبیٔ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد 40 سال زندہ رہے۔ کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ نبی ﷺ کی زندگی میں بھی معرکوں اور دشمنوں سے برسرپیکار رہنے کی وجہ سے روزہ نہیں چھوڑتے تھے۔ 50 ہجری کے قریب فوت ہوئے۔ ان کی مرویات کی تعداد 92 ہے۔

[١٦٢٥] وَعَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ نَظَرِ الْفَجْأَةِ فَقَالَ: «اِصْرِفْ بَصَرَكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1625] حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کی بابت سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نظر (فوراً) پھیر لو۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① غیر محرم عورت پر بغیر ارادے کے اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر پھیر لی جائے، ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھا جائے کیونکہ پھر اس میں قصد شامل ہو جائے گا جو گناہ ہے۔ اور یہ آنکھ کا زنا بن جائے گا۔ ② بعض علماء نے أَمْرَد

[1625] صحيح مسلم، الأدب، باب نظر الفجاءة، حديث: 2159.

(بے ریش حسین بچوں) کی طرف دیکھنے کو بھی عورت کی طرف دیکھنے کی طرح ممنوع قرار دیا ہے۔

[١٦٢٦] وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعِنْدَهُ مَيْمُونَةُ، فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**اِحْتَجِبَا مِنْهُ**» فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى، لَا يُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ!؟**». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1626] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں، چنانچہ اتنے میں (نابینے صحابی) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے، اور یہ ہمیں پردے کا حکم دیے جانے کے بعد کا واقعہ ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم دونوں ان سے پردہ کرو۔'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ نابینے نہیں ہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور نہ ہمیں پہچانتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم بھی نابینی ہو؟ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں؟'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٦٢٧] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1627] حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرد مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور عورت عورت کے ستر کو نہ دیکھے، اور نہ مرد مرد کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں لیٹے اور نہ عورت عورت کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں لیٹے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس سے واضح ہے کہ اسلام کس طرح بے حیائی کے دروازے کو بند کرنا چاہتا ہے۔ جب ایک مرد کا مرد کے ساتھ اور عورت کا عورت کے ساتھ بغیر کپڑے کے لیٹنا منع ہے تو مرد و عورت کے بے باکانہ اختلاط کو اسلام کس طرح گوارا کر سکتا ہے جو مغرب میں عام ہے اور یہی اخلاق باختہ ثقافت (بلکہ کثافت) ٹیلی ویژن کے ذریعے سے اسلامی ملکوں میں پھیلائی جا رہی ہے۔ مغرب زدہ حکمران اس گندگی، بے حیائی اور اخلاق باختگی کو ''ثقافت'' باور کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مرتد حکمرانوں سے اسلامی ملکوں کو نجات عطا فرمائے۔ آمین

[1626] ضعيف ـ سنن أبي داود، اللباس، باب في قوله تعالى: ﴿وَقُلْ للمؤمنات يغضضن من أبصارهن﴾، حديث: 4112، وجامع الترمذي، الأدب......، باب ما جاء في احتجاب النساء من الرجال، حديث: 2778.

[1627] صحيح مسلم، الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، حديث: 338.

[٢٩١] بَابُ تَحْرِيمِ الْخَلْوَةِ بِالْأَجْنَبِيَّةِ

باب:291-اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ [الأحزاب: ٥٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم ان (امہات المومنین) سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردے کی آڑ میں مانگو۔''

[١٦٢٨] وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: «اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1628] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے گریز کرو۔'' تو ایک انصاری آدمی نے کہا: شوہر کے قریبی رشتے دار کی بابت فرمایئے: آپ ﷺ نے فرمایا: ''شوہر کا قرابت دار تو موت ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْحَمْوُ]: قَرِيبُ الزَّوْجِ كَأَخِيهِ، وَابْنِ أَخِيهِ، وَابْنِ عَمِّهِ.

اَلْحَمْوُ کے معنی ہیں: شوہر کا قریبی رشتے دار جیسے اس کا بھائی (بیوی کا دیور اور جیٹھ۔) اس کا بھتیجا اور اس کا چچا زاد۔

فوائد و مسائل: ① اس میں پردے کی بابت ایک نہایت ہی اہم بات بیان کی گئی ہے جس سے مسلمانوں کی اکثریت غافل ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت کے لیے اپنے شوہر کے سگے بھائیوں اور چچا زاد وغیرہ بھائیوں سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے کیونکہ قریبی ہونے کی وجہ سے ان کی گھروں میں ہر وقت آمد و رفت رہتی ہے اور تنہائی کے بے شمار مواقع ان کو میسر آتے ہیں۔ اس لیے بہ نسبت دوسروں کے' ان کے ساتھ فتنے میں مبتلا ہونے کے بہت زیادہ امکانات ہیں۔ انھیں موت سے تعبیر کیا گیا ہے' یعنی وہ دینی اعتبار سے ہلاکت کا باعث ہیں' یا مطلب ہے کہ اس کا انجام موت ہے اگر وہ دونوں غلطی کا ارتکاب کر بیٹھیں کیونکہ اسلامی مملکت میں اس کی سزا رجم ہے۔ ② ہلاکت کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاوند کو اگر بیوی پر کسی اور کے ساتھ آشنائی کا شبہ ہو جائے تو وہ غیرت میں آ کر اسے مار دے یا طلاق دے دے' طلاق سے بھی اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے اس طرح ڈرو جیسے موت سے ڈرا جاتا ہے۔ اور جب دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ ضروری ہے تو شوہر کے دوستوں سے پردہ کیوں ضروری نہیں ہوگا۔ اس معاملے میں بھی اب تساہل بہت عام ہو گیا ہے۔ اس کے جو خطرناک نتائج سامنے آ رہے ہیں وہ وقتاً فوقتاً اخبارات کے ذریعے سے منظر عام پر آتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی لوگ سمجھتے نہیں اور بے پردگی وبائے عام کی طرح پھیلتی جا رہی ہے۔ فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكَى.

[1628] صحيح البخاري، النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة......، حديث:5232، وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم الخلوة الأجنبية و الدخول عليها، حديث:2172.

[١٦٢٩] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «**لَا يَخْلُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1629] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر محرم کے ساتھ۔''

(بخاری ومسلم)

فائدہ: اس ہدایت کا مقصد بھی فتنہ وشر میں مبتلا ہونے سے بچانا ہے کیونکہ تنہائی میں اس کا امکان ہے اور محرم کی موجودگی سے تنہائی ختم ہو جاتی ہے' اس لیے فتنے کا امکان بھی نہیں رہتا۔

[١٦٣٠] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، مَا مِنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ، فَيَخُونُهُ فِيهِمْ إِلَّا وَقَفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَأْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شَاءَ حَتّٰى يَرْضٰى**» ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «**مَا ظَنُّكُمْ؟**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1630] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجاہدین کی عورتوں کی عزت' پیچھے رہ جانے والوں پر ایسے ہی حرام ہے' جیسے ان کی اپنی ماؤں کی عزت۔ پیچھے رہ جانے والوں میں سے جو شخص' مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں کا جانشین (نگران) بنے اور پھر خیانت کرے تو قیامت والے دن وہ مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور وہ اس کی نیکیوں میں سے جتنی نیکیاں چاہے گا' لے لے گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے گا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تمھارا کیا خیال ہے؟ (کیا وہ اس کے پاس کوئی نیکی چھوڑے گا جب کہ اسے غصہ بھی ہو گا۔ اور پھر انسان حریص الطبع ہے اور اللہ کی طرف سے اس کو اذن بھی مل چکا ہو گا۔) (مسلم)

فائدہ: مجاہدین کے جہاد پر چلے جانے کے بعد ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کی حفاظت ونگرانی بہت فضیلت والا عمل ہے لیکن اس میں اگر خیانت کا ارتکاب کیا گیا تو اس کا گناہ بھی بہت عظیم ہے' اس لیے کہ خیانت سے اسلام کے باہمی تعاون کے نظام کی چولیں ہل جاتی ہیں جس کی اسلام میں بڑی اہمیت اور تاکید ہے۔

[1629] صحيح البخاري، النكاح، باب لا يخلونّ رجل بامرأة ......، حديث: 5233، وصحيح مسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره......، حديث: 1341.

[1630] صحيح مسلم، الإمارة، باب حرمة نساء المجاهدين ......، حديث: 1897.

[٢٩٢] بَابُ تَحْرِيمِ تَشَبُّهِ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَتَشَبُّهِ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ فِي لِبَاسٍ وَّحَرَكَةٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

باب:292- لباس اور حرکت و ادا وغیرہ میں مَردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

[١٦٣١] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ.

[1631] حضرت ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں والا حلیہ اختیار کرنے والے مَردوں پر اور مردانہ انداز اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① مُخَنَّث اس مرد کو کہا جاتا ہے جو عورتوں کی طرح کا لباس پہنے اور ان کی سی چال ڈھال اور حرکت و ادا اختیار کرے۔ اور مُتَرَجِّل اس عورت کو کہتے ہیں جو مردانہ لباس اور مردانہ وضع قطع اور ہیئت اختیار کرے۔ مطلب یہ ہوا کہ مرد اور عورت دونوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو ایک دوسرے سے مختلف فطری اوصاف رکھے ہیں' ان میں وہ ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے سے بچیں۔ ایسا کرنا لعنت کا باعث ہے۔ ② اسی ذیل میں مغربی فکر و فلسفہ سے متاثر وہ خواتین بھی آ جاتی ہیں جو فطرت کے خلاف آج کل وہ تمام کام کرنے کی مذموم سعی کر رہی ہیں جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کاموں کا مکلّف نہیں بنایا ہے بلکہ ان کو صرف مردوں کا حق قرار دیا ہے۔ لیکن عورت نادانی اور مغرب کی نقالی میں ان پر بھی اپنا حق جتا کر انھیں اختیار کرنے پر تلی ہوئی ہے اور یوں اپنی نسوانیت پر ظلم کر رہی ہے اور اللہ کے ہاں بھی ملعون بن رہی ہے۔

[١٦٣٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1632] حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے۔ اور اس عورت پر (بھی لعنت فرمائی ہے) جو مَردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[1631] صحيح البخاري، الحدود، باب نفي أهل المعاصي والمخنثين، حديث: 6834.

[1632] سنن أبي داود، اللباس، باب في لباس النساء، حديث: 4098.

فائدہ: جیسے مرد ریشمی لباس پہنے یا ایسے رنگین لباس پہنے جو عورتوں کے مخصوص رنگ کے ہوں یا لباس کی وضع قطع عورتوں کے لباس کی طرح ہو۔اسی طرح عورت لباس میں مردانہ وضع قطع اختیار کرے جیسے مردوں کی سی قمیص شلوار یا کوٹ پتلون یا شرٹ پتلون وغیرہ پہنے۔گویا دونوں کو لباس میں ایک دوسرے کی نقل اور مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس پر لعنت وارد ہے۔

[١٦٣٣] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَّسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا».

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1633] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ (یہ بعد میں ہوں گی:) ایک وہ لوگ جن کے پاس گائے (بیل) کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ اور دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہنی ہوں گی (مگر) برہنہ ہوں گی' لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹ کے جھکے ہوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی (بلکہ) اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی' حالانکہ اس کی خوشبو تو اتنے اتنے فاصلے سے آئے گی۔'' (مسلم)

مَعْنٰى [كَاسِيَاتٌ]، أَيْ: مِنْ نِّعْمَةِ اللهِ. [عَارِيَاتٌ]: مِنْ شُكْرِهَا. وَقِيلَ: مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا، وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ إِظْهَارًا لِّجَمَالِهَا وَنَحْوِهِ. وَقِيلَ: تَلْبَسُ ثَوْبًا رَّقِيقًا يَّصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا. وَمَعْنٰى [مَائِلَاتٌ] قِيلَ: عَنْ طَاعَةِ اللهِ تَعَالٰى وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ. [مُمِيلَاتٌ]: أَيْ: يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُومَ، وَقِيلَ: [مَائِلَاتٌ]: يَمْشِينَ مُتَبَخْتِرَاتٍ، مُمِيلَاتٍ لِأَكْتَافِهِنَّ، وَقِيلَ: [مَائِلَاتٌ]: يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمَيْلَاءَ: وَهِيَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا.

كَاسِيَاتٌ کے معنی ہیں: اللہ کی نعمت کا لباس پہنے ہوئے ہوں گی۔ عَارِيَاتٌ: نعمت کا شکر ادا کرنے سے عاری ہوں گی۔ بعض کے نزدیک عَارِيَاتٌ کے معنی ہیں: اپنے حسن و جمال وغیرہ کو ظاہر کرنے کی نیت سے اپنے بدن کے کچھ حصے کو ڈھانپا اور کچھ کو کھولا ہوا ہوگا۔ اور بعض نے کہا: وہ ایسا باریک لباس پہنیں گی جو ان کے بدن کے رنگ کو واضح کر رہا ہوگا۔ اور مَائِلَاتٌ کے معنی بعض کے نزدیک ہیں: وہ اللہ کی فرماں برداری اور ان چیزوں سے جن کا اہتمام ان کے لیے ضروری ہے' اعراض کرنے والی ہوں گی۔ اور مُمِيلَاتٌ کا مطلب ہے' وہ اپنے برے کام اپنے علاوہ دوسروں کو بھی

[1633] صحيح مسلم، اللباس و الزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات، حديث: 2128.

وَ[مُمِيلَاتٌ]: يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ. [رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ]، أَيْ: يُكَبِّرْنَهَا وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ أَوْ عِصَابَةٍ أَوْ نَحْوِهِ.

سکھائیں گی۔ اور بعض نے کہا کہ مَائِلَاتٌ کے معنی ہیں: اٹکھیلیاں کرتی ہوئی چلیں گی اور مُمِیلَاتٌ کے معنی ہیں: اپنے کندھوں کو مٹکاتے ہوئے چلیں گی۔ بعض نے کہا: مَائِلَاتٌ کے معنی ہیں: اپنے بالوں کو اس طرح سنواریں گی جس سے وہ زیادہ پرکشش ہو جائیں' اور ایسا سولہ سنگھار بدکار عورتوں کا ہوتا ہے۔ اور مُمِیلَاتٌ کے معنی ہیں: دوسروں کے بالوں کو بھی اس طرح سنوارنے والیاں۔ ''ان کے سر بختی اونٹ کے کوہانوں کی طرح ہوں گے'' کے معنی ہیں کہ انھوں نے اپنے سروں کو کسی پگڑی یا کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر ان کو اونچا اور بڑا کیا ہوگا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ایک تو ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو لوگوں پر ظلم و ستم کرتے ہیں کیونکہ حد اور قصاص میں کوڑے مارنا ظلم نہیں ہے بلکہ ظلم و عدوان کے طور پر کوڑے مارنا سخت گناہ ہے۔ دوسرے' ان عورتوں کے لیے سخت وعید ہے جو بے پردگی' اپنی زیب و زینت اور حسن و جمال کے اظہار کو اپنائیں گی' جو کہ بدکار عورتوں کا شیوہ ہے' اور مردوں کے لیے کشش اور فتنے کا باعث ہوں گی۔ علاوہ ازیں اپنے سر کے بالوں کو بھی مختلف اسٹائلوں سے سنواریں گی' اپنی چال ڈھال' ناز و ادا اور اٹکھیلیوں سے مردوں کو پرچائیں گی اور لبھائیں گی۔ خود بھی اس حیا باختگی کو اپنائیں گی اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب اور تعلیم دیں گی' جیسے آج کل بیوٹی پارلروں کی وبائے عظیم ہے۔ ② یہ حدیث علامات نبوت میں سے ہے۔ آپ نے اس میں عورتوں کی بابت جو خبر دی ہے' وہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مسلمان عورتوں کی ایک بڑی تعداد نے مذکورہ تمام خرابیوں اور بے حیائیوں کو اپنا لیا ہے اور اس معاملے میں وہ بازاری عورتوں سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا.

[٢٩٣] بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ

باب: 293- شیطان اور کفار کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کا بیان

[١٦٣٤] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1634] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ' اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔'' (مسلم)

[1634] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2019.

[١٦٣٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1635] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے پیے، اس لیے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان انگریزوں کی نقالی میں بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے اور شیطان کو خوش کرتے ہیں۔

[١٦٣٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبِغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1636] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہودی اور عیسائی رنگتے نہیں ہیں۔ لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔'' (بخاری و مسلم)

اَلْمُرَادُ: خِضَابُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ، وَأَمَّا السَّوَادُ فَمَنْهِيٌّ عَنْهُ كَمَا سَنَذْكُرُ فِي الْبَابِ بَعْدَهُ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى.

مطلب ہے: داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو زرد یا سرخ رنگ کے ساتھ رنگنا، البتہ ان کو سیاہ کرنا منع ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ آئندہ باب میں اس کو بیان کریں گے۔

فوائد و مسائل: ① علماء نے اس حکم کو استحباب پر محمول کیا ہے، اس لیے داڑھی یا سر کے سفید بالوں کو رنگنا ضروری نہیں ہے، صرف بہتر ہے، تاہم یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ جہاں نہ رنگنے سے مشابہت ہوگی، وہاں بالوں کو رنگنا ضروری ہوگا ورنہ مستحب۔ ② بالوں کو مختلف کلر کرنے کا جو رواج ہے یہ بھی غیر مسلموں کی نقالی ہے۔ اس سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے۔

[٢٩٤] بَابُ نَهْيِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهِمَا بِسَوَادٍ

باب: 294- مرد اور عورت دونوں کو سیاہ خضاب سے اپنے بال رنگنا منع ہے

[١٦٣٧] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ وَالِدِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ

[1637] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) پیش کیا گیا اور ان کا سر اور

[1635] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث:2020.

[1636] صحيح البخاري، اللباس، باب الخضاب، حديث:5899، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب مخالفة اليهود في الصبغ، حديث:2103.

[1637] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب......، حديث:2102.

بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «غَيِّرُوا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

داڑھی سفیدی میں ثَغَامَة (بوٹی) کی طرح تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے سفید بالوں کو بدل دو لیکن ان کو سیاہ کرنے سے بچو۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① ابوقحافہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کی کنیت ہے۔ ان کا نام عثمان بن عامر ہے۔ انھوں نے فتح مکہ والے دن اسلام قبول کیا۔ ② ثَغَامَة، پہاڑوں میں پیدا ہونے والی ایک بوٹی ہے جو بالکل سفید ہوتی ہے۔ ان کے بال بھی سفید تھے' اس لیے آپ نے انھیں رنگنے کا حکم دیا لیکن سیاہ کرنے سے منع فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کسی ناگزیر صورت کے علاوہ' سر یا داڑھی کے بالوں کو سیاہ کرنا ممنوع ہے۔

[٢٩٥] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ: وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ دُونَ بَعْضٍ، وَإِبَاحَةِ حَلْقِهِ كُلِّهِ لِلرَّجُلِ دُونَ الْمَرْأَةِ

باب: 295- قزع کی ممانعت' یعنی سر کے کچھ بال مونڈ لینا اور کچھ چھوڑ دینا اور مرد کے لیے سر کے بالوں کا مونڈنا جائز ہے لیکن عورت کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں

[١٦٣٨] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْقَزَعِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1638] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع (کچھ بالوں کے مونڈنے) سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: قَزَع کے معنی ہیں: کچھ بال منڈوا لینا اور کچھ چھوڑ دینا۔ یہ منع ہے۔ آج کل پیالہ کٹ اس کی ترقی یافتہ صورت ہے۔

[١٦٣٩] وَعَنْهُ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهِ وَتُرِكَ بَعْضُهُ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ: «اِحْلِقُوهُ كُلَّهُ، أَوِ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

[1639] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کے کچھ بال مونڈے ہوئے ہیں اور کچھ چھوڑے ہوئے' تو آپ نے انھیں اس سے منع فرمایا اور حکم دیا: ''اس کے سارے بال مونڈ دو یا سارے بال چھوڑ دو۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو کہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔)

فوائد و مسائل: ① کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ نے اس لیے منع فرمایا تا کہ اہل کتاب سے مشابہت نہ ہو کیونکہ بعض احبار و

[1638] صحيح البخاري، اللباس، باب القزع، حديث:5920، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب كراهة القزع، حديث:2120.

[1639] سنن أبي داود، الترجّل، باب في الصبي له الذؤابة، حديث:4195.

رہبان اس طرح کیا کرتے تھے۔علاوہ ازیں اہل شر وفسق کی بھی یہ عادت تھی۔تاہم کسی بیماری یا عذر کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے۔ ② بہرحال یا تو سارے بال منڈا دیے جائیں یا پھر سارے بال اس انداز سے رکھے جائیں کہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو۔

[١٦٤٠] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثَلَاثًا ، ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ : «لَا تَبْكُوا عَلٰى أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ». ثُمَّ قَالَ : «اُدْعُوا لِي بَنِي أَخِي» فَجِيءَ بِنَا كَأَنَّا أَفْرُخٌ فَقَالَ : «اُدْعُوا لِيَ الْحَلَّاقَ» فَأَمَرَهُ، فَحَلَقَ رُءُوسَنَا . رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ .

[1640] حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبئ اکرم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو (ان کی شہادت پر رونے کی) تین دن مہلت دی، پھر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔'' پھر فرمایا: ''میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ۔'' چنانچہ ہمیں آپ کے سامنے پیش کیا گیا، گویا کہ ہم چوزے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نائی کو میرے پاس بلاؤ۔'' چنانچہ آپ نے اسے حکم دیا اور اس نے ہمارے سر مونڈ دیے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو کہ بخاری ومسلم کی شرط پر ہے۔)

فوائد ومسائل: ① حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نبئ کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ یہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔شہادت اگرچہ ایک اعزاز ہے لیکن گھر والوں کو وقتی طور پر دائمی جدائی کا صدمہ تو بہرحال ہوتا ہے، اس لیے آپ نے ان کے گھر والوں کو بھی تین دن تک سوگ منانے کی اجازت دی۔ ② رونے کا مطلب یہ نہیں کہ تین دن تک نوحہ و بین کرنے کی اجازت دی۔ یہ تو ممنوع ہے۔ بلکہ مطلب وہ رونا ہے جو ان ایام میں تعزیت کے لیے آنے والوں سے گفتگو کے دوران میں فطری طور پر ہوتا ہے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں، اس طرح کا رونا اگرچہ تین دن کے بعد بھی جائز ہے، اس لیے اس میں تین دن کے بعد رونے سے جو منع فرمایا گیا ہے تو یہ نہی تنزیہی ہے۔تحریمی نہیں۔ ③ چھوٹے بچوں نے اپنے آپ کو چوزہ اس لیے کہا کہ والد کی جدائی نے انھیں نڈھال کر دیا تھا۔ ④ اس حدیث کو یہاں لانے سے اصل مقصد سر کے بالوں کے مونڈنے کا اثبات ہے جس کا اس میں ذکر ہے، خاص طور پر چھوٹے بچوں کا۔ اگرچہ پورے بال رکھنا، جنھیں پٹے کہا جاتا ہے، افضل ہے کیونکہ خود نبی ﷺ نے یہ پٹے بال رکھے ہوئے تھے۔

[١٦٤١] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ .

[1641] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ (نسائی)

[1640] سنن أبي داود، الترجّل، باب في حلق الرأس، حديث: 4192.

[1641] سنن النسائي، الزينة، باب النهي عن حلق المرأة رأسها، حديث: 5052. وجامع الترمذي، الحج، باب ماجاء في كراهية الحلق للنساء، حديث: 914.

فائدہ: عام حالات میں تو مَردوں کی مشابہت سے بچنا عورت کے لیے ضروری ہے' البتہ علاج وغیرہ کے لیے' ضرورت پڑنے پر' اس کی اجازت ہوگی۔

[٢٩٦] بَابُ تَحْرِيمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ، وَالْوَشْرِ: وَهُوَ تَحْدِيدُ الْأَسْنَانِ

باب:296- مصنوعی بال (وگ) جوڑنے اور گودنے اور وشر' یعنی دانتوں کو باریک کرنے کی حرمت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ۝ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کے سوا مؤنث چیزوں ہی کو پکارتے ہیں اور صرف سرکش شیطان کی پوجا کرتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور شیطان نے (اللہ سے) کہا: میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لوں گا اور انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور ان کو آرزوؤں میں مبتلا کروں گا اور میں انھیں حکم دوں گا کہ وہ (بتوں کے نام پر) جانوروں کے کانوں کو چیریں اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں میں ضرور تبدیلی کریں گے۔''

فائدۂ آیات: اس میں ایک تو مشرکوں کی اس عادت کا بیان ہے کہ وہ جن بتوں کی پوجا کرتے تھے' ان کے نام مؤنثوں والے ہوتے تھے یا مؤنث قسم کی چیزوں کی عبادت کرتے تھے' جیسے فرشتوں کی' جن کو وہ اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان کے متعدد بتوں کے نام بھی مؤنث ہی تھے' جیسے عزیٰ' اساف' نائلہ وغیرہ۔ بتوں کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار دیا' اس لیے کہ وہی اس کا باعث تھا اور ہے۔ پھر اس کے وسوسوں سے وہ لوگ جو اور غلط کام کرتے تھے' انھیں بیان فرمایا گیا ہے۔ انھی میں سے ایک اللہ کی پیدا کردہ صورتوں میں وہ تبدیلیاں ہیں جن کی تفصیل احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

[١٦٤٢] وَعَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ، فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا، أَفَأَصِلُ فِيهِ؟ فَقَالَ: «لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ

[1642] حضرت اسماء ﷞ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میری بیٹی کو حصبہ (جلدی بیماری) لگی جس سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں۔ اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے۔ کیا میں اس میں مصنوعی بال جوڑ

[1642] صحيح البخاري، اللباس، باب الموصولة، حديث: 5941، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة......، حديث: 2122.

وَالْمَوْصُولَةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی پر اور اس پر جس کے بال لے کر جوڑے جائیں' لعنت فرمائی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «اَلْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ».

اور ایک روایت میں ہے: ''بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے کی خواہش کرنے والی (پر لعنت فرمائی ہے۔'')

قَوْلُهَا: [فَتَمَرَّقَ]: هُوَ بِالرَّاءِ، وَمَعْنَاهُ: اِنْتَثَرَ وَسَقَطَ. وَ[الْوَاصِلَةُ]: اَلَّتِي تَصِلُ شَعْرَهَا، أَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ آخَرَ. وَ[الْمَوْصُولَةُ]: اَلَّتِي يُوصَلُ شَعْرُهَا. وَ[الْمُسْتَوْصِلَةُ]: اَلَّتِي تَسْأَلُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ لَهَا.

فَتَمَرَّقَ: ''را'' کے ساتھ۔ جھڑ گئے اور گر گئے۔ وَاصِلَةٌ: وہ عورت جو اپنے یا کسی اور کے بال دوسرے بالوں کے ساتھ جوڑتی ہے۔ مَوْصُولَةٌ: وہ عورت جس کے بال لے کر جوڑے جائیں۔ اور مُسْتَوْصِلَةٌ: وہ عورت جو بال جڑوانے کی خواہش کرے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا نَحْوَهُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷞ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں تین قسم کی عورتوں کا بیان ہے۔ بال جوڑنے یا ملانے والی۔ دوسری اس کی خواہش کرنے والی۔ تیسری' جس کے بال لے کر کسی عورت کے بالوں میں ملائے جائیں۔ یہ تینوں ملعون ہیں۔ آج کل ان مصنوعی بالوں کو وگ کہا جاتا ہے۔ بیوٹی پالروں کے ذریعے سے وگیں وغیرہ لگانے اور دیگر بے حیائی کے کاموں کو خوب فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا.

[١٦٤٣] وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ: أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - عَامَ حَجَّ - عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهِ. وَيَقُولُ: «إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هٰذِهِ نِسَاؤُهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1643] حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حج کے سال منبر پر حضرت معاویہ ﷜ کو فرماتے ہوئے سنا' اور انھوں نے بالوں کا ایک گچھا اپنے ہاتھ میں پکڑا جو ایک پہرے دار کے ہاتھ میں تھا' انھوں نے فرمایا: اے اہل مدینہ! تمھارے علماء کہاں ہیں؟ (جو تمھیں برائی سے روکتے نہیں۔) میں نے تو نبی ﷺ کو اس قسم کے کام سے منع کرتے ہوئے سنا اور آپ ﷺ فرماتے تھے: ''بنی اسرائیل اس وقت ہی ہلاک ہوئے جب ان کی

[1643] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:54، حديث:3468، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة......، حديث:2127.

عورتوں نے ان کاموں کو اختیار کرلیا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ عورتوں کے ایسے کاموں کی طرف تھا جن کا ذکر پچھلی حدیث میں گزرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب اختیار کسی برائی کو پھیلتے ہوئے دیکھیں تو وہ خود بھی اس پر نقد کریں اور لوگوں کو اس سے روکیں اور علماء کو بھی اس طرف متوجہ کریں تاکہ وہ بھی اس کے خلاف اپنی آواز بلند کریں۔ ② لوگوں میں منکرات کی اشاعت کے خلاف آواز بلند نہ کرنا ہلاکت اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ ③ اس میں آج کل کے مسلمانوں کے لیے بھی سخت تنبیہ ہے کہ مسلمان عورتوں میں بے پردگی، بازاری عورتوں کی طرح سولہ سنگھار کر کے اور مجسم دعوت نظارہ بن کر گھر سے باہر نکلنا اور اپنے حسن و جمال کا مظاہرہ عام کرنا وغیرہ بیماریاں عام ہو گئی ہیں جو بالوں کے جوڑنے اور جڑوانے سے کہیں زیادہ شدید جرم اور بے حیائی کا ارتکاب ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ عام مسلمان اس بے حیائی پر خاموش ہیں اور علماء بھی بالعموم اسے اپنے خطبات و مواعظ میں بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

راویٔ حدیث: [حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ] حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری، مدنی۔ کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ثقہ ہیں۔ اپنی والدہ ام کلثوم اور اپنے ماموں عثمان وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کرتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن، بھتیجے سعد اور امام زہری رحمہ اللہ کا شمار ہوتا ہے۔ 105 ہجری میں فوت ہوئے۔

[١٦٤٤] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1644] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① وَاشِمَة: وشم کرنے والی۔ وشم کا مطلب ہے کہ جلد میں سوئی وغیرہ چبھو کر خون نکالنا اور پھر اس جگہ پر سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دینا تاکہ وہ جگہ سیاہ یا سبز ہو جائے۔ اسے گودنا کہتے ہیں۔ عہد رسالت کے عرب معاشرے میں حسن و جمال کے اضافے کے لیے عورتوں میں یہ طریقہ رائج تھا، جیسے کسی کے بال لے کر اپنے بالوں میں جوڑنے کا رواج تھا۔ اور مُسْتَوْشِمَة: وہ عورت ہے جو کسی عورت سے وشم کرنے کا مطالبہ کرے۔ یہ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کرنا ہے، اس لیے یہ کام کرنے اور کرانے والیاں سب ملعون ہیں۔ ② آج کل بھی عورتوں میں اس قسم کے بعض فیشن رائج ہیں، جیسے آنکھوں کی پلکوں کے بال نوچ کر ان میں رنگ اور میک اپ کی بعض چیزیں وغیرہ بھرنا یا ہندو عورتوں کی طرح تلک اور سیندور بھرنا وغیرہ۔ فیشن اور میک اپ کے جدید طریقے جو آج کل عورتوں میں عام ہیں اور جن پر قوم کا کروڑوں اور اربوں روپیہ برباد ہو رہا ہے، یہ سب اسی ذیل میں آتے ہیں جن پر لعنت فرمائی گئی ہے، اس لیے مسلمان عورتوں کو زیب و زینت کی ان تمام چیزوں سے بچنا چاہیے کہ اس میں دین اور دنیا دونوں کی بربادی ہے۔ اسی طرح ناخنوں کی پالش ہے

[1644] صحيح البخاري، اللباس، باب وصل الشعر، حديث: 5937، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة.....، حديث: 2124.

جس سے وضو بھی اکثر علماء کے نزدیک نہیں ہوتا' علاوہ ازیں ناخنوں کو خوب بڑھایا جاتا ہے اور ان میں پھر سرخ پالش لگائی جاتی ہے جس سے وہ خونخوار درندوں کے خونی پنجوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ یہ سارے بے ہودہ فیشن دراصل مغرب کی حیا باختہ عورتوں کے ہیں جو بدقسمتی سے مسلمان عورتوں نے بھی اختیار کر لیے ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ ان میں کافروں کی مشابہت اور نقالی ہے جو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

[١٦٤٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ! فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ فِي ذٰلِكَ. فَقَالَ: وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ؟! قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ [الْحَشْر: ٧]. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1645] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور پلکوں کے بال اکھڑوانے والیوں اور خوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پر' جو اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں' لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک عورت نے اس کی بابت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بحث کی تو انھوں نے فرمایا: مجھے کیا ہے میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے؟! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''رسول تمھیں جو (حکم) دے وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے اس سے رک جاؤ۔'' (بخاری ومسلم)

[اَلْمُتَفَلِّجَةُ]: هِيَ الَّتِي تَبْرُدُ مِنْ أَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ قَلِيلًا، وَتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ. وَ[النَّامِصَةُ]: هِيَ الَّتِي تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا، وَتُرَقِّقُهُ لِيَصِيرَ حَسَنًا. [وَالْمُتَنَمِّصَةُ]: اَلَّتِي تَأْمُرُ مَنْ يَفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ.

اَلْمُتَفَلِّجَة: وہ عورت جو اپنے دانتوں پر ریتی پھرواتی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے قدرے دور ہو جائیں اور حسین ہو جائیں۔ اور یہی وَشْر ہے۔ (دانتوں کو خوب صورتی کے لیے باریک کرنا۔) نَامِصَة: وہ عورت جو دوسری عورت کی پلکوں کے بالوں کو اکھیڑ کر باریک کرتی ہے تاکہ وہ خوب صورت ہو جائیں۔ اور مُتَنَمِّصَة: وہ عورت جو کسی کو کہہ کر یہ کام کروائے' یعنی بال اکھڑوانے والی۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اپنے حسن میں (بزعم خویش) اضافہ کرنے کی نیت سے اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں کمی بیشی کر کے رد و بدل کرنا ممنوع اور حرام ہے' جیسے وَشْم (بدن گدوانا)، وَشْر (دانتوں کو باریک کرنا)، تَفَلُّج (دانتوں میں فاصلہ پیدا کرنا)، نَمْص (پلکوں کے بالوں کو اکھیڑنا) وغیرہ۔ تاہم مہندی لگانا جائز ہے کیونکہ اس میں

[1645] صحيح البخاري، اللباس، باب المتفلجات للحسن، حديث:5931، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة.....، حديث:2125.

کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ عورت اس کا اظہار اجنبی مردوں کے سامنے نہ کرے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حجت کے اعتبار سے حدیث رسول کو بھی قرآن ہی کی طرح سمجھتے تھے اور یہی حق ہے۔

[٢٩٧]بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا وَعَنْ نَتْفِ الْأَمْرَدِ شَعْرَ لِحْيَتِهِ عِنْدَ أَوَّلِ طُلُوعِهِ

باب: 297- داڑھی اور سر وغیرہ کے سفید بال اکھاڑنے کی اور بالغ لڑکے کا داڑھی کے آغاز پر داڑھی کے بال اکھاڑنے کی ممانعت کا بیان

[١٦٤٦] عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «**لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ؛ فَإِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ حَسَنَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1646] حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) سے نبی ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''سفید بالوں کو نہ اکھیڑو' اس لیے کہ قیامت والے دن یہ مسلمان کے لیے نور ہوں گے۔'' (یہ حدیث حسن ہے۔اسے ابوداود' ترمذی اور نسائی نے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: سفید بال جو بالعموم سن رسیدگی اور بڑھاپے کی علامت ہیں' انھیں اکھاڑنے سے بچنا چاہیے کیونکہ اس کے حدیث میں بیان کردہ اخروی فائدے کے علاوہ دنیا میں بھی وہ ایک مسلمان کے لیے وقار و احترام کا باعث ہیں۔

[١٦٤٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1647] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایسا کام کیا جس کی بابت ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ (کام) مردود ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس کی بابت ہمارا حکم نہیں ہے' کا مطلب ہے: اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے' نہ اس پر شریعت کی کوئی اصل ہی دلالت کرتی ہے۔ ② اس سے واضح ہے کہ بدعات اور خلاف شرع کام مردود ہیں۔ ایک مسلمان کا کام اتباع ہے نہ کہ ابتداع (بدعت سازی) اور عدول حکمی۔

[1646] سنن أبي داود، الترجل، باب في نتف الشيب، حديث:4202، وجامع الترمذي، الأدب...... باب ما جاء في النهي عن نتف الشيب، حديث: 2821، و سنن النسائي، الزينة، باب النهي عن نتف الشيب، حديث:5071.

[1647] صحيح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور، حديث:1718.

[۲۹۸] بَابُ كَرَاهِيَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ، وَمَسِّ الْفَرْجِ بِالْيَمِينِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

باب:298- دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے اور بلا عذر دائیں ہاتھ سے شرم گاہ کو چھونے کی کراہت کا بیان

[١٦٤٨] عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1648] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَحِيحَةٌ.

اور اس مسئلے میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہیں۔

فائدہ: کھانے پینے اور دیگر اس قسم کے کاموں کے لیے چونکہ حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے کیے جائیں' اس لیے دوسرا حکم یہ دیا کہ ناپسندیدہ کاموں کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تاکہ دائیں ہاتھ کا احترام اور وقار قائم رہے۔ لیکن بعض مسلمان انگریز کی نقالی میں کھانے پینے میں بھی بایاں ہاتھ استعمال کرتے ہیں جو ان کی فطرت سلیمہ کے مسخ ہونے کی اور اللہ کے احکام سے یکسر بے پروا ہونے کی دلیل ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[۲۹۹] بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِي نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ أَوْ خُفٍّ وَّاحِدٍ لِّغَيْرِ عُذْرٍ، وَكَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَائِمًا لِّغَيْرِ عُذْرٍ

باب:299- بغیر عذر کے ایک ہی جوتا یا ایک ہی موزا پہن کر چلنے اور کھڑے کھڑے جوتا اور موزا پہننے کی کراہت کا بیان

[١٦٤٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمْشِ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ، لِيَنْعَلْهُمَا جَمِيعًا، أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا».

[1649] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے' چاہیے کہ دونوں جوتے پہنے یا دونوں ہی اتار دے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے: ''یا دونوں پیروں کو ننگا کر

[1648] صحيح البخاري، الوضوء، باب لا يمسك ذكره بيمينه إذا بال، حديث:154، وصحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، حديث:267.

[1649] صحيح البخاري، اللباس، باب لا يمشي في نعل واحدة، حديث:5855، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب استحباب لبس النعل في اليمنى......، حديث:2097.

لے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: ایک پاؤں میں جوتا یا موزہ ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو اس سے ایک تو لوگوں کو استہزا کرنے کا موقع ملتا ہے' دوسرے یہ شرف و وقار کے منافی ہے' تیسرے' اس طرح چلنے میں بھی دقت ہوتی ہے اور انسان کی چال میں توازن نہیں رہتا' اس لیے حکم دے دیا کہ دونوں جوتے پہن کر چلو یا دونوں ہی اتار کر ننگے پاؤں چلو۔ ننگے پاؤں چلنے میں بھی شرعاً قباحت نہیں ہے' تاہم عرف میں یہ ناپسندیدہ ہے۔

[١٦٥٠] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَمْشِ فِي الْأُخْرٰى حَتّٰى يُصْلِحَهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1650] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو دوسرے (یعنی صرف ایک) جوتے میں نہ چلے' یہاں تک کہ وہ اس کی مرمت کر لے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ تسمہ' ہمارے آج کل کے تسموں سے مختلف ہوتا تھا۔ اس تسمے کے بغیر جوتا پاؤں میں نہیں ٹھہرتا تھا۔ یہ تسمہ گویا جوتے کو پاؤں کے ساتھ باندھ کر رکھتا تھا اور تسمہ ٹوٹ جانے کی صورت میں جوتا پہن کر چلنا ممکن ہی نہیں ہوتا تھا' اس لیے فرمایا کہ پہلے ٹوٹے ہوئے تسمے کی مرمت کرائے اور پھر دوسرا جوتا بھی پہن لے' کیونکہ ٹوٹے ہوئے تسمے کے ساتھ ایک پاؤں ننگا اور ایک میں جوتا ہوگا جو ممنوع ہے' تاہم کوئی عذر ہو تو اور بات ہے۔

[١٦٥١] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[1651] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے کھڑے کھڑے جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (اسے ابوداود نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جوتے بیٹھ کر پہننے چاہئیں۔ بعض علماء کے نزدیک یہ نہی تنزیہہ کے طور پر ہے۔ اس باب میں جوتے پہننے کے آداب بیان کر کے واضح فرما دیا کہ کس طرح اسلامی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کرتی ہیں۔

[٣٠٠] بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَرْكِ النَّارِ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِهِ، سَوَاءٌ كَانَتْ فِي سِرَاجٍ أَوْ غَيْرِهِ

باب: 300- سوتے وقت اور اسی قسم کی کسی اور صورت میں گھر کے اندر جلی ہوئی آگ چھوڑنے کی ممانعت' چاہے وہ چراغ کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں

[١٦٥٢] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ

[1652] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم

[1650] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب استحباب لبس النعل في اليمنى......، حديث:2098.

[1651] سنن أبي داود، اللباس، باب في الانتعال، حديث:4135.

[1652] صحيح البخاري، الاستئذان، باب لا تترك النار في البيت عند النوم، حديث:6293، وصحيح مسلم، الأشربة، باب ◀◀

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''سوتے وقت تم اپنے گھروں میں آگ (جلتی ہوئی) نہ چھوڑا کرو۔'' (بخاری ومسلم)

[١٦٥٣] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اِحْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِشَأْنِهِمْ قَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ، فَأَطْفِئُوهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1653] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مدینے میں ایک گھر، گھر والوں سمیت رات کو جل گیا۔ جب ان کی بابت رسول اللہ ﷺ کو بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ آگ تمھاری دشمن ہے۔ جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔'' (بخاری ومسلم)

[١٦٥٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «غَطُّوا الْإِنَاءَ، وَأَوْكِئُوا السِّقَاءَ، وَأَغْلِقُوا الْبَابَ، وَأَطْفِئُوا السِّرَاجَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحِلُّ سِقَاءً، وَلَا يَفْتَحُ بَابًا، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا أَنْ يَّعْرِضَ عَلَى إِنَائِهِ عُودًا، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللهِ؛ فَلْيَفْعَلْ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1654] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو، دروازے بند کر دیا کرو اور چراغ بجھا دیا کرو، اس لیے کہ شیطان بندھے ہوئے مشکیزے کو، بند دروازے کو اور ڈھکے ہوئے برتن کو نہیں کھولتا۔ اگر تم میں سے کسی کو کوئی چیز نہ ملے تو اس کی چوڑائی میں لکڑی ہی رکھ دے اور اللہ کا نام لے بلاشبہ ایک چوہیا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[اَلْفُوَيْسِقَةُ]: اَلْفَأْرَةُ، وَ[تُضْرِمُ]: تُحْرِقُ.

اَلْفُوَيْسِقَة کے معنی ہیں: چوہیا۔ اور تُضرِمُ کے معنی ہیں: جلا دیتی ہے۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ احادیث میں رات کو سوتے وقت آگ بجھا کر سونے کی تلقین کی گئی ہے، یہ آگ چراغ کی شکل میں ہو یا سردیوں میں گرمی حاصل کرنے کے لیے انگیٹھی اور سوئی گیس کے ہیٹر وغیرہ ہوں، تجربات و مشاہدات سے واضح ہے کہ ان کو جلتا ہوا چھوڑ کر سونا نہایت خطرناک ہے۔ ② برتنوں اور پانی پینے کے مشکیزوں، صراحی اور مٹکوں وغیرہ کو بھی ہر وقت ڈھانپ کر رکھنا چاہیے تاکہ ان میں کوئی گندی چیز یا جانور وغیرہ داخل نہ ہوں جو نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔ اسی طرح رات یا دوپہر کو، بلکہ آج کل تو ہر وقت ہی دروازوں اور کھڑکیوں کو بند رکھنا ضروری ہے تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے بچاؤ رہے۔ ③ چیزوں کو رکھتے اور استعمال کرتے وقت اللہ کا نام لینا، یعنی بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

◀◀ استحباب تخمير الإناء و هو تغطيته...... حديث:2015.

[1653] صحيح البخاري، الاستئذان، باب لا تترك النار في البيت عند النوم، حديث:6294، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب تخمير الإناء و هو تغطيته...... حديث:2016.

[1654] صحيح البخاري، الاستئذان، باب لاتترك النار في البيت عند النوم، حديث:6295، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب تخمير الإناء و هو تغطيته...... حديث:2012.

[٣٠١] بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكَلُّفِ: وَهُوَ فِعْلُ وَقَوْلُ مَا لَا مَصْلَحَةَ فِيهِ، بِمَشَقَّةٍ

باب: 301- تکلف اختیار کرنے کی ممانعت' اور یہ قول وفعل میں بلا مصلحت مشقت کا نام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُتَكَلِّفِينَ﴾ [ص: ٨٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) کہہ دے: میں تم سے اس پر (اللہ کی طرف بلانے کی) کوئی مزدوری نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔''

[١٦٥٥] وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1655] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(بخاری)

فائدہ: تصنع اور بناوٹ بھی تکلف ہے جس کا مظاہرہ بعض لوگ اپنی گفتگو' لباس اور چال ڈھال میں کرتے ہیں۔ کھانے پینے میں یا مہمان نوازی اور خاطر داری میں ضرورت سے زیادہ مشقت اٹھانا اور انواع واقسام کے کھانے تیار کرنا بھی تکلف ہے۔ ہر قسم کا تکلف ممنوع اور سخت ناپسندیدہ ہے لیکن بدقسمتی سے مسلمان قوم نے اس تکلف' یعنی دعوتوں میں اسراف وتبذیر کو اپنا شعار اور وطیرہ بنالیا ہے۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

[١٦٥٦] وَعَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ، وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُتَكَلِّفِينَ﴾. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1656] حضرت مسروق (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا: اے لوگو! جس کو کسی بات کا علم ہو تو اسے بیان کرے اور جسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو (وہاں) کہہ دے: اَللّٰهُ أَعْلَمُ (اللہ ہی بہتر جانتا ہے) اس لیے کہ جس چیز کی بابت علم نہ ہو' وہاں اَللّٰهُ أَعْلَمُ کہنا ہی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ سے فرمایا: ''کہہ دے! میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (بخاری)

فائدہ: جس چیز کی بابت علم نہ ہو وہاں محض ظن وتخمین اور اٹکل پچو سے گفتگو کرنا بھی تکلف ہے جو ممنوع ہے۔ اس لیے علماء سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا انھیں علم نہ ہو تو وہاں اپنی طرف سے اٹکل پچو جواب دینے کی بجائے

[1655] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال و من تكلف ما لا يعنيه، حديث: 7293.

[1656] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وما أنا من المتكلفين﴾، حديث: 4809.

لاعلمی کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ یہ بھی علم ہی کی ایک بات ہے۔ گویا بغیر علم و تحقیق کے فتویٰ دینے اور رائے کے اظہار سے اجتناب کرنا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت مسروق بن اجدع رحمہ اللہ] مسروق بن اجدع بن مالک ہمدانی' وادعی اور کوفی۔ کنیت ان کی ابو عائشہ ہے۔ نہایت فقیہ اور عبادت گزار تھے۔ مخضرم ہیں' یعنی انھوں نے عہد نبوی پایا اور اس میں اسلام بھی قبول کر لیا لیکن شرف صحبت سے محروم رہے۔ اصحاب سنن نے ان کی روایات بیان کی ہیں۔

[٣٠٢] بَابُ تَحْرِيمِ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ، وَلَطْمِ الْخَدِّ، وَشَقِّ الْجَيْبِ، وَنَتْفِ الشَّعْرِ، وَحَلْقِهِ، وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ

باب:302- میت پر بین کرنا' رخسار پیٹنا' گریبان چاک کرنا' بالوں کو اکھاڑنا اور منڈانا اور ہلاکت و بربادی کی بددعا کرنا حرام ہے

[١٦٥٧] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ».

وَفِي رِوَايَةٍ: «مَا نِيحَ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1657] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میت کو اس کی قبر میں' اس پر نوحہ (بین) کیے جانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔''

اور ایک اور روایت میں ہے: ''جب تک اس (میت) پر نوحہ کیا جاتا ہے (اس وقت تک اسے عذاب دیا جاتا ہے۔'') (بخاری)

فوائد و مسائل: ① نوحہ' بین کرنے کو کہتے ہیں' یعنی میت کی خوبیوں کا یا اس کے بعد آنے والی متوقع مشکلات کا اونچی اونچی آواز سے ذکر کر کے رونا پیٹنا منع ہے۔ ② اس بین کی وجہ سے میت کو اس صورت میں عذاب ہوتا ہے جب وہ اپنے ورثاء کو بین کرنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس کا اپنا عمل بھی زندگی میں ایسا ہی رہا ہو اور اس کی پیروی ہی میں اس کے گھر والے بھی اس پر بین کریں۔ اگر یہ صورت نہ ہو' بلکہ اس کے برعکس وہ اس سے روکتا رہا ہو لیکن اس کے باوجود گھر والے اس پر بین کریں تو اسے عذاب نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اس کے ایما یا تربیت کا دخل نہیں ہے۔ اور قرآن کا فیصلہ ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ (بني إسرائيل15:17) ''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

[١٦٥٨] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[1658] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

[1657] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميّت، حديث: 1292، وصحيح مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حديث: 927.

[1658] صحيح البخاري، الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب، حديث: 1294، وصحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم ضرب الخدود...... حديث: 103.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبانوں کو چاک کیا اور جاہلیت کے بول بولے (بین کیا۔'') (بخاری ومسلم)

فائدہ: ہم میں سے نہیں یعنی ہم مسلمانوں کے طریقے پر نہیں۔ جاہلیت کے بول سے مراد وہی بین کرنا ہے جیسے: ہائے میرے شیر میرے چاند میرے سہارے بچوں کو یتیم کر جانے والے عورتوں کے سہاگ اجاڑ دینے والے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سخت کبیرہ گناہ ہے جس پر اسلام سے نکل جانے کی وعید ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ کے فیصلہ وقضا پر راضی ہونے کی بجائے اس پر ناراضی اور برہمی کا اظہار ہے۔

[١٦٥٩] وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: وَجِعَ أَبُو مُوسٰى، فَغُشِيَ عَلَيْهِ، وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ امْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِهِ، فَأَقْبَلَتْ تَصِيحُ بِرَنَّةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّنْ بَرِيءَ مِنْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَرِيءٌ مِّنَ الصَّالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1659] حضرت ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ (ان کے والد) حضرت ابوموسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) سخت بیمار ہوئے تو ان پر غشی طاری ہوگئی اور ان کا سر ان کی ایک بیوی کی گود میں تھا وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ لیکن آپ (بے ہوشی کی وجہ سے) اسے روک نہ سکے۔ جب انھیں ہوش آیا تو فرمایا: میں اس سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ اس عورت سے بیزار ہیں جو نوحہ کرنے والی (مصیبت کی وجہ سے) سر منڈانے والی اور گریبان چاک کرنے والی ہو۔ (بخاری ومسلم)

[اَلصَّالِقَةُ]: اَلَّتِي تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّيَاحَةِ وَالنَّدْبِ. وَ[الْحَالِقَةُ]: اَلَّتِي تَحْلِقُ رَأْسَهَا عِنْدَ الْمُصِيبَةِ. وَ[الشَّاقَّةُ]: اَلَّتِي تَشُقُّ ثَوْبَهَا.

صَالِقَة: وہ عورت جو اونچی آواز سے بین اور ماتم کرے۔ حَالِقَة: وہ عورت جو مصیبت کے وقت اپنا سر منڈا لے۔ اور شَاقَّة: وہ عورت جو اپنے کپڑے پھاڑے (یا گریبان چاک کرے۔)

فائدہ: اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ اتباع سنت کا بیان ہے۔

[١٦٦٠] وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ نِّيحَ

[1660] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس پر بین

[1659] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما ينهى من الحلق عند المصيبة، حديث: 1296 تعليقا، وصحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم ضرب الخدود......، حديث: 104.

[1660] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت، حديث: 1291، وصحيح مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حديث: 933.

عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کیا جائے تو اس کو قیامت والے دن بین کیے جانے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ عذاب اسی شخص کو ہوگا جو اپنے ورثاء کو بین کرنے کی وصیت کر کے گیا ہوگا یا گھر والوں کی تربیت اس انداز سے کی ہوگی جیسا کہ پہلے گزرا۔

[١٦٦١] وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ نُسَيْبَةَ - بِضَمِّ النُّونِ وَفَتْحِهَا - رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1661] حضرت ام عطیہ نسیبہ ﷞ (نُسیبہ نون پر پیش اور زبر دونوں طرح مروی ہے) بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم بین نہیں کریں گی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بین کرنا نبی اکرم ﷺ کے نزدیک کتنا بڑا جرم تھا کہ بیعت کے وقت عورتوں سے بین نہ کرنے کا عہد لیتے تھے۔ صرف عورتوں سے اس لیے عہد لیتے تھے کہ اس کا ارتکاب بالعموم عورتیں ہی کرتی ہیں' ورنہ مردوں کے لیے بھی یہ ممنوع ہے۔

[١٦٦٢] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ تَبْكِي، وَتَقُولُ: وَاجَبَلَاهُ! وَاكَذَا! وَاكَذَا! تُعَدِّدُ عَلَيْهِ. فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ: مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي: أَنْتَ كَذٰلِكَ؟! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1662] حضرت نعمان بن بشیر ﷠ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ ﷜ پر بے ہوشی طاری ہوگئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی: ہائے اے پہاڑ! ہائے ایسے اور ایسے! ان کی خوبیاں شمار کرتی تھی۔ چنانچہ جب انھیں ہوش آیا تو فرمایا: تو نے جو کچھ کہا' تو مجھ سے پوچھا جاتا تھا: تو اس طرح ہی ہے؟ (بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بین کرنے پر گرفت ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر ایسی خوبیاں بیان کرنا جو مرنے والے میں نہ ہوں تو فرشتے اس پر اسے سرزنش کرتے ہیں کہ کیا تو واقعی ان خوبیوں کا حامل ہے' دراں حالیکہ وہ ان سے محروم ہوتا ہے۔ یہ اس کے لیے ملامت اور توبیخ کا باعث ہے۔

[١٦٦٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اِشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

[1663] حضرت ابن عمر ﷠ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ ﷜ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ عبدالرحمٰن بن

[1661] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما ينهى من النوح والبكاء......، حديث:1306، وصحيح مسلم، الجنائز، باب التشديد في النياحة، حديث:936.

[1662] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام، حديث:4267.

[1663] صحيح البخاري، الجنائز، باب البكاء عند المريض، حديث:1304، وصحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميّت' حديث:924.

شَكْوَى، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُهُ مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، وَجَدَهُ فِي غَشْيَةٍ، فَقَالَ: «أَقَضَى؟» قَالُوا: لَا، يَا رَسُولَ اللهِ! فَبَكَى رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا، قَالَ: «أَلَا تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا» وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ «أَوْ يَرْحَمُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عوف‘ سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی معیت میں ان کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو انھیں بے ہوشی کی حالت میں پایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا ان کا انتقال ہو گیا ہے؟“ انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ بے اختیار رو پڑے۔ جب لوگوں نے نبی ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو ان پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم سنتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو کی وجہ سے عذاب دیتا ہے نہ دل کے غم کے سبب۔ لیکن وہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے...... اور اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا...... یا رحم فرما (کر معاف کر) دیتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ حزن وغم کے وقت آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا نکل آنا یا دل کا غمگین ہو جانا ممنوع نہیں کیونکہ یہ فطری چیزیں ہیں۔ البتہ اگر ایسے موقعوں پر زبان سے جزع فزع کا اظہار کرے گا تو پھر گناہ گار ہوگا۔ اور اگر شریعت کے مطابق زبان سے صرف اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھے گا یا ایسے الفاظ ادا کرے گا جن میں اللہ کی تقدیر وقضا پر راضی رہنے کا اظہار ہو تو مستحق اجر ہوگا۔ ② مریض کی بیمار پرسی کرنا مستحب اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ ③ موقع کی مناسبت سے اسلامی احکام کی تلقین وتوجیہ ضروری ہے۔

[١٦٦٤] وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1664] حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بین کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کرتہ اور خارش کی زرہ ہو گی۔“ (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بین کرنا کبیرہ گناہ ہے جس نے توبہ نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی معاف نہ کیا تو اسے مخصوص قسم کا عذاب ہوگا۔

[١٦٦٥] وَعَنْ أَسِيدِ بْنِ أَبِي أَسِيدٍ التَّابِعِيِّ عَنِ

[1665] حضرت اَسید بن ابی اَسید تابعی‘ اس عورت سے

[1664] صحيح مسلم، الجنائز، باب التشديد في النياحة، حديث:934

[1665] سنن أبي داود، الجنائز، باب في النوح، حديث:3131.

امْرَأَةٍ مِّنَ الْمُبَايِعَاتِ قَالَتْ: كَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَّا نَعْصِيَهُ فِيهِ: أَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ وَيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَأَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعْرًا. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والوں میں سے تھی۔ اس نے بیان کیا: وہ بھلائی کے کام جن میں آپ کی معصیت نہ کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا' ان میں یہ عہد بھی تھا کہ ہم چہرہ نہ نوچیں' ہلاکت کی بددعا نہ کریں' گریبان چاک نہ کریں اور بال نہ بکھیریں۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: یہ سارے کام جاہلیت کے ہیں جو مصیبت کے وقت اس دور کی عورتیں کرتی تھیں۔ مسلمان عورتوں کو ان تمام حرکتوں سے بچنا چاہیے۔

[١٦٦٦] وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ مَّيِّتٍ يَّمُوتُ، فَيَقُومُ بَاكِيهِمْ، فَيَقُولُ: وَاجَبَلَاهُ! وَاسَيِّدَاهُ! أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ إِلَّا وُكِّلَ بِهِ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهِ: أَهٰكَذَا كُنْتَ؟!». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1666] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی مرنے والا مرتا ہے تو اس پر رونے والے کھڑے ہو کر کہتے ہیں: ہائے پہاڑ! ہائے میرے سردار! یا اس قسم کے اور الفاظ۔ تو اس میت پر دو فرشتے مقرر کر دیے جاتے ہیں' وہ اسے سینے پر مکے مارتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا تو ایسا ہی تھا؟'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[اَللَّهْزُ]: اَلدَّفْعُ بِجُمْعِ الْيَدِ فِي الصَّدْرِ.

اَللَّهْزُ: سینے پر مکہ مارنا۔

[١٦٦٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1667] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے حق میں کفر ہیں: نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر بین کرنا۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ روایت اس سے قبل بَابُ تَحْرِيمِ الطَّعْنِ فِي الْأَنْسَابِ الثَّابِتَةِ میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے' رقم: 1580۔ یہ دونوں چیزیں افعال جاہلیت میں سے ہیں جن کو اسلام نے مٹایا ہے۔ اس لیے ان کا ارتکاب کرنے والا گویا کافرانہ عملوں کو زندہ کرتا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[1666] جامع الترمذي، الجنائز......، باب ماجاء في كراهية البكاء على الميّت، حديث: 1003.

[1667] صحيح مسلم، الإيمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن في النسب والنياحة، حديث: 67.

[٣٠٣] بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَالْمُنَجِّمِينَ وَالْعَرَّافِ، وَأَصْحَابِ الرَّمْلِ، وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصٰى وَبِالشَّعِيرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

باب : 303- کاہنوں' نجومیوں' مستقبل کی بابت خبر دینے والوں' علم رمل والوں اور کنکریوں اور جو وغیرہ کے ذریعے سے جانوروں کو اڑا کر نیک شگونی یا بدشگونی لینے والوں کے پاس جانے کی ممانعت کا بیان

[١٦٦٨] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: «لَيْسُوا بِشَيْءٍ» فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1668] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کچھ نہیں ہیں (ان کی باتوں کا اعتبار نہیں۔'') انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ بعض دفعہ ہمیں کسی چیز کی بابت بتلاتے ہیں اور وہ بات سچ نکلتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سچی بات' اسے جن (فرشتوں سے) اچک لیتا ہے اور دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے' چنانچہ وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ - وَهُوَ السَّحَابُ - فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ، فَيَسْمَعُهُ، فَيُوحِيهِ إِلَى الْكُهَّانِ، فَيَكْذِبُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ**».

اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''فرشتے (اللہ کے احکام لے کر) بادلوں میں اترتے ہیں اور اس بات کا ذکر کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمان میں کیا گیا ہوتا ہے۔ چنانچہ شیطان چوری چھپے اسے سنتا ہے اور کاہنوں کو پہنچا دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ (ملا کر) بیان کرتے ہیں۔''

قَوْلُهُ: [**فَيَقُرُّهَا**]: هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ، وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّاءِ: أَيْ: يُلْقِيهَا. وَ[**الْعَنَانُ**]: بِفَتْحِ الْعَيْنِ.

یَقُرُّھَا: ''یا'' پر زبر' ''قاف'' اور ''را'' پر پیش۔ معنی ہیں: ڈالتا ہے۔ اور عَنَان (بادل) کے ''عین'' پر زبر ہے۔

[1668] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث: 3210، وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم الكهانة و إتيان الكهان، حديث: 2228.

فوائد و مسائل: ① کَاهِنٌ، مُنَجِّمٌ اور عَرَّاف۔ یہ تینوں تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک جیسے ہیں۔ان سب کا کام مستقبل کی بابت خبر دینا ہے۔کاہن کسی جن سے کوئی بات سن کر لوگوں کو بتلا دیتا تھا جو صحیح ثابت ہوتی تھی کیونکہ شیطان اسے آسمان سے سن کر آتا تھا۔لیکن نبی ﷺ کی بعثت کے بعد جنوں اور شیطانوں کو شہاب ثاقب مارے جانے لگے تب سے وہ یہ باتیں سننے میں بہت کم کامیاب ہوتے ہیں۔اکثر و بیشتر بھسم ہو جاتے ہیں۔دوسرے' وہ آثار و قرائن سے بھی بعض باتوں کا اندازہ لگا کر ان کی بابت پیش گوئی کر دیتے تھے' اس میں غلط و صحیح دونوں کا امکان ہوتا تھا اور اب بھی اس کا معاملہ ایسا ہی ہے۔② تنجیم بھی پیش گوئی ہی کی ایک صورت ہے جس کی استعداد و صلاحیت اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو عطا فرما دیتا ہے' لیکن یہ بھی اکثر جھوٹی ہی ہوتی ہیں۔③ عرافہ بھی اسباب و مقدمات کو دیکھ کر کسی واقعے یا معاملے کے مستقبل کے متعلق نشاندہی کرنے کا نام ہے۔یہ تینوں فن آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہیں اور دیگر اسی قسم کی چیزوں سے بھی مدد حاصل کرتے ہیں۔یہ سب گویا کہانت کی قسمیں ہیں۔علم رمل میں بھی غیب کی خبروں کی نشاندہی اور ان کی بابت پیش گوئی کی جاتی ہے۔④ طَرْقٌ کا مطلب ہے: پرندوں کو کنکری مار کر یا جو وغیرہ ڈال کر انھیں اڑا کر نیک شگونی یا بدشگونی لینا' مثلاً: پرندہ دائیں جانب اڑے تو نیک شگونی اور بائیں جانب اڑے تو اس سے بدشگونی لینا۔یہ ساری چیزیں حرام اور ممنوع ہیں۔محض کسی بات کے اتفاقیہ طور پر صحیح نکل آنے سے ان تمام خرافات کا جواز ثابت نہیں ہو جائے گا۔

[١٦٦٩] وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، فَصَدَّقَهُ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1669] حضرت صفیہ بنت ابی عبید رحمہا اللہ ازواج مطہرات میں سے کسی سے روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی عراف (غیبی امور کے جاننے کے دعوے دار) کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کی بابت پوچھے اور اس کو سچ مانے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔'' (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کاہنوں اور نجومیوں کے پاس غیب کی خبریں معلوم کرنے کی نیت سے جانا اور پھر ان کی تصدیق کرنا' یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے چالیس دن کی نمازیں برباد ہو جاتی ہیں' جیسے بعض لوگ چوری کا سراغ ایسے مدعیان غیب کے ذریعے سے لگواتے ہیں یا شادی اور کاروبار کی کامیابی یا ناکامی کی بابت استفسار کرتے ہیں اور پھر اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔یہ سب باتیں حرام ہیں۔غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت صفیہ بنت ابی عبید رحمہا اللہ] ان کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔صفیہ بنت عبید یا صفیہ بنت ابی عبید۔ابوعبید' ابن مسعود ثقفی ہیں۔صفیہ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں۔کبار تابعین میں شمار ہوتی ہیں۔ثقہ راویہ ہیں۔امام بخاری' مسلم' ابوداود اور امام محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ان کی روایات اپنی اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں۔

[1669] صحيح مسلم، السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان، حديث: 2230.

[١٦٧٠] وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَلْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ، مِنَ الْجِبْتِ».

[1670] حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''عِیافہ، طِیَرَہ اور طَرْق، شیطانی کاموں سے ہیں۔''

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ، وَقَالَ: [اَلطَّرْقُ] هُوَ الزَّجْرُ، أَيْ: زَجْرُ الطَّيْرِ: وَهُوَ أَنْ يَتَيَمَّنَ أَوْ يَتَشَاءَمَ بِطَيَرَانِهِ، فَإِنْ طَارَ إِلَى جِهَةِ الْيَمِينِ، تَيَمَّنَ، وَإِنْ طَارَ إِلَى جِهَةِ الْيَسَارِ تَشَاءَمَ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَ[الْعِيَافَةُ]: اَلْخَطُّ.

اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ طَرْقٌ کا مطلب ہے: پرندے کا اڑانا کہ وہ اڑ کر دائیں جانب جاتا ہے یا بائیں جانب۔ اگر وہ اپنی پرواز کا رخ دائیں طرف کرے تو اس سے نیک فال لے اور اگر بائیں طرف رخ کرے تو بدفالی لے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: اور عِیَافہ کے معنی لکیر کھینچنا ہیں۔

قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي «الصِّحَاحِ»: اَلْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

جوہری نے صحاح (لغت کی کتاب) میں کہا کہ جِبْت ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق بت' کاہن' جادوگر اور اس قسم کے دیگر افراد پر ہوتا ہے۔

فائدہ: عِیَافہ کے معنی لکیر کھینچنا کیے گئے ہیں۔ اس کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ نجومی یا کاہن کسی شخص کے کہنے پر زمین کے نرم حصے میں نہایت تیزی سے لکیریں کھینچتا تا کہ انھیں شمار نہ کیا جا سکے' پھر دوبارہ انھیں دو دو کر کے مٹاتا' اگر آخر میں دو لکیریں رہ جاتیں تو اسے کامیابی کی اور اگر ایک رہ جاتی تو اسے ناکامی کی علامت خیال کیا جاتا۔ بعض لوگوں نے اس کی اور بھی شکلیں اور صورتیں بیان کی ہیں۔

[١٦٧١] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُومِ، اِقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1671] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا۔ (اس حساب سے) جتنا علم نجوم زیادہ سیکھا تو اس نے اتنا ہی جادو کا علم زیادہ سیکھا۔'' (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں علم نجوم کو جادوگری کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے اور اسلام میں جادو کا علم سیکھنے کو کفر تک سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ نجوم و کہانت کا علم بھی اسلام کی نظر میں کتنا خطرناک ہے اور اس کا سیکھنا کتنا بڑا جرم۔ ② اس علم نجوم سے مراد وہ علم ہے جس کی بنیاد پر مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی پیش گوئیاں کی جاتی ہیں اور ان

[1670] ضعيف- سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الخط و زجر الطير، حديث: 3907.

[1671] سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في النجوم، حديث: 3905.

کا تعلق وہ ستاروں کی چالوں سے جوڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک علم فلک ہے جس کی رو سے سورج اور چاند کے طلوع و غروب اور زوال وغیرہ اوقات کا تعین کیا جاتا ہے۔ یہ ایک جائز علم ہے کیونکہ اس کی بنیاد تجربہ و مشاہدہ پر ہے۔

[١٦٧٢] وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَ اللهُ تَعَالَى بِالْإِسْلَامِ، وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: «**فَلَا تَأْتِهِمْ**» قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ؟ قَالَ: «**ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدُّهُمْ**» قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ؟ قَالَ: «**كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ، فَذَاكَ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1672] حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا زمانۂ جاہلیت قریب ہے (ابھی نیا نیا اس سے نکل کر آیا ہوں) اور اب اللہ تعالیٰ اسلام کو لے آیا ہے۔ اور ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان کے پاس مت جانا۔'' میں نے کہا: ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں' چنانچہ یہ ان کو کاموں سے نہ روکے۔'' میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے انبیاء میں سے ایک نبی لکیر کھینچتے تھے' چنانچہ جس کی لکیر اس پیغمبر کی لکیر (کے اصول) کے مطابق ہو' وہ درست ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث اس سے قبل بَابُ الْوَعْظِ وَالْاِقْتِصَادِ، رقم: 701 میں گزر چکی ہے۔ ② یہ ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں' کا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ کوئی چیز ایسی سامنے آتی ہے کہ آدمی کا ذہن اول وہلے میں بدشگونی کی طرف چلا جاتا ہے' گویا یہ ایک فطری اور طبعی چیز ہے جس پر کوئی گرفت نہیں۔ البتہ پھر اس کے مطابق اگر انسان عمل کرے تو یہ غلط اور ممنوع ہے' اسی لیے آپ نے فرمایا: یہ چیز انھیں کاموں سے نہ روکے۔ ③ اس میں جس لکیر کے کھینچنے کا ذکر ہے' یہ اس سے مختلف ہے جس کا ذکر پہلے گزرا۔ یہ ایک نبی کا فعل تھا جو وحی الٰہی کی روشنی میں کیا جاتا تھا' اس لیے وہ یقیناً صحیح تھا۔ لیکن اب اس کا علم کسی کے پاس بھی نہیں ہے' اس لیے اب اسے بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے یہ جو فرمایا کہ جس کا خط اس کے (اصول کے) مطابق ہوا وہ درست ہے' اس کا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ کسی کو وہ علم نہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کام اب بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ جب تک اس کے اصول و قواعد کا علم نہ ہو' اسے کوئی شخص کس طرح کر سکتا ہے؟ یہ خط اللہ کا نبی کس طرح کھینچتا تھا؟ اس کے اصول و ضوابط کیا تھے؟ اس کا علم اس پیغمبر کے ساتھ ہی چلا گیا' اس لیے اب یہ بے فائدہ کام ہے۔ یہ پیغمبر کون؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت دانیال تھے اور بعض کے خیال میں حضرت ادریس۔ عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

[١٦٧٣] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1673] حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت‘ بدکار عورت کی کمائی اور کاہن کی شیرینی سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① کتے کی قیمت کی ممانعت کا مطلب ہے کہ کتے کی خرید وفروخت حرام ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم عام ہے جو ہر قسم کے کتے کو شامل ہے‘ چاہے وہ شکاری کتا ہو یا سدھایا ہوا ہو یا کھیتوں وغیرہ کی حفاظت کی غرض سے لیا گیا ہو‘ جن کا رکھنا جائز ہے۔ اس لیے کہ کتا مطلقاً نجس ہے‘ چاہے وہ کسی بھی قسم کا ہو۔ بعض علماء کے نزدیک ان کتوں کی خرید وفروخت اور ان کی قیمت جائز ہے جن کتوں کو رکھنے کی اجازت ہے‘ جیسے شکار اور حفاظت کے لیے رکھے جانے والے کتے۔ دلائل کے اعتبار سے جمہور کا قول راجح ہے کیونکہ حدیث میں مطلقاً منع کیا گیا ہے۔ ② بدکار عورت جو کچھ کماتی ہے‘ اسے مہر صرف اس کی ظاہری شکل کی وجہ سے کہا گیا ہے‘ ورنہ یہ حرام ہے۔ اس کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اسی طرح کاہن‘ نجومی‘ عراف اور جو لوگ بھی ان کی طرح مستقبل کی خبریں بتا کر عوام کو بے وقوف بناتے اور ان سے پیسے بٹورتے ہیں‘ ان کی کمائی بھی حرام ہے۔ ③ ان کی کمائی کی طرح ان کو دینا بھی حرام ہے‘ اس لیے کہ جب ان کے لیے لینا جائز نہیں تو دینے والے کا دینا بھی جائز نہیں۔

[٣٠٤] بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ

باب: 304- بدشگونی لینے کی ممانعت کا بیان

فِيهِ الْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اس مسئلے پر وہ حدیثیں بھی دلالت کرتی ہیں۔ جو اس کے ماقبل باب میں گزری ہیں۔ (چند احادیث مزید ملاحظہ ہوں:)

[١٦٧٤] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ». قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: «كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1674] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں۔ اور مجھے فال اچھی لگتی ہے۔“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھی بات (کا سننا اور اس سے خیر کی امید وابستہ کر لینا)۔“ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا نہیں‘ میں اس بات کی نفی ہے کہ ایک شخص کی بیماری دوسرے

[1673] صحيح البخاري، البيوع، باب ثمن الكلب، حديث:2237، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب...... حديث:1567.

[1674] صحيح البخاري، الطب، باب الفأل، حديث:5756، وصحيح مسلم، السلام، باب الطيرة و الفأل وما يكون فيه الشؤم، حديث:(112)-2224.

تندرست آدمی کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ یا نفی نہی کے معنی میں ہے یعنی تم کسی بیماری کو اس معنی میں متعدی مت سمجھو کہ یہ خیال کرو کہ فلاں شخص فلاں کی بیماری کی وجہ سے بیمار ہوا، بلکہ جس طرح پہلا شخص اللہ کی مشیت سے بیمار ہوا، دوسرا بھی اللہ کی مشیت ہی سے بیمار ہوا۔ بعض بیماریاں، جو متعدی سمجھی جاتی ہیں، اس میں ان کے متعدی ہونے کا انکار نہیں ہے بلکہ صرف عقیدے کی درستی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس میں بھی اصل چیز اللہ کی مشیت ہی کو سمجھنا چاہیے نہ کہ کسی بیماری کو۔ کیونکہ اگر بیماری ہی اصل سبب ہو تو پھر ایک گھر میں متعدی مرض میں مبتلا ایک شخص کی وجہ سے گھر کے تمام افراد کو اس بیماری میں مبتلا ہونا چاہیے جب کہ واقعتاً ایسا نہیں ہوتا، صرف ایک دو شخص ہی بیمار ہوتے ہیں، سب کے سب بیمار نہیں ہوتے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ متعدی مرض میں بھی اصل سبب بیماری نہیں، اللہ کی مشیت، اس کی تقدیر اور فیصلہ ہی ہے۔ ② اسی طرح بدشگونی لینے کا معاملہ ہے، اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس لیے کچھ دیکھ کر دل میں اس قسم کا وسوسہ پیدا بھی ہو تو اسے اہمیت دو اور نہ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرو کیونکہ اس سے یہ بداعتقادی پیدا ہوتی ہے کہ فلاں چیز کی وجہ سے کام خراب ہو گیا، جب کہ فاعل اور مؤثر حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے، اس لیے بدشگونی لینا حرام اور ناجائز ہے۔ ③ اچھی بات سن کر فال لینے کو جائز قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح ایک انسان اللہ تعالیٰ سے حسن ظن قائم کر لیتا ہے جو ایک مستحسن امر ہے۔ اس میں گویا اس امر کی بھی ترغیب ہے کہ انسان کو اپنی زبان سے اچھی بات ہی نکالنی چاہیے اور اچھی بات ہی سنی چاہیے جس سے لوگ نیک فال اخذ کریں۔ اور ایسی بات کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جس سے لوگ کراہت محسوس کریں اور اس سے ان کے دلوں میں بدفالی کا اندیشہ پیدا ہو۔

[١٦٧٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَإِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1675] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز بھی بجائے خود منحوس نہیں ہے۔ البتہ اپنی بعض صفات کی وجہ سے بعض چیزیں بعض لوگوں کے لیے نحوست (تکلیف) کا باعث ہو سکتی ہیں۔ جیسے گھر تنگ ہو، یا پڑوسی اچھے نہ ہوں تو ایسے گھر میں انسان سکون و راحت سے نہیں رہ سکتا۔ بیوی بانجھ ہو، یا بدخلق اور بدزبان ہو یا بدکردار ہو وغیرہ، تو ایسی بیوی بھی انسان کے لیے منحوس ہے یعنی اس سے آرام و راحت کی بجائے تکلیف ہی پہنچتی ہے۔ گھوڑے سے جہاد فی سبیل اللہ کا کام نہ لیا جائے، یا ویسے ہی وہ چال کا خراب ہے، اسے مارو، تب بھی وہ صحیح نہیں چلتا اور اپنے حال پر چھوڑ دو، تب بھی اپنی بے ڈھب رفتار کو نہیں بدلتا، تو اس میں یہ نحوست ہے کہ مالک اس سے اپنے مقاصد حاصل نہیں کر پاتا۔

[١٦٧٦] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ

[1676] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

[1675] صحيح البخاري، الطب، باب الطيرة، حديث:5753، وصحيح مسلم، السلام، باب الطيرة والفأل......، حديث:2225.

[1676] سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الطيرة، حديث:3920.

ﷺ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ .

بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: بہتر یہی ہے کہ نبی ﷺ کی اقتدا میں بدشگونی نہ لی جائے۔ تاہم اگر دل میں اس قسم کا وسوسہ پیدا ہو تو اس کے مقتضیٰ پر عمل نہ کیا جائے۔

[١٦٧٧] وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَّا يَكْرَهُ، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1677] حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فال گیری کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سب سے اچھی چیز تو نیک فال ہے۔ اور (بدفالی) کسی مسلمان کو کام سے نہ روکے۔ چنانچہ جب تم میں سے کوئی شخص ناگوار چیز دیکھے (جس سے بدشگونی کا وسوسہ پیدا ہو) تو یہ دعا پڑھے: یا اللہ! تیرے سوا کوئی بھلائیاں نہیں پہنچاتا اور تیرے سوا کوئی برائیاں نہیں ٹالتا اور برائیوں سے بچنا اور نیکی کرنے کی قوت سے بہرہ ور ہونا تیری ہی توفیق سے ممکن ہے۔'' (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

راویٔ حدیث: [حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ] عروہ بن عامر بن عبید بن رفاعہ مکی۔ ان کے صحابی یا تابعی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض ان کو صحابہ میں جبکہ بعض تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ بدشگونی (طیرہ) کے متعلق ان سے روایات مروی ہیں۔ ابن حبان نے ان کا شمار ثقہ تابعین میں کیا ہے۔ سنن اربعہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔

[٣٠٥] بَابُ تَحْرِيمِ تَصْوِيرِ الْحَيَوَانِ فِي بِسَاطٍ أَوْ حَجَرٍ أَوْ ثَوْبٍ أَوْ دِرْهَمٍ أَوْ مِخَدَّةٍ أَوْ دِينَارٍ أَوْ وِسَادَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ، وَتَحْرِيمِ اتِّخَاذِ الصُّورَةِ فِي حَائِطٍ وَّسَتْرٍ وَّعِمَامَةٍ وَّثَوْبٍ وَّنَحْوِهَا، وَالْأَمْرِ بِإِتْلَافِ الصُّوَرِ

باب:305- بستر، پتھر، کپڑے، درہم و دینار اور تکیے وغیرہ پر جاندار کی تصویر بنانے کی ممانعت، اسی طرح دیوار، پردے، عمامے (پگڑی) اور کپڑے وغیرہ پر تصویر بنانے کی حرمت اور تصویروں کو ضائع کرنے کا حکم

[١٦٧٨] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ

[1678] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ

[1677] ضعيف - سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الطيرة، حديث: 3919. اس کی سند سفیان اور حبیب کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[1678] صحيح البخاري، اللباس، باب عذاب المصوّرين يوم القيامة، حديث: 5951، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم ◀◀

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جو یہ تصویریں بناتے ہیں' قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا (اور) ان سے کہا جائے گا: تم نے جو تصویریں بنائی تھیں' ان کو زندہ کرو۔'' (ان میں روح ڈالو۔) (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تصویر سازی بہت بڑا گناہ ہے جس پر عذاب ہوگا۔ تاہم جو تصویر حکومت کی طرف سے لازم قرار دی گئی ہو' جیسے شناختی کارڈ' پاسپورٹ اور ڈومی سائل وغیرہ میں' ان میں چونکہ انسان مجبور ہے' اس میں اس کی اپنی مرضی کا دخل نہیں' اس لیے ان پر انھیں عذاب نہیں ہوگا' ان شاءاللہ' بشرطیکہ انسان ان ضرورتوں سے تجاوز نہ کرے۔

[١٦٧٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، تَلَوَّنَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: «يَاعَائِشَةُ! أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ» قَالَتْ: فَقَطَعْنَاهُ، فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1679] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے گھر کی ڈیوڑھی یا طاقچے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ چنانچہ جب اسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: ''اے عائشہ! قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کی نقل اتارتے ہیں۔'' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: چنانچہ ہم نے اس پردے کو کاٹ دیا اور اس سے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔ (بخاری ومسلم)

[اَلْقِرَامُ] بِكَسْرِ الْقَافِ، هُوَ: السِّتْرُ. وَ[السَّهْوَةُ] بِفَتْحِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ: الصُّفَّةُ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ، وَقِيلَ: هِيَ الطَّاقُ النَّافِذُ فِي الْحَائِطِ.

اَلْقِرَامُ: ''قاف'' کے نیچے زیر' پردہ۔ اَلسَّهْوَةُ: ''سین'' پر زبر' چبوترہ (ڈیوڑھی) جو گھر کے آگے ہوتا ہے یا طاقچہ اور روشن دان جو دیوار میں ہوتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت اس سے قبل بَابُ الْغَضَبِ إِذَا انْتُهِكَتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ، رقم: 652 میں گزر چکی ہے۔ ② اس سے بھی معلوم ہوا کہ تصویریں بنانا اور انھیں گھروں میں نمایاں کر کے آویزاں کرنا کبیرہ گناہ ہے' تاہم انھیں پھاڑ اور کاٹ کر ایسی چیز بنالی جائے جو قابل احترام نہ ہو اور لوگ اسے روندتے رہیں تو تصویر والے کپڑے کا ایسا استعمال جائز ہے' جیسے حضرت عائشہ ؓ نے اس کپڑے کے تکیے بنا لیے تھے۔

◄◄ تصویر صورة الحيوان......، حديث: 2108.

[1679] صحيح البخاري، اللباس، باب ما وطئ من التصاوير، حديث: 5954. وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث: 2107.

[١٦٨٠] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ، فَيُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ». قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوحَ فِيهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1680] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ہر تصویر بنانے والا جہنمی ہے۔ اس کی ہر تصویر کے بدلے میں جو اس نے بنائی ہو گی' ایک شخص بنایا جائے گا جو اسے جہنم میں عذاب دے گا۔'' حضرت ابن عباس نے فرمایا: چنانچہ اگر تم نے تصویر ضرور ہی بنانی ہو تو درخت کی اور ایسی چیز کی تصویر بناؤ جس میں روح نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① مُصَوِّر (تصویر بنانے والے) نے جتنی تعداد میں تصویریں بنائی ہوں گی' اسی حساب سے اسے عذاب ہوگا۔ جتنی زیادہ تصویریں' اتنا ہی زیادہ عذاب۔ اس میں شادیوں اور جلسوں وغیرہ کی ویڈیو فلمیں بنانے والوں کے لیے سخت وعید ہے کہ وہ بیک وقت سیکڑوں' ہزاروں اور بعض دفعہ لاکھوں آدمیوں کی تصویریں بنا لیتے ہیں۔ اگر وہ اس کاروبار کو حرام جانتے ہوئے محض تساہل کی وجہ سے کر رہے ہوں گے تو اس کی سخت اور نہایت سخت سزا ان کو جہنم میں بھگتنی پڑے گی۔ اور اگر وہ اسے حلال سمجھتے ہوئے کریں گے دراں حالیکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام میں یہ حرام ہے' تو وہ اپنے اس فعل سے کافر قرار پائیں گے اور ان کا دائمی ٹھکانا جہنم ہوگا۔ ② جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وعید صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو ہاتھ سے تصویر بناتے یا مجسمے تراشتے ہیں اور کیمرے کی تصویر' تصویر نہیں بلکہ عکس ہے' تو ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ تصویر ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرے اور ویڈیو کے ذریعے سے' وہ تصویر ہے اور اس کا بنانے اور بنوانے والا نارِ جہنم کی وعید کا مستحق۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. البتہ قدرتی مناظر کی' جیسے نہر' درخت' پہاڑ وغیرہ جن میں روح نہیں ہے' تصویر بنانا جائز ہے۔

[١٦٨١] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا، كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1681] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اسے قیامت والے دن مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے' جب کہ وہ روح پھونکنے پر قادر نہیں ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: روح پھونکنے کا حکم زجر و توبیخ کے طور پر دیا جائے گا' ورنہ کون اس پر قادر ہو سکتا ہے۔ اور جب وہ ایسا نہیں کر سکیں گے تو سخت عذاب دیا جائے گا۔

[1680] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع التصاوير......، حديث:2225، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث:2110.

[1681] صحيح البخاري، اللباس، باب من صور صورة......، حديث:5963، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث:2110.

[١٦٨٢] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1682] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت والے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا تصویر بنانے والے ہوں گے۔'' (بخاری ومسلم)

[١٦٨٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي! فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1683] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان لوگوں سے بڑا ظالم کون ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنے لگتے ہیں' انھیں چاہیے کہ وہ ایک ذرہ (یا چیونٹی) ہی پیدا کر دکھائیں یا (کسی غلے کا) ایک دانہ پیدا کر دیں یا ایک جو ہی پیدا کر دیں۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں مصورین (فوٹو گرافروں اور ویڈیو سازوں) کے لیے سخت وعید ہے جو صفت خالقیت میں اللہ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

[١٦٨٤] وَعَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1684] حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جن کی آمد سے گھروں میں اللہ کی رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ ورنہ حفاظت و نگرانی پر مامور فرشتے تو ہر وقت ہی انسان کے ساتھ رہتے ہیں' وہ جدا ہی نہیں ہوتے۔

[١٦٨٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَعَدَ رَسُولَ اللهِ ﷺ جِبْرِيلُ أَنْ يَأْتِيَهُ، فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتَّى اشْتَدَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ

[1685] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کیا لیکن انھوں نے آنے میں تاخیر کر دی حتی کہ

[1682] صحيح البخاري، اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، حديث: 5950، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث: 2109.

[1683] صحيح البخاري، اللباس، باب نقض الصور، حديث: 5953، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث: 2111.

[1684] صحيح البخاري، اللباس، باب التصاوير، حديث: 5949، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث: 2106.

[1685] صحيح البخاري، اللباس، باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة، حديث: 5960.

جِبْرِيلُ فَشَكَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَّلَا صُورَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(یہ انتظار) رسول اللہ ﷺ پر نہایت گراں گزرا۔ بالآخر آپ باہر تشریف لائے تو آپ کو جبریل ملے۔ آپ نے ان سے (دیر سے آنے کی) شکایت کی تو جبریل نے فرمایا: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔'' (بخاری)

[رَاثَ]: أَبْطَأَ، وَهُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ.

رَاث کے معنی ہیں: تاخیر کی۔ اور یہ ''ثا'' کے ساتھ ہے۔

[١٦٨٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُولَ اللهِ ﷺ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَاعَةٍ أَنْ يَّأْتِيَهُ، فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ! قَالَتْ: وَكَانَ بِيَدِهِ عَصًا، فَطَرَحَهَا مِنْ يَدِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «**مَا يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ**» ثُمَّ الْتَفَتَ، فَإِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ. فَقَالَ: «**مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ؟**» فَقُلْتُ: وَاللهِ! مَا دَرَيْتُ بِهِ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَجَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**وَعَدْتَنِي، فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِي**»، فَقَالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِي كَانَ فِي بَيْتِكَ، إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَّلَا صُورَةٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1686] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے کسی ایک گھڑی میں آپ کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ وہ گھڑی تو آ گئی لیکن جبریل نہ آئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اور آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی' آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: ''اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور نہ اس کے رسول۔'' پھر آپ نے نظر دوڑائی تو دیکھا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے ایک پلا (کتے کا بچہ) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کتا کب اندر گھس آیا ہے؟'' (حضرت عائشہ فرماتی ہیں:) میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے تو اس کا پتہ نہیں' چنانچہ آپ نے اس کی بابت حکم دیا اور اسے باہر نکالا گیا تو اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا' میں تمھارے لیے بیٹھا رہا لیکن تم آئے نہیں؟'' جبریل نے عرض کیا: مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو آپ کے گھر میں تھا۔ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا کوئی تصویر ہو۔ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے گزشتہ حدیث کی وضاحت ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آپ کی لاعلمی میں کتے کا ایک بچہ گھس آیا تھا جو جبریل علیہ السلام کے لیے گھر کے اندر آنے میں رکاوٹ بنا رہا۔ لیکن آج بہت سے مسلمان محض انگریزوں کی نقالی میں بڑے شوق سے کتے پالتے اور ان کو گھروں میں رکھتے ہیں۔ ② اسی طرح اکثر گھروں میں تصویریں

[1686] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث:2104.

بھی آویزاں ہیں۔ کسی نے آرائش کے لیے مختلف جانوروں کی تصویریں شوکیسوں میں رکھی ہوئی ہیں، کسی نے اپنی اور اپنی بیوی بچوں کی تصویریں سجا رکھی ہیں، کسی نے اپنے مرحوم باپ یا دادا کی تصویر اور کسی نے ''برکت'' کے لیے اپنے پیر یا کسی بزرگ یا کسی ننگ دھڑنگ ملنگ کی تصویر لٹکا رکھی ہے حالانکہ تصویر تو رحمت و برکت سے محرومی کا سبب ہے نہ کہ برکت کے حصول کا سبب۔

[١٦٨٧] وَعَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ حَيَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ أَنْ لَا تَدَعَ صُورَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1687] حضرت ابو ہیاج حیان بن حصین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا؟ (وہ یہ ہے کہ) کوئی تصویر دیکھو تو اسے مٹا ڈالو اور کوئی اونچی قبر پاؤ تو اسے برابر کردو۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① تصویریں اور ایک بالشت سے زائد اونچی قبریں، یہ ان منکرات میں سے ہیں جن کو ختم کرنا اور مٹانا مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے ایک اسلامی مملکت میں تصویر سازی کی اجازت ہوتی ہے اور نہ قبریں پختہ کرنے اور انھیں ایک بالشت سے زیادہ اونچا کرنے کی۔ ② برابر کرنے سے مراد یہ نہیں کہ انھیں زمین کے برابر کردو، بلکہ مطلب ہے کہ حکم شریعت کے مطابق ان کی زیادہ اونچائی ختم کر کے ایک بالشت کے برابر کردو۔

راویِ حدیث: [حضرت ابوالہیّاج حیّان بن حصین رحمہ اللہ] ان کی کنیت ابوالہیاج یا ابوالہیجاج ہے۔ اسدی اور کوفی ہیں۔ اوسط درجے کے تابعین میں گردانے جاتے ہیں۔ حضرت عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے روایات بیان کرتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں ان کے بیٹے منصور، جریر اور شعبی رحمہم اللہ کے نام آتے ہیں۔ ثقہ راوی ہیں۔

[٣٠٦] بَابُ تَحْرِيمِ اتِّخَاذِ الْكَلْبِ إِلَّا لِصَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ أَوْ زَرْعٍ

باب: 306- شکار، مویشی یا کھیتی کی حفاظت کے علاوہ کتا رکھنے کی حرمت کا بیان

[١٦٨٨] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1688] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرماتے تھے: ''جو شخص شکار یا مویشی کی حفاظت کے علاوہ (کسی اور مقصد سے) کتا پالے تو اس کے اجر میں سے ہر روز دو قیراط گھٹ جاتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

[1687] صحيح مسلم، الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر، حديث:969.

[1688] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب من اقتنى كلبا ليس بكلب صيد أو ماشية، حديث:5480، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب الأمر بقتل الكلاب......، حديث:1574.

وَفِي رِوَايَةٍ: «قِيرَاطٌ».

اور ایک روایت میں ہے: ''ایک قیراط (کمی ہوتی ہے۔'')

[١٦٨٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1689] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کتا (پالنے کی نیت سے) باندھا تو اس کے عمل (کے ثواب) میں سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا رہے گا' البتہ کھیتی یا مویشی کی حفاظت کے لیے رکھا گیا کتا اس سے مستثنیٰ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلَا مَاشِيَةٍ وَلَا أَرْضٍ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ قِيرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''جس نے شکار یا مویشی یا زمین کی حفاظت کے علاوہ (کسی اور مقصد کے لیے) کتا پالا تو اس کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ شکار کے لیے اور کھیتی' مویشی (گائے' بکری وغیرہ جانوروں) اور زمین (مکان' دکان وغیرہ) کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن ان کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے کتے رکھنے اور پالنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اور مقصد کے لیے کتا رکھے گا تو اس کے اجر میں سے روزانہ ایک یا دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔ حدیث میں ایک یا دو کے الفاظ کیوں استعمال کیے گئے ہیں؟ اس کی توجیہ میں بعض اہل علم نے کہا کہ پہلے نبی ﷺ نے ایک قیراط کہا اور پھر بعد میں اضافہ کر دیا گیا۔ اور بعض علماء نے کہا کہ یہ شہر اور دیہات کے اعتبار سے فرق ہے۔ شہروں میں رہنے والوں کے اجر میں سے دو قیراط اور اہل دیہات کے اجر میں سے ایک قیراط کی کمی ہوگی کیونکہ اہل دیہات کو شہریوں کے مقابلے میں کتے رکھنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ بعض علماء نے کہا: نجاست اور گندگی کے اعتبار سے کمی بیشی ہوگی۔ جس کے ہاں کتے کی وجہ سے گندگی زیادہ ہوگی' اس کے ثواب میں دو قیراط کی اور جس کے ہاں گندگی کم ہوگی' اس کے ثواب میں سے ایک قیراط کی کمی ہوگی۔ ② کتا رکھنے یا پالنے سے ثواب میں کمی کیوں ہوتی ہے؟ اس کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ کتے کی نجاست سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے' اس لیے بعض دفعہ اس کی وجہ سے آدمی کی عبادت میں نقص پیدا ہو جاتا ہے جو ثواب میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ آنے والے مہمانوں اور سائلوں پر بھونک کر ان کو خوف اور پریشانی میں مبتلا کرتا ہے جس کا وبال (ثواب میں کمی کی صورت میں) صاحب خانہ پر پڑتا ہے۔ واللہ أعلم. ③ قیراط کیا ہے؟ اس کے مختلف مفہوم ہیں۔ ایک قیراط وہ ہے جس کا ذکر نماز جنازہ کے اجر میں آتا ہے کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہے۔ کیا یہاں بھی اسی مفہوم میں ہے؟ بعض علماء نے جواب اثبات میں دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جنازے میں اس کا ذکر اللہ کے فضل وکرم کے ضمن میں آیا ہے اور یہاں عقوبت کے ضمن میں ہے اور اللہ کا فضل' دیگر

[1689] صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، باب اقتناء الكلب للحرث، حديث:2322، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب الأمر بقتل الكلاب......، حديث:1575.

تمام چیزوں کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے‘ اس لیے دونوں جگہ ایک مفہوم نہیں۔

[۳۰۷] بَابُ كَرَاهِيَةِ تَعْلِيقِ الْجَرَسِ فِي الْبَعِيرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الدَّوَابِّ، وَكَرَاهِيَةِ اسْتِصْحَابِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ

باب:307-اونٹ یا دیگر جانوروں کی گردن میں گھنٹی لٹکانے‘ نیز سفر میں کتے اور گھنٹی کو ساتھ رکھنے کی کراہت کا بیان

[١٦٩٠] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1690] حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا گھنٹی ہو۔‘‘ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① کتے سے مراد وہی کتا ہے جس کے رکھنے کی اجازت نہیں ہے‘ ورنہ شکاری کتا یا حفاظتی کتا ساتھ ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہے۔ ② فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں‘ ورنہ انسانوں کی حفاظت پر مامور فرشتے تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔ ③ گھنٹی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو جانور کی گردن میں لٹکا دی جائے تو حرکت کے ساتھ آواز پیدا ہوتی رہے۔

[١٦٩١] وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1691] حضرت ابوہریرہ ﷺ ہی سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’گھنٹی (یا گھنگرو وغیرہ) شیطان کے باجے ہیں۔‘‘ (مسلم)

فائدہ: مَزَامِیر، مِزْمَارٌ کی جمع ہے۔ مزمار گانے بجانے کے آلے کو کہتے ہیں۔ اس میں باجہ‘ بانسری‘ ساز و مضراب اور گانے بجانے اور موسیقی (میوزک) کے دیگر آلات شامل ہیں۔ یہ سب شیطان کے باجے ہیں جن کے ذریعے سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ آج کل یہ شیطانی باجا اتنا عام ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ علاوہ ازیں لوگوں کی فطرتیں اتنی مسخ ہو گئی ہیں کہ وہ کہتے ہیں: موسیقی روح کی غذا ہے۔ نعوذ باللہ. جن کی روحیں شیطان کے قبضہ و تصرف میں ہیں‘ ان شیطانی روحوں کی غذا یقیناً موسیقی اور گانا بجانا ہی ہو سکتا ہے‘ اس لیے کہ گندگی میں رہنے والے کو گندگی اس طرح راس آ جاتی ہے کہ پھر گندگی کے بغیر اس کا گزارہ ہی نہیں ہوتا۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[1690] صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب کراھة الکلب والجرس في السفر، حدیث:2113.

[1691] صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب کراھة الکلب والجرس في السفر، حدیث:2114.

[٣٠٨] بَابُ كَرَاهَةِ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ وَهِيَ الْبَعِيرُ أَوِ النَّاقَةُ الَّتِي تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ فَإِنْ أَكَلَتْ عَلَفًا طَاهِرًا فَطَابَ لَحْمُهَا، زَالَتِ الْكَرَاهَةُ

باب : 308- جلالہ جانور پر سوار ہونے کی کراہت کا بیان' اور یہ گندگی کھانے والا اونٹ یا اونٹنی ہے۔ اگر وہ پاک گھاس کھائے اور اس کا گوشت پاکیزہ ہو جائے تو پھر کراہت کا حکم باقی نہیں رہے گا

[١٦٩٢] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْإِبِلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1692] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: جَلَّالَہ سے مراد ایسے جانور ہیں جن کی عام خوراک گندگی ہوتی ہے حتی کہ وہ انسانی بول و براز تک کھا جاتے ہیں اور یہ گندگی اس طرح ان کے جسم کا حصہ بن جاتی ہے کہ جس سے بدبو آتی ہے۔ جب ایسے جانوروں پر سوار ہونا مکروہ ہے تو ظاہر بات ہے کہ ان کا گوشت کھانا بھی ناپسندیدہ ہوگا۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ جلالہ کی مذکورہ صورت ہو' ورنہ تھوڑی بہت گندگی تو اکثر جانور ہی کھاتے ہیں' تاہم وہ ان کی عام اور زیادہ خوراک نہیں ہوتی' اس لیے گندگی ان کے جسم کا حصہ نہیں بنتی۔ بہرحال اسلام نے طہارت و نظافت کی تاکید اور گندگی و نجاست سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

[٣٠٩] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْأَمْرِ بِإِزَالَتِهِ مِنْهُ إِذَا وُجِدَ فِيهِ، وَالْأَمْرِ بِتَنْزِيهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْأَقْذَارِ

باب : 309- مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اور تھوک پڑا ہو تو اسے دور کرنے اور دیگر گندگیوں سے مسجد کو پاک رکھنے کا حکم

[١٦٩٣] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1693] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے مٹی میں دبا دینا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا إِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا أَوْ رَمْلًا وَنَحْوَهُ، فَيُوَارِيهَا تَحْتَ تُرَابِهِ. قَالَ أَبُو الْمَحَاسِنِ

دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب مسجد کچی ہو' یعنی اس میں مٹی یا ریت وغیرہ موجود ہو تو پھر تھوک کو مٹی کے نیچے چھپا

[1692] سنن أبي داود، الجهاد، باب في ركوب الجلالة، حديث: 2558.

[1693] صحيح البخاري، الصلاة، باب كفارة البزاق في المسجد، حديث: 415، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها......، حديث: 552.

الرُّويانِيُّ مِنْ أَصْحابِنا فِي كِتابِهِ «الْبَحْرِ» وَقِيلَ: اَلْمُرادُ بِدَفْنِها إِخْراجُها مِنَ الْمَسْجِدِ، أَمّا إِذا كانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا أَوْ مُجَصَّصًا، فَدَلَكَها عَلَيْهِ بِمَداسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ كَما يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِّنَ الْجُهّالِ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ، بَلْ زِيادَةٌ فِي الْخَطِيئَةِ وَتَكْثِيرٌ لِّلْقَذَرِ فِي الْمَسْجِدِ، وَعَلَى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَنْ يَّمْسَحَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهِ أَوْ بِيَدِهِ أَوْ غَيْرِهِ، أَوْ يَغْسِلَهُ.

دے۔ یہ بات ہمارے اصحاب (اہل شوافع) میں سے ابومحاسن رویانی نے اپنی کتاب ''البحر'' میں بیان کی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ دفن کرنے سے مراد اسے مسجد سے باہر نکال پھینکنا ہے۔ لیکن جب مسجد پتھروں کی بنی ہوئی ہو یا چونا گچ ہو (پختہ ہو جیسے آج کل عام طور پر ہیں) تو اسے جوتے وغیرہ سے مل دینا جیسا کہ اکثر جاہل لوگ کرتے ہیں تو یہ دبا دینا نہیں ہے بلکہ یہ تو گناہ میں زیادتی اور مسجد میں گندگی کو بڑھانا ہے۔ جو شخص ایسا کرے اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے بعد اسے کپڑے یا ہاتھ یا کسی اور چیز سے (صاف کر) دے یا اسے (پانی سے) دھو دے۔

[١٦٩٤] وَعَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْها: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأى فِي جِدارِ الْقِبْلَةِ مُخاطًا، أَوْ بُزاقًا، أَوْ نُخامَةً، فَحَكَّهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1694] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے قبلے والی دیوار پر رینٹ (ناک کی غلاظت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ کر صاف کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: راوی کو شک ہے کہ وہ گندگی ناک کی تھی یا منہ کے تھوک کی یا سینے سے نکلنے والے بلغم کی۔ جو بھی تھی، وہ بظاہر خشک تھی، اسے نبی ﷺ نے خود ہی کھرچ یا رگڑ کر صاف کر دیا۔ اس طرح اپنی امت کو صفائی کی تلقین کی۔

[١٦٩٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ: «إِنَّ هٰذِهِ الْمَساجِدَ لا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، إِنَّما هِيَ لِذِكْرِ اللهِ تَعالٰى، وَقِراءَةِ الْقُرْآنِ» أَوْ كَما قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. رَواهُ مُسْلِمٌ.

[1695] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مسجدیں اس پیشاب اور گندگی کے لائق نہیں ہیں، یہ تو اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن ہی کے لیے ہیں۔ یا جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی جب ایک دیہاتی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تھا۔ آپ نے اسے نہایت تحمل اور حکمت سے یہ مسئلہ سمجھایا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات واضح فرما دی کہ مسجدیں صرف اللہ کی عبادت، اس کے ذکر اور دعا و تلاوت جیسے کاموں کے لیے ہیں، دنیاداری کے کام یہاں آ کر نہیں کرنے چاہئیں۔

[1694] صحيح البخاري، الصلاة، باب حك البزاق باليد من المسجد، حديث 405، و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها ...، حديث 549.

[1695] صحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت في المسجد ...، حديث 285.

② روایت کے آخر میں راوی نے جو کہا ہے: أَوْ كَمَا قَالَ (یا جیسا آپ نے فرمایا) یہ احتیاط کے طور پر راوی کہہ دیا کرتے تھے کہ ممکن ہے بیان کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں کوئی رد و بدل ہو گیا ہو۔ اس طرح کہنے سے کذب کے گناہ سے وہ محفوظ رہیں گے جو نہایت شدید گناہ ہے۔

[٣١٠] بابُ كراهية الْخُصُومَةِ في الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيهِ، وَنَشْدِ الضَّالَّةِ وَالْبَيْعِ وَالشِّراءِ وَالإجارةِ وَنَحْوِها من الْمُعَامَلات

باب:310- مسجد میں جھگڑا کرنے، آواز بلند کرنے، گم شدہ چیز کا اعلان کرنے اور خرید و فروخت اور کرائے، مزدوری وغیرہ کے معاملات کرنے کی ممانعت

[١٦٩٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1696] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اسے چاہیے کہ یہ کہے: اللہ تعالیٰ تجھ پر یہ چیز نہ لوٹائے۔ اس لیے کہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں۔“ (مسلم)

[١٦٩٧] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ؛ وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُولُوا: لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1697] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم کسی شخص کو مسجد میں فروخت کرتا یا خریدتا ہوا دیکھو تو کہو: اللہ تیری تجارت کو نفع بخش نہ کرے۔ اور جب تم کسی کو کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو کہو: اللہ تجھ پر یہ چیز نہ لوٹائے۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[١٦٩٨] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا وَجَدْتَ؛ إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1698] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے مسجد میں اعلان کیا تو اس نے کہا: کون ہے جو مجھے (میرے) سرخ اونٹ کا پتہ بتلائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو اسے نہ پائے، بے شک مسجدیں تو اسی کام کے لیے

[1696] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد..... حديث:568.

[1697] جامع الترمذي، البيوع، باب النهي عن البيع في المسجد، حديث:1321.

[1698] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد..... حديث:569.

بنائی گئی ہیں جس (کام) کے لیے بنائی گئی ہیں۔'' (مسلم)

[١٦٩٩] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ، أَوْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1699] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی کہ اس میں گم شدہ چیز کا اعلان کیا جائے یا اس میں شعر پڑھے جائیں۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① بعض علماء نے کہا ہے کہ ان احادیث میں نہی کراہت کے لیے ہے بشرطیکہ مذکورہ کاموں سے مسجد میں شور وغل نہ ہو' اگر شور وغل ہوتا ہو تو پھر یہ نہی تحریم کے لیے ہوگی۔ ② مسجد میں ایسے اشعار پڑھنے ممنوع ہیں جو عشق و محبت کی داستانوں اور اسی قسم کی دیگر چیزوں پر مبنی ہوتے ہیں' ورنہ اللہ کی توحید اور اتباع رسول وغیرہ اصلاحی مضامین پر شعر پڑھنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ ③ مسجدوں میں مسلمانوں کے مسائل اور مصالح پر گفتگو کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس کا تعلق اجتماعی فلاح و بہبود اور مسلمانوں کے عام فائدے سے ہے' نہ کہ کسی کی ذات سے۔ ④ قوالی کا اہتمام بھی مسجد میں کرنا حرام ہے (جسے بعض لوگ جہالت کی وجہ سے اچھا کام سمجھتے ہیں) کیونکہ اس میں بھی ایک تو طبلہ سارنگی اور ساز و موسیقی ہوتی ہے۔ دوسرے' اس میں نہایت غلو سے کام لیا جاتا ہے۔ تیسرے' اس کے ذریعے سے عوام کی جذباتی تسکین کر کے انھیں عمل کی اہمیت سے غافل کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد خرابیاں اس میں موجود ہیں۔

[١٧٠٠] وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: اِذْهَبْ فَائْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ فَقَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ، لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1700] حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ' ان دو آدمیوں کو میرے پاس لاؤ' چنانچہ میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے کر حاضر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا: تم کہاں کے (رہنے والے) ہو؟ انھوں نے کہا: طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں ضرور سزا دیتا' تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آوازیں اونچی کر رہے ہو۔ (بخاری)

[1699] سنن أبي داود، الصلاة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، حديث:1079، وجامع الترمذي، الصلاة...... باب ما جاء في كراهية البيع والشراء ......، حديث:322.

[1700] صحيح البخاري، الصلاة، باب رفع الصوت في المسجد، حديث:470.

فوائد و مسائل: ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اونچی آواز سے گفتگو کرنا مسجد کے ادب و احترام کے منافی اور ایک ایسا جرم ہے جس پر سزا دی جا سکتی ہے۔ ② منکر اور خلاف شرع کام کرنے والوں کو ضرور روکنا اور منع کرنا چاہیے اگر اس کی طاقت ہو۔

[٣١١] بَابُ نَهْيِ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا أَوْ كُرَّاثًا أَوْ غَيْرَهُ: مِمَّا لَهُ رَائِحَةٌ كَرِيهَةٌ، عَنْ دُخُولِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَائِحَتِهِ، إِلَّا لِضَرُورَةٍ

باب : 311- لہسن' پیاز' گندنا یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر' بدبو زائل کیے بغیر مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت اور بوقت ضرورت اس کا جواز

[١٧٠١] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِي الثُّومَ - فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «مَسَاجِدَنَا».

[1701] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس پودے' یعنی لہسن سے (کچھ) کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔'' (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں: ''ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔''

[١٧٠٢] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ، فَلَا يَقْرَبَنَّا، وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1702] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس پودے سے کھائے تو وہ ہمارے قریب نہ آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس درخت سے مراد وہی لہسن ہے جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہے' یہاں اشارہ معہود ذہنی کی طرف ہے۔

[١٧٠٣] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا،

[1703] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لہسن یا پیاز کھائے' وہ ہم سے علیحدہ

[1701] صحيح البخاري، الأذان، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكراث، حديث:853، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا......، حديث:561.

[1702] صحيح البخاري، الأذان، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكراث، حديث: 856، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا......، حديث: 562.

[1703] صحيح البخاري، الأذان، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكراث، حديث:854، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا......، حديث:564.

فَلْيَعْتَزِلْنَا ، أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

رہے۔ یا (فرمایا:) ہماری مسجد سے علیحدہ رہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : «مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ ، وَالثُّومَ ، وَالْكُرَّاثَ ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ» .

اور مسلم کی روایت میں ہے: ''جو شخص پیاز، لہسن اور گندنا کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس لیے کہ فرشتے بھی ان چیزوں سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

فائدہ: کُرَّاث ایک بدبودار قسم کی سبزی ہے۔ یہ ساری چیزیں اس وقت ممنوع ہیں جب یہ کچی ہوں اور نماز کے لیے مسجد میں جانے کا وقت بالکل قریب ہو۔ ورنہ لہسن، پیاز تو ہر ہانڈی کا لازمی جز ہے لیکن پکنے کے بعد چونکہ ان کی بدبو ختم ہو جاتی ہے، اس لیے ان کا کھانا بھی جائز ہے۔

[١٧٠٤] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ: ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ! تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ مَا أُرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ: اَلْبَصَلَ، وَالثُّومَ. لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ، فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا، فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1704] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جمعے کے دن خطبہ دیا تو اپنے خطبے میں فرمایا: پھر تم اے لوگو! دو ایسے پودے (سبزیاں) کھاتے ہو جن کو (کچا کھانا) میں ناجائز خیال کرتا ہوں: پیاز اور لہسن۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، جب مسجد میں کسی آدمی سے ان دو چیزوں کی بدبو آپ محسوس فرماتے تو اس کی بابت حکم دے کر اسے بقیع (قبرستان) تک باہر نکلوا دیتے تھے۔ چنانچہ جو شخص انھیں کھانا چاہے تو وہ انھیں پکا کر ان کی بدبو زائل کر کے کھائے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① خَبِيث کا لفظ حرام اور ایسی چیزوں پر بھی بولا جاتا ہے جن کا کھانا یا ان کی بو ناگوار اور مکروہ ہو۔ پیاز اور لہسن وغیرہ جب تک کچے ہوں، اس اعتبار سے خبیث ہیں کہ انھیں کھا کر مسجد میں جانا ممنوع ہے، البتہ پکنے کے بعد ان کا حکم بدل جائے گا اور ان کا کھانا جائز ہوگا۔ اسی طرح مسجد میں جانے کا وقت نہ ہو، تب بھی ان کو کچا کھانا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب عبادت یا اسی طرح کے کسی مقصد کے لیے مسجد، مدرسے یا کسی اور جگہ جانا ہو، جہاں لوگوں کا اجتماع ہو تو وہاں ایسی چیز کھا پی کر نہیں جانا چاہیے کہ جس کی بدبو دوسرے لوگوں کو بھی پہنچے اور وہ اس سے تکلیف محسوس کریں، جیسے کچا لہسن، پیاز، سگریٹ اور حقہ، بیڑی وغیرہ۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کو ہر قسم کی نجاستوں اور بدبودار چیزوں سے بچا کر رکھا جائے۔ اس اعتبار سے ہمارے ملک کی بہت سی مسجدوں میں جو بیت الخلا وغیرہ مسجد کے اندر ہوتے ہیں اور ان کی بدبو مسجد کے اندر جاتی اور محسوس ہوتی ہے، یہ ناجائز ہیں۔ مسجدوں کے اندر ان کے بنانے کا قطعاً

[1704] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثومًا أو بصلًا ......، حديث:567.

جواز نہیں ہے۔ اس قسم کی مسجدوں کو ان نجاستوں سے پاک کرنا ضروری ہے ورنہ انتظامیہ اور ذمے دار حضرات عنداللہ مجرم ہوں گے۔

[٣١٢] بَابُ كَرَاهَةِ الْاِحْتِبَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ؛ لِأَنَّهُ يَجْلِبُ النَّوْمَ فَيَفُوتُ اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ، وَيَخَافُ انْتِقَاضَ الْوُضُوءِ

باب:312- جمعہ کے دن دوران خطبہ گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے کی کراہت اس لیے کہ اس سے نیند آتی ہے جس سے خطبہ سننے سے محرومی اور وضو کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے

[١٧٠٥] عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْحِبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ. [وَقَالَ]: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1705] حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعے کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: حِبْوَةٌ، اِحْتِبَاءٌ کا اسم مصدر ہے اس کے معنی ہیں: دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں کے ساتھ یا کسی کپڑے وغیرہ کے ساتھ پیٹ سے ملا کر بیٹھنا۔ اس طرح خطبۂ جمعہ کے دوران بیٹھنا ممنوع ہے کیونکہ اس سے نیند آتی ہے جس سے خطبہ سننے میں خلل آتا ہے جو واجب ہے اور غلبۂ نیند سے وضو کے ٹوٹنے کا بھی اندیشہ ہے جس سے نماز باطل ہو سکتی ہے۔

[٣١٣] بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ، عَنْ أَخْذِ شَيْءٍ مِّنْ شَعْرِهِ أَوْ أَظْفَارِهِ حَتّٰى يُضَحِّيَ

باب:313- قربانی کا ارادہ رکھنے والے کے لیے ذوالحجہ کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن کاٹنے کی ممانعت

[١٧٠٦] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ».

[1706] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے پاس قربانی کا جانور ہو جسے وہ ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں سے کچھ نہ کاٹے یہاں

[1705] سنن أبي داود، الصلاة، باب الاحتباء والإمام يخطب، حديث:1110، و جامع الترمذي، الجمعة، باب ما جاء في كراهية الاحتباء والإمام يخطب، حديث:514.

[1706] صحيح مسلم، الأضاحي، باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة......، حديث: 1977.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تک کہ قربانی کر لے۔" (مسلم)

فائدہ: اس حدیث کے مطابق قربانی کی نیت رکھنے والے کو چاہیے کہ ذوالحجہ کا چاند دیکھ لینے کے بعد سر کی حجامت کرانے یا بغل اور زیر ناف کے بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے اجتناب کرے تاکہ اس کی قربانی سنت کے مطابق ہو۔ پھر دس ذوالحجہ کو قربانی کرنے کے بعد حجامت کروائے۔

[٣١٤] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوقٍ كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالسَّمَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوحِ وَالرَّأْسِ وَحَيَاةِ السُّلْطَانِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ وَتُرْبَةِ فُلَانٍ وَالْأَمَانَةِ، وَهِيَ مِنْ أَشَدِّهَا نَهْيًا

باب: 314- مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت جیسے پیغمبر' کعبہ' فرشتوں' آسمان' باپ دادوں' زندگی' روح' سر' بادشاہ کی زندگی اور اس کی داد و دہش' فلاں کی قبر اور امانت کی قسم' اور امانت کی قسم کی ممانعت سب سے زیادہ سخت ہے

[١٧٠٧] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ، أَوْ لِيَصْمُتْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1707] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمھیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ دادوں کی قسم کھاؤ۔ لہٰذا جس شخص نے قسم کھانی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔" (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: «فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللهِ أَوْ لِيَسْكُتْ».

اور صحیح (مسلم) کی ایک اور روایت میں ہے: "پس جو شخص قسم اٹھائے تو اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے یا پھر خاموش رہے۔"

فائدہ: اس میں آباء واجداد کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان ہے۔ اگلی حدیث میں آباء کے ساتھ جھوٹے معبودوں اور طاغوتوں کی قسم کھانے کی ممانعت ہے۔

[١٧٠٨] وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِي، وَلَا بِآبَائِكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1708] حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم بتوں کی قسم کھاؤ نہ اپنے باپ دادوں کی۔" (مسلم)

[1707] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب لا تحلفوا بآبائكم، حديث:6647، وصحيح مسلم، الأيمان، باب النهي عن الحلف بغير الله تعالى، حديث:1646.

[1708] صحيح مسلم، الأيمان، باب من حلف باللات والعزى فليقل: لا إله إلا الله، حديث:1648.

[اَلطَّوَاغِي]: جَمْعُ طَاغِيَةٍ، وَهِيَ الْأَصْنَامُ، وَمِنْهُ الْحَدِيثُ: «هٰذِهِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ»: أَيْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُودُهُمْ. وَرُوِيَ فِي غَيْرِ مُسْلِمٍ: [بِالطَّوَاغِيتِ]: جَمْعُ طَاغُوتٍ، وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ.

اَلطَّوَاغِي: طَاغِيَةٌ کی جمع ہے' مراد بت ہیں۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ ''یہ قبیلہ' دوس کا بت ہے۔'' یعنی ان کا معبود اور صنم ہے۔ اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں اَلطَّوَاغِیتُ مروی ہے' جو طاغوت کی جمع ہے' جس کے معنی شیطان اور صنم کے ہیں۔

[١٧٠٩] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ، فَلَيْسَ مِنَّا». حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1709] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں (مسلمانوں کے طریقے پر نہیں۔'') (یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداود نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: امانت کی قسم کا مطلب ہے کہ مثلاً: کوئی کہے: مجھے امانت کی قسم ہے۔ یہ ممنوع ہے' اس لیے کہ قسم صرف اللہ کے نام یا اس کی کسی صفت کی کھانی جائز ہے اور امانت اللہ کے حکموں میں سے ایک حکم یا اس کے فرضوں میں سے ایک فرض ہے' جیسے نماز' حج' روزہ وغیرہ ہے۔ اس طرح یہ اوامر الٰہی' اللہ کے اسماء وصفات کے مشابہ بن جاتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔ (عون المعبود)

[١٧١٠] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: إِنِّي بَرِيءٌ مِّنَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا، فَلَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1710] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے حلف اٹھایا اور کہا: میں اسلام سے بیزار ہوں۔ چنانچہ اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔ اور اگر وہ سچا ہے' تب بھی وہ اسلام کی طرف سلامتی سے ہرگز نہیں لوٹے گا۔'' (ابوداود)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ان الفاظ سے قسم کھائے: اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ کافر ہے۔ اگر قسم کھاتے وقت اس کا ارادہ بھی یہی تھا کہ اگر اس نے یہ کام کر لیا تو وہ کفر کا راستہ اختیار کر لے گا تو وہ فی الفور کافر ہو جائے گا۔ اور اگر اس کا مقصد دین اسلام پر استقامت کا اظہار تھا اور اس کا عزم تھا کہ وہ کبھی بھی کفر کا راستہ اختیار نہیں کرے گا' تو وہ کافر تو نہیں ہو گا لیکن اس کے لیے اس نے جو طریقہ اختیار کیا وہ غلط تھا' اس لیے اسے توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے' بلکہ بہتر ہے کہ دوبارہ کلمۂ شہادت پڑھ کر تجدید اسلام کر لے۔

[١٧١١] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ

[1711] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں

[1709] سنن أبي داود، الأيمان والنذور، باب كراهية الحلف بالأمانة، حديث:3253.

[1710] سنن أبي داود، الأيمان والنذور، باب ما جاء في الحلف بالبراءة......، حديث:3258.

[1711] جامع الترمذي، الأيمان والنذور، باب ما جاء في أن من حلف بغير الله فقد أشرك، حديث:1535.

سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ : لَا وَالْكَعْبَةِ! قَالَ ابْنُ عُمَرَ : لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : «مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ، فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ.

نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا: کعبے کی قسم! (بات ایسے نہیں۔) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غیر اللہ کی قسم مت کھا' اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی' اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهُ : «كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ» عَلَى التَّغْلِيظِ، كَمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ».

بعض علماء نے وضاحت کی ہے کہ ''اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا'' کے الفاظ سخت تنبیہ کے طور پر فرمائے گئے ہیں' جیسے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ریا کاری شرک ہے۔''

فوائد و مسائل: ① امام نووی رحمہ اللہ نے اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ کو جو حدیث کہا ہے' ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مروی نہیں ہے' تاہم نبی ﷺ نے ریا کاری کی قباحت و شناعت کو جن الفاظ سے بیان فرمایا ہے' اس سے مفہوم یہی نکلتا ہے کہ ریا کاری بھی شرک (خفی) ہے' مثلاً: آپ نے فرمایا: [مَنْ صَامَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ صَلّٰى يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ.] ''جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا یا نماز پڑھی' اس نے شرک کیا۔'' ② بہر حال غیر اللہ کی قسم کھانا نہایت خطرناک ہے' اسے اگرچہ بعض علماء نے سختی پر محمول کیا ہے' جیسا کہ امام صاحب نے فرمایا' لیکن اگر قسم اٹھانے والے کے دل میں غیر اللہ کی عظمت ہے اور اسی عظمت کی وجہ سے وہ غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اکثر علماء کے نزدیک اس حدیث کے مطابق وہ شخص کافر اور مشرک قرار پائے گا' بنا بریں غیر اللہ کی قسم کھانے سے اجتناب ضروری ہے۔ بدقسمتی سے جاہل مسلمانوں میں اس طرح کی قسمیں بڑی عام ہیں' تیری یا تیرے سر کی قسم' بچوں کی قسم اور فلاں بزرگ کی قسم وغیرہ۔ یہ سب ممنوع اور حرام ہیں۔

[٣١٥] بَابُ تَغْلِيظِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ عَمْدًا

باب:315- جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کی سختی کے ساتھ ممانعت کا بیان

[١٧١٢] عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِيءٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ». قَالَ : ثُمَّ

[1712] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ناحق کسی مسلمان آدمی کا مال حاصل کرنے کے لیے قسم کھائی تو وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا

[1712] صحيح البخاري، المساقاة، باب الخصومة في البئر والقضاء فيها، حديث:2356، 2357، وصحيح مسلم، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، حديث:138.

قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ : ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ ٱللَّهِ وَأَيْمَـٰنِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [آل عمران : ٧٧] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔'' راوی نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اللہ عز و جل کی کتاب سے اس مفہوم کی تصدیق کرنے والی آیت پڑھ کر سنائی: ''بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعے سے تھوڑا سا مول لے لیتے ہیں (ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور نہ قیامت والے دن اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔'') (بخاری و مسلم)

[١٧١٣] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : **«مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ ، فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ . وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»** . فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ : **«وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِّنْ أَرَاكٍ»** . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

[1713] حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعے سے کسی مسلمان کا حق لے لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم کی آگ کو واجب اور جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے۔'' اس پر ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! چاہے وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چاہے وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔'' (مسلم)

[١٧١٤] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : **«اَلْكَبَائِرُ : اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ»** . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

[1714] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' ناحق کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔'' (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ : أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ! مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ : **«اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ»** قَالَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ : **«اَلْيَمِينُ الْغَمُوسُ»** قُلْتُ : وَمَا الْيَمِينُ الْغَمُوسُ؟ قَالَ : **«اَلَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ»** . يَعْنِي : بِيَمِينٍ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ .

اور بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔'' اس نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹی قسم۔'' (راوی کہتے ہیں:) میں نے عرض کیا: جھوٹی قسم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جو

[1713] صحيح مسلم، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، حديث:137.

[1714] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس......، حديث:6675.

کسی مسلمان آدمی کا مال ہتھیا لے۔" یعنی ایسی قسم کھا کر جس میں وہ جھوٹا ہو۔

فوائد و مسائل: ① غَمُوس غَمس سے ماخوذ ہے جن کے معنی ہیں: ڈبونا' یعنی جھوٹی قسم انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے' اس لیے اسے یمین غموس (گناہ میں ڈبو دینے والی قسم) کہتے ہیں۔ ② اس میں کفارہ ہے یا نہیں؟ بعض ائمہ کفارے کے قائل ہیں اور بعض نہیں' کیونکہ یہ جھوٹ ہے جس کا مقصد دھوکا اور فریب دے کر دوسروں کا مال ہڑپ کرنا ہے۔ اس لیے اس میں توبہ و استغفار کا اور صاحب حق کا حق لوٹانے کا اہتمام کیا جائے۔ یہی مسلک زیادہ صحیح ہے کیونکہ صرف کفارے سے اس گناہ کا ازالہ نہیں ہو سکتا' بلکہ ظلم کی تلافی اور اس کا ازالہ ضروری ہے۔

[٣١٦] بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا أَن يَّفْعَلَ ذٰلِكَ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُكَفِّرَ عَنْ يَّمِينِهِ

باب: 316- اس بات کا استحباب کہ قسم کھانے کے بعد اس سے بہتر پہلو دیکھے' تو جس پر قسم کھائی گئی ہے اسے اختیار کر لے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے

[١٧١٥] عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ عَنْ يَّمِينِكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1715] حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "جب تو کسی کام پر حلف اٹھا لے' پھر تو اس قسم کے پورا نہ کرنے کو بہتر سمجھے تو تو وہ کام کر جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔" (بخاری و مسلم)

فائدہ: غَيْرَهَا کا مطلب ہے: غَيْرَ الْبِرِّ بِالْيَمِينِ۔ یعنی قسم کے پورا نہ کرنے میں خیر دیکھے۔ انسان یہی نہ سوچتا رہے کہ میں قسم کھا بیٹھا ہوں' اب فائدہ ہو یا نقصان' میں تو وہی کام کرنے پر مجبور ہوں۔ شریعت نے ایسے موقعوں پر قسم کے توڑ دینے اور اس کا کفارہ ادا کر دینے کا حکم دیا ہے کیونکہ نقصان (وہ دینی ہو یا دنیوی) کے مقابلے میں کفارۂ قسم ادا کر دینا آسان ہے۔

[١٧١٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ، فَرَأٰى

[1716] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی کام (کے کرنے) پر قسم کھائے'

[1715] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول الله تعالى: ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو......﴾، حديث: 6622، وصحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا فرأى...... حديث: 1652.

[1716] صحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا فرأى......، حديث: 1650.

غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَفْعَلِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پھر وہ کسی اور (اسی قسم کے کام) میں بہتری دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور وہ کام کرے جو بہتر ہے۔'' (مسلم)

[١٧١٧] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنِّي وَاللهِ! إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ، ثُمَّ أَرٰى خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1717] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میں اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا' کسی کام پر حلف نہیں اٹھاؤں گا' پھر میں اس سے زیادہ بہتر صورت دیکھوں تو میں ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا اور وہ کام اختیار کروں گا جو بہتر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[١٧١٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَأَنْ يَّلَجَّ أَحَدُكُمْ فِي يَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ آثَمُ لَهُ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى مِنْ أَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِي فَرَضَ اللهُ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1718] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کا اپنے گھر والوں کے بارے میں قسم کھا کر اس پر اڑے رہنا' اللہ کے ہاں اس کے لیے اس بات سے زیادہ گناہ کا باعث ہے کہ وہ اس قسم کا وہ کفارہ ادا کر دے جو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

قَوْلُهُ: [يَلَجَّ]: بِفَتْحِ اللَّامِ، وَتَشْدِيدِ الْجِيمِ، أَيْ: يَتَمَادٰى فِيهَا، وَلَا يُكَفِّرُ، وَقَوْلُهُ: [آثَمُ]: هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، أَيْ: أَكْثَرُ إِثْمًا.

يَلَجَّ: ''لام'' پر زبر اور ''جیم'' پر شد' یعنی قسم پر اڑا رہے اور (قسم توڑ کر) کفارہ ادا نہ کرے۔ آثَمُ: ''ثا'' کے ساتھ۔ زیادہ گناہ گار۔

فوائد و مسائل: ① أَهْلٌ سے مراد بیوی بچے اور دیگر اہل خانہ ہیں۔ آدمی' مثلاً: بیوی کی بابت قریب نہ جانے کی قسم کھا لے' دراں حالیکہ اسی (قربت) میں اس کے لیے بہتری ہے تو اس صورت میں اپنی قسم پر ہی اڑے رہنا زیادہ گناہ کا باعث ہے۔ اس سے کم تر گناہ تو یہ ہے کہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دے اور بیوی سے معمول کے مطابق معاملہ کرے۔ ② ان تمام احادیث کا خلاصہ یہی ہے کہ قسم کھانے کے بعد اگر یہ واضح ہو کہ بہتری تو اس کام میں ہے جس کو نہ کرنے کی قسم کھائی ہے' تو قسم توڑ دی جائے اور مقسم علیہ کام کو اختیار کر لیا جائے۔ قسم توڑنے کی' مقسم علیہ کے اعتبار سے' مختلف صورتیں ہیں۔ اگر اس نے قسم کھائی ہے کہ نماز نہیں پڑھوں گا' یا شراب پیوں گا' تو اس قسم کا توڑنا واجب ہوگا۔ اور اگر کسی مستحب کام کے نہ کرنے پر یا کسی ناپسندیدہ کام کے کرنے پر قسم کھائی ہے' تو قسم کا توڑنا مستحب ہوگا۔ اسی طرح کسی مباح کام کے نہ

[1717] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين......، حديث:3133، وصحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا فرأى......، حديث:1649.

[1718] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول الله تعالىٰ: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ......﴾، حديث: 6625,6624، وصحيح مسلم، الأيمان، باب النهي عن الإصرار على اليمين......، حديث:1655.

کرنے پر قسم کھا لے تو قسم کا توڑنا بھی مباح ہوگا۔ ③ قسم کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے' یہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا یا ان کو لباس پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا ہے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر تین دن کے روزے رکھنے ہیں۔ کفارہ پہلے ادا کرے اور بعد میں وہ کام کرے جس پر قسم کھائی تھی۔ یا کفارہ کام کرنے کے بعد ادا کرے؟ جمہور علماء پہلی رائے کے قائل ہیں اور الفاظ حدیث بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ ④ اس بات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی' کہ مقسم علیہ کام درست نہیں' پھر انسان قسم پر اڑا رہے' تو اس سے وہ عنداللہ زیادہ گناہ گار ہوگا۔ ⑤ نبی ﷺ کا طریقہ یہی ہے کہ قسم پر اڑنے کی بجائے بہتر پہلو کو اختیار کیا جائے۔

[٣١٧] بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِينِ وَأَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ فِيهِ، وَهُوَ مَا يَجْرِي عَلَى اللِّسَانِ بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِينِ كَقَوْلِهِ عَلَى الْعَادَةِ: لَا وَاللهِ! وَبَلٰى وَاللهِ! وَنَحْوِ ذٰلِكَ

باب : 317- لغوقسم کے معاف ہونے اور اس میں کفارہ نہ ہونے کا بیان۔ اور یہ وہ قسم ہے جو بغیر ارادۂ قسم کے عادت کے طور پر زبان پر آجائے' جیسے لَا وَاللّٰهِ، بَلٰى وَاللّٰهِ اور اس قسم کے دیگر الفاظِ قسم

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَٰنِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَٰنَ ۖ فَكَفَّٰرَتُهُۥٓ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّٰرَةُ أَيْمَٰنِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوٓا أَيْمَٰنَكُمْ﴾ [اَلْمَائِدَة : ٨٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لغو (لایعنی) قسموں پر تمھارا مؤاخذہ نہیں فرماتا بلکہ وہ ان قسموں پر گرفت کرتا ہے جن کو تم نے مضبوطی سے باندھا' چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا ہے یا ایک گردن آزاد کرنا ہے۔ پس جو اس کی طاقت نہ رکھے تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔'' (انھیں پورا کرو' اگر گناہ کے کام پر نہ ہوں۔)

فائدۂ آیت: لغوقسم' جس کا کفارہ اور مؤاخذہ نہیں' وہ ہے کہ انسان اپنے طور پر کسی بات کو سچ جانتے ہوئے کھا لیتا ہے دراں حالیکہ واقعہ اس کے برعکس ہوتا ہے' یا وہ قسم ہے جو بغیر ارادۂ قسم کے عادت کے طور پر زبان پر جاری ہو جائے' جیسے اللہ کی قسم' یا کیوں نہیں اللہ کی قسم۔ قسموں کی حفاظت کا مطلب ہے کہ ہر معاملے میں قسم کھانے سے گریز کرو اور جس بات پر قسم کھاؤ تو اسے پورا کرو۔

[١٧١٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَٰنِكُمْ﴾ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللهِ! وَبَلٰى وَاللهِ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1719] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ﴾ ایسے آدمی کے بارے میں اتری ہے جو (بات بات پر بغیر ارادۂ قسم کے) کہتا ہے: نہیں اللہ کی قسم، کیوں نہیں اللہ کی قسم۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① گزشتہ باب اور اس باب میں بیان کردہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ قسموں کی تین قسمیں ہیں: ایک یَمِینِ غَمُوس، جھوٹی قسم۔ اس کا حکم گزر چکا۔ دوسری لغو قسم، اس پر گناہ ہے نہ کفارہ۔ تیسری قسم مُعَقَّدہ جو انسان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی بابت دل کے پورے ارادے کے ساتھ کھاتا ہے۔ اس کے توڑنے پر کفارہ ہے جو آیت مذکورہ میں بیان ہوا۔ ② کفارۂ قسم میں دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانے کا جو ذکر ہے، اس کی مقدار کیا ہوگی؟ اس کی بابت کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ بعض علماء نے صبح اور رات کا کھانا کہا ہے اور بعض ائمہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے، جس میں رمضان میں روزے کی حالت میں بیوی سے ہم بستری کرنے والے کفارے کا ذکر ہے، ایک مد (تقریباً دس چھٹانک) فی مسکین خوراک قرار دی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس شخص کو کفارۂ جماع ادا کرنے کے لیے پندرہ صاع کھجوریں دی تھیں جنھیں ساٹھ مسکینوں پر تقسیم کرنا تھا۔ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے بغیر سالن کے دس مسکینوں کے لیے دس مد (سوا چھ سیر یا چھ کلو) خوراک ہوگی (ابن کثیر) یعنی چھ کلو آٹا، یا چاول یا کھجور وغیرہ۔ اگر عرف کا اعتبار کرتے ہوئے دس مسکینوں کو ایک وقت کا اوسط درجے کا کھانا کھلا دیا جائے تو ہمارے خیال میں یہ بھی کافی ہوگا۔ واللہ أعلم.

[٣١٨] بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

باب: 318- سودا کرتے وقت قسم کھانے کی کراہت کا بیان، اگرچہ وہ سچا ہی ہو

[١٧٢٠] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِّلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِّلْكَسْبِ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1720] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قسم سودے کے زیادہ بکنے کا سبب ہے لیکن کمائی کی برکت مٹانے کا ذریعہ بھی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: سِلْعَةٌ کے معنی سامان اور سودے کے ہیں۔ منفقہ کے معنی رواج اور کثرت طلب کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ

[1719] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿لَايُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ ......﴾، حديث:4613.

[1720] صحيح البخاري، البيوع، باب: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا......﴾، حديث:2087، وصحيح مسلم، المساقاة، باب النهي عن الحلف في البيع، حديث:1606.

سودا بیچتے وقت جو شخص قسم کھاتا ہے تو اس کا سودا تو جلدی بک جاتا ہے اور زیادہ بکتا ہے لیکن یہ طریقہ پسندیدہ نہیں ہے' اس سے بظاہر کمائی زیادہ ہوتی ہے لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی' بلکہ اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ اس لیے گاہک کو متاثر کرنے کے لیے قسم نہیں کھانی چاہیے' چاہے وہ سچا ہی ہو۔

[١٧٢١] عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1721] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''سودا کرتے وقت زیادہ قسم اٹھانے سے بچو' اس لیے کہ اس سے سودا تو زیادہ بک جاتا ہے لیکن (یہ طریقہ) برکت کو مٹا دیتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی وہی بات بیان کی گئی ہے۔ اس میں ہمارے لیے غور وفکر کی دعوت ہے کہ جب سچی قسم کھانا بھی بے برکتی کا باعث ہے تو جو لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کو دھوکا دیتے اور اپنا سامان بیچتے ہیں' وہ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[٣١٩] بَابُ كَرَاهَةِ أَنْ يَسْأَلَ الْإِنْسَانُ بِوَجْهِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرَ الْجَنَّةِ، وَكَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ سَأَلَ بِاللهِ تَعَالَى وَتَشَفَّعَ بِهِ

باب: 319- اس بات کی کراہت کہ انسان جنت کے علاوہ اللہ کے واسطے سے کسی اور چیز کا سوال کرے اور اس بات کی کراہت کہ اللہ کے نام پر مانگنے والے اور اس کے ذریعے سے سفارش کرنے والے کو انکار کر دیا جائے

[١٧٢٢] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ إِلَّا الْجَنَّةُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[1722] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر' جنت کے سوا' کسی چیز کا سوال نہ کیا جائے۔'' (ابوداود)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کی بابت شیخ البانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے مسئلۂ زیر بحث پر استدلال کرنا کئی وجوہ سے محل نظر ہے: ☆ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ ☆ اگر اس کی صحت تسلیم کر لی جائے تب بھی اس سے عدم جواز پر استدلال صحیح نہیں' اس لیے کہ نہی سے مُتَبَادِر اِلَی الذِّهْنِ یہ بات ہے کہ اللہ کے واسطے سے دنیا کے عارضی اور فانی مال ومتاع کا سوال کرنا منع ہے لیکن اگر اس سے ہدایت اور صراط مستقیم کا سوال کیا جائے' جو انسان کو جنت تک لے جاتا ہے' تو

[1721] صحيح مسلم، المساقاة، باب النهي عن الحلف في البيع، حديث: 1607.

[1722] ضعيف ـ سنن أبي داود، الزكاة، باب كراهية المسألة بوجه الله عزوجل، حديث: 1671. اس کی سند سلیمان بن قرم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اسے ممنوع کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟ ☆ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر کراہت کا باب باندھا ہے نہ کہ عدم جواز کا اور شوافع کے نزدیک کراہت' تنزیہہ کے لیے ہوتی ہے نہ کہ تحریم کے لیے۔ (تعليق المشكاة للألباني:605/1) ② بہر حال اللہ کے نام اور واسطے سے دنیا کا سوال ناپسندیدہ ہے لیکن اس کے جواز سے انکار مشکل ہے۔

[١٧٢٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ؛ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللهِ؛ فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ؛ فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا؛ فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ، فَادْعُوا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ الصَّحِيحَيْنِ.

[1723] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے' اس کو پناہ دے دو۔ اور جو شخص اللہ کے نام پر مانگے تو اس کو دو۔ اور جو تمھیں دعوت دے تو اسے قبول کرو۔ اور جو تمھارے ساتھ احسان کرے تو تم اس کا بدلہ دو۔ اور اگر تم بدلہ دینے کی طاقت نہ پاؤ تو اس کے لیے دعائے خیر کرو (اور اتنی دعا کرو) حتیٰ کہ تمھیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کو بدلہ دے دیا ہے۔'' (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود اور نسائی نے صحیحین (بخاری و مسلم) کی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں اللہ کے نام پر پناہ طلب کرنے اور مانگنے کا جواز ہے۔ ② اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے بلکہ اللہ کے نام کی لاج رکھتے ہوئے اس کی ضرورت پوری کر دی جائے' تاہم اگر کسی سائل کی بابت یقین ہو کہ یہ پیشہ ور گداگر ہے اور حقیقت میں ضرورت مند نہیں ہے تو اس کو نہ دینا بہتر ہے تاکہ اسلامی معاشرے میں گداگری کی حوصلہ شکنی ہو۔ ③ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دیا جائے۔ اگر طاقت نہ ہو تو محسن کے حق میں خوب دعا کرے' یہ بھی بدلے کی ایک صورت ہے۔ ④ دعوت قبول کرنی ضروری ہے بشرطیکہ وہاں محرمات کا ارتکاب نہ ہو۔

[٣٢٠] بَابُ تَحْرِيمِ قَوْلِ شَاهَنْشَاهْ لِلسُّلْطَانِ وَغَيْرِهِ، لِأَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ الْمُلُوكِ، وَلَا يُوصَفُ بِذٰلِكَ غَيْرُ اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى

باب:320- بادشاہ وغیرہ کو شہنشاہ کہنا حرام ہے' اس لیے کہ اس کے معنی ہیں: بادشاہوں کا بادشاہ اور یہ وصف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے بیان کرنا جائز نہیں

[١٧٢٤] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ

[1724] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم

[1723] سنن أبي داود، الزكاة، باب عطية من سأل بالله عزوجل، حديث:1672، وسنن النسائي، الزكاة، باب من سأل بالله عزوجل، حديث:2568.

[1724] صحيح البخاري، الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله، حديث:6205، وصحيح مسلم، الأدب، باب تحريم التسمي بملك ◀◀

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: "سب سے ذلیل ترین نام اللہ عزوجل کے نزدیک اس شخص کا نام ہے جو اپنا نام بادشاہوں کا بادشاہ رکھے۔" (بخاری ومسلم)

قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: [مَلِكُ الْأَمْلَاكِ] مِثْلُ شَاهَنْشَاهْ.

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: مَلِكُ الْأَمْلَاكِ اور شہنشاہ دونوں ایک جیسے ہیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کو بندے کی عاجزی و انکساری بہت پسند ہے اور فخر و غرور اور تکبر سخت ناپسندیدہ۔ اور بادشاہوں کا بادشاہ کہلانے میں عاجزی کی بجائے تکبر کا اظہار ہوتا ہے، علاوہ ازیں یہ صفت بھی صرف ایک اللہ کی ہے، اس سے دوسروں کو متصف کرنا کسی لحاظ سے بھی مستحسن نہیں۔

[٣٢١] بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدِي وَنَحْوِهِ

باب: 321- فاسق اور بدعتی وغیرہ کو سید (سردار) وغیرہ کہنے کی ممانعت کا بیان

[١٧٢٥] عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا، فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1725] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "منافق کو سردار مت کہو، اس لیے کہ اگر یہ شخص سردار ہوا تو یقیناً تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کر لیا۔" (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: فاسق آدمی قدر و احترام کا مستحق نہیں، اس لیے اس کی تعریف اللہ کے غضب کا سبب ہے۔ اسی ذیل میں منافق، بدعتی، کافر، مشرک، ملحد و زندیق اور اللہ اور اس کے رسول کا ہر مخالف ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی احترام کا مستحق نہیں سمجھنا چاہیے۔ قدر و منزلت کا مستحق صرف مومن، متقی اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا فرماں بردار شخص ہی ہے۔

[٣٢٢] بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمَّى

باب: 322- بخار کو برا بھلا کہنے کی ممانعت کا بیان

[١٧٢٦] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ

[1726] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

◄◄ الأملاك……، حديث: 2143.

[1725] سنن أبي داود، الأدب، باب لا يقول المملوك ربي و ربتي، حديث: 4977. یہ روایت متابعت کی وجہ سے صحیح ہے۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، حديث: 371)

[1726] صحيح مسلم، البر و الصلة و الأدب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض……، حديث: 2575.

اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ، أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: «مَا لَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ - أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ - تُزَفْزِفِينَ؟» قَالَتْ: اَلْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللهُ فِيهَا! فَقَالَ: «لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى، فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ، كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ﷺ حضرت ام سائب یا ام مسیّب کے پاس تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اے ام سائب! یا' ام مسیّب! کیا بات ہے تم کانپ رہی ہو؟'' انھوں نے کہا: بخار ہے' اللہ اس میں برکت نہ دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخار کو برا بھلا مت کہو' اس لیے کہ یہ انسان کے گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو۔'' (مسلم)

[تُزَفْزِفِينَ]، أَيْ: تَتَحَرَّكِينَ حَرَكَةً سَرِيعَةً، وَمَعْنَاهُ: تَرْتَعِدُ، وَهُوَ بِضَمِّ التَّاءِ وَبِالزَّايِ الْمُكَرَّرَةِ، وَالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ، وَرُوِيَ أَيْضًا بِالرَّاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ.

تُزَفْزِفِينَ: تیزی سے حرکت کر رہی تھیں اور اس کا مطلب ہے: کانپ رہی تھیں اور یہ ''تا'' کی پیش کے ساتھ ہے۔ اور ''زا'' اور ''فا'' دونوں مکرر ہیں۔ اور یہ ''را'' مکرر اور دو ''قافوں'' کے ساتھ بھی مروی ہے۔ (تُرَقْرِقِينَ.)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بیماریاں اور آزمائشیں گناہوں کی معافی کا سبب ہیں' اس لیے ان کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ بھی اللہ کی مشیت و تقدیر کا حصہ ہیں' تاہم علاج اور دوا دارو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

[٣٢٣] بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيحِ وَبَيَانِ مَا يُقَالُ عِنْدَ هُبُوبِهَا

باب:323- ہوا کو برا بھلا کہنے کی ممانعت' نیز ہوا کے چلنے کے وقت کی دعا کا بیان

[١٧٢٧] عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُونَ، فَقُولُوا: اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1727] حضرت ابو منذر ابی بن کعب ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہوا کو برا بھلا مت کہو۔ پس جب تم ایسی (آندھی) دیکھو جو تمھیں ناپسند ہو تو یہ دعا پڑھو: اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا اور اس بھلائی کا جو اس میں ہے اور اس بھلائی کا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے' تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ اور ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس ہوا کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اور اس برائی سے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا

[1727] جامع الترمذي، الفتن، باب ما جاء في النهي عن سب الرياح، حديث: 2252.

ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[١٧٢٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَلرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللهِ، تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا، وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[1728] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ہوا اللہ کی رحمت ہے' یہ رحمت لے کر آتی ہے اور (بسا اوقات) عذاب لاتی ہے۔ لہٰذا جب تم اسے دیکھو تو اسے برا بھلا مت کہو اور اللہ سے اس کی بھلائی کا سوال کرو اور اس کی برائی سے پناہ مانگو۔'' (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

قَوْلُهُ ﷺ: [مِنْ رَوْحِ اللهِ]: هُوَ بِفَتْحِ الرَّاءِ: أَيْ: رَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ.

مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ: یہ ''را'' کے زبر کے ساتھ ہے' یعنی ہوا' بندوں پر اللہ کی رحمت (کی مظہر) ہے۔

[١٧٢٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1729] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی ﷺ فرماتے تھے: ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس میں جو ہے' اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے' سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اور اس چیز کی برائی سے جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① ہوا بھی دیگر نعمتوں کی طرح اللہ کی ایک نعمت ہے جو انسانی صحت اور وسائل رزق کے لیے ضروری ہے' تاہم اگر اللہ چاہے تو اس میں تندی اور تیزی پیدا کر کے اسے ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بنا دے۔ اس لیے اس میں جو بھلائی کے پہلو ہیں ان سے مستفید ہونے کی بارگاہ الٰہی میں دعا کرے اور جو شر کے پہلو ہیں' ان سے پناہ مانگے۔ ② ایک مومن تو انسانوں کو بھی گالیاں نہیں دیتا چہ جائیکہ بے حس جانوروں کو برا بھلا کہے۔ لیکن بہت سے جاہل لوگ جانوروں کو بھی گالیاں بکتے رہتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔

[1728] سنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول إذا هاجت الريح؟، حديث:5097.

[1729] صحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح......، حديث:899.

[٣٢٤] بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيكِ

باب:324- مرغ کو برا بھلا کہنے کی کراہت کا بیان

[١٧٣٠] عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ، فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[1730] حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرغ کو برا بھلا نہ کہو' اس لیے کہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔'' (اسے ابو داود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① حدیث کا مطلب واضح ہے۔ آج کل مرغ کی یہ افادیت اس لیے واضح نہیں ہوتی کہ اسپیکروں پر اذان ہوتی ہے۔ جب یہ اسپیکر ایجاد نہیں ہوا تھا تو مؤذنوں کی آواز نہایت محدود ہوتی تھی اور مرغ کی بانگ ہی اکثر لوگوں کو تہجد اور فجر کی نماز کے لیے جگایا کرتی تھی۔ ② اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نیکی میں جو بھی جس قسم کا تعاون کرے' اس کی قدر کرنی چاہیے اور خود بھی لوگوں کو نیکی کی ترغیب دے اور اس میں تعاون کرے تاکہ عنداللہ وہ حسن صلہ کا مستحق قرار پا سکے۔

[٣٢٥] بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْإِنْسَانِ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

باب:325- یہ کہنے کی ممانعت کہ ہمیں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نصیب ہوئی

[١٧٣١] عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» قَالُوا: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا

[1731] حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی۔ یہ واقعہ بارش کے بعد کا ہے جو رات کو ہوئی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو' تمھارے رب نے کیا کہا؟'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور کچھ

[1730] سنن أبي داود، الأدب، باب في الديك والبهائم، حديث: 5101.

[1731] صحيح البخاري، الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلّم، حديث: 846، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كفر من قال مُطرنا بالنوء، حديث: 71.

بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا ، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میرے ساتھ کفر کرنے والے۔ جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی' یہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں (کے تصرف) کا منکر ہے۔ اور جس نے کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نصیب ہوئی ہے' تو یہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَ[السَّمَاءُ] هُنَا : اَلْمَطَرُ .

سَمَاء کے معنی یہاں بارش کے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① نَوْءٌ، نَاءَ، يَنُوءُ کا مصدر ہے۔ نَاءَ النَّجْمُ اس وقت بولتے ہیں جب ستارہ جھڑ جائے یا غروب ہو جائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت بولتے ہیں جب ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ تمام حوادث و واقعات کا فاعل اور مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے' اس لیے اس کی طرف ان کی نسبت ہونی چاہیے۔ اس عقیدے کے ساتھ اگر کسی موقع پر حوادث کی نسبت اسباب کی طرف بھی کر دی جائے تو وہ جائز ہے۔ لیکن اسباب کو ہی فاعل اور مؤثر مان لینا' جیسا کہ اکثر مشرکین کا عقیدہ ہوتا ہے' کفر و شرک ہے۔ ② جب بارش کسی ستارے کے طلوع یا غروب کے وقت ہوتی' تو اہل جاہلیت وہ بارش اس ستارے کی طرف منسوب کر دیتے اور اسی ستارے کو وہ فاعل اور مؤثر و متصرف تسلیم کرتے' اسے حدیث میں اللہ کے ساتھ کفر و شرک قرار دیا گیا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[٣٢٦] بَابُ تَحْرِيمِ قَوْلِهِ لِمُسْلِمٍ: يَا كَافِرُ!

باب: 326- کسی مسلمان کو اے کافر! کہہ کر پکارنا حرام ہے

[١٧٣٢] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ! فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا ، فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1732] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو اے کافر! کہتا ہے تو وہ دو باتوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹتا ہے۔ اگر وہ (واقعی) ایسا ہوا جیسا کہ اس نے کہا (تو درست) ورنہ وہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں بلاوجہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کی سخت ممانعت ہے کیونکہ اگر اس میں وجوہ کفر نہ پائے گئے تو کہنے والا

[1732] صحيح البخاري، الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال، حديث:6104، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر!، حديث:60.

کافر قرار پائے گا۔

[١٧٣٣] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ! وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1733] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا' یا کہا: اے اللہ کے دشمن! جب کہ وہ ایسا نہ ہو' تو وہ بات اسی کی طرف لوٹ آتی ہے۔''

(بخاری ومسلم)

[حَارَ]: رَجَعَ.

حَارَ کے معنی ہیں: لوٹ آتی ہے۔

فائدہ: اس میں بھی کسی مسلمان کو بلاوجہ کافر یا اللہ کا دشمن کہنے کی ممانعت ہے' تاہم اگر کوئی مدعی اسلام ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے تو اس کی تکفیر ضروری ہے تاکہ دوسرے مسلمان اس کی گمراہی سے محفوظ رہیں۔ ایسے شخص کی تکفیر مذکورہ وعید میں داخل نہیں بلکہ اسلامی عقائد کے تحفظ کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے۔

[٣٢٧] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْفُحْشِ وَبَذَاءِ اللِّسَانِ

باب: 327- فحش کلامی اور بدزبانی سے ممانعت کا بیان

[١٧٣٤] عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1734] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن طعن وتشنیع کرتا ہے نہ لعنت اور نہ فحش کلامی کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بدزبان۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس کا مطلب ہے کہ کمال ایمان کے لیے جہاں اخلاقی اقدار سے آراستہ ہونا ضروری ہے' وہاں رذائل اخلاق سے اجتناب بھی ضروری ہے۔

[١٧٣٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ». رَوَاهُ

[1735] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس چیز میں بے ہودگی ہوگی' وہ اسے عیب دار کر دے گی اور جس چیز میں حیا ہوگی' وہ اسے

[1733] صحيح البخاري، الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث:6045، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر!، حديث:61.

[1734] جامع الترمذي، البر والصلة...... باب ما جاء في اللعنة، حديث:1977.

[1735] جامع الترمذي، البر والصلة...... باب ما جاء في الفحش والتفحش، حديث: 1974.

التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

خوب صورت بنا دے گی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں بے ہودگی (بے حیائی) کے ترک کرنے کی ترغیب اور زیور حیاء سے آراستہ ہونے کی تاکید ہے۔ کثرت کلام اور بیہودہ گوئی سے حیا چھن جاتی ہے اور اس سے محرومی بہت بڑی خیر سے محرومی ہے۔

[٣٢٨] بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيرِ فِي الْكَلَامِ بِالتَّشَدُّقِ وَتَكَلُّفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْإِعْرَابِ فِي مُخَاطَبَةِ الْعَوَامِّ وَنَحْوِهِمْ

باب: 328- گفتگو میں تصنع کرنے، باچھیں کھول کر حلق پھاڑنے (تصنع کرنے)، تکلف سے فصاحت کا اظہار کرنے اور عوام وغیرہ سے خطاب کے وقت نامانوس الفاظ اور اعراب کی باریکیوں کے بیان کرنے کی کراہت

[١٧٣٦] عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ». قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1736] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مبالغے اور تکلف سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔'' آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ (مسلم)

[اَلْمُتَنَطِّعُونَ]: اَلْمُبَالِغُونَ فِي الْأُمُورِ.

مُتَنَطِّعُونَ: اُمور میں مبالغہ آرائی کرنے والوں کو کہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① مُتَنَطِّعُون سے مراد ایسے لوگ ہیں جو بال کی کھال نکالتے، لایعنی بحثیں کرتے، ماورائے عقل باتوں میں دخل دیتے، مبالغہ کرتے اور گفتگو میں تصنع اور بناوٹ کا اظہار کرتے اور فصاحت و بلاغت چھانٹتے ہیں۔ ② اس میں قول و فعل میں غلو نہ کرنے اور تمام معاملات میں سادگی اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔ ③ تحریر میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ وہ سادہ اور شستہ ہو۔ بے جا لفاظی کی بھرمار نہ ہو۔

[١٧٣٧] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1737] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آدمیوں میں سے اس بلاغت چھانٹنے والے شخص کو سخت ناپسند کرتا ہے جو اپنی زبان کو گائے کے جگالی کرنے کی طرح بار بار پھیرتا ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے

[1736] صحيح مسلم، العلم، باب هلك المتنطّعون، حديث:2670.

[1737] سنن أبي داود، الأدب، باب ما جاء في التشدق في الكلام، حديث: 5005، وجامع الترمذي، الأدب، باب ما جاء في الفصاحة والبيان، حديث:2853.

ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس سے مراد بھی وہی شخص ہے جو گفتگو میں تصنع اور تکلف اختیار کرتا اور بہ تکلف فصاحت کا اظہار کرنے کے لیے باچھیں کھولتا ہے۔

[١٧٣٨] وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ، وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلثَّرْثَارُونَ، وَالْمُتَشَدِّقُونَ، وَالْمُتَفَيْهِقُونَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1738] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت والے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے اخلاق میں سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔ اور تم میں سے سب سے زیادہ مجھے ناپسندیدہ اور قیامت والے دن مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو تکلف سے زیادہ باتیں کرنے والے، باچھیں کھول کر گفتگو کرنے والے اور منہ بھر کر کلام کرنے والے ہیں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِي بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ [برقم: ٦٣١].

اور اس کی شرح بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ میں گزر چکی ہے۔

فوائد و مسائل: ① ثَرْثَارُونَ، ثَرْثَارٌ کی جمع ہے۔ یہ ثَرْثَرَةٌ سے ہے جس کے معنی تکلف سے بار بار گفتگو کرنا ہے۔ مُتَشَدِّقُونَ، مُتَشَدِّقٌ کی جمع ہے۔ جو فصاحت و بلاغت چھانٹنے کے لیے باچھیں کھول کر گفتگو کرتا ہے۔ مُتَفَيْهِقُونَ، مُتَفَيْهِقٌ کی جمع ہے۔ یہ فَهَقٌ سے ہے جس کے معنی بھرنا ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو منہ بھر کر اور رگیں پھلا کر بات کرتے ہیں۔ ② یہ سارے انداز تکلف، تصنع اور بناوٹ کے غماز ہیں جو شریعت میں ناپسندیدہ ہیں، اسی لیے قیامت والے دن ایسے لوگ غضب الٰہی کے مورد اور رسول اللہ ﷺ سے دور ہوں گے۔ شریعت سادگی، تواضع اور قدرتی انداز گفتگو کو پسند کرتی ہے اور یہ سب اخلاقی محاسن ہیں جو قیامت والے دن اللہ کی رضامندی اور نبی ﷺ کی قربت کا باعث ہوں گے۔ جَعَلَنَا اللهُ مِنْهُمْ.

[٣٢٩] بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ: خَبُثَتْ نَفْسِي

باب: 329- میرا نفس خبیث ہو گیا ہے' کہنے کی کراہت کا بیان

[١٧٣٩] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ

[1739] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم

[1738] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ما جاء في معالي الأخلاق، حديث: 2018.

[1739] صحيح البخاري، الأدب، باب لايقل: خبثت نفسي، حديث: 6179، وصحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب كراهة ◄◄

ﷺ قَالَ: «لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: لَقِسَتْ نَفْسِي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا ہے بلکہ یہ کہے کہ میرا نفس لقیس ہوگیا۔'' (بخاری ومسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنٰى [خَبُثَتْ]: غَثَتْ، وَهُوَ مَعْنٰى [لَقِسَتْ] وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ.

علماء نے کہا ہے کہ خَبُثَتْ کے معنی غَثِيَتْ ہیں اور لَقِسَتْ کے معنی بھی یہی ہیں۔لیکن نبی ﷺ نے خُبْث کے لفظ کا استعمال پسند نہیں فرمایا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خَبُثَتْ اور لَقِسَتْ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔لیکن خَبُثَتْ میں ظاہری طور پر زیادہ شناعت (قباحت) پائی جاتی ہے۔امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس طرح بولنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے اور یہ رہنمائی دی گئی ہے کہ اچھا لفظ استعمال کیا جائے اور برا لفظ ترک کر دیا جائے۔(ابن علان)

[۳۳۰] بَابُ كَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْمًا

باب:330-انگور کا نام کَرم رکھنے کی کراہت کا بیان

[۱۷۴۰] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

[1740] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انگور کا نام کَرْم مت رکھو' اس لیے کہ کَرْم تو مسلمان ہے۔'' (بخاری ومسلم۔یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَإِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ». وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: «يَقُولُونَ: اَلْكَرْمُ، إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ».

ایک اور روایت میں ہے: ''بے شک کَرم تو مومن کا دل ہے۔'' بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''لوگ (انگور کو) کَرم کہتے ہیں' حالانکہ کَرم تو صرف مومن کا دل ہے۔''

[۱۷۴۱] وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَقُولُوا: اَلْكَرْمُ، وَلٰكِنْ قُولُوا: اَلْعِنَبُ، وَالْحَبَلَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1741] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم (انگور کو) کرم نہ کہو بلکہ عِنب اور حَبَلَة کہو۔'' (مسلم)

[اَلْحَبَلَةُ]: بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَيُقَالُ أَيْضًا

حَبَلَةٌ: ''حا'' اور ''با'' دونوں پر زبر ہے' اور اسے ''با''

◄◄ قول الإنسان: خبثت نفسي، حديث:2250.

[1740] صحيح البخاري، الأدب، باب قول النبيﷺ: [إنما الكرم قلب المؤمن]، حديث:6183، وصحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب كراهة تسمية العنب كرمًا، حديث:2247.

[1741] صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب كراهة تسمية العنب كرما، حديث:2248.

بِإِسْكَانِ الْبَاءِ. کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔

فائدہ: انگور کو جس طرح کَرْم کہتے ہیں اسی طرح عِنَب اور حَبَلَة یا حَبْلَةٌ بھی کہتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے اسے عِنَبٌ، حَبَلَةٌ اور حَبْلَةٌ کہنے کی اجازت تو دی ہے لیکن کَرْم کہنے کی ممانعت کردی ہے، لہٰذا انگور کو کَرْم کہنا درست نہیں ہے۔

[٣٣١] بَابُ النَّهْيِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْأَةِ لِرَجُلٍ إِلَّا أَنْ يَحْتَاجَ إِلٰى ذٰلِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ كَنِكَاحِهَا وَنَحْوِهِ

باب: 331- کسی آدمی کے سامنے عورت کے محاسن بیان کرنے کی ممانعت الا یہ کہ کسی شرعی مقصد، جیسے نکاح وغیرہ کے لیے اس کی ضرورت ہو

[١٧٤٢] عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1742] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت دوسری عورت سے مل کر اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے (اس طرح) بیان نہ کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: عربی میں مباشرت کے معنی ہیں: دو جسموں کا باہم ملاپ۔ اور یہاں لَا تُبَاشِر کنایہ ہے اس بات سے کہ ایک عورت دوسری عورت کے جسم کو نہ دیکھے۔ اس جگہ اصل اور کنایہ دونوں ہی مراد ہیں اور مطلب ہے کہ کوئی عورت بلاضرورت دوسری عورت کا جسم نہ دیکھے اور نہ اس کے جسم کے ساتھ اپنا جسم ملائے، کیونکہ اس طرح اس کی ساری جسمانی خوبیوں کا اسے علم ہو جائے گا جسے وہ اپنے خاوند کے سامنے بیان کرے گی تو اندیشہ ہے کہ اس کا خاوند کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے یا دوسری عورت کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور یوں اس کی اپنی زندگی بھی برباد ہو سکتی ہے، لہٰذا سد باب کے طور پر آپ نے اس طرح کرنے سے منع فرما دیا ہے۔

[٣٣٢] بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْإِنْسَانِ فِي الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ. بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

باب: 332- انسان کا یہ کہنا: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، مکروہ ہے۔ بلکہ یقین کے ساتھ اللہ سے درخواست کرے

[١٧٤٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ

[1743] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ

[1742] صحيح البخاري، النكاح، باب لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها، حديث:5240. یہ روایت مسلم میں نہیں ملی۔

[1743] صحيح البخاري، الدعوات، باب ليعزم المسألة......، حديث:6339، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار،

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ! ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما دے۔ چاہیے کہ یقین کے ساتھ سوال کرے' اس لیے کہ اسے (اللہ تعالیٰ کو) کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ، وَلْيُعْظِمِ الرَّغْبَةَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''اور لیکن یقین کے ساتھ مانگے اور رغبت کا خوب اظہار کرے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی چیز دینا' جو وہ مانگنے والے کو دیتا ہے' بڑی بات نہیں ہے''۔

فوائد و مسائل: ① یقین کے ساتھ مانگنے کا مطلب ہے کہ مانگنے میں غیر یقینی انداز نہ ہو' نہ اللہ کی مشیت پر اسے موقوف کرے' بلکہ پوری شدت طلب کا اظہار اور الحاح واصرار کرے۔ ② کسی چیز کا دینا اس کے لیے بڑی بات نہیں ہے' کا مطلب ہے: انسان دین یا دنیا کی کوئی چیز بھی طلب کرے' اس کا پورا کر دینا اللہ کے لیے کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

[١٧٤٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ، فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلَا يَقُولَنَّ: اَللّٰهُمَّ! إِنْ شِئْتَ، فَأَعْطِنِي، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1744] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو اسے چاہیے کہ عزم و یقین کے ساتھ سوال کرے اور یوں ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے دے' اس لیے کہ اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: انسان قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے' اس لیے اسے اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے جس سے اس امر کا اظہار ہو کہ وہ تو بے نیاز ہے' اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کرے نہ کرے' اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ علاوہ ازیں اس میں مطلوبہ چیز سے بھی بے نیازی ہے' اور یہ دونوں ہی باتیں اللہ کی شان سے فروتر اور بندے کی اپنی عاجزانہ حالت سے برتر ہیں۔ البتہ اس طرح کہنے میں چنداں حرج نہیں کہ یا اللہ! اگر تیرے علم میں یہ میرے لیے بہتر ہے تو عطا کر دے۔

[٣٣٣] بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ: مَاشَاءَ اللهُ وَشَاءَ فُلَانٌ

باب:333- جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے' کہنے کی کراہت کا بیان

[١٧٤٥] عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

[1745] حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

◄◄ باب العزم بالدعاء......، حديث:2679.

[1744] صحيح البخاري، الدعوات، باب ليعزم المسألة......، حديث:6338، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب العزم بالدعاء......، حديث:2678.

[1745] سنن أبي داود، الأدب، باب، حديث:4980.

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَقُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلٰكِنْ قُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح نہ کہو: جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے۔لیکن یہ کہو: جو اللہ چاہے' پھر جو فلاں چاہے۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: پہلی صورت اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں بیک وقت انسان اور اللہ کی مشیت میں اشتراک ہو جاتا ہے جو یکسر غلط اور خلاف واقعہ ہے' جب کہ دوسری صورت میں اللہ کی مشیت پہلے ہے' جو اصل ہے اور اس کے بعد بندے کی مشیت ہے جو اللہ کی مشیت کے تابع ہے' اس لیے یہ جائز ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کسی کو کہے: ہمارا سہارا تو اللہ ہے اور آپ ہیں۔ اس میں اللہ اور بندے دونوں کو یکساں مقام دے دیا گیا ہے جو نا جائز ہے۔ البتہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہمارا سہارا تو اللہ ہے' پھر آپ ہیں کیونکہ اس میں واہمۂ شرک نہیں ہے' جبکہ پہلی بات میں ایسا ہے۔

[٣٣٤] بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيثِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

باب:334- عشاء کے بعد بات چیت کرنے کی کراہت کا بیان

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيثُ الَّذِي يَكُونُ مُبَاحًا فِي غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَاءٌ، فَأَمَّا الْحَدِيثُ الْمُحَرَّمُ أَوِ الْمَكْرُوهُ فِي غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، فَهُوَ فِي هٰذَا الْوَقْتِ أَشَدُّ تَحْرِيمًا وَكَرَاهَةً. وَأَمَّا الْحَدِيثُ فِي الْخَيْرِ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِينَ، وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، وَالْحَدِيثُ مَعَ الضَّيْفِ، وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَلَا كَرَاهَةَ فِيهِ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَكَذَا الْحَدِيثُ لِعُذْرٍ وَعَارِضٍ لَا كَرَاهَةَ فِيهِ، وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ عَلٰى كُلِّ مَا ذَكَرْتُهُ.

اس سے مراد وہ بات چیت ہے جو اس وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں جائز ہے اور اس کا کرنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہوں۔لیکن وہ بات جو اس وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں حرام ہو تو وہ اس وقت (عشاء کے بعد) زیادہ حرام اور زیادہ مکروہ ہوگی۔لیکن بھلائی کی بات' جیسے علمی مذاکرہ' نیک لوگوں کی حکایات' عمدہ اخلاق کا تذکرہ' مہمان کے ساتھ اور کسی ضرورت مند وغیرہ کے ساتھ گفتگو کرنا' تو اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ یہ مستحب (پسندیدہ) ہے۔ اسی طرح کسی عذر یا سبب کی وجہ سے بات کرنے میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں جن کا میں نے ذکر کیا' ان پر صحیح حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ (اب احادیث ملاحظہ ہوں:)

[١٧٤٦] عَنْ أَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ

[1746] حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد بات چیت

[1746] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يكره من النوم قبل العشاء، حديث: 568، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالصبح......، حديث:647.

وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① عشاء سے قبل سونے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح عشاء کی نماز فوت ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے اور عشاء کے بعد جائز بات چیت اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ اس سے سونے میں تاخیر ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان کے لیے تہجد یا فجر کے وقت اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے' اس صورت میں گویا نماز فجر کے فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان عشاء کی نماز کے فوراً بعد سو جائے تو اس لحاظ سے بھی بہتر ہے کہ اس کی دن کی سرگرمیوں کا اختتام نماز پر ہوگا جو افضل ترین عمل ہے۔ ② یہ بھی یاد رہے کہ جب عشاء کے بعد بات چیت ناپسندیدہ ہے تو دوسرے کام بھی' جن میں کوئی دینی فائدہ اور شرعی غرض نہیں ہے' مکروہ ہوں گے' جیسے کھیل کود' تاش بازی' شطرنج وغیرہ اور آج کل کی عالمی لعنت ٹیلی ویژن اور ویڈیو وغیرہ دیکھنا۔ یہ ساری چیزیں تو ویسے بھی حرام ہیں۔ عشاء کے بعد ان لغویات میں مصروف رہنا اور بھی زیادہ حرام ہوگا۔ اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ نے علمی مذاکرے وغیرہ کو جو جائز بلکہ مستحب قرار دیا ہے تو یہ بھی مشروط ہے بروقت نماز فجر کی ادائیگی کے ساتھ۔ اگر رات کو تعلیم وتعلم یا وعظ وتذکیر میں اتنا وقت صرف کر دیا جائے کہ فجر کے وقت اٹھا نہ جا سکے تو یہ جواز واستحباب بھی محل نظر قرار پائے گا۔

[١٧٤٧] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ ، فَلَمَّا سَلَّمَ ، قَالَ : «أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ؟ فَإِنَّ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ الْيَوْمَ أَحَدٌ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1747] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عشاء کی نماز پڑھائی۔ پس جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ''بھلا بتلاؤ تو سہی' یہ رات کون سی ہے؟ بے شک جو شخص آج روئے زمین پر زندہ ہے' صدی کے پورے ہونے تک وہ باقی نہیں رہے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ نبی ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ آج کی رات کے بعد جو زندہ ہیں' وہ صدی کے راس (پورے ہونے یا سرے) پر باقی نہیں رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا' تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پہلی صدی ہجری کے اختتام تک وفات پا گئے۔ سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کا انتقال ایک سو دس ہجری میں ہوا' یعنی آپ کے فرمان کے پورے سو سال بعد۔ ﷺ ۔ ② اس میں عشاء کے بعد ضروری باتیں اور علم سے متعلق گفتگو کا جواز ہے۔

[١٧٤٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّهُمُ انْتَظَرُوا النَّبِيَّ ﷺ ، فَجَاءَهُمْ قَرِيبًا مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ

[1748] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صحابہ نبی ﷺ کا انتظار کرتے رہے۔ چنانچہ آپ ان کے

[1747] صحيح البخاري، العلم، باب السمر في العلم، حديث:116، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب بيان معنى قوله ﷺ : [على رأس مائة سنة لا يبقى نفس......]، حديث:2537.

[1748] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب السمر في الفقه والخير بعد العشاء، حديث:600.

فَصَلَّى بِهِمْ، يَعْنِي الْعِشَاءَ، قَالَ: ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس تقریباً آدھی رات کو آئے اور ان کو عشاء کی نماز پڑھائی' (حضرت انس فرماتے ہیں:) پھر ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا: ''سنو! بے شک بعض لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جتنی دیر انتظار کرتے رہے' برابر نماز ہی میں رہے۔'' (بخاری)

فائدہ: اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز نصف رات تک مؤخر کی جا سکتی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس کے لیے جاگنا بھی جائز ہے تاکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جا سکے۔ تیسری بات یہ کہ انتظار کی ساری مدت نماز میں شمار ہوگی اور اس حساب سے زیادہ اجر وثواب ملے گا

[٣٣٥] بَابُ تَحْرِيمِ امْتِنَاعِ الْمَرْأَةِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا إِذَا دَعَاهَا وَلَمْ يَكُنْ لَّهَا عُذْرٌ شَرْعِيٌّ

باب:335- عورت کو عذر شرعی نہ ہو تو خاوند کے بلانے پر اس کے لیے خاوند کے بستر پر جانے سے انکار کرنا حرام ہے

[١٧٤٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1749] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کر دے' چنانچہ خاوند اس سے ناراضی کی حالت میں رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس (عورت) پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «حَتَّى تَرْجِعَ».

اور ایک روایت میں ہے: ''جب تک وہ (خاوند کے پاس) لوٹ نہ آئے (فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔'')

فوائد ومسائل: ① بستر پر بلانے سے مراد رات کو ساتھ سونا یا اس سے ہم بستری کرنا ہے۔ عورت کے لیے ضروری ہے کہ خاوند جب بھی اسے اپنی جنسی خواہش کی تسکین کے لیے بلائے تو انکار نہ کرے' رات ہو یا دن۔ ہاں' عذر شرعی ہو تو بات اور ہے' جیسے رمضان کے دن ہوں اور وہ روزے سے ہو' یا بیمار ہو یا اس کی ماہواری کے ایام ہوں' تو ان حالات میں وہ خاوند کی خواہش پوری کرنے سے یقیناً معذور ہوگی۔ اس قسم کے عذر شرعی کے بغیر انکار پر وہ فرشتوں کی لعنت کی مستحق قرار پائے گی۔ ② عورت کے لیے یہ تاکید اس لیے ہے تاکہ مرد اپنی بیوی کو نظر انداز کر کے کسی اور عورت کی طرف نہ دیکھے۔ اگر عورت' خاوند کی جنسی خواہش کی تسکین کا اہتمام نہیں کرے گی تو پھر خاوند غلط راستے پر چل سکتا ہے۔ اس کو بے راہ روی

[1749] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم: آمين......، حديث:3237، وصحيح مسلم، النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، حديث:(122)-1436.

سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ عورت اس کی دل داری میں بلاوجہ کوتاہی نہ کرے۔

[٣٣٦] بَابُ تَحْرِيمِ صَوْمِ الْمَرْأَةِ وَزَوْجُهَا حَاضِرٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ

باب:336- خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر، عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا حرام ہے

[١٧٥٠] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1750] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو داخل ہونے کی اجازت دے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① روزے سے مراد نفلی روزہ ہے۔ علاوہ ازیں اسی طرح دیگر نفلی عبادات ہیں، مثلاً: نفلی نماز اور تلاوت وغیرہ، یہ سب کام خاوند کی موجودگی میں خاوند کی اجازت کے بغیر کرنے جائز نہیں۔ ② اسی طرح خاوند کی رضامندی کے بغیر عورت کو گھر میں اپنے محرم کو بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہیے، چہ جائیکہ غیر محرم مردوں اور رشتے داروں کو۔ البتہ جن محرموں کے لیے اس نے صراحتاً اجازت دے رکھی ہو یا اس پر وہ خاموش رہتا ہو، تو ان کو عورت گھر کے اندر آنے کی اجازت دے سکتی ہے۔

[٣٣٧] بَابُ تَحْرِيمِ رَفْعِ الْمَأْمُومِ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ أَوِ السُّجُودِ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب:337- امام سے پہلے مقتدی کا رکوع یا سجدے سے اپنا سر اٹھانا حرام ہے

[١٧٥١] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؟! أَوْ يَجْعَلَ اللهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ؟!» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1751] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھارا ایک آدمی، جب اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے، اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ اس کی صورت کو گدھے کی

[1750] صحيح البخاري، النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها لأحد إلا بإذنه، حديث: 5195، وصحيح مسلم، الزكاة، باب ما أنفق العبد من مال مولاه، حديث:1026.

[1751] صحيح البخاري، الأذان، باب إثم من رفع رأسه قبل الإمام، حديث:691، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تحريم سبق الإمام......، حديث:427.

صورت میں بدل دے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں امام سے پہل کرنے کی وعید بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کے سر یا شکل وصورت کو گدھے کے سر یا صورت میں بدل دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس لیے مقتدی کو ہر کام امام کے بعد کرنا چاہیے۔ امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں جانا یا پہلے سر اٹھانا یا کوئی اور کام پہلے کرنا سخت گناہ اور نہایت خطرناک ہے۔

[۳۳۸] بَابُ كَرَاهَةِ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْخَاصِرَةِ فِي الصَّلَاةِ

باب: 338- نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی کراہت کا بیان

[۱۷۵۲] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1752] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: انسان کے دائیں بائیں دو پہلو ہیں، انھیں کوکھ کہا جاتا ہے۔ نماز کی حالت میں ان پہلوؤں (کوکھوں) پر ہاتھ رکھنا تکبر کی علامت ہے جب کہ نماز تو سراسر بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز مندی کے اظہار کا نام ہے۔ تاہم پہلو میں درد ہو اور اس کی وجہ سے کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ضرورت پیش آجائے تو بات اور ہے۔ اس وقت ایسا کرنا جائز ہوگا۔

[۳۳۹] بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلَاةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسُهُ تَتُوقُ إِلَيْهِ أَوْ مَعَ مُدَافَعَةِ الْأَخْبَثَيْنِ: وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

باب: 339- کھانے کی موجودگی میں، جبکہ نفس اس کا مشتاق ہو یا پیشاب، پاخانے کی شدید حاجت کے وقت، نماز کی کراہت کا بیان

[۱۷۵۳] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1753] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں اور نہ اس وقت جب کہ پیشاب، پاخانے کی شدید حاجت ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: یہاں نفی بمعنی نہی ہے، یعنی کھانے یا پیشاب پاخانے کی حاجت کے وقت کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔ لیکن یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جس کو شدید بھوک لگی ہو اور کھانا بھی سامنے تیار ہو۔ کیونکہ اس صورت میں وہ کھانے سے پہلے نماز

[1752] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب الخصر في الصلاة، حديث:1219، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب كراهة الاختصار في الصلاة، حديث:545.

[1753] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام......، حديث:560.

پڑھے گا تو سکون اور خشوع وخضوع سے نماز نہیں پڑھ سکے گا۔ اسی طرح پیشاب پاخانے کی ضرورت بھی شدید ہو تو پہلے قضائے حاجت کا اہتمام کرے اور پھر نماز پڑھے۔

[٣٤٠] بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

باب:340- نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ممنوع ہے

[١٧٥٤] عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ» فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ: «لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ، أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1754] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اپنی نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔'' چنانچہ اس کی بابت آپ کا لہجہ سخت ہو گیا' یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔'' (بخاری)

فائدہ: نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا خشوع وخضوع کے منافی ہے' اس لیے اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ تاہم نماز کے علاوہ' مثلاً: دعا کے وقت یا غور وفکر کے وقت آسمان کی طرف نگاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[٣٤١] بَابُ كَرَاهَةِ الْالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

باب:341- بغیر عذر کے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی کراہت کا بیان

[١٧٥٥] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: «هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1755] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک جھپٹ ہے جس کے ذریعے سے شیطان بندے کی نماز کا کچھ حصہ اچک لیتا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: جھپٹ یا اچک لینے کا مطلب ہوتا ہے: کسی کی غفلت اور بے خبری میں نہایت تیزی سے اس کی چیز لے لینا۔ جب انسان نماز میں خشوع وخضوع کی بجائے ادھر ادھر دیکھتا ہے تو یہ گویا انسان کی غفلت اور بے خبری ہے جس سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کی نماز کو بے اثر کر دیتا ہے۔

[1754] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع البصر إلى السماء في الصلاة، حديث:750.

[1755] صحيح البخاري، الأذان، باب الالتفات في الصلاة، حديث:751.

[١٧٥٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ؛ فَإِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ، فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيضَةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1756] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے بچو' اس لیے کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا بربادی ہے۔ اگر دیکھنا ضروری ہی ہو تو نفلی نماز میں دیکھا جا سکتا ہے نہ کہ فرض نماز میں۔'' (اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے: ترمذی کے بولاق والے نسخے میں صرف حَدِيثٌ حَسَنٌ ہے اور اس کے حاشیے میں ایک نسخے کے اعتبار سے حَسَنٌ غَرِيبٌ ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے' اس لیے کہ یہ روایت اپنی سند کے ضعف وانقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (رياض الصالحين، بتحقيق الألباني و تعليق المشكاة، رقم:997) جب یہ روایت سنداً صحیح نہیں ہے تو نفلی نماز میں بھی ادھر ادھر دیکھنے کی گنجائش ثابت نہیں ہوگی۔ تاہم اگر ناگزیر ہے تو یہ التفات صرف چہرے اور نگاہ کی حد تک ہی ہو ورنہ اگر سینے سمیت ادھر ادھر مڑے گا تو نماز ہی باطل ہو جائے گی کیونکہ پھر وہ قبلہ رخ نہیں رہے گا' جب کہ نماز کے لیے استقبال قبلہ بھی ضروری ہے۔

[٣٤٢] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَى الْقُبُورِ

باب:342- قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

[١٧٥٧] عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ كَنَّازِ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1757] حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قبروں کی طرف رخ کر کے نماز مت پڑھو اور نہ ان کے اوپر بیٹھو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح مشرکین کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں غیر اللہ کی تعظیم کا پہلو بھی اس سے نکلتا ہے جو انسان کو شرک کی طرف لے جاتا ہے۔ ② قبروں پر بیٹھنے سے انسان کی تذلیل ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو توقیر وتکریم سے نوازا ہے۔ اس لیے ان دونوں کاموں سے بچنا چاہیے۔

[1756] ضعيف- جامع الترمذي، الصلاة، باب ما ذكر في الالتفات في الصلاة، حديث: 589۔ اس کی سند علی بن زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[1757] صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، حديث:972۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو مرثد کناز بن حصین ﷺ] کناز بن حصین بن یربوع بن خرشہ۔ کنیت ابو مرثد ہے۔ غنوی ہیں۔ صحابی ہیں۔ غزوۂ بدر میں یہ بذات خود اور ان کے بیٹے مرثد دونوں شریک ہونے کی وجہ سے بدری ہیں۔ بنوعبدالمطلب کے حلیف تھے۔ کبار اور فضلاء صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ دراز قد تھے اور ان کے بال بہت لمبے اور گھنے تھے۔ 66 سال کی عمر میں عہد صدیقی میں 12 ہجری کو فوت ہوئے۔ بعض نے ان کا سن وفات 11 ہجری بھی بتایا ہے جبکہ ان کے بیٹے مرثد کی شہادت نبیٔ اکرم ﷺ کی زندگی ہی میں معرکۂ رَجیع میں ہوگئی تھی۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی صرف 2 احادیث ان کے واسطے سے بیان ہوئی ہیں جنھیں امام مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی ﷫ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

[٣٤٣] بَابُ تَحْرِيمِ الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

باب: 343- نمازی کے آگے سے گزرنے کی حرمت کا بیان

[١٧٥٨] عَنْ أَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ».

قَالَ الرَّاوِيُّ: لَا أَدْرِي، قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1758] حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن صمہ انصاری ﷺ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کو یہ علم ہو جائے کہ اس کا کتنا گناہ ہے تو وہ گزرنے کی بجائے چالیس تک کھڑے رہنے کو اپنے لیے بہتر سمجھے گا۔''

حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ آپ نے چالیس دن، چالیس مہینے یا چالیس سال فرمایا تھا۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا نہایت سخت گناہ ہے۔ نمازیوں کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ سترے یا ستون کے بغیر عام گزرگاہ پر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھیں، اس سے یا تو گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے یا مسئلے سے ناواقف لوگ آگے سے گزرتے رہتے ہیں۔ ② اگر سترہ وغیرہ نہ ہو تو کتنے فاصلے سے نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے، اس کا اندازہ تین میٹر یا تین صف کیا گیا ہے۔ مزید احتیاط کے طور پر چار پانچ صف کا اندازہ کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ واللہ أعلم.

راویٔ حدیث: [حضرت ابوالجہیم عبداللہ بن حارث ﷺ] عبداللہ بن حارث بن صمہ، حضرت ابی بن کعب کے بھانجے خزرجی، انصاری ہیں۔ کنیت ان کی ابوجہیم ہے۔ نیک اور شریف طبع انسان تھے۔ صمہ کے بیٹوں معاذ اور خراش کے بھتیجے ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ سے کسب فیض کا زیادہ موقع میسر نہیں آ سکا جس کی بنا پر انھوں نے آپ سے بہت کم سیکھا اور

[1758] صحيح البخاري، الصلاة، باب إثم المار بين يدي المصلي، حديث:510، وصحيح مسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، حديث:507.

سنا۔ صرف 2 احادیث ان سے مروی ہیں۔ انھیں امام بخاری اور مسلم ؒ نے اپنی اپنی ''صحیح'' میں بیان کیا ہے۔

[٣٤٤] بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوعِ الْمَأْمُومِ فِي نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوعِ الْمُؤَذِّنِ فِي إِقَامَةِ الصَّلَاةِ سَوَاءٌ كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةَ تِلْكَ الصَّلَاةِ أَوْ غَيْرَهَا

باب : 344 - مؤذن کے اقامت شروع کرنے کے بعد مقتدی کے لیے نفلی نماز پڑھنے کی کراہت' وہ چاہے اس نماز کی سنت ہو یا کوئی اور نفل نماز

[١٧٥٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1759] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو پھر فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: جب فرض نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے تو سنت' نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اگر کسی نے شروع کر رکھے ہوں تو اس کو چاہیے کہ نماز توڑ دے اور جماعت کے بعد وہ پڑھ لے۔ جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھتے رہنا اس حدیث کے خلاف ہے' جیسے احناف کی مسجدوں میں بالعموم اور فجر کی سنتوں میں بالخصوص یہ معمول ہے۔ احناف نے اس کے لیے یہ کہہ کر گنجائش پیدا کر رکھی ہے کہ پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر جماعت کھڑی ہونے کے بعد بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے۔ یہ قول بھی مذکورہ حدیث کے خلاف ہے اور پھر عوام پوری نماز فجر کے دوران ہی سنتیں پڑھتے رہتے ہیں' یعنی عملی طور پر تو بغیر کسی شرط کے سنتیں پڑھنے کا عام رواج ہے۔ بہرحال یہ رواج حدیث مذکور کے بالکل خلاف ہے۔

[٣٤٥] بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ أَوْ لَيْلَتِهِ بِصَلَاةٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِي

باب: 345- جمعے کے دن کو روزے کے لیے اور جمعے کی رات کو نماز پڑھنے کے لیے مخصوص کرنے کی کراہت کا بیان

[١٧٦٠] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَخُصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِي، وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ

[1760] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم جمعے کی رات کو دوسری راتوں کے درمیان سے قیام (نفلی نماز وغیرہ) کے لیے خاص نہ کرو اور نہ

[1759] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن......، حديث:710.

[1760] صحيح مسلم، الصيام، باب كراهة صوم الجمعة منفرداً، حديث:1144.

بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جمعے کے دن کو دوسرے دنوں کے درمیان سے روزے کے لیے خاص نہ کرو مگر یہ کہ جمعہ اس مدت میں آ جائے جس میں تمھارا ایک آدمی روزے رکھتا ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: جیسے ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا کسی شخص کا معمول ہو' اس میں جمعے کا دن آ جائے۔ یا عاشورے یا عرفے کا روزہ رکھتا ہو' اس میں جمعے کا دن آ جائے' یا ایام بیض کے روزوں میں جمعہ آ جائے' یا اس نے نذر کے روزے شروع کر رکھے ہوں' ان میں جمعہ آ جائے۔ ان تمام صورتوں میں جمعے کے دن روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صرف بطور خاص جمعے کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

[١٧٦١] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1761] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کوئی شخص جمعے کے دن روزہ نہ رکھے۔ ہاں' اس کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ ملا لے (تو پھر کوئی حرج نہیں۔'') (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں جمعے کے دن روزہ رکھنے کی ایک اور صورت کا بیان ہے کہ جمعرات یا ہفتے کے دن کا روزہ ساتھ ملا لیا جائے تو ٹھیک ہے۔

[١٧٦٢] وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1762] حضرت محمد بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر ؓ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے جمعے کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری ومسلم)

راویٔ حدیث: [حضرت محمد بن عباد] محمد بن عباد بن جعفر مخزومی۔ یہ مکی ہیں۔ اوسط درجے کے تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اصحاب کتب ستہ (بخاری' مسلم' ابوداود' نسائی' ترمذی اور ابن ماجہ) نے ان سے روایات لیں اور اپنی اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں۔ یہ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

[١٧٦٣] وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ

[1763] ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث ؓ بیان

[1761] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم يوم الجمعة......، حديث: 1985، وصحيح مسلم، الصيام، باب كراهة صوم الجمعة منفردًا، حديث: 1144.

[1762] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم يوم الجمعة......، حديث: 1984، وصحيح مسلم، الصيام، باب كراهة صوم الجمعة منفردًا، حديث: 1143.

[1763] صحيح البخاري، الصوم، باب صوم يوم الجمعة......، حديث: 1986.

الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: «أَصُمْتِ أَمْسِ؟» قَالَتْ: لَا، قَالَ: «تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟» قَالَتْ: لَا، قَالَ: «فَأَفْطِرِي». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ (ایک مرتبہ) جمعے والے دن ان کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ روزے سے تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟'' انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھارا ارادہ کل کو روزہ رکھنے کا ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ افطار کرلو۔'' (بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے صرف جمعے کا روزہ رکھا ہو تو اسے توڑ دینا ضروری ہے۔

[٣٤٦] بَابُ تَحْرِيمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ وَهُوَ أَنْ يَصُومَ يَوْمَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ، وَلَا يَأْكُلَ وَلَا يَشْرَبَ بَيْنَهُمَا

باب: 346- صوم وصال کی حرمت کا بیان' اور اس سے مراد بغیر کھائے پیے دو دن یا زیادہ دن مسلسل روزہ رکھنا ہے

[١٧٦٤] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1764] حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وصال کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

[١٧٦٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ. قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: «إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[1765] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وصال کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا: آپ خود تو وصال کرتے ہیں (بغیر کھائے پیے مسلسل روزہ رکھتے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم جیسا نہیں ہوں' مجھے تو (اللہ کی طرف سے) کھلایا پلایا جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① بعض شرعی معاملات میں نبی ﷺ کے لیے خصوصی احکام تھے جن کی رو سے بعض چیزیں آپ پر واجب تھیں' امت پر وہ واجب نہیں' آپ کے حق میں وہ جائز تھیں' امت کے لیے ان کا جواز نہیں ہے۔ ایسی چیزیں آپ کی خصوصیات کہلاتی ہیں جن میں امت کے لیے آپ کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ ان ہی خصوصیات میں سے

[1764] صحيح البخاري، الصوم، باب الوصال، حديث: 1964، 1965، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن الوصال، حديث: 1103-1105.

[1765] صحيح البخاري، الصوم، باب الوصال، حديث: 1962، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن الوصال، حديث: 1102.

ایک صوم وصال ہے جس کا مطلب ہے: بغیر کھائے پیے مسلسل کئی کئی دن کا روزہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر وتحمل کی جو خصوصی قوت عطا فرمائی تھی' اس کی وجہ سے آپ روزوں میں وصال فرمایا کرتے تھے۔ لیکن افراد امت میں وہ قوت نہیں کہ وہ اس کا تحمل کر سکیں' اس لیے ان کے لیے وہ جائز نہیں۔ ② میں تم جیسا نہیں کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ نے مجھے جو خاص قوت عطا کی ہے' اس سے تم محروم ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تم جیسا انسان ہی نہیں۔ کیونکہ یہ مطلب ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ ③ کھلائے پلائے جانے سے مراد بھی روحانی قوت ہی ہے نہ کہ روزے کی حالت میں کسی خصوصی غذا کا اہتمام' کیونکہ کھانا پینا تو روزے ہی کے منافی ہے۔

[٣٤٧] بَابُ تَحْرِيمِ الْجُلُوسِ عَلَى قَبْرٍ

باب:347- قبر پر بیٹھنے کی حرمت کا بیان

[١٧٦٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ، فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1766] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کا انگارے پر بیٹھنا' جو اس کے کپڑوں کو جلا دے اور اس آگ کا اثر اس کی جلد تک پہنچ جائے' کسی قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: قبر پر بیٹھنے میں مردے کی اہانت کا پہلو ہے' اس لیے اس کو بھی سخت گناہ قرار دیا ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔

[٣٤٨] بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَجْصِيصِ الْقُبُورِ وَالْبِنَاءِ عَلَيْهَا

باب:348- قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت (قبہ وغیرہ) بنانے کی ممانعت کا بیان

[١٧٦٧] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1767] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ کیا جائے' اس پر بیٹھا جائے اور اس پر کوئی عمارت بنائی جائے۔ (مسلم)

فائدہ: قبروں کو پختہ کرنا ایک تو فضول خرچی ہے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ مردے کو نہیں ہوتا۔ دوسرے' اس میں فوت شدگان کی ایسی تعظیم ہے جو انسان کو شرک کی طرف لے جاتی ہے۔ قبروں پر قبہ اور گنبد وغیرہ بنانے کا بھی یہی معاملہ ہے اور قبروں پر بیٹھنا تکریم انسانیت کے منافی ہے۔ اس لیے ان تینوں کاموں سے روک دیا گیا ہے۔

[1766] صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، حديث:971.

[1767] صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه، حديث:970.

[٣٤٩] بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ إِبَاقِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ

باب:349- غلام کا اپنے آقا سے بھاگنے کی سخت ممانعت کا بیان

[١٧٦٨] عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1768] حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص (اپنے آقا سے) بھاگ جائے تو وہ اسلام کے عہد سے نکل گیا۔'' (مسلم)

[١٧٦٩] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1769] حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب غلام بھاگ جائے تو اس کی کوئی نماز قبول نہیں کی جاتی۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَقَدْ كَفَرَ».

ایک اور روایت میں ہے: ''پس تحقیق اس نے کفر کیا۔'' (مسلم)

فائدہ: آج کل غلامی کا یہ سلسلہ اگرچہ موقوف ہے' تاہم جب بھی اور جہاں بھی یہ سلسلہ کسی انداز میں قائم ہوگا' جیسے جہاد کی صورت میں کفار کی عورتوں' بچوں کو غلام بنانا' تو اس وقت یہ احکام بھی نافذ ہوں گے۔

[٣٥٠] بَابُ تَحْرِيمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ

باب:350- حدود الٰہی میں سفارش کرنے کی حرمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجْلِدُوا۟ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِا۟ئَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِى دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ﴾ [النور: ٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بدکار عورت اور بدکار مرد' ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان دونوں پر اللہ کے دین کی تعمیل میں تمھیں رحم کھانے کی ضرورت نہیں ہے' اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔''

فائدۂ آیت: اس آیت میں جن بدکار مرد و عورت کا ذکر ہے' غیر شادی شدہ ہیں۔ کیونکہ شادی شدہ بدکار مرد اور عورت دونوں کے لیے حد ''رجم'' ہے۔ زنا کی اس سزا اور شادی و غیر شادی شدہ مرد و عورت کی سزا میں فرق پر تمام صحابہ اور فقہائے امت کا اتفاق ہے' یعنی امت کا اجماع ہے۔ ② اس سزا کے نفاذ میں نرمی اور مداہنت ایمان کے منافی ہے' جب ایسا ہے تو

[1768] صحيح مسلم، الإيمان، باب تسمية العبد الآبق كافرا، حديث:69.

[1769] صحيح مسلم، الإيمان، باب تسمية العبد الآبق كافرا، حديث:70.

جولوگ سرے سے ان اسلامی سزاؤں کو (نعوذ باللہ) وحشیانہ قرار دیتے ہیں' ان کے دلوں میں ایمان کس درجے میں باقی رہے گا۔ بہرحال ایمان' دین میں صلابت و استقامت اور نفاذِ احکام اسلام میں مخلصانہ وصدق دلانہ کوششوں کا متقاضی ہے۔

[١٧٧٠] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ تَعَالٰى؟!**» ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: «**إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ، أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَأَيْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1770] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت (کے معاملے) نے' جس نے چوری کا ارتکاب کرلیا تھا' پریشانی میں مبتلا کر دیا تو انھوں نے (آپس میں) کہا: کون ہے جو اس عورت کی بابت رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرے؟ چنانچہ انھوں نے کہا کہ اس کی جرأت تو صرف رسول اللہ ﷺ کے چہیتے اسامہ بن زید ؓ ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ سے گفتگو کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے اسامہ!) کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ ان میں کوئی بلند رتبہ آدمی چوری کر لیتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور آدمی چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے' اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو ضرور میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «**أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ!؟**» قَالَ أُسَامَةُ: اِسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ، فَقُطِعَتْ يَدُهَا.

ایک اور روایت میں ہے: چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: ''کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے!؟'' تو حضرت اسامہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیے۔ راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں: پھر آپ نے اس عورت کی بابت حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

فوائد ومسائل: ① حدّ وہ سزا ہے جو شریعت کی طرف سے مقرر ہے' اس میں کسی کو کمی بیشی کرنے کا اختیار حاصل نہیں

[1770] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:54، حديث:3475، وصحيح مسلم، الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره……، حديث:1688.

ہے' جیسے چوری کی حد' قطع ید (ہاتھ کاٹنا) ہے' زنا کی حد سو کوڑے یا رجم ہے' شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہے' وغیرہ۔ ② ان میں کسی کو سفارش کرنے کا بھی شرعاً حق حاصل نہیں ہے' اور نہ سفارش سے ان کی معافی ہی ممکن ہے۔ ③ نفاذ حدود میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ جو بھی قابل حد جرم کا ارتکاب کرے گا' وہ مرد ہو یا عورت' اس پر حد کا نفاذ ہوگا۔ ④ کوئی کتنا بھی بلند رتبہ ہو' حد سے مستثنیٰ نہیں' اقامت حد میں ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی تمیز نہیں۔ ⑤ گزشتہ امتوں کے احوال و وقائع سے عبرت و موعظت حاصل کرنی چاہیے تاکہ ایسے افعال سے اجتناب کیا جا سکے جو ان کی تباہی کا باعث ہوئے۔ ⑥ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔

[٣٥١] بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِي طَرِيقِ النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَاءِ وَنَحْوِهَا

باب: 351- لوگوں کے راستے' سایہ دار جگہ' پانی کے گھاٹوں اور اس قسم کی دیگر جگہوں میں قضائے حاجت کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر قصور کے تکلیف پہنچاتے ہیں' پس تحقیق انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

فائدۂ آیت: مذکورہ جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنا یقیناً ایذا کا باعث ہے اور مومنوں کو ایذا پہنچانا سخت گناہ ہے' اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ جس طرح گرمی میں سایہ دار جگہ کی اہمیت ہے' سردی میں دھوپ والی جگہ کو وہی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے' اس لیے موسم کے اعتبار سے ان جگہوں کا غلط استعمال گناہ کا باعث ہوگا بشرطیکہ وہ دھوپ والی جگہ لوگوں کے بیٹھنے کے لیے ہو یا ان کی گزرگاہ ہو۔

[١٧٧١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ» قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: «اَلَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1771] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو لعنت کا سبب بننے والے کاموں سے بچو۔'' صحابہ نے عرض کیا: وہ لعنت والے دو کام کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں یا ان کی سایہ دار جگہ میں قضائے حاجت کرے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسے کاموں سے اجتناب ضروری ہے جن سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے۔ مذکورہ جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنے سے تکلیف کے علاوہ یہ اندیشہ بھی ہے کہ ایسی جگہوں پر غلاظت و نجاست سے وبائی امراض پھوٹ پڑیں' اس لیے نظافت کے اعتبار سے بھی مذکورہ کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

[1771] صحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن التخلي في الطريق والظلال، حديث: 269.

[۳۵۲] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

باب: 352- ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب وغیرہ کی ممانعت کا بیان

[۱۷۷۲] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1772] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے۔ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① ٹھہرے ہوئے پانی سے مراد وہ پانی ہے جو دریا کی طرح جاری نہ ہو' جیسے جوہڑ' جھیل' حوض' تالاب وغیرہ کا پانی۔ ان میں جب پیشاب منع ہے تو پاخانہ کرنا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔ ② یہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ' اس میں اپنی غلاظت ونجاست ڈالنے سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ یہ پانی مزید بدبودار نہ ہو۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں ویسے ہی تعفن پیدا ہو جاتا ہے' اگر اس میں مزید نجاست وغلاظت ڈال دی جائے تو اس کی عفونت وسڑاند کا اور اس سے قرب وجوار کے لوگوں کو جو تکلیف پہنچے گی' اس کا اندازہ بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ ③ اسلام کے احکام میں کتنی جامعیت و وسعت ہے اور اس نے کس طرح لوگوں کو درپیش مسائل کا حل پیش کیا ہے' اس کی مثال دوسرا کوئی مذہب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کا مذہب اپنی تعلیمات و ہدایات کے لحاظ سے جتنا جامع اور کامل ہے' اتنے ہی مسلمان اس پر عمل کرنے سے بے خبر اور غافل ہیں۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.

[۳۵۳] بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيلِ الْوَالِدِ بَعْضَ أَوْلَادِهِ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْهِبَةِ

باب: 353- باپ کے' اپنی اولاد میں سے ہبے اور عطیے میں' ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی کراہت کا بیان

[۱۷۷۳] عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ أَبَاهُ أَتٰى بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا؟» فَقَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَأَرْجِعْهُ».

[1773] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو بطور عطیہ ایک غلام دیا ہے جو میرا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تو نے اپنی سب اولاد کو اس کی مثل عطیہ دیا ہے؟''

[1772] صحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، حديث:281.

[1773] صحيح البخاري، الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب الهبة للولد، حديث:2586، وصحيح مسلم، الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة، حديث:1623.

انھوں نے کہا: نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تب اسے اس سے واپس لے لو۔''

وَفِي رِوَايَةٍ : فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟» قَالَ : لَا ، قَالَ : «اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ» فَرَجَعَ أَبِي ، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ .

ایک اور روایت میں ہے: تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تو نے ایسا اپنی تمام اولاد کے ساتھ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔'' چنانچہ میرے باپ واپس آئے اور وہ دیا ہوا صدقہ (عطیہ) واپس لے لیا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَابَشِيرُ! أَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ».

ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اے بشیر! کیا اس کے علاوہ بھی تیری اولاد ہے؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تو نے ان سب کو اس کی مثل عطیہ دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تو مجھے اس پر گواہ مت بنا' اس لیے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ «لَا تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ». وَفِي رِوَايَةٍ: «أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِي» ثُمَّ قَالَ: «أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟» قَالَ: بَلٰى، قَالَ: «فَلَا إِذًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک اور روایت میں ہے: ''تو مجھے ظلم پر گواہ مت بنا۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''تو میرے علاوہ کسی اور کو اس پر گواہ بنا۔'' پھر فرمایا: ''کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ ساری اولاد تیرے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہو؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر یہ کام نہ کر۔ (یعنی صرف ایک بیٹے کو عطیہ نہ دے۔'') (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① ہر اقدام کی بابت اہل علم اور ماہرین شریعت سے دریافت کیا جائے۔ ② والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کے درمیان عدل ومساوات کا اہتمام کریں۔ کسی ایک بچے کے ساتھ ترجیحی سلوک سے دوسرے بچوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور بعض دفعہ وہ اس ناانصافی سے تنگ آ کر گھر چھوڑ جاتے ہیں جس سے وہ خود بھی پریشان ہوتے ہیں' والدین کے لیے بھی یہ چیز پریشانی کا باعث بنتی ہے اور بالآخر خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ③ یہ حدیث ان علماء کی بھی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اولاد ذکور واناث میں کوئی فرق نہ کرے بلکہ سب کو برابر کا حصہ دے۔

[٣٥٤] بَابُ تَحْرِيمِ إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشَرَةَ أَيَّامٍ

باب:354- تین دن سے زیادہ میت پر سوگ کرنا حرام ہے' البتہ عورت کے لیے خاوند کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے

[١٧٧٤] عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٍ أَوْ غَيْرِهِ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا. ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ! مَالِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: «**لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا**»: قَالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ، فَمَسَّتْ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَتْ: أَمَا وَاللهِ! مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: «**لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1774] حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس' جس وقت کہ ان کے والد حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی تھی' حاضر ہوئی۔ انھوں نے ایک خوشبو منگوائی جس میں زرد رنگ کی خلوق یا کوئی اور خوشبو ملی ہوئی تھی۔ اس میں سے کچھ ایک لونڈی کو لگائی' پھر اسے اپنے رخساروں پر مل لیا اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: ''کسی عورت کے لیے' جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہے' جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا جائز ہے۔'' حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میں پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جب کہ ان کے بھائی وفات پا گئے تھے۔ انھوں نے خوشبو منگوائی اور اس میں سے کچھ لگائی' پھر فرمایا: خبردار' اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں ہے' سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: ''کسی عورت کے لیے' جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہے' جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا جائز ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[1774] صحيح البخاري، الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها، حديث: 1280-1282، وصحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة......، حديث: 1486، 1489.

فوائد و مسائل: ① خاوند کے لیے چار مہینے دس دن مدت سوگ اس لیے قرار دی گئی ہے کہ اس سے ایک تو عورت کا استبرائے رحم ہو جائے' دوسرے اس تعلق و محبت کا اظہار ہو جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ ان دونوں واقعوں میں جو خوشبو منگوا کر لگائی گئی ہے' تو وہ تین دن گزر جانے کے بعد کی بات ہے۔ جب کہ سوگ صرف تین دن ہی کرنا چاہیے اور چوتھے دن سے اپنے کام میں مصروف ہو جانا چاہیے۔ ② دور حاضر میں چالیسواں وغیرہ کی رسومات ہندوانہ ہیں۔ دین اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح مرنے والے کی موت کے بعد آنے والی پہلی عید پر افسوس کرنا اور عید نہ منانا سب خلاف شرع کام ہیں۔ ③ اس سے شیعہ حضرات کے ماتم کرنے کا بھی رد ہوتا ہے۔

[٣٥٥] بَابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي وَتَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَالْبَيْعِ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَالْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ أَوْ يَرُدَّ

باب:355- شہری کا دیہاتی کے لیے سودا کرنا' تجارتی قافلوں کو ملنا' اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنا اور اس کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دینا حرام ہے' مگر یہ کہ وہ اجازت دے دے یا رد کر دے

[١٧٧٥] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1775] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لیے سودا کرے اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① حَاضِرٌ سے مراد شہر میں مقیم اور بَادٍ سے دیہات میں رہنے والا ہے۔ سودا نہ کرے' کا مطلب ہے کہ شہری آگے جا کر دیہاتی سے ملے اور اس کو کہے کہ تو اپنا سامان میرے پاس چھوڑ دے' میں اس کو بتدریج بیچ دوں گا۔ ② بعض علماء کے نزدیک اگر وہ سامان قیمتی اور عام ضرورت کا ہے جس کی صحیح قدر و قیمت سے دیہاتی آگاہ نہ ہو اور شہری اس کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہو تو پھر یہ ممنوع ہے۔ لیکن اگر مقصد اس کے برعکس دیہاتی کی خیر خواہی اور اس کے مال کو صحیح قیمت پر بیچنا ہے تو پھر جائز ہے۔ ممانعت پہلی صورت کے لیے ہے کیونکہ اس میں دیہاتی کا نقصان ہے جب کہ دوسری صورت میں ایسا نہیں ہے۔

[١٧٧٦] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَتَلَقَّوْا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ

[1776] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سامانوں کو نہ ملو' یہاں تک کہ انھیں

[1775] صحيح البخاري، البيوع، باب يشترى حاضر لباد بالسمسرة، حديث: 2161، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الحاضر للبادي، حديث: 1523.

[1776] صحيح البخاري، البيوع، باب النهي عن تلقي الركبان ....، حديث: 2165، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم تلقي الجلب، حديث: 1517.

بِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بازاروں میں اتار لیا جائے۔" (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① سامانوں کو نہ ملو سے مراد ہے: سامان لانے والے قافلوں سے نہ ملو۔ اس سے مقصد بھی دیہات سے غلہ جات لانے والوں کو نقصان سے بچانا ہے کیونکہ انھیں شہر میں موجودہ بھاؤ کا علم نہیں ہوتا تھا، اس لیے قافلوں کو ملنے ہی سے روک دیا گیا تاکہ ان کی بے خبری سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ تاہم اگر مقصد نیک اور صحیح ہو تو پھر جائز ہو گا۔ ② شہری آدمی بادیہ سے آنے والے کے لیے بیع نہ کرے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر بیان فرمائی کہ اس کا دلال نہ بنے۔ کیونکہ وہ اپنی دلالی کے لالچ میں اسے زیادہ سے زیادہ مہنگا بیچنے کی کوشش کرے گا اور چیزیں سستی نہیں ہوں گی۔ ③ ایک طرف باہر سے آنے والے مال کو بازار آنے سے پہلے خریدنا منع فرما دیا تاکہ باہر سے آنے والوں کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر کوئی انھیں نقصان نہ پہنچائے، دوسری طرف حکم دیا کہ وہ خود مال فروخت کریں، کوئی دلال ان کا مال فروخت نہ کرے تاکہ مال کی اصل قیمت پر دلال کی دلالی کا مزید اضافہ نہ ہو۔ ہاں اگر دلالی وصول کرنے کے بغیر شہر کا آدمی اپنے کسی بادیہ کے ساتھی کا مال اچھی قیمت میں فروخت کرتا ہے تو یہ جائز ہے جیسے کہ احادیث میں موجود ہے، تاہم شہر کے لوگ ایک دوسرے کے لیے مال خریدنے یا بیچنے کی دلالی وصول کر لیں تو یہ جائز ہے۔

[١٧٧٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ». فَقَالَ لَهُ طَاوُسٌ: مَا قَوْلُهُ: «لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟» قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1777] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم قافلوں کو نہ ملو۔ اور کوئی شہری، دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے۔" (حضرت ابن عباس کے شاگرد) طاوس نے ان سے پوچھا: "شہری دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے" کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس کا دلال نہ بنے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ دیہاتی کی بے خبری سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی شخص درمیان میں دلال بن جائے، تاہم اگر مقصد نقصان پہنچانا نہ ہو تو پھر دلالی بھی جائز ہے۔ آج کل دلالی یا کمیشن (آڑھت) کی مختلف شکلیں رائج ہیں جن میں بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں۔

[١٧٧٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا

[1778] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، دیہاتی کے لیے سودا کرے۔ (اور فرمایا:) دوسروں کو دھوکا دینے کے

[1777] صحيح البخاري، البيوع، باب هل يبيع حاضر لباد بغير أجر.....، حديث: 2158، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الحاضر للبادي، حديث: 1521.

[1778] صحيح البخاري، البيوع، باب لا يبيع على بيع أخيه.....، حديث: 2140، والشروط، باب الشروط في الطلاق، حديث: 2727، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه.....، حديث: 1515.

يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا.

لیے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ۔ اور آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے۔ اور عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کے برتن میں جو کچھ ہے اُسے الٹ دے۔

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّلَقِّي وَأَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، وَأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيهِ، وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک اور روایت میں ہے' راوی نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے قافلوں کو ملنے سے منع فرمایا۔ اور اس سے بھی کہ شہری دیہاتی کے لیے خریدے۔ اور یہ کہ عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کی شرط کرے۔ اور یہ کہ آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے۔ اور دھوکا دینے کے لیے سودے کی قیمت بڑھانے اور جانور کے تھنوں میں کئی وقتوں کا دودھ جمع کر کے انھیں فروخت کرنے سے بھی منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا کا ترجمہ ہے' تاکہ اس کے برتن میں جو کچھ ہے' اسے الٹ دے۔ یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ اس کو طلاق دلوا کر خود اس کے خاوند سے نکاح کر لے' یا (سوتن ہونے کی صورت میں) خاوند کی توجہ اور حسن معاشرت کا سارا حصہ اپنی طرف موڑ لے۔ ② تھنوں میں دودھ جمع کرنے کا مطلب ہے: گاہک کو دھوکا دینے کے لیے بیچنے والے جانور کو دو تین وقت نہ دوہا جائے تاکہ دیکھنے والے کو یہ محسوس ہو کہ یہ جانور بہت دودھ دینے والا ہے' درآں حالیکہ ایسا نہ ہو۔ ایسا کرنا بھی منع ہے۔ باقی چیزوں کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

[١٧٧٩] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «**لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

[1779] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے' مگر یہ کہ وہ اس کی اجازت دے دے۔'' (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

فائدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں شخص نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے اور ان کے درمیان بات طے پا گئی ہے صرف نکاح باقی ہے۔ اب کسی اور شخص کے لیے ایسی جگہ منگنی کا پیغام بھیجنا منع ہے۔ ہاں پیغام بھیجنے کے بعد ان کی بات ختم ہو گئی اور پیغام بھیجنے والا دوسرے کو کہہ دے کہ بھئی اب تم اپنی قسمت آزما لو تو پھر وہاں پیغام بھیجنا جائز

[1779] صحيح البخاري، النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه.....، حديث:2140، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه.....، حديث:(8)-1412 قبل حديث:1515.

ہے۔اسی طرح عورت کو بھی عورت پر منگنی کا پیغام بھیجنا ممنوع ہے' مرد کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے۔

[۱۷۸۰] وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَبْتَاعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَذَرَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1780] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن مومن کا بھائی ہے' لہٰذا کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے' یہاں تک کہ وہ چھوڑ دے۔'' (مسلم)

فائدہ: مذکورہ احادیث میں جن کاموں کی ممانعت کی گئی ہے وہ سب ایسے ہیں کہ جن سے آپس میں بغض وعداوت پیدا ہونے یا اس کے بڑھنے کا اندیشہ ہے' اس لیے اسلام نے ان تمام چیزوں سے روک دیا تاکہ مسلمانوں میں باہم بغض وعناد اور تفرقہ وانتشار نہ ہو کیونکہ وہ باہم الفت ومحبت کا داعی اور علم بردار ہے۔

[۳۵٦] بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فِي غَيْرِ وُجُوهِهِ الَّتِي أَذِنَ الشَّرْعُ فِيهَا

باب: 356- شریعت کی طرف سے اجازت دی گئی جگہوں کے علاوہ دیگر جگہوں میں مال ضائع کرنے کی ممانعت

[۱۷۸۱] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا: فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1781] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے لیے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند: پس وہ تمھارے لیے یہ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور یہ کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو۔ اور وہ تمھارے لیے ناپسند کرتا ہے: بے فائدہ بحث وتکرار کو' زیادہ سوال کرنے کو اور مال ضائع کرنے کو۔'' (مسلم)

[وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ. بِرَقْم: ۳٤٠]

اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث اس سے قبل بَابُ تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے رقم: 340' اگرچہ وہاں ابتدائی حصہ اس سے مختلف ہے' تاہم آخری تین ناپسندیدہ باتیں اس میں مذکور ہیں۔ اس میں توحید' حبل اللہ کو مضبوطی سے

[1780] صحيح مسلم، النكاح، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه...... حديث: 1414.

[1781] صحيح مسلم، الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة...... حديث: 1715.

پکڑنے اور عدم تفریق کی تاکید کے علاوہ، جو کہ اللہ کی پسندیدہ باتیں ہیں، قیل وقال یعنی بے فائدہ بحث کو اور محض بال کی کھال نکالنے کی نیت سے زیادہ سوال کرنے کو اور حرام جگہوں پر مال کے خرچ کو ناپسند کیا گیا ہے۔ ② حرام جگہوں پر مال خرچ کرنے کو اضاعت مال سے تعبیر فرمایا گیا ہے' اس لیے کہ انسانی زندگی میں مال کی بڑی اہمیت ہے' یہی اس کی معاش اور زندگی کی بنیاد اور سرمایہ ہے۔ اسے ناپسندیدہ جگہوں پر خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسے وہ اپنی بنیاد پر کلہاڑا اور جس شاخ پر وہ بیٹھا ہے اسی پر آرا چلا رہا ہے۔

[١٧٨٢] وعنْ ورَّادٍ كاتِبِ الْمُغيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اَللّٰهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ» وَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنْ قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدِ الْبَنَاتِ، وَمَنْعٍ وَهَاتِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1782] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب حضرت وراد بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں مجھ سے یہ لکھوایا کہ نبی ﷺ اپنی ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی اور تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جو تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ اور کسی شرف والے کا شرف تیرے مقابلے میں نفع دینے والا نہیں۔'' (اس کے علاوہ) اس میں یہ بھی لکھا کہ آپ بے فائدہ بحث و تکرار سے' مال ضائع کرنے سے اور زیادہ سوال کرنے سے منع فرماتے تھے' نیز ماؤں کی نافرمانی کرنے سے' لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور واجب الاداحق نہ دینے اور بغیر استحقاق کے کسی چیز کے طلب کرنے (یا پیچھے پڑ کر مانگنے) سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

[وَسَبَقَ شَرْحُهُ. بِرَقْم: ٣٤٠]

اس کی شرح گزر چکی ہے۔

فائدہ: اس میں بیان کردہ چیزوں کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ صحابہ میں احادیث رسول لکھنے لکھانے کا سلسلہ موجود تھا۔ اس اعتبار سے صحابہ کا عہد' تدوین حدیث کا پہلا دور تھا' اس لیے یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ صحابہ کے دور میں احادیث لکھنے کا رواج ہی نہیں تھا۔

راویٔ حدیث: [حضرت وراد کاتب مغیرہ رحمہ اللہ] یہ تابعی ہیں۔ ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

[1782] صحيح البخاري، الرقاق، باب ما يكره من قيل و قال، حديث: 6473، و صحيح مسلم، الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل......، حديث: 593، بعد حديث: 1715.

کے آزاد کردہ غلام اور کاتب ہیں۔ یہ اپنے مالک و آقا اور آزاد کرنے والے حضرت مغیرہ سے روایات لیتے اور بیان کرتے ہیں نیز قاسم بن مخیمرہ اور رجاء بن حیوہ سے بھی۔

[٣٥٧] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ إِلَى مُسْلِمٍ بِسِلَاحٍ وَّنَحْوِهِ سَوَاءٌ كَانَ جَادًّا أَوْ مَازِحًا، وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُولًا

باب :357- کسی مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنا حرام ہے چاہے قصداً ہو یا مذاق کے طور پر اسی طرح ننگی تلوار پکڑانا منع ہے

[١٧٨٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يُشِرْ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعَ فِي حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1783] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی طرف ہتھیار (تلوار تیر بندوق چھری وغیرہ) سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: «مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَنْزِعَ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ».

اور مسلم کی روایت میں ہے راوی نے بیان کیا: حضرت ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کی طرف دھار دار آلے سے اشارہ کیا تو جب تک وہ نیچے نہیں کر لیتا فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔''

قَوْلُهُ ﷺ: [يَنْزِعُ]: ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ، وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ، وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَرْمِي، وَبِالْمُعْجَمَةِ أَيْضًا يَرْمِي وَيُفْسِدُ، وَأَصْلُ النَّزْعِ: اَلطَّعْنُ وَالْفَسَادُ.

يَنْزِعُ: اس کو ''عین'' کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے اور ''زا'' کے نیچے زیر ہے۔ نیز اسے ''غین'' سے اور ''زا'' پر زبر کے ساتھ بھی ضبط کیا گیا ہے یعنی يَنْزَغُ بمعنی دونوں کے قریب قریب ہیں۔ ''عین'' کے ساتھ معنی ہوں گے: وہ پھینکتا ہے (چلوا دیتا ہے۔) اور ''غین'' کے ساتھ بھی یہی معنی ہیں کہ وہ ہتھیار پھینکتا ہے اور فساد کرواتا ہے۔ اور نزغ کے اصل معنی

[1783] صحيح البخاري، الفتن، باب قول النبي ﷺ: من حمل علينا السلاح فليس منا، حديث:7072، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن الإشارة بالسلاح إلى مسلم، حديث:2617.

ہیں: نیزہ مارنا اور فساد کرنا۔

فوائد ومسائل: ① سلاح ہر وہ ہتھیار ہے جو جنگ میں مارنے اور بچاؤ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے نیزہ، تلوار، بندوق، پستول، کلاشنکوف، موزر وغیرہ۔ یہی مفہوم حَدِیدَۃٌ (دھار دار آلے) کا ہے۔ ان سے کسی مسلمان بھائی (اور اسی طرح اسلامی مملکت میں رہنے والے ذمی) کو ڈرانا حرام ہے اور بالقصد یا مذاق کے طور پر ان میں سے کسی سے اشارہ کرنا بھی نہایت خطرناک ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شیطان وہ ہتھیار اس سے غیر ارادی طور پر چلوا دے اور وہ اس کی وجہ سے جہنمی بن جائے۔ ② بدقسمتی سے اسلام کی اس تعلیم کے برعکس آج کل ہتھیاروں کی نمائش اور اس کا بے جا استعمال بہت عام ہو گیا ہے، حتی کہ خوشی کے موقع پر ہوائی فائرنگ کا بھی رواج بڑھتا جا رہا ہے جو اسلامی تعلیم کے بھی خلاف ہے اور اس کے نقصانات بھی آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

[١٧٨٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1784] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تلوار ننگی کر کے پکڑائی جائے۔ (اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① ننگی تلوار پکڑوانے میں اندیشہ ہے کہ پکڑتے وقت ہاتھ سے چھوٹ جائے جس سے ہاتھ یا پیر یا جسم کا کوئی اور حصہ زخمی ہو جائے۔ اسی طرح تیز چھری اور چاقو وغیرہ ہے، اسے دھار والے رخ کی طرف نہیں پکڑنا چاہیے۔ ② اسلام نے انسانیت کے احترام میں کتنی باریک بینی سے کام لیا ہے۔

[٣٥٨] بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ إِلَّا بِعُذْرٍ حَتَّى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ

باب: 358- اذان کے بعد بلا عذر فرض نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنے کی کراہت کا بیان

[١٧٨٥] عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا مَّعَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي، فَأَتْبَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ

[1785] حضرت ابوشعثاء بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اذان دے دی تو مسجد سے ایک آدمی اٹھ کر چلنے لگا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ نے اسے بغور دیکھنا شروع کر دیا، یہاں تک

[1784] سنن أبي داود، الجهاد، باب في النهي أن يتعاطى السيف مسلولاً، حديث: 2588، وجامع الترمذي، الفتن....، باب ماجاء في النهي عن تعاطي السيف مسلولاً، حديث: 2163.

[1785] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب النهي عن الخروج من المسجد إذا أذن المؤذن، حديث: 655.

أَبُوهُرَيْرَةَ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ تب حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔ (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد بلا عذر اس وقت کی فرض نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا جائز نہیں ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت سلیم بن اسود ابوشعثاء رضی اللہ عنہ] سلیم بن اسود بن حنظلہ محاربی کوفی ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب، ابن مسعود، حذیفہ اور ابوذر رضی اللہ عنہم سے روایات لیتے اور بیان کرتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں اشعث اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے نام آئے ہیں۔ ابن معین، عجلی اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی ثقاہت کو تسلیم کیا ہے۔

[٣٥٩] بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

باب: 359- بغیر عذر کے خوشبو کا ہدیہ واپس کرنے کی کراہت کا بیان

[١٧٨٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ، فَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ، طَيِّبُ الرِّيحِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1786] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس پر کوئی ریحان (ایک خوشبودار بوٹی) پیش کی جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے، اس لیے کہ وہ غیر وزنی (یا ہلکی پھلکی) چیز ہے اور اس کی مہک پاکیزہ ہے۔'' (مسلم)

[١٧٨٧] وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1787] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی اکرم ﷺ خوشبو کا ہدیہ رد نہیں فرماتے تھے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① خوشبو یا خوشبودار چیز کا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے کیونکہ اسے اٹھا کر لے جانا کوئی مشکل معاملہ نہیں۔ اس سے نبی ﷺ کی اس رغبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو خوشبو کے ساتھ آپ کو تھی، آپ اس کا ہدیہ واپس نہ فرماتے۔ ② اس سے خوشبو کے استعمال کا استحباب بھی واضح ہے۔

[٣٦٠] بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيفَ عَلَيْهِ مَفْسَدَةٌ مِّنْ إِعْجَابٍ وَّنَحْوِهِ، وَجَوَازِهِ لِمَنْ أُمِنَ ذٰلِكَ فِي حَقِّهِ

باب: 360- منہ پر اس شخص کی تعریف کرنے کی ممانعت جس کی بابت غرور وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور جس سے یہ خطرہ نہ ہو اس کے حق میں تعریف کرنے کا جواز

[١٧٨٨] عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ

[1788] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

[1786] صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسك وأنه أطيب الطيب وكراهة رد الريحان والطيب، حديث:2253.

[1787] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب ما لا يرد من الهدية، حديث:2582.

[1788] صحيح البخاري، الشهادات، باب ما يكره من الإطناب في المدح ...... حديث:2663، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق ◀◀

عَنْهُ، قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي الْمِدْحَةِ، فَقَالَ: «أَهْلَكْتُمْ، أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نبی ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ ایک آدمی کی تعریف کر رہا ہے اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ہلاک کر دیا' یا تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔'' (بخاری ومسلم)

[وَالْإِطْرَاءُ]: الْمُبَالَغَةُ فِي الْمَدْحِ.

الاطراء کے معنی ہیں: تعریف میں مبالغہ آرائی کرنا۔

[١٧٨٩] وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَثْنَى عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَيْحَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ» - يَقُولُهُ مِرَارًا - «إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَرَى أَنَّهُ كَذٰلِكَ وَحَسِيبُهُ اللهُ، وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1789] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی کا تذکرہ ہوا تو ایک دوسرے آدمی نے اس کی تعریف کی۔ چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''افسوس ہے تجھ پر' تو نے تو اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔'' کئی مرتبہ آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی' (پھر فرمایا:) ''اگر تم میں سے کسی شخص نے (کسی کی) ضرور ہی تعریف کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس طرح کہے کہ میں فلاں کو ایسا اور ایسا سمجھتا ہوں' اگر وہ خیال کرتا ہے کہ وہ ایسا ہی ہے۔ اور اس کا حساب لینے والا اللہ ہی ہے۔ اللہ کے سامنے کسی کے پاک صاف ہونے کا دعویٰ نہ کیا جائے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں ایک تو منہ پر تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ دوسرے کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو اس طرح کہے کہ میرے گمان کے مطابق وہ ایسا ہے' اسی طرح اپنی بابت بھی کوئی شخص پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرے' اس لیے کہ ہر شخص کے ایمان وتقویٰ کی اصل حقیقت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔

[١٧٩٠] وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ

[1790] حضرت ہمام بن حارث' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (کے منہ پر ان) کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ قصداً اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور تعریف کرنے والے کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے تو حضرت عثمان نے ان سے کہا: یہ

◀◀ باب النهي عن المدح...... حديث: 3001.

[1789] صحيح البخاري، الشهادات، باب إذا زكى رجل رجلا كفاه، حديث: 2662، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب النهي عن المدح...... حديث: 3000.

[1790] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب النهي عن المدح...... حديث: 3002.

قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ، فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تم کیا کر رہے ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم (روبرو) تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ منہ پر تعریف کرنے والوں کی طرف توجہ دیں نہ انھیں اس مدح و توصیف کا کوئی صلہ دیں۔ ② مٹی یا کنکریاں ڈالنا ممکن ہو تو اس پر بھی عمل کیا جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ہمام بن حارث رحمہ اللہ] ہمام بن حارث بن قیس بن عمرو نخعی، کوفی، ثقہ، عالم اور عابد ترین انسان تھے۔ کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ 65 ہجری میں فوت ہوئے۔ ان سے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے روایات لیں اور بیان کی ہیں۔

فَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ فِي النَّهْيِ، وَجَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَحِيحَةٌ.

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ممانعت کی احادیث ہیں اور اس کے جواز میں بھی بہت سی صحیح حدیثیں وارد ہیں۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَطَرِيقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ أَنْ يُقَالَ: إِنْ كَانَ الْمَمْدُوحُ عِنْدَهُ كَمَالُ إِيمَانٍ وَيَقِينٍ، وَرِيَاضَةُ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَا يَفْتَتِنُ، وَلَا يَغْتَرُّ بِذٰلِكَ، وَلَا تَلْعَبُ بِهِ نَفْسُهُ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَّلَا مَكْرُوهٍ. وَإِنْ خِيفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمُورِ، كُرِهَ مَدْحُهُ فِي وَجْهِهِ كَرَاهَةً شَدِيدَةً، وَعَلٰى هٰذَا التَّفْصِيلِ تُنَزَّلُ الْأَحَادِيثُ الْمُخْتَلِفَةُ فِي ذٰلِكَ. وَمِمَّا جَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ قَوْلُهُ ﷺ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ». أَيْ: مِنَ الَّذِينَ يُدْعَوْنَ مِنْ جَمِيعِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُولِهَا،

علماء نے کہا ہے: ان احادیث میں جمع وتطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اگر ممدوح شخص (جس کی تعریف کی جارہی ہو) ایمان ویقین میں کامل ہو اور اسے ریاضت نفس اور کامل معرفت بھی حاصل ہو، جس کی وجہ سے اس تعریف سے اس کے فتنے میں مبتلا یا فریب نفس کا شکار ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور نہ اس پر اس کا نفس ہی خوش ہو، تو یہ حرام ہے نہ مکروہ۔ اور اگر اس کی بابت ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اسی تفصیل پر اس بارے میں وارد مختلف احادیث کو محمول کیا جائے گا۔ اور جو احادیث جواز کے بارے میں ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''مجھے امید ہے کہ تو بھی ان ہی میں سے ہو گا۔'' یعنی ان لوگوں میں سے جن کو جنت میں داخلے کے وقت جنت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، حدیث: 3666)

وَفِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ: «لَسْتَ مِنْهُمْ»، أَيْ: لَسْتَ مِنَ الَّذِينَ يُسْبِلُونَ أُزُرَهُمْ خُيَلَاءَ. وَقَالَ

اور دوسری حدیث ہے جس میں آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تو ان میں سے نہیں ہے۔'' یعنی ان لوگوں میں

ﷺ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «ما رَآكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًا إِلَّا سَلَكَ فَجًا غَيْرَ فَجّكَ».

سے نہیں جو اپنی شلواروں کو تکبر کے طور پر (ٹخنوں سے نیچے) لٹکاتے ہیں۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، حديث:3660) نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان جس راستے پر تجھ کو چلتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کر لیتا ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث:3683)

وَالْأَحَادِيثُ فِي الْإِبَاحَةِ كَثِيرَةٌ، وَقَدْ ذَكَرْتُ جُمْلَةً مِّنْ أَطْرَافِهَا فِي كِتَابِ: «الْأَذْكَارِ».

اور جواز میں کثرت سے حدیثیں ہیں، جن میں سے کچھ حدیثیں میں نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں ذکر کی ہیں۔

[٣٦١] بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوجِ مِنْ بَلَدٍ وَقَعَ فِيهَا الْوَبَاءُ فِرَارًا مِّنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُومِ عَلَيْهِ

باب: 361- جس شہر میں وبا پھیل جائے، اس سے فرار کے طور پر نکلنے اور باہر سے اس شہر میں آنے کی کراہت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ [النساء: ٧٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم جہاں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [الْبَقَرة: ١٩٥].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

فائدہ آیات: امام نووی رحمہ اللہ نے پہلی آیت سے وبا والے شہر سے فرار ہونے کی ممانعت پر استدلال کیا ہے کیونکہ انسان آخر فرار ہو کر کہاں جائے گا۔ موت تو ہر جگہ آ جائے گی، پھر اپنا شہر چھوڑ کر بھاگنے کا کیا فائدہ؟ دوسری آیت سے باب کے دوسرے جز پر استدلال کیا ہے کہ جب تک کسی شہر میں کوئی وبائی مرض عام ہے تو جو لوگ وہاں کے رہنے والے نہیں ہیں وہ اس دوران میں اس میں جانے سے اجتناب کریں، وہاں جا کر اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان نہ کریں۔ احادیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے جو امام صاحب نے باب اور آیات سے ثابت فرمائی ہے۔

[١٧٩١] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ - أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ - فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ

[1791] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے، یہاں تک کہ جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کو اجناد (شام کے شہروں) کے قائدین حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور

[1791] صحيح البخاري، الطب، باب ما يذكر في الطاعون، حديث:5729، وصحيح مسلم، السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، حديث:2219.

الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ لِي عُمَرُ: أُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلَا نَرٰى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا نَرٰى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ. فَقَالَ: إِرْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: أُدْعُ لِيَ الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ. فَقَالَ: إِرْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: أُدْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَّشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِّنْ مُّهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلَانِ، فَقَالُوا: نَرٰى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ، وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَنَادٰى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصْبِحٌ عَلٰى ظَهْرٍ، فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! - وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ - نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلٰى قَدَرِ اللهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ، فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ، وَالْأُخْرٰى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي مِنْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِّنْهُ**». فَحَمِدَ اللهَ تَعَالٰى

ان کے ساتھی ملے۔ انھوں نے آپ کو بتلایا کہ ملک شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس مہاجرین اولین کو بلا کر لاؤ‘ چنانچہ میں ان کو بلا کر لایا۔ آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا اور ان کو بتلایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ ان کے درمیان (اس مسئلے میں) اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا: آپ ایک مقصد کے لیے نکلے ہیں اور ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اس سے (اسے پورا کیے بغیر واپس) نہ لوٹیں۔ اور بعض نے کہا: آپ کے پاس بچے کھچے لوگ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں‘ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو اس وبا کے سامنے نہ لے جائیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس انصار کو بلا لاؤ۔ میں نے ان کو بلایا۔ چنانچہ آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا۔ تو وہ بھی مہاجرین کے راستے پر چلے اور ان ہی کی طرح ان میں بھی باہم اختلاف ہوا تو آپ نے فرمایا: جاؤ‘ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس یہاں موجود قریش کے ان سن رسیدہ لوگوں کو بلا کر لاؤ جنھوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی‘ چنانچہ میں ان کو بلا لایا تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا اور سب نے (متفقہ طور پر) کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ہمراہ لوٹ جائیں اور انھیں اس وبا کے سامنے پیش نہ کریں‘ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کرادی کہ میں صبح کو (واپسی کے لیے) سوار ہوں گا‘ لہٰذا تم بھی صبح اس کی تیاری کرلو۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کاش! یہ بات آپ کے علاوہ کوئی اور کہتا‘ اور حضرت عمر ان سے اختلاف کو ناپسند کرتے تھے‘ ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے

عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَانْصَرَفَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بھلا یہ بتلاؤ' اگر تمھارے پاس اونٹ ہوں اور وہ ایسی وادی میں اتریں جس کے دو کنارے ہوں: ایک ان میں سے شاداب ہو اور دوسرا بنجر۔ کیا یہ بات نہیں کہ اگر آپ انھیں شاداب حصے میں چرائیں گے' تب بھی اللہ کی تقدیر ہی سے چرائیں گے اور اگر بنجر حصے میں چرائیں گے' تب بھی اللہ کی تقدیر ہی سے چرائیں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آگئے جو اپنے کسی کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے مشورے میں شامل نہیں تھے۔ انھوں نے فرمایا: میرے پاس اس معاملے کی بابت علم ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم سنو کہ کسی جگہ کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ۔ اور جب کسی ایسی جگہ وبا پھیلے جہاں تم موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے لیے وہاں سے مت نکلو۔'' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور واپس ہو گئے۔ (بخاری ومسلم)

وَ[الْعُدْوَةُ]: جَانِبُ الْوَادِي.

اَلْعُدْوَۃُ: وادی کا کنارہ۔

فوائد و مسائل: ① اجناد سے مراد شام کے پانچ شہر ہیں: فلسطین' اردن' دمشق' حمص اور قنسرین۔ (ابن علان) ② طاعون ایک وبائی مرض ہے جس کا شکار بالعموم موت سے نہیں بچتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد اس بنا پر کی کہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا اجتہاد حدیث رسول ﷺ کے مطابق ہوا۔ اس اجتہاد سے قبل انصار اور مہاجر صحابہ کے ایک ایک گروہ نے جو رائے دی تھی' وہ بھی اپنے اپنے طور پر کسی نہ کسی شرعی اصل پر مبنی تھی۔ جنھوں نے عدم رجوع کی رائے دی تھی انھوں نے توکل اور تسلیم و رضا کو سامنے رکھا تھا اور دوسرے گروہ نے عذر و احتیاط کے اختیار کرنے اور ایسے اسباب سے اجتناب کرنے کو ترجیح دی تھی جن سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ یہ عذر و احتیاط اگرچہ تقدیر الٰہی کو ٹال نہیں سکتی' تاہم انسانوں کو ظاہری اسباب کے مطابق اسے ہی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی بنیاد بھی یہی اصل تھی جس کی تائید بعد میں حدیث رسول سے ہو گئی۔ ③ بہرحال اس حدیث سے باب کا وہ مضمون ثابت ہو گیا جو امام نووی رحمہ اللہ کا مقصد تھا۔ اس سے قیاس صحیح کی مشروعیت' مشاورت کا استحباب اور امام کے لیے شوریٰ کی رائے کا عدم لزوم وغیرہ کا اثبات ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں امام کو چاہیے کہ وہ رعایا کی حفاظت کا اپنے طور پر پورا اہتمام کرے۔

[١٧٩٢] وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُونَ بِأَرْضٍ، فَلَا تَدْخُلُوهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ، وَأَنْتُمْ فِيهَا، فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1792] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی علاقے میں طاعون پھیلنے کی بابت سنو تو وہاں مت جاؤ' اور جب وہ کسی جگہ پھیل جائے جب کہ تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔'' (بخاری ومسلم)

[٣٦٢] بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَحْرِيمِ السِّحْرِ

باب:362- جادو (کرنے اور سیکھنے) کی شدید حرمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَـٰنُ وَلَـٰكِنَّ ٱلشَّيَـٰطِينَ كَفَرُوا۟ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾ الآيَة [اَلْبَقَرَة: ١٠٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور حضرت سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔''

فائدۂ آیت: اس آیت میں جادو سکھانے کو کفر سے تعبیر کیا جس سے اس کی شدید حرمت واضح ہے اور اگر کوئی اس کی حلت کا قائل ہوتے ہوئے سیکھے یا کرے تو وہ کافر قرار پائے گا' اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ جادوگر یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایسا کام کرنے پر قادر ہے جس کو کوئی اور نہیں کر سکتا' درآں حالیکہ یہ اللہ کی صفت ہے' یہ گویا شرک کے قبیل سے ہے' اس لیے اسلام میں اس کا سیکھنا اور کرنا دونوں سخت حرام ہیں۔

[١٧٩٣] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ» قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1793] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاک کرنے والی چیزوں (گناہوں) سے بچو۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' کسی جان کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی کے موقع پر پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ روایت اس سے قبل بابُ تحریمِ أموالِ الیتیم، رقم:1616 میں گزر چکی ہے۔ یہ تمام امور حرام ہیں' انھی

[1792] صحيح البخاري، الطب، باب ما يذكر في الطاعون، حديث:5728، وصحيح مسلم، السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، حديث:2218.

[1793] صحيح البخاري، الوصايا، باب قول الله تعالى: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى......﴾، حديث:2766، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث:89.

میں جادو کا سیکھنا' سکھانا اور کرنا ہے اور یہاں اس کے اثبات کے لیے یہ حدیث امام صاحب لائے ہیں۔

[٣٦٣] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافَرَةِ بِالْمُصْحَفِ إِلَى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيفَ وُقُوعُهُ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ

باب:363- کافروں کے علاقوں میں قرآن کریم کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت' جبکہ اس کا دشمن کے ہاتھوں میں جانے کا اندیشہ ہو

[١٧٩٤] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1794] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ قرآن کریم کے ساتھ دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دشمن قرآن کریم کی اہانت نہ کر سکیں۔ جہاں اس قسم کا اندیشہ نہ ہو' وہاں قرآن کریم لے جانے کی اجازت ہوگی' جیسے آج کل ممالک کفار ہیں' وہاں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان بھی رہتے ہیں اور وہاں ان کو قرآن کریم سمیت اپنا دینی لٹریچر بھی ساتھ لے جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا ادب کرنا چاہیے اور اسے عام کتابوں کی طرح استعمال نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور مناسب جگہ پر رکھ کر اس کی تلاوت کرنی چاہیے۔

[٣٦٤] بَابُ تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَإِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوهِ الْاسْتِعْمَالِ

باب:364- کھانے پینے' طہارت اور دیگر استعمال کی صورتوں میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کا بیان

[١٧٩٥] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1795] حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے' وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

[1794] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب كراهية السفر بالمصاحف إلى أرض العدو، حديث: 2990، وصحيح مسلم، الإمارة، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار……، حديث: 1869.

[1795] صحيح البخاري، الأشربة، باب آنية الفضة، حديث: 5634، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة……، حديث: 2065.

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «إِنَّ الَّذِي يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''بے شک وہ شخص جو سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے (وہ جہنم کی آگ پیٹ میں بھرتا ہے)۔''

فائدہ: جب انسان مسلسل تیزی سے پانی پیتا ہے تو اس وقت پینے کی جو گڑ گڑاہٹ (آواز) ہوتی ہے اس کو جَرْجَرہ کہا جاتا ہے۔ مطلب جہنم کی آگ سے پیٹ کو بھرنا ہے۔

[١٧٩٦] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَالشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: «هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1796] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا ہے ریشم اور دیباج کے استعمال سے اور سونے چاندی کے برتن میں پینے سے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دنیا میں ان کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں تمھارے لیے ہوں گے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا».

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم ریشم اور دیباج مت پہنو نہ سونے چاندی کے برتن میں پیو اور نہ ان کے پیالوں میں کھاؤ۔''

فائدہ: دیباج بھی ریشم ہی کی ایک قسم ہے، بعض کے نزدیک موٹا ریشم دیباج ہے اور بعض کے نزدیک دیباج وہ کپڑا ہے جس کا تانا بانا ریشم کا ہو باقی سوت کا۔ صحاف، صَحْفَةٌ کی جمع ہے، صَحْفَةٌ کھانے کا ایسا برتن جس میں پانچ آدمی سیر ہو جائیں۔

[١٧٩٧] وَعَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عِنْدَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَجُوسِ، فَجِيءَ بِفَالُوذَجٍ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ، فَلَمْ يَأْكُلْهُ، فَقِيلَ لَهُ: حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهُ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ خَلَنْجٍ، وَجِيءَ بِهِ فَأَكَلَهُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[1797] حضرت انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجوس کے چند افراد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس عرصے میں چاندی کے ایک برتن میں فالودہ (یا مٹھائی کی کوئی قسم) لایا گیا، چنانچہ آپ نے اسے نہیں کھایا۔ ان سے کہا گیا: اسے دوسرے برتن میں ڈلوا لیں تو انھوں نے اسے لکڑی کے برتن میں ڈلوایا اور پھر آپ

[1796] صحيح البخاري، الأشربة، باب الشرب في آنية الذهب، حديث:5632، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب......، حديث:2067.

[1797] السنن الكبرٰى للبيهقي، الطهارة، باب المنع من الأكل في صحاف الذهب والفضة: 28/1.

کے پاس لایا گیا اور آپ نے اسے کھا لیا۔'' (اسے امام بیہقی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[اَلْخَلَنْجُ]: اَلْجَفْنَةُ. اَلْخَلَنْجُ: جَفْنَةٌ، یعنی لکڑی کا پیالہ جو صَحْفَةٌ سے بڑا ہوتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ احادیث سے واضح ہے کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا یا ان کو کسی اور استعمال میں لانا حرام ہے کیونکہ اس میں کبر و غرور پایا جاتا ہے۔ اسی طرح تزئین و آرائش کے لیے بھی ان کا استعمال صحیح نہیں' البتہ صرف عورتوں کے لیے بطور زیور ان کا استعمال جائز ہے کیونکہ احادیث سے یہ استثنا ثابت ہے تاہم بعض علماء کے نزدیک ان احادیث میں ضعف پایا جاتا ہے' اس لیے وہ عورتوں کے لیے بطور زیورات بھی ان کا استعمال جائز نہیں سمجھتے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے آداب الزفاف میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے' بہرحال دوسرے علماء ان کے اس موقف سے متفق نہیں۔ ② ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام ہے' اسی طرح ریشم سے ملتے جلتے لباس جو عورتوں کے لیے مخصوص ہوں' وہ بھی عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے حرام ہوں گے۔ اس کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ریشمی لباس میں جو نرمی اور نزاکت پائی جاتی ہے' وہ مردانگی کے منافی ہے۔ ③ ان چیزوں کی حرمت سے اسلام کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کھانے پینے اور آرائش و پوشاک وغیرہ میں سادگی کو پسند اور ترفہ اور کافروں سے مشابہت کو ناپسند کرتا ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں اسلام کی اس سادگی کے مقابلے میں کافروں کی مشابہت و نقالی میں ترفہ' تکلف اور تصنع کو معیار زندگی قرار دے لیا گیا ہے اور ہر شخص جائز و ناجائز طریقے سے اس کے حصول میں شب و روز کوشاں ہے۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

راویٔ حدیث: [حضرت انس بن سیرین رحمہ اللہ] یہ موالی انصار میں سے ہیں۔ حضرت عثمان کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور سیرین کے بیٹوں میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ زید بن ثابت وغیرہ سے ملے۔ ابن عباس' خباب بن عبداللہ' ابن عمر' ابن مسروق اور ایک جماعت سے روایات بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری' مسلم' ابوداود' نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے ان کی روایات بیان کی ہیں۔ ابن معین نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ 118 یا 120 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٣٦٥] بَابُ تَحْرِيمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْبًا مُزَعْفَرًا

باب:365- مرد کے لیے زعفرانی رنگ کا لباس پہننے کی حرمت کا بیان

[١٧٩٨] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1798] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1798] صحيح البخاري، اللباس، باب النهي عن التزعفر للرجال، حديث:5846، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب نهي الرجل عن التزعفر، حديث:2101.

فائدہ: زعفران مشہور بوٹی ہے' اس سے رنگا ہوا کپڑا زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

[١٧٩٩] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : رَأَى النَّبِيُّ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ : «أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهٰذَا؟» قُلْتُ : أَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ : «بَلْ أَحْرِقْهُمَا» .

[1799] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا: ''کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ میں انھیں دھو ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ ان کو جلا دے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ ، فَقَالَ : «إِنَّ هٰذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ایک اور روایت میں ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کافروں کا لباس ہے' لہٰذا تو اسے مت پہن۔'' (مسلم)

فائدہ: عصفر بھی ایک بوٹی ہے جو زعفران کی طرح زرد رنگ ہی دیتی ہے۔ اس کی حرمت کی وجہ بھی علماء نے یہی بیان کی ہے کہ ایک تو یہ رنگ عورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے کافر بھی اس رنگ کا لباس پہنتے ہیں۔ ان دونوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے۔

[٣٦٦] بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

باب: 366- کسی دن' رات تک خاموش رہنے کی ممانعت کا بیان

[١٨٠٠] عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ : «لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ .

[1800] حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد ہے: ''بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں اور کسی دن رات تک خاموش رہنے کی کوئی حیثیت نہیں۔'' (اسے ابوداود نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔)

قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِي تَفْسِيرِ هٰذَا الْحَدِيثِ : كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ ، فَنُهُوا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ ، وَأُمِرُوا بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيثِ بِالْخَيْرِ .

امام خطابی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کی عبادات میں خاموش رہنا بھی تھا چنانچہ اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ (خاموشی کی بجائے) اللہ کا ذکر اور بھلائی کی بات کرو۔

[١٨٠١] وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ ، قَالَ :

[1801] حضرت قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ

[1799] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، حديث: 2077.

[1800] سنن أبي داود، الوصايا، باب ما جاء متى ينقطع اليتم، حديث: 2873.

[1801] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية، حديث: 3834.

دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى امْرَأَةٍ مِّنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ، فَرَآهَا لَا تَتَكَلَّمُ. فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، فَقَالَ لَهَا: تَكَلَّمِي فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَتَكَلَّمَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ احمس قبیلے کی ایک عورت کے پاس تشریف لائے جس کو زینب کہا جاتا تھا۔ انھوں نے اسے دیکھا کہ وہ بولتی نہیں ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: اسے کیا ہے؟ یہ گفتگو کیوں نہیں کرتی؟ انھوں نے بتلایا: اس نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: بات چیت کر' اس لیے کہ یہ خاموشی جائز نہیں' یہ جاہلیت کا عمل ہے' چنانچہ اس نے بولنا چالنا شروع کر دیا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① مذکورہ احادیث سے واضح ہوا کہ یتیمی' بلوغت تک رہتی ہے۔ بالغ ہونے کے بعد بچہ یتیم متصور نہیں ہوگا۔ اور بلوغت کا معیار احتلام ہے' اس کی کوئی متعین عمر نہیں ہے کیونکہ مختلف ملکوں کی الگ الگ آب و ہوا کے اعتبار سے عمروں میں فرق ہو سکتا ہے' اس لیے بلوغت کے لیے احتلام کو شرط قرار دیا ہے۔ احتلام' خواب میں منی کے نکلنے کو کہتے ہیں۔ ② زمانۂ جاہلیت میں خاموش رہنے کو بھی عبادت اور تقرب کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اسلام میں اس قسم کے تقشّف اور تکلف کی اجازت نہیں ہے' اس لیے اس سے بھی منع کر دیا گیا اور تاکید کی گئی کہ خاموش رہنے کی بجائے کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور بھلائی کی باتیں کرو۔ البتہ فحش گوئی' جھوٹ' چغلی اور غیبت وغیرہ کے مقابلے میں خاموش رہنا بہتر ہے۔

[٣٦٧] بَابُ تَحْرِيمِ انْتِسَابِ الْإِنْسَانِ إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ وَتَوَلِّيهِ إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيهِ

باب: 367- انسان کا اپنے باپ یا اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہونے کی حرمت کا بیان

[١٨٠٢] عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1802] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے' تو اس پر جنت حرام ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[١٨٠٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ

[1803] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم

[1802] صحيح البخاري، الفرائض، باب من ادعٰى إلى غير أبيه، حديث: 6766، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، حديث: 63.

[1803] صحيح البخاري، الفرائض، باب من ادعٰى إلى غير أبيه، حديث: 6768، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، حديث: 62.

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ، فَهُوَ كُفْرٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو' چنانچہ جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو یہ کفر ہے۔''

(بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اعراض کا مفہوم بھی وہی ہے جو اس سے ماقبل کی حدیث کے لفظ اِدَّعٰی کا تھا' یعنی اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو غلط طور پر باپ ظاہر کرنا۔ اگر وہ اس کی حرمت کو جانتے ہوئے اس سے اعراض کرے گا تو یہ کفر ہے اور اگر وہ محض دنیوی مفادات کے لالچ میں ایسا کرتا ہے' اس کی حرمت سے اعراض کرتے ہوئے نہیں' تو یہ کبیرہ گناہ ہو گا جس کا مرتکب ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا' البتہ سزا بھگتنے کے بعد جا سکے گا۔ ② اس کو اتنا بڑا جرم اس لیے قرار دیا گیا ہے تا کہ نسب محفوظ رہے کیونکہ نسبی حفاظت ہی والدین کی خدمت و اطاعت کا باعث ہے' اگر نسب ہی محفوظ نہ رہے تو اولاد حق اُبُوّت کس طرح ادا کرے گی۔

[١٨٠٤] وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيكِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَا وَاللهِ! مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللهِ، وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ، فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيهَا، أَسْنَانُ الْإِبِلِ، وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ، وَفِيهَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوٰى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا، وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا

[1804] حضرت یزید بن شریک بن طارق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا' چنانچہ میں نے ان سے سنا' وہ فرماتے تھے: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی اور کتاب نہیں جسے ہم پڑھتے ہوں' سوائے اللہ کی کتاب کے اور ان احکام کے جو اس صحیفے میں ہیں۔ پھر آپ نے اس صحیفے کو کھولا تو اس میں (دیت کے) اونٹوں کی عمریں اور کچھ زخموں کے (دیت سے متعلق) احکام تھے۔ اور اس صحیفے میں یہ بھی تھا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ عَیر سے ثور تک حرم ہے۔ جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دیا تو اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی فرضی عبادت قبول کرے گا نہ نفلی۔ مسلمانوں کا عہد ایک ہے جس کے ساتھ ان کا ایک ادنیٰ آدمی کوشش کرتا ہے۔ جس نے کسی مسلمان کے عہد کو توڑ دیا تو اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی فرضی عبادت قبول کرے گا نہ نفلی۔ اور جس نے اپنے باپ

[1804] صحيح البخاري، الفرائض، باب إثم من تبرأ من مواليه، حديث: 6755، وصحيح مسلم، الحج، باب فضل المدينة......، حديث: 1370.

يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے علاوہ کسی اور کی طرف یا اپنے آقا کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی فرضی عبادت قبول کرے گا نہ نفلی۔'' (بخاری ومسلم)

[ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ]، أَيْ: عَهْدُهُمْ وَأَمَانَتُهُمْ. وَ[أَخْفَرَهُ]: نَقَضَ عَهْدَهُ. وَ[الصَّرْفُ]: اَلتَّوْبَةُ، وَقِيلَ: اَلْحِيلَةُ. وَ[الْعَدْلُ]: اَلْفِدَاءُ.

ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ: ان کا عہد اوران کا امان دینا۔ أَخْفَرَہ: اس نے عہد توڑ دیا۔ اَلصَّرْفُ: توبہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ''حیلہ'' ہیں۔ اَلْعَدْلُ: عدل، معاوضہ اور فدیہ۔

فوائد ومسائل: ① عَیْر اور ثَور دونوں مدینے کے پہاڑ ہیں۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان کے علاقے کو حرم قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ حرم مکہ کی طرح یہاں بھی کسی جانور کا شکار نہیں کیا جا سکتا، درخت نہیں کاٹا جا سکتا اور نہ اس علاقے میں کوئی مشرک اور کافر داخل ہو سکتا ہے۔ ② صرف اور عدل کے کئی معنی کیے گئے ہیں، سب سے زیادہ مشہور معنی وہ ہیں جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیے ہیں، یعنی فرضی اور نفلی عبادت۔ دوسرے معنی وہ ہیں جو فاضل مصنف امام نووی رحمہ اللہ نے آخر میں بیان کیے ہیں، توبہ اور معاوضہ وفدیہ، یعنی قیامت والے دن ایسے لوگوں کی معذرت قبول ہوگی نہ معاوضہ قبول ہوگا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث میں مذکور تینوں کام کتنے شدید نوعیت کے ہیں۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں کیا گیا نافرمانی کا کام، دوسری جگہوں کے مقابلے میں زیادہ بڑا جرم ہے۔ ④ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت جو مشہور کر دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں کوئی خاص احکام دیے تھے جو آپ نے ان کے سوا کسی کو نہیں بتائے، بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے، جیسے صوفیاء کے حلقے میں خرقۂ خلافت وغیرہ کے بارے میں اور شیعی فرقوں میں وَصِیّ رسول ہونے کی بابت دعوے کیے جاتے ہیں، یہ سب من گھڑت اور اتہام ہے۔ نبوت کا مطلب ابلاغ عام ہے نہ کہ ابلاغ خاص۔ بعض باتوں کو بعض لوگوں تک مخصوص رکھنا تو نبوت ہی کے منافی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت یزید بن شریک بن طارق رحمہ اللہ] یزید بن شریک بن طارق تیمی، کوفی ہیں، تابعی ہیں، ثقہ ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے زمانۂ جاہلیت بھی پایا ہے۔ کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔ خاصی لمبی عمر پائی ہے۔ ان سے ایک جماعت نے روایات بیان کی ہیں۔

[١٨٠٥] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَيْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا، وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا

[1805] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے بھی جانتے بوجھتے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ اور جس نے

[1805] صحيح البخاري، المناقب، باب:5، حديث:3508، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر!، حديث:61.

رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ! وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ.

ایسی چیز (کی ملکیت) کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا کہا: اے اللہ کے دشمن! درآں حالیکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ الزام اسی پر لوٹ آئے گا۔'' (بخاری ومسلم۔ اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں۔)

فائدہ: حدیث میں مذکور تمام باتیں سخت کبیرہ گناہ ہیں' ان کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ ہر مسلمان کو ان کاموں سے بچ کر رہنا چاہیے۔ یہ اتنے بڑے جرم ہیں کہ ان کے ارتکاب سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا.

[٣٦٨] بَابُ التَّحْذِيرِ مِنَ ارْتِكَابِ مَا نَهَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ رَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

باب:368- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منع کردہ باتوں کے ارتکاب سے ڈرانے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [اَلنُّور: ٦٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' انھیں اس بات سے ڈر جانا چاہیے کہ ان پر کوئی بڑی آفت آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب پہنچے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾ [آل عمران: ٣٠].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾ [اَلْبُرُوج: ١٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ [هود: ١٠٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اسی طرح ہے تیرے رب کی گرفت جب وہ بستیوں (والوں) کو پکڑتا ہے جب کہ وہ ظلم کا ارتکاب کرتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے۔''

[١٨٠٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ

[1806] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔ اور

[1806] صحيح البخاري، النكاح، باب الغيرة، حديث:5223، وصحيح مسلم، التوبة، باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش، حديث:2761.

يَأْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جو اللہ نے اس کے لیے حرام کیا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: ''غیرت آتی ہے'' اس کی غیرت مخلوق کی سی غیرت نہیں بلکہ جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہاں اس کی غیرت سے مراد اس کا غضب ناک ہونا ہے یعنی محرمات وفواحش کا ارتکاب جن سے اس نے بندوں کو منع کیا ہے اس کے غضب وعتاب کا باعث ہے۔ اس لیے غضب الٰہی کو دعوت دینے والے کاموں سے اجتناب ضروری ہے۔

[٣٦٩] بَابُ مَا يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْهُ

باب: 369- جو شخص حرام کردہ چیز کا ارتکاب کر لے تو اسے کیا کہنا اور کرنا چاہیے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ﴾ [فُصِّلَت: ٣٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اگر تمھیں شیطان کی چھیڑ چھاڑ (اللہ کی نافرمانی پر) ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا۟ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ [الأعراف: ٢٠١].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے وسوسہ پہنچتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور وہ (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا۟ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا۟ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُو۟لَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٥، ١٣٦].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں تو (فوراً) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ اور اپنے کیے پر وہ اصرار نہیں کرتے جب کہ وہ جانتے ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور (نیک) کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [النّور: ٣١].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

فائدۂ آیات: ان آیات سے واضح ہے کہ ایک مسلمان سے اگر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب ہو جائے تو اس کا شیوہ اس

پر اصرار کرنا نہیں ہے' بلکہ اس سے وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور اللہ سے معافی کا طلب گار رہتا ہے۔

[١٨٠٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى! فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1807] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے قسم اٹھائی اور اپنی قسم میں کہا: لات وعزیٰ کی قسم! تو اس کو چاہیے کہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ لے۔ اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا: آ؛ جوا کھیلیں' تو اسے چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① لات اور عزیٰ مشرکین عرب کے بت تھے۔ ان کی یا کسی اور بت کی یا کسی بھی غیر اللہ کی قسم کھانا کفر وشرک ہے۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھا لے تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر ایمان کی تجدید کر لے۔ ② اسی طرح کسی اور گناہ کا ارتکاب کر لے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ کرے اور حسب توفیق صدقہ وخیرات کا اہتمام کرے' اس لیے کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

[1807] صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿أفرأیتم اللّات والعزّٰی﴾، حدیث:4860، وصحیح مسلم، الأیمان، باب من حلف باللات والعزّٰی......، حدیث:1647.

١٨ - كِتَابُ الْمَنْثُورَاتِ وَالْمُلَحِ

متفرق حدیثوں اور دلچسپ اخبار وواقعات کا بیان

[٣٧٠] بَابُ أَحَادِيثِ الدَّجَّالِ وَأَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَغَيْرِهَا

باب: 370- دجال سے متعلق احادیث اور علامات قیامت وغیرہ کا بیان

[١٨٠٨] عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ، حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ، عَرَفَ ذٰلِكَ فِينَا، فَقَالَ: «مَا شَأْنُكُمْ؟» قُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ! ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ، حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ: «**غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ؛ إِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ؛ وَإِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ**

[1808] حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح دجال کا ذکر فرمایا۔ پس اس کے فتنے کو حقیر اور بڑا خطرناک کر کے بیان کیا (یا آواز کو بلند اور پست کیا) یہاں تک کہ ہم نے اس کی بابت گمان کیا کہ وہ یہاں کھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔ چنانچہ جب ہم (بعد میں) رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تو آپ نے ہمارے اندر موجود اضطراب کو پہچان لیا اور دریافت فرمایا: "تمھارا کیا حال ہے؟" ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے صبح دجال کا ذکر فرمایا اور اسے حقیر اور خطرناک کر کے بیان فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے اس کی بابت گمان کیا کہ وہ یہاں کھجوروں کے جھنڈ میں ہی

[1808] صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجّال، حدیث: 2937.

نَفْسِهِ، وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ، عَيْنُهُ طَافِيَةٌ، كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ؛ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِينًا وَّعَاثَ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللهِ! فَاثْبُتُوا» قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا لُبْثُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: «أَرْبَعُونَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ» قُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ! فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: «لَا، اُقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ» قُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: «كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ، فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ، فَيَدْعُوهُمْ، فَيُؤْمِنُونَ بِهِ، وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ، وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى، وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا، وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ، فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ، فَيُقْبِلُ، وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ تَعَالَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ﷺ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ، قَطَرَ، وَإِذَا

موجود ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دجال کے علاوہ اور چیزوں سے مجھے تمھاری بابت زیادہ شدید اندیشہ ہے' اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو تمھاری جگہ میں خود اس سے نمٹ لوں گا۔ اور اگر میری زندگی کے بعد نکلا تو ہر آدمی خود اپنے نفس کا دفاع کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا جانشین ہے (میری بجائے اللہ نگران ہے۔) وہ دجال نوجوان اور گھنگھریالے بالوں والا ہوگا۔ اس کی ایک آنکھ (انگور کی طرح) ابھری ہوئی ہوگی۔ گویا کہ میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اسے پالے' اسے چاہیے کہ وہ اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ وہ شام اور عراق کے درمیانی راستے پر ظاہر ہوگا اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! (اس وقت) ثابت قدم رہنا۔'' ہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! اس کا زمین میں کتنا قیام ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چالیس دن۔ ایک دن ایک سال کے برابر' ایک دن ایک مہینے کے برابر اور ایک دن جمعے کے برابر ہوگا اور اس کے باقی دن تمھارے دنوں کی طرح ہوں گے۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو سال کے برابر ہوگا' کیا اس میں ہمیں ایک دن کی (پانچ) نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔ تم اس کا اندازہ کر کر کے پڑھنا۔'' ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! زمین میں اس کی تیز رفتاری کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بارش کی طرح' جس کو ہوا پیچھے کی طرف سے دھکیل رہی ہو۔ (یہ کنایہ ہے تیزی کے ساتھ فساد پھیلانے سے۔) وہ لوگوں کے پاس آئے گا اور انھیں دعوت دے گا۔ چنانچہ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کے حکم کو مانیں گے۔ پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اگائے گی۔ چنانچہ ان کے چرنے والے جانور جب شام کو ان کے پاس لوٹیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے

رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ. فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي إِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسٰى ﷺ قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ، وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ تَعَالٰى إِلٰى عِيسٰى ﷺ إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ. وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةً مَّاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى ﷺ وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى ﷺ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ - إِلَى اللهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى ﷺ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ - إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى ﷺ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ - إِلَى اللهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالٰى طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ، فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَطَرًا لَا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ:

کہیں زیادہ لمبے ہوں گے' ان کے تھن کامل طور پر بھرے ہوں گے اور ان کی کوکھیں زیادہ کشادہ ہوں گی۔ پھر وہ کچھ اور لوگوں کے پاس آئے گا اور انھیں اپنے ماننے کی دعوت دے گا۔ وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے۔ پس وہ ان سے لوٹے گا تو وہ قحط سالی کا شکار ہو جائیں گے۔ ان کے مالوں (ڈنگروں) میں سے ان کے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اور وہ کسی ویرانے سے گزرے گا تو اسے کہے گا: اپنے خزانے نکال دے۔ تو اس زمین کے خزانے شہد کی سردار مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔ پھر وہ ایک بھرپور جوان کو بلائے گا اور اس پر تلوار سے وار کرے گا' جو اسے دو ٹکڑے کر دے گا' جیسے نشانے پر تیر مارا جاتا ہے۔ پھر اسے بلائے گا تو وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہو گا۔ پس دجال اسی حالت میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم ﷺ کو زمین میں بھیج دے گا۔ چنانچہ وہ آسمان سے دمشق کی مشرقی جانب سفید مینار پر زرد رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے' اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں (بازوؤں) پر رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے گریں گے اور جب اپنا سر اٹھائیں گے تب بھی موتی کی طرح چاندی کی بوندیں گریں گی۔ جس کافر کو بھی آپ کے سانس کی بھاپ پہنچے گی وہ مر جائے گا۔ اور آپ کا سانس آپ کی حد نظر تک پہنچے گا۔ چنانچہ آپ دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اسے باب لد کے پاس پا لیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام ایسے لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ نے اس دجال کے فتنے سے محفوظ رکھا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور انھیں ان درجات کی خوش خبری دیں گے جو ان کو جنت میں ملیں گے۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا کہ میں نے اپنے کچھ بندے ایسے نکالے ہیں جن

أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى إِنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ تَعَالٰى رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ؛ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ چنانچہ تو میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر ان کی حفاظت فرما۔ اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے پستی کی طرف تیزی سے دوڑیں گے۔ ان کا پہلا ٹولہ بحیرۂ طبریہ سے گزرے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا۔ اور اس کا آخری ٹولہ وہاں سے گزرے گا تو وہ کہے گا کہ یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ (اس عرصے میں) اللہ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی گھرے ہوئے رہیں گے یہاں تک کہ ان میں ہر ایک کو بیل کی ایک سری تمھارے آج کے سو دینار سے بہتر معلوم ہوگی۔ پس اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی' اللہ ان سے راضی ہو' اللہ کی طرف متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا جس سے وہ دفعتاً ایک جان کی طرح مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم زمین پر اتریں گے' اور وہ زمین میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں پائیں گے جو ان کی (لاشوں کی) گندگی (سڑاند) اور سخت بدبو سے خالی ہو۔ لہٰذا اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم پھر اللہ کی طرف (دعا کے لیے) متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے بڑے پرندے بھیجے گا جیسے بختی اونٹوں کی گردنیں ہوتی ہیں۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ کو منظور ہوگا' وہاں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش نازل فرمائے گا جس سے کوئی گھر اور خیمہ محفوظ نہیں رہے گا (سب کو پہنچے گی۔) چنانچہ وہ ساری زمین کو دھو دے گی' حتی کہ اسے چکنی چٹان یا آئینے کی طرح صاف کر کے چھوڑے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اگا اور اپنی برکت پھیر لا۔ پس اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی۔ اور دودھ میں اتنی برکت ڈال دی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی

اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلے کو کافی ہو گی اور دودھ دینے والی ایک بکری لوگوں میں سے ایک گھرانے کو کافی ہو گی۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان مسلمانوں کو ان کی بغلوں کے نیچے سے لگے گی' پس وہ ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔ (اس کے بعد) صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اس زمین پر گدھوں کی طرح علانیہ لوگوں کے سامنے عورتوں سے جماع کریں گے۔ لہٰذا انھی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ: [خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ]: أَيْ: طَرِيقًا بَيْنَهُمَا. وَقَوْلُهُ: [عَاثَ]: بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، وَالْعَيْثُ: أَشَدُّ الْفَسَادِ. وَ[الذُّرٰى]: بِضَمِّ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ أَعَالِي الْأَسْنِمَةِ. وَهُوَ جَمْعُ ذِرْوَةٍ بِضَمِّ الذَّالِ وَكَسْرِهَا، وَ[الْيَعَاسِيبُ]: ذُكُورُ النَّحْلِ. وَ[جِزْلَتَيْنِ]، أَيْ: قِطْعَتَيْنِ. وَ[الْغَرَضُ]: اَلْهَدَفُ الَّذِي يُرْمٰى إِلَيْهِ بِالنُّشَّابِ، أَيْ: يَرْمِيهِ رَمْيَةً كَرَمْيِ النُّشَّابِ إِلَى الْهَدَفِ. وَ[الْمَهْرُودَةُ]: بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ: الثَّوْبُ الْمَصْبُوغُ. قَوْلُهُ: [لَا يَدَانِ]، أَيْ: لَا طَاقَةَ. وَ[النَّغَفُ]: دُودٌ. وَ[فَرْسٰى]: جَمْعُ فَرِيسٍ، وَهُوَ الْقَتِيلُ: وَ[الزَّلَقَةُ]: بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَبِالْقَافِ، وَرُوِيَ [اَلزُّلْفَةُ]: بِضَمِّ الزَّايِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَاءِ وَهِيَ الْمِرْآةُ. وَ[الْعِصَابَةُ]: اَلْجَمَاعَةُ. وَ[الرِّسْلُ]: بِكَسْرِ الرَّاءِ: اللَّبَنُ. وَ[اللِّقْحَةُ]: اَللَّبُونُ. وَ[الْفِئَامُ]: بِكَسْرِ الْفَاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَمْدُودَةٌ: اَلْجَمَاعَةُ.

خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، یعنی شام اور عراق کے درمیان والا راستہ۔ عَاثَ: ''عین'' اور ''ثا'' کے ساتھ، عَيْثٌ کے معنی ہیں: سخت ترین فساد۔ اَلذُّرٰی: ''ذال'' پر پیش۔ کوہانوں کی بلندی۔ یہ ذِرْوَةٌ کی جمع ہے' اس کی ''ذال'' پر زیر اور پیش دونوں جائز ہیں۔ يَعَاسِيبُ: شہد کی نرمکھیاں۔ جِزْلَتَيْنِ: دو ٹکڑے۔ اَلْغَرَضُ: وہ نشانہ جس کو تیر مارا جائے' یعنی اس کو اس طرح (تلوار) مارے گا جس طرح تیر کو نشانے پر مارتے ہیں۔ اَلْمَهْرُودَةُ: یہ ''دال'' اور ''ذال'' دونوں کے ساتھ جائز ہے۔ زرد رنگ کا کپڑا۔ لَا يَدَانِ: طاقت نہیں۔ اَلنَّغَفُ: کیڑا۔ فَرْسٰى: فَرِيسٌ کی جمع ہے' مقتول۔ اَلزَّلَقَةُ: ''زا''، ''لام اور ''قاف'' پر زبر (چکنی چٹان) اور یہ زُلْفَةٌ بھی مروی ہے: ''زا'' پر پیش، ''لام'' ساکن اور پھر ''فا''، آئینہ۔ اَلْعِصَابَةُ: جماعت۔ اَلرِّسْلُ: ''را'' کے نیچے زیر، دودھ۔ اَللِّقْحَةُ: دودھیل جانور۔ اَلْفِئَامُ: ''فا'' کے نیچے زیر، اس کے بعد ہمزۂ ممدودہ، جماعت۔ اَلْفَخِذُ مِنَ النَّاسِ: قبیلے سے کم جماعت' یعنی خاندان یا گھرانہ۔

وَ[الْفَخِذُ]: مِنَ النَّاسِ: دُونَ الْقَبِيلَةِ.

فائدہ: اس میں علامات قیامت' خروج دجال' نزول عیسیٰ ابن مریم' یاجوج وماجوج کا ظہور اور ان کے مابین ہونے والے اہم واقعات کا تذکرہ ہے' دجال کی فتنہ انگیزی' یاجوج وماجوج کی حشر سامانی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اور دعاؤں سے ان کے خاتمے کا بیان ہے۔

[١٨٠٩] وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ إِلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَقَالَ لَهُ أَبُو مَسْعُودٍ: حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فِي الدَّجَّالِ، قَالَ: «إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ، وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَّنَارًا؛ فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ، وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا، فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا، فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ». فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1809] حضرت ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: آپ نے رسول اللہ ﷺ سے دجال کی بابت جو سنا ہے وہ میرے سامنے بیان فرمائیں۔ انھوں نے بیان کیا (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) ''بے شک دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی۔لوگ جس کو پانی خیال کریں گے' وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جس کو لوگ آگ سمجھیں گے' وہ میٹھا' ٹھنڈا پانی ہوگا۔ چنانچہ تم میں سے جو شخص اس دجال کو پالے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس میں گرے جس کو وہ آگ خیال کرے' اس لیے کہ وہ میٹھا عمدہ پانی ہوگا۔'' تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بھی یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری ومسلم)

[١٨١٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللهُ تَعَالَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ﷺ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ

[1810] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں دجال نکلے گا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا' چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا' وہ اسے تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے۔ پھر لوگ سات سال تک اسی طرح رہیں گے کہ دو

[1809] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث:3450، وصحيح مسلم، الفتن، باب ذكر الدجّال، حديث:2934، 2935.

[1810] صحيح مسلم، الفتن، باب في خروج الدجّال ومكثه في الأرض...... حديث:2940.

بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتّٰى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهُ، فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ، وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فَيَقُولُ: أَلَا تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَقُولُونَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لِيتًا وَّرَفَعَ لِيتًا، وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهُ رَجُلٌ يَّلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ فَيُصْعَقُ وَيُصْعَقُ النَّاسُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ - أَوْ قَالَ: يُنْزِلُ اللهُ - مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِ الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ! وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَّسْؤُولُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ؛ فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا، وَذٰلِكَ يَوْمٌ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

شخصوں کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا' پس روئے زمین پر جو شخص بھی ایسا ہو گا کہ اس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہو گا' وہ ہوا اس کی روح قبض کر لے گی' حتیٰ کہ کوئی آدمی اگر پہاڑ کے درمیان میں بھی گھسا ہوا ہو گا تو ہوا وہاں پہنچے گی اور اس کی روح قبض کر لے گی۔ پھر بدترین لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جن میں (شرانگیزی اور قضائے شہوت کے اعتبار سے) پرندوں کی سی پھرتی (اور ایک دوسرے کے تعاقب اور خوں ریزی میں) خونخوار جانوروں کی سی درندگی ہو گی۔ وہ نہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی۔ چنانچہ شیطان ان کے پاس انسانی شکل بنا کر آئے گا اور کہے گا: کیا تم بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے: تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ وہ انھیں بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دے گا۔ (جس کی وہ تعمیل کریں گے۔) اس کے باوجود ان کو رزق کی فراوانی حاصل ہو گی اور ان کی زندگی آسائش و آرام سے گزر رہی ہو گی۔ پھر صور پھونکا جائے گا۔ جو بھی اس کی آواز سنے گا' اپنی گردن اس کی طرف جھکا لے گا اور پھر اوپر اٹھائے گا۔ اور سب سے پہلا شخص جو اس کی آواز سنے گا' وہ اپنے اونٹوں کے حوض کی لپائی (درستی) کر رہا ہو گا۔ پس وہ (صور کی آواز سنتے ہی) بے ہوش ہو جائے گا اور اس کے اردگرد کے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا یا (فرمایا:) نازل فرمائے گا' گویا کہ وہ شبنم ہے (پھوار کی شکل میں بارش ہو گی) جس سے انسانی جسم (نباتات کی طرح) اگ آئیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو۔ (فرشتوں کو حکم دیا جائے گا:) ان کو ٹھہراؤ' ان سے باز پرس ہو گی۔ پھر کہا جائے گا: ان میں سے جہنمیوں کو نکال لو۔

چنانچہ پوچھا جائے گا: کتنوں میں سے کتنے لوگ؟ ان کو بتلایا جائے گا: ہر ہزار میں سے نوسوننانوے۔ پس یہ دن وہ ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہی وہ دن ہے جب پنڈلی کھولی جائے گی۔'' (مسلم)

[اَللِّيتُ]: صَفْحَةُ الْعُنُقِ، وَمَعْنَاهُ: يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهِ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْأُخْرٰى.

اَللِّيتُ: گردن کا کنارہ۔ اور اس کے معنی ہیں کہ وہ گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اور اس کے دوسرے کنارے کو بلند کرے گا۔

فوائد و مسائل: ① اس میں پنڈلی کھولی جانے کا جو ذکر ہے' اس سے کیا مراد ہے؟ بعض نے اس سے قیامت کی سختیاں اور ہولناکیاں مراد لی ہیں لیکن ایک صحیح حدیث میں اس کی تفسیر اس طرح بیان ہوئی ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا (جس طرح کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو تمام مومن مرد اور عورتیں اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ البتہ وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دکھلاوے اور شہرت کے لیے سجدے کرتے تھے۔ وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی ریڑھ کی ہڈی کے منکے' تختے کی طرح ایک ہڈی بن جائیں گے جس کی وجہ سے ان کے لیے جھکنا ناممکن ہو جائے گا۔ (صحیح البخاري، التفسیر، حدیث: 4919) ② اللہ تعالیٰ کی یہ پنڈلی کس طرح کی ہوگی؟ اسے وہ کس طرح کھولے گا؟ اس کیفیت کو ہم جان سکتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں۔ اس لیے جس طرح ہم بلا کیف و بلا تشبیہ اس کی آنکھوں' کان' ہاتھ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں' اسی طرح پنڈلی کا ذکر بھی قرآن و حدیث میں ہے جس پر بلا کیف ایمان رکھنا ضروری ہے۔ یہی سلف اور محدثین کا مسلک ہے۔ (از تفسیر احسن البیان)

[١٨١١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ؛ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبَخَةِ، فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، يُخْرِجُ اللهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1811] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مکہ اور مدینہ کے علاوہ دجال ہر شہر کو روندے گا (اس میں داخل ہوگا۔) اور مکہ اور مدینہ کے پہاڑی راستوں میں سے ہر راستے پر فرشتے مقرر ہوں گے جو صفیں بنائے ان کی حفاظت کرتے ہوں گے۔ پس دجال (مدینے کے قریب) شوریلی زمین پر اترے گا تو مدینہ تین مرتبہ زلزلوں سے لرز اٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ مدینے سے ہر کافر اور منافق کو باہر نکال دے گا۔'' (مسلم)

[1811] صحیح مسلم، الفتن، باب في خروج الدجّال ومكثه في الأرض......، حديث: 2943.

[١٨١٢] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1812] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے لگیں گے (پیروی کریں گے) جن کے جسموں پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔'' (مسلم)

فائدہ: اصفہان' فارس (موجودہ ایران) کا ایک شہر ہے۔ طَیْلَسَانٌ: (سبز رنگ کی چادر) عجم کے مشائخ کا عام لباس ہے۔

[١٨١٣] وَعَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1813] حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ دجال کے خوف سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا پناہ لیں گے۔'' (مسلم)

راویٔ حدیث: [حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا] مورخ شہیر' خلیفہ کے مطابق ان کا نام ''غزیلہ بنت دودان'' ہے۔ صحابیہ ہیں۔ اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ ان سے کئی ایک احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے ان کی ایک روایت کو ذکر کیا ہے' یعنی ایک حدیث ''متفق علیہ'' ہے۔ جابر' ابن مسیّب اور عروہ رحمہم اللہ ان سے روایات بیان کرتے ہیں۔

[١٨١٤] وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1814] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''حضرت آدم کی پیدائش سے قیامت کے برپا ہونے تک دجال (کے فتنے) سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں۔'' (مسلم)

[١٨١٥] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَيَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّالِ، فَيَقُولُونَ لَهُ: إِلَى أَيْنَ تَعْمِدُ؟ فَيَقُولُ: أَعْمِدُ إِلَى هٰذَا الَّذِي خَرَجَ، فَيَقُولُونَ لَهُ: أَوَ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُولُ: مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ! فَيَقُولُونَ: اقْتُلُوهُ، فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ

[1815] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''دجال کا خروج ہوگا تو مومنوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف جائے گا' چنانچہ اسے دجال کے ہتھیار بند پہرے دار ملیں گے۔ وہ اس سے پوچھیں گے: تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟ تو وہ کہے گا: میرا اس شخص کے پاس جانے کا ارادہ ہے جو نکلا ہے۔ وہ اس کو کہیں گے: کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا؟ تو وہ کہے گا: ہمارے رب

[1812] صحيح مسلم، الفتن، باب في بقية من أحاديث الدجّال، حديث: 2944.

[1813] صحيح مسلم، الفتن، باب في بقية من أحاديث الدجّال، حديث: 2945.

[1814] صحيح مسلم، الفتن، باب في بقية من أحاديث الدجّال، حديث: 2946.

[1815] صحيح البخاري، الفتن، باب لا يدخل الدجّال المدينة، حديث: 7132، وصحيح مسلم، الفتن، باب في صفة الدجال وتحريم المدينة عليه......، حديث: 2938.

رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوا أَحَدًا دُونَهُ، فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى الدَّجَّالِ، فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ هٰذَا الدَّجَّالَ الَّذِي ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؛ فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ؛ فَيَقُولُ: خُذُوهُ وَشُجُّوهُ، فَيُوسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا، فَيَقُولُ: أَوَمَا تُؤْمِنُ بِي؟ فَيَقُولُ: أَنْتَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُ بِهِ، فَيُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: قُمْ، فَيَسْتَوِي قَائِمًا، ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: أَتُؤْمِنُ بِي؟ فَيَقُولُ: مَا ازْدَدْتُ فِيكَ إِلَّا بَصِيرَةً. ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِي بِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيَجْعَلُ اللهُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاسًا، فَلَا يَسْتَطِيعُ إِلَيْهِ سَبِيلًا، فَيَأْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ، فَيَحْسَبُ النَّاسُ أَنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ» فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ بِمَعْنَاهُ.

میں تو کوئی پوشیدگی نہیں (کہ ہم کسی اور کو رب بنائیں اور مانیں۔) پس وہ کہیں گے: اسے قتل کر دو۔ تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمھارے رب نے تمھیں اس بات سے منع نہیں کیا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو قتل نہ کرنا؟ پس وہ اس مومن کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب مومن دجال کو دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہی وہ دجال ہے جس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ تو دجال حکم دے گا کہ اس کو پیٹ کے بل لٹایا جائے اور کہے گا: اسے پکڑو اور اس کے سر اور چہرے پر ضربیں لگاؤ' چنانچہ زدوکوب سے اس کی پشت اور پیٹ کو کشادہ کر دیا جائے گا۔ پھر دجال پوچھے گا: کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا: تو تو مسیح کذاب ہے۔ پس اس کی بابت حکم دیا جائے گا تو آرے سے اس کے سر کے درمیان سے اس کو چیر دیا جائے گا حتی' کہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے (دو) الگ الگ (ٹکڑے) کر دیا جائے گا۔ پھر دجال اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ پھر اسے کہے گا: کھڑا ہو جا۔ تو وہ مومن سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجال اس کو پھر کہے گا: کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا: تیرے بارے میں میرے یقین میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ پھر کہے گا: اے لوگو! میرے بعد یہ کسی کے ساتھ بھی ایسا سلوک نہیں کر سکے گا۔ پس دجال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسلی کے درمیانی حصے کو تانبا بنا دے گا۔ پھر دجال اس کو قتل کرنے کی کوئی سبیل نہیں پائے گا تو اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑ کر پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے اس نے اسے آگ میں پھینکا ہے لیکن درحقیقت (انجام کے اعتبار سے) اسے جنت میں ڈال دیا گیا ہو گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رب العالمین کے نزدیک یہ شخص سب لوگوں سے زیادہ بڑی

شہادت والا ہوگا۔'' (مسلم۔ اور بخاری نے بھی اس مفہوم کی بعض روایات بیان کی ہیں۔)

[اَلْمَسَالِحُ]: هُمُ الْخُفَرَاءُ وَالطَّلَائِعُ. اَلْمَسَالِحُ: پہرے دار اور جاسوس۔

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک مومن کی عزیمت و استقامت اور پھر شہادت کا ذکر ہے جس کا مظاہرہ اس کی طرف سے دجالی فتنے کے مقابلے میں ہوگا۔ ② اس میں اس کی گردن کے اس حصے کو تانبا بنا دینے کا جو ذکر ہے، جس کو تلوار مار کر انسان کے جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے، تو یہ حقیقتاً بھی ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے کوئی بعید نہیں اور بعض لوگ اسے کنائے پر محمول کرتے ہیں کہ دجال اس کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ حقیقت پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ③ اسی طرح آخر میں دجال کی آگ کو جنت بتلایا گیا ہے۔ یہ یا تو انجام کے اعتبار سے ہے، یعنی اس آزمائش کا نتیجہ جنت ہے۔ یا جنت بمعنی امن و سکون ہے کہ مومن کو اپنے ایمان کی پختگی کی وجہ سے آگ میں بھی امن و سکون محسوس ہوگا، یا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح وہ آگ اس کے لیے گلزار بن جائے گی۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[١٨١٦] وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا سَأَلَ أَحَدٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ؛ وَإِنَّهُ قَالَ لِي: «مَا يَضُرُّكَ؟» قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهَرَ مَاءٍ! قَالَ: «هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1816] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ دجال کے فتنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جتنے سوال میں نے کیے، اتنے کسی نے نہیں کیے اور آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: ''وہ تجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں: اس کے پاس روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اہل ایمان کو بچالینا اللہ کے لیے اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دجال کے پاس اگرچہ گمراہ کرنے کے بڑے وسائل ہوں گے لیکن اہل ایمان کو اس کے شر سے بچانا اللہ کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔

[١٨١٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1817] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی نبی آیا، اس نے اپنی امت کو کانے جھوٹے (دجال) سے ضرور ڈرایا۔ خبردار! وہ دجال کانا ہے اور تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ اس دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ک ف ر) لکھا ہوا ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

[1816] صحيح البخاري، الفتن، باب ذكر الدجّال، حديث:7122، وصحيح مسلم، الفتن، باب في الدجال وهو أهون على الله عزوجل، حديث:2939.

[1817] صحيح البخاري، الفتن، باب ذكر الدجّال، حديث:7131، وصحيح مسلم، الفتن، باب ذكر الدجّال، حديث:2933.

[١٨١٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ! إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1818] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں دجال کی بابت ایسی بات نہ بتلاؤں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتلائی! (اور وہ یہ ہے کہ) وہ کانا ہے۔ اور وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس جنت اور دوزخ جیسی چیز ہوگی۔ پس جس کو وہ جنت کہے گا' وہ دوزخ ہوگی۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: یعنی جو شخص اس کی شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر اس کا پیروکار بن جائے گا' وہ درحقیقت جہنم میں جانے کا مستحق ہوگا۔

[١٨١٩] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1819] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ یاد رکھو! مسیح دجال' دائیں آنکھ سے کانا ہے' گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہو۔''

فوائد و مسائل: ① دجال اور اس کی فتنہ انگیزی کی بابت جو حدیثیں بیان ہوئی ہیں' یہ صحت اور درجۂ استناد کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہیں' یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم کی' جن کی اصحیت وقطعیت پر علمائے امت کا اتفاق ہے' اس لیے اس کی بابت کسی قسم کا شک صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول بھی ایسی متواتر احادیث سے ثابت ہے جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ قیامت کے قریب یہ علامات کبریٰ یقیناً ظہور پذیر ہوں گی جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ② دجال' یہودی الاصل شخص ہوگا۔ فتنہ پردازی میں ممتاز ہونے کی وجہ سے اس کا نام ہی دجال ہے' بہت دجل و فریب سے کام لینے والا۔ اللہ تعالیٰ بھی اہل ایمان کی آزمائش کے لیے اسے بعض خرق عادت امور پر قدرت عطا فرمائے گا' وہ الوہیت کا مدعی ہوگا' یہودیوں کا ایک بہت بڑا گروہ اس کے ساتھ ہوگا' اس کو حدیث میں مسیح الدجال بھی کہا گیا ہے' لیکن یہ مَسِيحُ الضَّلَالَةِ ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام مَسِيحُ الْهُدٰى ہیں۔ مسیح کے معنی اور اس کے ساتھ اسے ملقب کرنے کی وجہ میں بہت اختلاف ہے' بعض کہتے ہیں کہ اس کی وجہ اس کا مَمْسُوحُ الْعَيْنِ ہونا ہے' بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ و مدینہ کے علاوہ روئے زمین پر پھرے گا' اس لیے اسے مسیح کہا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی لیے مسیح کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ سے جب نکلے تھے تو ان کے جسم پر تیل ملا ہوا تھا۔ یا اس لیے کہ وہ جس بیمار پر ہاتھ پھیر دیتے تھے' صحیح ہو جاتا تھا۔ وغیرہ (فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الدعاء قبل السلام)

[1818] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله عزوجل: ﴿ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه﴾، حديث:3338، وصحيح مسلم، الفتن، باب ذكر الدجال، حديث:2936.

[1819] صحيح البخاري، الفتن، باب ذكر الدجال، حديث:7127، وصحيح مسلم، الفتن، باب ذكر ابن صياد، حديث:169 قبل حديث:2935.

[١٨٢٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، حَتّٰى يَخْتَبِىءَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ : يَا مُسْلِمُ! هٰذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي تَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1820] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ نہیں ہوگی۔ حتی کہ (اس جنگ میں) یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے بھی چھپے گا تو وہ پتھر اور درخت بول اٹھے گا کہ اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے' آ' اس کو مار۔ سوائے غرقد کے درخت کے (وہ نہیں بتلائے گا۔) اس لیے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔''

(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① غَرْقَد ایک کانٹے دار درخت ہے جو بیت المقدس کے علاقے میں معروف ہے۔ ② اللہ تعالیٰ جس کے اندر چاہے قوت گویائی پیدا فرما سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کا غلبہ منظور ہو گا تو وہ درخت اور پتھر کو بھی مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ بنا دے گا اور وہ یہودیوں کے خلاف مسلمانوں کے ساتھ' بول کر' تعاون کریں گے' تاہم یہ جنگ کب ہوگی جس میں مسلمان سرخ رو ہوں گے؟ اس کی بابت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ③ آج کل صورت حال بظاہر اس سے مختلف ہے اور مسلمان کثرت کے باوجود مغلوب اور یہود اقلیت میں ہونے کے باوصف غالب ہیں۔ لیکن یہ صورت حال عارضی ہے اور یہودیوں کے سرپرست امریکہ وغیرہ کی پیدا کردہ ہے جو اسلام دشمنی میں اس کے معاون اور دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اس حدیث صحیح کی رو سے قیامت سے پہلے پہلے یہ حالات یقیناً تبدیل ہوں گے اور مسلمان یہودیوں اور ان کے مغربی آقاؤں پر غالب آ کر رہیں گے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

[١٨٢١] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِالْقَبْرِ، فَيَتَمَرَّغَ عَلَيْهِ، وَيَقُولُ : يَالَيْتَنِي مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ، وَلَيْسَ بِهِ الدِّينُ، مَا بِهِ إِلَّا الْبَلَاءُ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1821] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! دنیا ختم نہ ہوگی حتی کہ (اس سے پہلے) آدمی قبر پر سے گزرے گا تو اس میں لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا کہ کاش! اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا۔ ایسا دین (کی حفاظت) کی وجہ سے نہیں کہے گا' بلکہ اس کا سبب دنیا کی آزمائش ہو

[1820] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب قتال اليهود، حديث:2926، وصحيح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل......، حديث:2922.

[1821] صحيح البخاري، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يغبط أهل القبور، حديث:7115، و صحيح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل......، حديث:157 بعد حديث:2907.

گی۔‘‘ (بخاری ومسلم)

فائدہ: یعنی دنیا میں شر وفساد اور مصائب و آلام کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ انسان زندگی پر مرنے کو ترجیح دے گا۔ یہ فساد عام بھی قیامت کے قریب ہوگا اور پھر انھی اشرار پر قیامت قائم ہوگی جیسا کہ اس سے قبل بعض احادیث میں گزرا ہے۔

[١٨٢٢] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُونَ؛ فَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ: لَعَلِّي أَنْ أَكُونَ أَنَا أَنْجُو».

[1822] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دریائے فرات خشک ہو کر اس سے سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے۔ اس پر لڑائی ہوگی۔ ہر سو میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ سوچے گا کہ شاید میں بچ جاؤں گا۔‘‘

وَفِي رِوَايَةٍ: «يُوشِكُ أَنْ يَّحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک اور روایت میں ہے: ’’قریب ہے کہ دریائے فرات (خشک ہو کر) سونے کے خزانے کو ظاہر کر دے۔ چنانچہ جو شخص اس وقت موجود ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔‘‘

فوائد ومسائل: ① يَحْسِرُ کے معنی ہیں: يَنْكَشِفُ، ظاہر ہو جائے گا‘ یعنی پانی خشک ہو جائے گا تو اس کے نیچے سے سونے کا وہ خزانہ نکلے گا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانا چاہے گا۔ ② یہ بھی قیامت سے پہلے ضرور ہوگا۔ اور جب یہ واقعہ ظہور پذیر ہوگا تو سلامتی میں وہی لوگ رہیں گے جو دنیوی حرص وطمع سے پاک ہوں گے اور اس میں سے کچھ لینے کی کوشش نہیں کریں گے۔

[١٨٢٣] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِي - يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَآخِرُ مَنْ يُّحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُّزَيْنَةَ يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوشًا، حَتّٰى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوهِهِمَا».

[1823] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں ہونے کے باوجود چھوڑ جائیں گے۔ (اس وقت) سوائے وحشی درندوں اور پرندوں کے ادھر کا کوئی رخ نہیں کرے گا۔ آخر میں جن پر قیامت قائم ہوگی مزینہ قبیلے کے دو چرواہے ہوں گے جو اپنی بکریوں کے ریوڑ کو ہانکتے

[1822] صحيح البخاري، الفتن، باب خروج النار، حديث:7119، وصحيح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب، حديث:2894.

[1823] صحيح البخاري، فضائل المدينة، باب من رغب عن المدينة، حديث:1874، و صحيح مسلم، الحج، باب في المدينة حين يتركها أهلها، حديث:1389.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

ہوئے مدینے کو جا رہے ہوں گے۔ پس وہ مدینہ کو وحشیوں کا مسکن پائیں گے یہاں تک کہ جب وہ ثنیۃ الوداع مقام پر پہنچیں گے تو دونوں اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔"

(بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث میں جو پیش گوئی کی گئی ہے بعض کے نزدیک یہ اس وقت پوری ہوگئی جب خلافت مدینے سے شام اور عراق کی طرف منتقل ہوئی حالانکہ مدینہ اس وقت دین و دنیا دونوں لحاظ سے بہتر تھا، علماء کی بھی وہاں کثرت تھی اور خوش حالی بھی تھی اور بعض کے نزدیک یہ پیش گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی قیامت کے قریب ہی وقوع پذیر ہوگی کیونکہ اس میں جو صورت حال بیان کی گئی ہے وہ ابھی تک نہیں پائی گئی ہے۔ یہ دوسری بات ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

[١٨٢٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يَكُونُ خَلِيفَةٌ مِّنْ خُلَفَائِكُمْ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَحْثُو الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1824] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آخری زمانے میں تمھارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر لوگوں کو مال دے گا اور اسے شمار بھی نہیں کرے گا۔" (مسلم)

فائدہ: اس میں ایک خلیفہ کے زمانے میں مال و دولت کی فراوانی کی پیش گوئی کی گئی ہے اس کا تعلق بھی آخری زمانے سے ہے۔

[١٨٢٥] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ، فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1825] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک وقت ضرور ایسا آئے گا کہ آدمی سونے کے مال کا صدقہ لے کر گھومے پھرے گا لیکن کوئی ایسا شخص نہیں پائے گا جو اسے قبول کرے۔ اور یہ حالت بھی دیکھنے میں آئے گی کہ چالیس چالیس عورتیں ایک ایک آدمی کی نگرانی اور پناہ میں ہوں گی۔ اور ایسا مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔" (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی دنیوی خوش حالی اور دولت کی فراوانی کے علاوہ عورتوں کی کثرت کی اطلاع دی گئی ہے۔ عورتوں کی یہ کثرت یا تو جنگوں کی وجہ سے ہوگی جس میں مرد کثرت سے لقمۂ اجل بنیں گے یا ویسے ہی مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔

[1824] صحيح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل...... حديث: 2914,2913.

[1825] صحيح مسلم، الزكاة، باب الترغيب في الصدقة قبل أن لا يوجد من يقبلها، حديث: 1012.

[١٨٢٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اِشْتَرٰى رَجُلٌ مِّنْ رَّجُلٍ عَقَارًا، فَوَجَدَ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ، إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ، وَلَمْ أَشْتَرِ الذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ: إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا، فَتَحَاكَمَا إِلٰى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ: أَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ أَحَدُهُمَا: لِي غُلَامٌ، وَقَالَ الْآخَرُ: لِي جَارِيَةٌ، قَالَ: أَنْكِحَا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَأَنْفِقُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1826] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے زمین خریدی تو زمین خریدنے والے نے خریدی ہوئی زمین میں سونے کا ایک مٹکا پایا تو اس نے فروخت کرنے والے سے کہا: اپنا سونا لے لے' میں نے تو تجھ سے صرف زمین خریدی تھی' سونا نہیں خریدا تھا۔ زمین کے مالک نے کہا: میں نے تو تجھے زمین اور زمین میں موجود ہر چیز فروخت کی تھی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنا فیصلہ کرانے ایک آدمی کے پاس گئے تو اس شخص نے' جس کے پاس وہ فیصلہ کرانے گئے' کہا: کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے۔ اس فیصلہ کرنے والے نے کہا: تم اس لڑکے لڑکی کا باہم نکاح کر دو اور ان پر اس سونے سے خرچ کرو اور (جو بچے) صدقہ کر دو۔''

(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① عَقَار، مملوکہ جائیداد کو کہتے ہیں' وہ گھر' ہو یا باغ یا خالی زمین۔ ② یہ سابقہ امتوں میں سے کسی امت کے افراد کا واقعہ ہے جس میں ان کے زہد و ورع اور شبہے سے اجتناب کے مثالی جذبے کا ذکر ہے۔ لیکن جہاں تک شریعت اسلامی کا تعلق ہے' اس کی رو سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے سودے میں' زمین میں دفن کوئی خزانہ شامل نہیں ہو گا۔ اس کی حیثیت الگ ہوگی۔ اگر سابقہ مالک یہ کہے گا کہ یہ دفینہ میرا ہے' مجھے نکالنا یاد نہیں رہا' تو یہ اسی کا حق ہوگا نہ کہ زمین کے خریدار کا' اور اگر وہ اس دفینے سے لاعلمی ظاہر کرے گا تو رکاز کے حکم میں ہوگا' جس میں پانچواں حصہ بیت المال کا اور باقی زمین کے مالک کا ہوگا۔ ③ رکاز کا مطلب زمین سے نکلنے والا دفینہ وغیرہ ہے۔

[١٨٢٧] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا،

[1827] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو عورتیں تھیں' دونوں کے ساتھ ان کے بیٹے بھی تھے۔ بھیڑیا

[1826] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:54،حديث:3472، وصحيح مسلم، الأقضية، باب استحباب إصلاح الحاكم بين الخصمين، حديث:1721.

[1827] صحيح البخاري، الفرائض، باب إذا ادعت المرأة ابنًا، حديث:6769، وصحيح مسلم، الأقضية، باب اختلاف المجتهدين، حديث:1720.

فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا : إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ ، وَقَالَتِ الْأُخْرٰى : إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ ، فَتَحَاكَمَا إِلٰى دَاوُدَ ﷺ فَقَضٰى بِهِ لِلْكُبْرٰى ، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ ﷺ فَأَخْبَرَتَاهُ . فَقَالَ : اِئْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا . فَقَالَتِ الصُّغْرٰى : لَا تَفْعَلْ ، رَحِمَكَ اللهُ ! هُوَ ابْنُهَا . فَقَضٰى بِهِ لِلصُّغْرٰى » . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

آیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو (اٹھا کر) لے گیا۔ تو دوسری عورت نے (اپنی ساتھی عورت سے) کہا: بھیڑیا تیرے بیٹے کو لے گیا ہے۔ دوسری نے کہا: وہ تیرا بیٹا لے گیا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں فیصلے کے لیے حضرت داود علیہ السلام کے پاس گئیں تو انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' پھر یہ دونوں باہر نکل کر حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام کے پاس چلی گئیں اور انھیں واقعہ بتلایا تو انھوں نے فرمایا: میرے پاس چھری لاؤ' میں اس بچے کے ٹکڑے کر کے ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں۔ تو چھوٹی عورت نے کہا: ایسا نہ کریں' اللہ آپ پر رحم فرمائے! وہ بیٹا اس (دوسری بڑی) عورت کا ہے۔ چنانچہ یہ سن کر آپ نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کی عطا کردہ فہم وذکا اور قوت فیصلہ سے کام لے کر قرینے اور حیلے سے معاملے کی تہ تک پہنچ گئے۔ لیکن انھوں نے یہ حیلہ حق کی دریافت کے لیے اختیار کیا نہ کہ حق سے گریز کے لیے۔ اس قسم کے حیلۂ شرعی کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ لیکن اس کے برعکس جو حیلے شریعت سے انحراف کے لیے اختیار کیے جائیں تو وہ نہایت سخت گناہ اور شیوۂ یہود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے بچائے۔ آمین۔

[١٨٢٨] وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ ، وَتَبْقٰى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ ، لَا يُبَالِيهِمُ اللهُ بَالَةً » . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

[1828] حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نیک لوگ ایک ایک کر کے اٹھ جائیں گے اور جو یا کھجور کے بھوسے کی مانند ردی قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے' جن کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہ ہو گی۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں قیامت کے قریب نیک لوگوں کے اٹھ جانے اور بیکار قسم کے لوگوں کے باقی رہ جانے کی خبر ہے' جن پر قیامت قائم ہو گی۔

راویٔ حدیث: [حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ] مرداس اسلمی یہ صحابیٔ رسول ہیں۔ صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ بیعت رضوان والوں' یعنی اصحاب شجرہ میں شامل تھے۔ قلیل الحدیث راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی صرف ایک ہی

[1828] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4156.

روایت ہے۔قیس بن حازم کے علاوہ ان سے حدیث بیان کرنے والا کوئی بندہ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

[۱۸۲۹] وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟ قَالَ: «مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ». أَوْ كَلِمَةً نَّحْوَهَا. قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1829] حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس جبریل آئے اور دریافت کیا: تم اہل بدر کو اپنے اندر کیسا شمار کرتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب مسلمانوں میں افضل۔'' (راوی کہتے ہیں کہ) یا اسی قسم کا کوئی کلمہ آپ نے ارشاد فرمایا: تو جبریل نے کہا: ایسے ہی وہ فرشتے (افضل ہیں) جو بدر کی جنگ میں حاضر ہوئے۔ (بخاری)

فائدہ: جنگ بدر، جو 2 ہجری میں ہوئی، اس اعتبار سے بڑی اہم تھی کہ یہ کافروں اور مسلمانوں کی پہلی معرکہ آرائی تھی۔ علاوہ ازیں اس میں مسلمانوں کے پاس (کافروں کے مقابلے میں) افراد کی بھی کمی تھی اور وسائل کی بھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مدد فرمائی اور مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے نازل فرما دیے اور ان فرشتوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ قتال میں حصہ لیا۔

[۱۸۳۰] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1830] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر (عام) عذاب نازل کرتا ہے تو یہ عذاب اس میں موجود تمام لوگوں کو پہنچتا ہے، پھر وہ (لوگ قیامت والے دن) اپنے اپنے اعمال کے مطابق زندہ کیے جائیں گے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ عذاب عام اس وقت آتا ہے جب کسی قوم میں نافرمانیاں عام ہو جائیں اور نیک لوگ بالکل تھوڑے رہ جائیں، پھر اس عذاب کی لپیٹ میں نیک اور بد دونوں آ جاتے ہیں، تاہم قیامت والے دن نیک لوگ تو اپنے ایمان و تقویٰ کی بدولت عذاب آخرت سے بچ جائیں گے۔ جب کہ دوسروں کے لیے وہاں، مزید عذاب اکبر تیار ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. آمین.

[۱۸۳۱] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ جِذْعٌ يَقُومُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَعْنِي: فِي الْخُطْبَةِ. فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ، سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ

[1831] حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس کا سہارا نبی کریم ﷺ خطبے کی حالت میں لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے لیے (لکڑی کا) منبر (بنا کر) رکھا گیا تو ہم نے تنے سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی (آواز

[1829] صحيح البخاري، المغازي، باب شهود الملائكة بدرا، حديث:3992.

[1830] صحيح البخاري، الفتن، باب إذا أنزل الله بقوم عذابا، حديث:7108، وصحيح مسلم، الجنة، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى عند الموت، حديث:2879.

[1831] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3584.

فَسَكَنَ.

کی) مانند (رونے کی) آواز سنی۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ منبر سے نیچے اترے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ.

ایک اور روایت میں ہے: جب جمعہ کا دن ہوا اور نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تنا' جس کا سہارا لے کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے' اس طرح چیخ کے رونے لگا کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: «**بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ**». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ تنا بچے کی طرح چیخ کر رونے اور بلبلانے لگا۔ تو نبی ﷺ نیچے اترے حتیٰ کہ اسے پکڑا اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ تو وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس لیے رویا کہ یہ ذکر سنا کرتا تھا (جس سے اب محروم ہو گیا ہے)۔'' (بخاری)

فائدہ: اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے اندر ادراک کی مخصوص قوت رکھی ہوئی ہے' جس کی پوری حقیقت سے ہم آگاہ نہیں۔ علاوہ ازیں یہ نبی ﷺ کا ایک معجزہ بھی ہے۔

[١٨٣٢] وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُومِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «**إِنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا**». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ.

[1832] حضرت ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کئی چیزیں فرض کی ہیں' انھیں ضائع نہ کرو۔ اور کئی حدیں مقرر کی ہیں' ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور کئی چیزوں کو حرام کیا ہے' ان کا ارتکاب کر کے ان کی حرمت مت توڑو۔ اور بہت سی چیزوں سے اس نے تم پر مہربانی کرتے ہوئے' بغیر بھول کے' خاموشی اختیار کی ہے' چنانچہ ان کے متعلق بحث کرید نہ کرو۔'' (یہ حدیث حسن ہے۔ دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔)

[١٨٣٣] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ

[1833] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ بیان فرماتے

[1832] ضعیف۔ سنن الدار قطني، الرضاع، حديث: 4350.

[1833] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب أكل الجراد، حديث: 5495، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد، حديث: 1952.

عَنْهُمَا ، قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ .

ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی، ہم ان میں ٹڈیاں (مکڑیاں) کھاتے تھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ : نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ٹڈی، اللہ کی ایسی مخلوق ہے کہ جب اللہ چاہتا ہے تو لاکھوں کی تعداد میں ایک دم طوفان کی طرح آ جاتی ہیں اور فصلوں کو کھا جاتی ہیں۔ یہ ٹڈی حلال ہے، اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، ہمارے لیے دو مُردار (اپنی موت مرنے والے) یعنی مچھلی اور ٹڈی حلال کر دیے گئے ہیں۔ ② غزوہ، اس جہاد کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بھی شریک ہوئے ہوں۔

[١٨٣٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1834] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مومن کو کسی ایک جگہ سے نقصان پہنچے تو اسے محتاط رہنا چاہیے تاکہ بار بار اسے دھوکا نہ دیا جائے۔

[١٨٣٥] وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ : رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيلِ ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ ، فَحَلَفَ بِاللهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا ، فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذٰلِكَ ، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَّا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا ، فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1835] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ہیں، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا نہ ان کی طرف (رحمت کی نظر سے) دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: ایک وہ آدمی، جو جنگل بیابان میں ضرورت سے زائد پانی پر قابض ہے، وہ مسافر کو اس کے استعمال سے روکتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد کسی آدمی سے اپنے سامان کا سودا کرے اور اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ خود اس نے یہ سامان اتنے اتنے میں لیا تھا۔ تو وہ دوسرا آدمی اس کی تصدیق کرے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہو (قسم کھانے میں وہ جھوٹا ہو۔) اور تیسرا وہ آدمی جو کسی خلیفۂ

[1834] صحيح البخاري، الأدب، باب لايلدغ المؤمن من جحر مرتين، حديث:6133، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب لايلدغ المؤمن......، حديث:2998.

[1835] صحيح البخاري، الأحكام، باب من بايع رجلا لا يبايعه إلا للدنيا، حديث:7212، وصحيح مسلم، الإيمان، باب غلظ تحريم إسبال الإزار......، حديث:108.

وقت سے صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے بیعت کرے۔ اگر وہ اس کو اس دنیا کے مال سے کچھ دے دے تو اس سے عہد وفا نبھائے اور اگر اسے دنیا کا مال نہ دے تو بیعت پوری نہ کرے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: مذکورہ تینوں کام کبیرہ گناہ ہیں کیونکہ ان میں سے ایک میں لوگوں پر سختی ہے۔ دوسرے میں اللہ کے نام پر فریب دہی اور حرام مال کھانے کا ارتکاب ہے اور تیسرے میں خلیفہ وقت سے اپنی اطاعت و وفاداری کے بدلے میں ناجائز فائدہ اٹھانا اور دنیا حاصل کرنا ہے اور یہ تینوں کام اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔

[١٨٣٦] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ» قَالُوا: يَاأَبَا هُرَيْرَةَ! أَرْبَعُونَ يَوْمًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ، قَالُوا: أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالُوا: أَرْبَعُونَ شَهْرًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ «وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ، فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزِّلُ اللهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً، فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1836] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دو نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔'' لوگوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! چالیس دن کا؟ انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ انھوں نے کہا: چالیس سال کا؟ انھوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم۔ انھوں نے کہا: چالیس مہینوں کا؟ انھوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم۔'' اور انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جاتی ہے، سوائے دم کی ہڈی کے، اسی ہڈی سے انسان کو دوبارہ جوڑ کر پیدا کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جیسے (زمین سے) سبزی اگتی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① جب قیامت برپا ہوگی تو حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے، جس سے سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ یہ نفخۂ اولیٰ ہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے۔ یہ دوسرا نفخہ ہے۔ انھیں نَفْخَةُ الصَّعْق اور نَفْخَةُ الْبَعْث کہتے ہیں۔ ان دو نفخوں کے درمیان کتنے دنوں، مہینوں یا سالوں کا وقفہ ہوگا۔ اس کی بابت حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا کیونکہ انھیں اس کا علم نہیں تھا لیکن بعض دوسری روایات میں چالیس سال کی صراحت موجود ہے۔ ② انبیاء علیہم السلام کے علاوہ، تمام انسانوں کے وجود کو مٹی کھا جاتی ہے، لیکن انسان کی دم کی ہڈی باقی رہتی ہے۔ یہ کس طرح باقی رہتی ہے۔ اس کی پوری حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ بہرحال اس ہڈی سے انسانی جسم کی دوبارہ تخلیق ہوگی۔ ③ آسمان کی بارش سے انسانی جسم بھی قیامت والے دن،

[1836] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ونفخ في الصور......﴾، حديث: 4814، وصحيح مسلم، الفتن، باب مابين النفختين، حديث: 2955.

سبزیوں کی طرح زمین سے اگیں گے۔

[١٨٣٧] وَعَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ، فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَّمْ يَسْمَعْ، حَتّٰى إِذَا قَضٰى حَدِيثَهُ قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟» قَالَ: هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ» قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: «إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1837] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما لوگوں سے مصروف گفتگو تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ برابر گفتگو فرماتے رہے۔ تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اس دیہاتی نے جو کہا ہے وہ آپ نے سن تو لیا ہے لیکن اسے آپ نے پسند نہیں فرمایا۔ اور بعض نے کہا: آپ نے سنا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ نے اپنی بات مکمل فرما لی تو فرمایا: ''قیامت کی بابت پوچھنے والا کہاں ہے؟'' اس نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔'' اس نے پوچھا: امانت کا ضائع کرنا کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب (دین و دنیا کا) معاملہ نااہل لوگوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں قرب قیامت کی ایک نہایت اہم علامت بیان کی گئی ہے کہ دین و دنیا کے معاملات نیک اور اہل تر لوگوں کی بجائے بدقماش اور نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائیں گے۔ دنیا کی سرداری بھی ان کے حصے میں آئے گی جو فسق و فجور اور بدعملی و بدکرداری میں ممتاز ہوں گے اور مسند ارشاد و افتا پر بھی وہ لوگ فائز ہوں گے جو بے علم، مال و جاہ کے حریص اور زہد و تقویٰ سے عاری ہوں گے۔

[١٨٣٨] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1838] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حکمران تمھیں نماز پڑھائیں گے، پس اگر وہ درست پڑھائیں گے تو تمھارے لیے اجر ہے۔ اور اگر وہ غلطی کریں گے تو بھی تمھارے لیے اجر ہے اور غلطی کا وبال انھی پر ہوگا۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں بھی نااہل حکمرانوں کی بابت، عام مسلمانوں کو ایک ہدایت دی گئی ہے کہ نماز میں اگر وہ غلطی کریں، یعنی

[1837] صحيح البخاري، العلم، باب من سئل علما و هو مشتغل في حديثه ......، حديث:59.

[1838] صحيح البخاري، الأذان، باب إذا لم يتم الإمام و أتم من خلفه، حديث:694.

وقت پر نماز نہ پڑھائیں یا سنت سے اعراض کریں، تو تم بہر حال اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد الگ مت بنانا، بلکہ ان کے ساتھ ہی وابستہ رہ کر ان کی امامت واقتدا میں نماز ادا کرنا۔ اگر وہ سنت کے مطابق نماز پڑھائیں گے تو انھیں اور تمھیں دونوں ہی کو اجر ملے گا، بصورت دیگر تمھارا اجر تو ثابت ہے، غلطی کا وبال انھی پر ہوگا۔

[١٨٣٩] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [البقرة:١١٠] قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ.

[1839] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے آیت: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر میں منقول ہے کہ لوگوں کے لیے لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاتے ہیں، حتی کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (بخاری)

فائدہ: یہ گویا آیت مذکور کی ایک تفسیر اور مفہوم ہے جو حضرت ابوہریرہ نے بیان فرمایا کہ اس میں خیر امت جن کو کہا گیا ہے، اس سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو کفار سے لڑتے ہیں اور ان کے جو آدمی ان کی قید میں آتے ہیں، وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ کافروں کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں جو انھیں دوسرے لوگوں سے اجر وثواب میں ممتاز کر دیتا ہے۔ لیکن اپنے دوسرے مفہوم کے اعتبار سے یہ آیت عام ہے جو ہر دور کے مسلمانوں کو شامل ہے بشرطیکہ وہ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے فریضے کی ادائیگی کا اہتمام کرتے رہیں۔

[١٨٤٠] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «عَجِبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ». رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ.

[1840] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر تعجب کا اظہار فرماتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (بخاری)

مَعْنَاهُ يُؤْسَرُونَ وَيُقَيَّدُونَ، ثُمَّ يُسْلِمُونَ، فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ.

اس کے معنی ہیں: انھیں قید کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے، پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

فائدہ: اس کا وہی مطلب ہے جو اس سے ماقبل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول تفسیر کے ضمن میں عرض کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کو قید کرنے کے بعد انھیں اسلام کی تعلیمات اور ان کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اسلام قبول کر کے جنت کے مستحق بن جائیں اور قید کی یہ بیڑیاں ان کے حق میں طوق زریں ثابت ہوں۔ اور ان کا پابند سلاسل ہونا ہی ان کے جنت میں داخلے کا سبب بن جائے۔

[1839] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿كنتم خير أمة......﴾، حديث: 4557.

[1840] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الأسارى في السلاسل، حديث: 3010.

[١٨٤١] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1841] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو شہروں کے تمام حصوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ حصے ہیں جن میں مسجدیں ہیں۔ اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ حصے ان کے بازار ہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: مسجدوں کی افضلیت کی وجوہات واضح ہیں۔ ان میں اللہ کی عبادت، اس کے ذکر اور تلاوت وغیرہ کا اہتمام ہوتا ہے، جبکہ بازار اور منڈیاں، اللہ کی یاد سے غفلت کا ذریعہ ہیں۔ علاوہ ازیں ان میں دھوکا، فریب، جھوٹ اور اسی قسم کی دیگر قباحتیں عام ہوتی ہیں، اس لیے وہ ناپسندیدہ ہیں۔

[١٨٤٢] وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ قَالَ: لَا تَكُونَنَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ، وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا.

وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهِ عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَكُنْ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فِيهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ».

[1842] حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفًا روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اگر تجھ سے ہو سکے تو سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والا اور سب سے آخر میں نکلنے والا ہرگز نہ ہو، اس لیے کہ یہ شیطان کا اڈہ ہے اور یہیں وہ اپنا جھنڈا بھی نصب کرتا ہے۔ (مسلم)

اور امام برقانی نے اسے اپنی ''صحیح'' میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے (مرفوعًا) روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والا نہ ہو اور نہ اس سے سب سے آخر میں نکلنے والا، اس لیے کہ اسی میں شیطان انڈے اور بچے دیتا ہے۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بازاروں میں زیادہ آنا جانا، نہایت خطرناک ہے، وہاں شیطانی اثرات کا غلبہ ہوتا ہے، انسان وہاں جتنا زیادہ جائے گا، شیطانی وسوسوں کا بھی شکار زیادہ ہوگا۔

[١٨٤٣] وَعَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللهِ! غَفَرَ اللهُ لَكَ، قَالَ: «وَلَكَ» قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُولُ اللهِ

[1843] حضرت عاصم احول، حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور تیری بھی (مغفرت

[1841] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح، و فضل المساجد، حديث: 671.
[1842] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أم سلمة أم المؤمنين رضي الله عنها، حديث: 2451.
[1843] صحيح مسلم، الفضائل، باب إثبات خاتم النبوة و صفته و محله من جسده ﷺ، حديث: 2346.

ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ «وَلَكَ»، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ [مُحَمَّد: ١٩]. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرمائے)۔'' عاصم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ سے پوچھا: کیا آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مغفرت طلب فرمائی؟ انھوں نے کہا: ہاں' (آپ نے فرمایا:) ''اور تیرے لیے بھی مغفرت ہو۔'' پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور آپ اپنے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے مغفرت طلب فرمایئے۔'' (مسلم)

فائدہ: نبیٔ کریم ﷺ اگرچہ مغفور ہیں' لیکن آپ کی مزید عظمت و رفعت کے نقطۂ نظر سے آپ کے لیے بھی مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے۔ اس میں بھی آپ کی ایک گونہ تعظیم ہی کا پہلو ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عاصم الاحول رحمہ اللہ] عاصم بن سلیمان نام' احول لقب' کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ بصری ہیں' ثقہ ہیں۔ اوسط درجے کے تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ 140 ہجری کے بعد فوت ہوئے۔ ان کے شاگردوں میں ایک جماعت شامل ہے۔

[١٨٤٤] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولٰى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1844] حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے انبیاء علیہم السلام کے کلام سے جو باتیں لوگوں نے حاصل کیں' ان میں سے یہ بھی ہے کہ جب تو شرم و حیا نہیں کرتا تو جو چاہے کر۔'' (بخاری)

فائدہ: یہ امر اس معنی میں نہیں ہے کہ بے حیا آدمی کے لیے ہر کام جائز ہے' بلکہ یہ خبر کے معنی میں ہے کہ جب انسان کے اندر سے شرم و حیا کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر اسے کوئی بھی کام کرنے سے گریز اور تامل نہیں ہوتا۔ اسی لیے اہل مغرب کی کوشش یہی ہے کہ مسلمانوں کی نوجوان نسل کے دلوں سے شرم و حیا کا وہ جذبہ ختم کر دیا جائے جو اسلامی معاشرے کا حسن اور اس کا امتیاز ہے تاکہ وہ ہر بے حیائی کے کام کو خوشی سے اختیار کر لے۔ بدقسمتی سے اہل مغرب اپنی اس مذموم سازش میں کامیاب ہیں اور اسلامی معاشرہ بھی مغربی معاشرے کی طرح بے حیا ہوتا جا رہا ہے۔ یہ زجر و توبیخ اور تہدید کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ مقصود اس سے شرم دلانا ہے' کھلی چھٹی دینا نہیں۔

[١٨٤٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ

[1845] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن لوگوں کے

[1844] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3484.

[1845] صحيح البخاري، الرقاق، باب القصاص يوم القيامة، حديث: 6533، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب المجازاة بالدماء في الآخرة......، حديث: 1678.

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

درمیان سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلے کیے جائیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت والے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا تو ان میں باہم کوئی منافات اور تعارض نہیں کیونکہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا اور بندوں کے باہمی حقوق میں سب سے پہلے خون ناحق کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس سے انسانی جان کی حرمت واضح ہے۔

[١٨٤٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1846] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جن آگ کی لو سے اور آدم اس (مٹی) سے پیدا کیے گئے ہیں جو تمھارے لیے بیان کی گئی۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① فرشتے، اللہ کی نوری مخلوق ہے جن کے جسم ایسے لطیف ہیں جو ہر قسم کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ جنات بھی اللہ کی ایک غیر مرئی مخلوق ہے، ان کو بھی اللہ نے بعض ایسی قوتوں سے نوازا ہے جو انسانی مخلوق میں نہیں ہیں۔ ② شیطان بھی جنات میں سے ہے اور انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے، یعنی اللہ نے انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کا مشت خاک سے پتلا بنایا اور پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ بنابریں جو بھی نسل آدم سے ہوگا خاکی اور بشر ہوگا کوئی اور مخلوق، یعنی نوری یا ناری نہ ہوگا۔

[١٨٤٧] وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللهِ ﷺ الْقُرْآنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي جُمْلَةِ حَدِيثٍ طَوِيلٍ.

[1847] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔ (مسلم نے اسے لمبی حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔)

فائدہ: یعنی نبی ﷺ کی زندگی اور آپ کے شب و روز کے معمولات قرآن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ آپ کی ذات اس کی تعلیمات کا زندہ نمونہ تھی جس میں اس کے حلال کی پابندی، اس کے حرام سے اجتناب، اس کے آداب سے آراستگی اور اس کے حدود و ضوابط کی رعایت تھی۔ ﷺ۔

[١٨٤٨] وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ» فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ؟ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ!

[1848] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جو اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔'' (حضرت عائشہ

[1846] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب في أحاديث متفرقة، حديث: 2996.

[1847] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، حديث: 746.

[1848] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه......، حديث: 2684.

قَالَ: «لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ، فَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَسَخَطِهِ، كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ، وَكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرماتی ہیں:) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے؟ پھر تو ہم سب ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مطلب نہیں بلکہ (بوقت موت) جب مومن کو اللہ کی رحمت' اس کی رضا مندی اور جنت کی خوش خبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے لگتا ہے' تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے۔ اور کافر کو (موت کے وقت) جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے لگتا ہے۔ اور اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔'' (مسلم)

فائدہ: مومن کو، موت کے وقت جنت کی خوش خبری اور کافر کو اللہ کے عذاب کی وعید سنا دی جاتی ہے' جس سے مومن کا شوق ملاقات توفزوں تر ہو جاتا ہے اور کافر کو اپنی موت میں دائمی ہلاکت وخسران نظر آتی ہے' جس سے اس کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش اسے موت نہ آئے۔

[١٨٤٩] وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لِأَنْقَلِبَ، فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِي، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ ﷺ أَسْرَعَا. فَقَالَ ﷺ: «عَلٰى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ» فَقَالَا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ. وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: شَيْئًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1849] ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی ؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ایک رات آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی۔ میں بات چیت سے فارغ ہو کر جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہو گئے تاکہ آپ مجھے رخصت کریں۔ اتنے میں دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ جب انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے جانے لگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ذرا ٹھہرو' یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔'' انھوں نے کہا: سبحان اللہ اے اللہ کے رسول! (بھلا ہمیں آپ پر کیا شک ہو سکتا تھا؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جیسے خون رگوں میں گردش کرتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ

[1849] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد، حديث:2035، وصحيح مسلم، السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤي خاليا بامرأة……، حديث:2175.

کہیں تمھارے دل میں کوئی بری بات نہ ڈال دے یا فرمایا: کچھ نہ ڈال دے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ کی ذات کے بارے میں ذرا سی بھی سوء ظنی' چونکہ ایمان کے لیے خطرے کا باعث تھی' اس لیے آپ نے احتیاطًا دونوں صحابہ کو ٹھہرا کر صورت حال کی وضاحت کر دی تاکہ شیطان ان کے دل میں کوئی بری بات نہ ڈال دے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں بلاوجہ بدگمانی کا اندیشہ ہو تو وہاں وضاحت کر دی جائے تاکہ لوگ بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔ بالخصوص علماء کو مواضع تہم (تہمت والی جگہوں) سے بچ کر رہنا چاہیے تاکہ لوگ ان سے بدظن نہ ہوں۔ علاوہ ازیں خود لوگوں کو بھی بلاوجہ بدگمانی سے اجتناب کرنا چاہیے' اس لیے کہ ایسی بدظنی کو حدیث میں بڑا جھوٹ کہا گیا ہے۔

[١٨٥٠] وَعَنْ أَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَزِمْتُ أَنَا وَأَبُو سُفْيَانَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ عَلٰى بَغْلَةٍ لَّهُ بَيْضَاءَ، فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وَأَنَا آخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَكُفُّهَا إِرَادَةَ أَنْ لَّا تُسْرِعَ، وَأَبُو سُفْيَانَ آخِذٌ بِرِكَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«أَيْ عَبَّاسُ! نَادِ أَصْحَابَ السَّمُرَةِ»** قَالَ الْعَبَّاسُ، وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا: فَقُلْتُ بِأَعْلٰى صَوْتِي: أَيْنَ أَصْحَابُ السَّمُرَةِ؟ فَوَاللهِ! لَكَأَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِينَ سَمِعُوا صَوْتِي عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلٰى أَوْلَادِهَا، فَقَالُوا: يَا لَبَّيْكَ! يَالَبَّيْكَ! فَاقْتَتَلُوا هُمْ وَالْكُفَّارُ، وَالدَّعْوَةُ فِي الْأَنْصَارِ يَقُولُونَ: يَامَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! يَامَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

[1850] حضرت ابو الفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوا۔ چنانچہ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ ہم آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے۔ جب مسلمانوں اور مشرکوں کا باہم مقابلہ ہوا تو (پہلے پہل) مسلمان پیٹھ پھیر کر چل دیے تو رسول اللہ ﷺ اپنے خچر کو کافروں کی طرف لے جانے کے لیے ایڑ لگاتے تھے اور میں رسول اللہ ﷺ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے اسے روکتا تھا تاکہ وہ تیز نہ چلے۔ اور ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عباس! درخت کے نیچے' بیعت رضوان کرنے والوں کو آواز دو۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اور وہ بلند آواز آدمی تھے' میں نے اپنی بلند آواز میں کہا: درخت والے کہاں ہیں؟ اللہ کی قسم! جس وقت انھوں نے میری آواز سنی تو وہ اتنی تیزی سے متوجہ ہوئے جیسے گائے اپنی اولاد پر (اس کی آواز سن کر) توجہ کرتی ہے۔ انھوں نے کہا: حاضر ہیں' ہم حاضر ہیں' پھر ان کی اور کافروں کی خوب لڑائی ہوئی۔ اور اس وقت

[1850] صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة حنين، حديث: 1775.

وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا إِلٰى قِتَالِهِمْ فَقَالَ: «هٰذَا حِينَ حَمِيَ الْوَطِيسُ» ثُمَّ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَصَيَاتٍ، فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوهَ الْكُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: «اِنْهَزَمُوا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ!»، فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ فَإِذَا الْقِتَالُ عَلٰى هَيْئَتِهِ فِيمَا أَرٰى، فَوَاللهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ، فَمَا زِلْتُ أَرٰى حَدَّهُمْ كَلِيلًا، وَأَمْرَهُمْ مُدْبِرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انصار کی پکار تھی: اے جماعت انصار! اے جماعت انصار! پھر پکار صرف بنو حارث بن خزرج تک محدود ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے، جب کہ آپ اپنے خچر پر ہی تشریف فرما تھے، میدان جنگ کی طرف دیکھا، گویا کہ آپ اپنی گردن بلند کر کے ان کی معرکہ آرائی کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی وقت ہے جنگ کے زور پکڑنے اور شدت اختیار کرنے کا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے چند کنکریاں پکڑیں اور کافروں کے چہروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا: ''محمد کے رب کی قسم! وہ (کافر) شکست کھا گئے۔'' چنانچہ میں نے بھی دیکھنا شروع کیا تو میرے خیال میں جنگ پورے جوش و خروش پر تھی۔ اللہ کی قسم! جوں ہی آپ نے وہ کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں، تو میں نے مسلسل دیکھا کہ ان کی قوت کمزور ہو رہی ہے اور ان کا معاملہ پیٹھ پھیرنے تک پہنچ رہا ہے۔ (مسلم)

[اَلْوَطِيسُ] اَلتَّنُّورُ، وَمَعْنَاهُ: اِشْتَدَّتِ الْحَرْبُ. وَقَوْلُهُ: [حَدَّهُمْ]: هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، أَيْ: بَأْسَهُمْ.

اَلْوَطِيس: کے معنی تنور کے ہیں اور حَمِيَ الْوَطِيسُ کا مطلب ہے: جنگ خوب زور پکڑ گئی۔ حَدَّهُمْ: ''حا'' کے ساتھ۔ ان کی قوت اور جنگی صلاحیت۔

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو رسول اللہ ﷺ کی بے مثال شجاعت اور بہادری کا اثبات ہے کہ جب ابتداءً صحابہ کی اکثریت سراسیمہ ہو کر منتشر ہوگئی، آپ تن تنہا کفار کی طرف پیش قدمی کرتے رہے، آپ پر خوف کی ادنیٰ سی کیفیت بھی طاری نہیں ہوئی۔ بالآخر آپ کے اسی استقلال اور ثابت قدمی نے صحابہ کو بھی پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ ② صحابہ بھی زیادہ دور نہیں گئے تھے، بس وقتی طور پر کچھ سراسیمہ ہو گئے، جس کی وجہ کفار کی اچانک اور پیہم تیروں کی یلغار تھی جو صحابہ کے لیے بالکل غیر متوقع تھی، تاہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر فوراً پلٹ آئے۔ اگر وہ میدان جنگ چھوڑ کر ہی کہیں دور دراز چلے گئے ہوتے تو ایک آواز میں یک بیک ان کا اجتماع ممکن ہی نہ ہوتا۔ ③ اس میں رسول اللہ ﷺ کے معجزے کا بھی اثبات ہے کہ آپ کی طرف سے چند کنکریوں کا پھینکنا، کفار کی شکست کا باعث بن گیا۔ ④ اس میں مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ میدان کارزار میں اصل قوت ایمان کی پختگی اور اللہ کی مدد ہے۔ وسائل کی فراوانی اور تعداد کی کثرت، اس کی حیثیت ثانوی ہے، اس لیے اس پر بھروسا نہیں ہونا چاہیے ورنہ کثرت تعداد کے باوجود شکست ہو سکتی ہے، جیسے حنین میں ابتداءً ہوا۔ اصل اعتماد اللہ کی ذات اور اس کی نصرت خاص پر ہی ہونا چاہیے کہ اسی کی مشیت فیصلہ کن قوت ہے۔

[١٨٥١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا﴾ وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَارَبِّ! يَارَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ!؟». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1851] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! بلاشبہ اللہ پاک ہے' وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ اور بے شک اللہ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے پیغمبروں کو دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبرو! پاکیزہ (حلال) چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اور فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا کیں۔ پھر آپ نے ایک آدمی کا تذکرہ فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے' پراگندہ حال ہے' گرد و غبار میں اٹا ہوا ہے' اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے (اور کہتا ہے:) اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے' اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور اسے غذا ہی حرام دی گئی' تو اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی۔!؟'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① دعا کی قبولیت کے لیے رزق حلال ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ صدقہ بھی صرف وہی قبول فرماتا ہے جو حلال کی کمائی سے کیا گیا ہو۔ ② علاوہ ازیں ہر عمل صالح سے پہلے رزق حلال کا اہتمام ضروری ہے' ورنہ نیک عمل بھی برباد ہو جائیں گے۔

[١٨٥٢] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1852] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن کلام کرے گا نہ انھیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت کی نظر سے) دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بوڑھا بدکار' جھوٹا بادشاہ اور مغرور فقیر۔'' (مسلم)

[اَلْعَائِلُ]: اَلْفَقِيرُ.

اَلْعَائِلُ: کے معنی ہیں: فقیر۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان جس گناہ سے آسانی سے بچ سکتا ہو اور پھر بھی اس سے نہ بچے' تو وہ اس شخص کے مقابلے میں زیادہ گناہ گار اور بڑا مجرم ہے جس کے لیے اس گناہ سے بچنا نسبتاً آسان نہ ہو۔

[1851] صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، حديث: 1015.

[1852] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار......، حديث: 107.

[١٨٥٣] وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِّنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1853] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سیحان‘ جیحان‘ فرات اور نیل چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔“ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی نہروں کی طرح یہ چاروں نہریں بھی برکت اور شادابی کا ذریعہ ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے اردگرد اسلام پھیلا ہوا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ بطور تشبیہ نہیں‘ بطور حقیقت کے بیان کیا گیا ہے‘ گو ہم اس کی پوری حقیقت سے آگاہی نہیں رکھتے۔ ② ایک قول کے مطابق سیحان اور جیحان سے مراد سیحون اور جیحون‘ ہیں جو خراسان کے علاقے میں ہیں اور فرات شام اور جزیرہ کے درمیان حد فاصل ہے اور دریائے نیل مصر میں ہے۔

[١٨٥٤] وَعَنْهُ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِي فَقَالَ: «خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1854] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا‘ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتے کے دن پیدا فرمایا اور اس میں پہاڑ اتوار کے دن پیدا کیے۔ اور درخت پیر کے دن پیدا کیے اور ناپسندیدہ چیزیں منگل کو۔ اور روشنی بدھ کو پیدا کی۔ اور اس میں جانور جمعرات کے دن پیدا فرمائے۔ اور تمام چیزوں کی پیدائش کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اور یہ عصر اور رات کے درمیان دن کی آخری گھڑی تھی۔“ (مسلم)

فائدہ: دن سے مراد کیا ہے۔ اور یہ کتنا لمبا ہے۔ اس کی پوری حقیقت صرف اللہ ہی جانتا ہے‘ ہمارے دن کی مدت تو 24 گھنٹوں کے شب و روز کے لحاظ ہیں۔ آسمانی دن اس سے بہرحال مختلف ہے۔

[١٨٥٥] وَعَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ، فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَّمَانِيَّةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1855] حضرت ابو سلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ والے دن میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں‘ صرف ایک چھوٹی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ (بخاری)

فائدہ: موتہ شام کے قریب ایک جگہ ہے‘ یہاں جو معرکہ بپا ہوا‘ اسے غزوۂ موتہ کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت

[1853] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها و أهلها، باب ما في الدنيا من أنهار الجنة، حديث: 2839.

[1854] صحيح مسلم، صفات المنافقين و أحكامهم، باب ابتداء الخلق و خلق آدم عليه السلام، حديث: 2789.

[1855] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام، حديث: 4265.

خالد ؓ کی شجاعت اور بہادری کا تذکرہ اوران کی فضیلت کا اثبات ہے۔

[١٨٥٦] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ، فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِنْ حَكَمَ وَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1856]حضرت عمرو بن عاص ؓ بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد سے کام لے پھر اجتہاد سے وہ درستی کو پہنچ گیا تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔ اور جب وہ فیصلہ کرے اور اجتہاد میں اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① جن معاملات میں کوئی نص شرعی نہ ہو‘ان کی بابت ان سے ملتی جلتی شکلوں کو سامنے رکھ کر جواز وعدم جواز کا فیصلہ کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ظاہر بات ہے کہ یہ اجتہاد وہی شخص کرسکتا ہے جسے قرآن وحدیث کی صحیح سمجھ ہو۔ ② اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کے حاکم‘ قاضی اور مجاز افسر کو قرآن وحدیث کا عالم ہونا چاہیے تاکہ حسب ضرورت وہ اجتہاد کر سکے۔اس اجتہاد میں وہ اخلاص اور نیک نیتی سے کام لے گا‘ تو اس کے لیے ہر صورت میں اجر ہے‘ بلکہ درستی کی صورت میں دوہرا اجر ہے۔

[١٨٥٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1857]حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے‘ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بخار جہنم کی شدید حرارت سے ہے‘ چنانچہ تم اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: حدیث میں بیان کردہ علاج بالکل صحیح ہے۔بہت سے بخار میں ڈاکٹر اس کا یہی علاج تجویز کرتے ہیں کہ مریض کو پانی سے خوب نہلاؤ یا پانی کی پٹیاں باندھ کر اسے ٹھنڈک پہنچاؤ۔

[١٨٥٨] وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1858]حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے (نذر کے) روزے ہوں تو اس کا قریبی اس کی طرف سے روزے رکھے۔'' (بخاری ومسلم)

[1856] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجر الحاكم...... حديث:7352، وصحيح مسلم، الأقضية، باب بيان أجر الحاكم...... حديث:1716.

[1857] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار...... حديث:3263، وصحيح مسلم، السلام، باب لكل داء دواء...... حديث: 2210.

[1858] صحيح البخاري، الصوم، باب من مات وعليه صوم، حديث:1952، وصحيح مسلم، الصيام، باب قضاء الصوم عن الميت، حديث:1147.

وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: اَلْقَرِيبُ وَارِثًا كَانَ أَوْ غَيْرَ وَارِثٍ.

اس حدیث کی رو سے فوت شدہ شخص کے ذمے روزے ہوں تو پسندیدہ بات اس کی طرف سے روزہ رکھنے کا جواز ہے۔ اور ولی سے مراد قریبی عزیز ہے، چاہے وہ وارث ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نذر کے روزے ہیں نہ کہ رمضان کے روزے۔ گویا شیخ موصوف نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کے عموم کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری حدیث سے خاص کر دیا، جس میں نذر کے روزوں کی صراحت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدنی عبادت میں نیابت جائز نہیں، جس طرح زندگی میں کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے کوئی بدنی عبادت ادا نہیں کر سکتا، اسی طرح موت کے بعد بھی ایسا کرنا جائز نہیں۔ البتہ جس کی بابت نص میں صراحت ہو تو اس میں نیابت جائز ہوگی اور اسے صرف نص کی صراحت کی حد تک ہی محدود رکھا جائے گا، جیسے نذر کے روزوں کی بابت حدیث میں صراحت ہے کہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے تو نذر کے روزے میت کی طرف سے رکھنے جائز ہوں گے، کوئی اور بدنی عبادت اس کی طرف سے جائز نہیں ہوگی۔

[١٨٥٩] وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حُدِّثَتْ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ فِي بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا: وَاللهِ! لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ، أَوْ لَأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا؛ قَالَتْ: أَهُوَ قَالَ هٰذَا؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَتْ: هُوَ لِلّٰهِ، عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ لَّا أُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبَدًا، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِينَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ. فَقَالَتْ: لَا وَاللهِ! لَا أُشَفِّعُ فِيهِ أَبَدًا، وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلٰى نَذْرِي فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ وَقَالَ لَهُمَا: أَنْشُدُكُمَا اللهَ لَمَّا أَدْخَلْتُمَانِي عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَنْذِرَ قَطِيعَتِي، فَأَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ حَتّٰى

[1859] حضرت عوف بن مالک بن طفیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کسی سودے یا عطیے کے بارے میں، جو حضرت عائشہ دیتی تھیں، کہا: (میری خالہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا تو اس طرح (بے دریغ) خرچ کرنے سے رک جائیں، نہیں تو میں ان پر پابندی عائد کر دوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا: کیا عبداللہ نے واقعی ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ انھوں نے فرمایا: مجھ پر اللہ کے نام کی نذر ہے، اب میں کبھی عبداللہ بن زبیر سے بات نہیں کروں گی۔ جب یہ ترک تعلق لمبا ہو گیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ کی طرف سفارش کروائی۔ تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ابن زبیر کے بارے میں کبھی سفارش نہیں مانوں گی اور نہ اپنی نذر توڑنے کے گناہ کا ارتکاب کروں گی، چنانچہ جب ابن زبیر پر یہ معاملہ مزید لمبا ہوا تو انھوں نے حضرت مسور بن

[1859] صحيح البخاري، الأدب، باب الهجرة، حديث: 6073-6075.

اِسْتَأْذَنَا عَلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، أَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: أُدْخُلُوا. قَالُوا: كُلُّنَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أُدْخُلُوا كُلُّكُمْ، وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوا، دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ، فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُولَانِ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيجِ، طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِي، وَتَقُولُ: إِنِّي نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيدٌ، فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَأَعْتَقَتْ فِي نَذْرِهَا ذٰلِكَ أَرْبَعِينَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِي حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث سے گفتگو کی اور ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے (میری خالہ) عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے چلو اس لیے کہ ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع تعلق کی نذر پر قائم رہیں، تو حضرت مسور اور عبدالرحمٰن دونوں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو لے گئے حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه کیا ہم اندر آجائیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آجاؤ۔ انھوں نے پوچھا: ہم سب آجائیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، تم سب آجاؤ، اور انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن زبیر بھی ہیں، چنانچہ جب یہ اندر گئے تو حضرت ابن زبیر پردے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ سے لپٹ کر انھیں قسمیں دینے لگے اور رونے لگے اور (پردے کے باہر) حضرت مسور اور عبدالرحمٰن بھی انھیں قسم دے کر کہنے لگے کہ وہ ابن زبیر سے بات چیت کریں اور ان کا عذر قبول کر لیں۔ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ نے اس قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے جو آپ کے علم میں ہے۔ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بول چال اور تعلق منقطع رکھے۔ جب انھوں نے حضرت عائشہ کے سامنے وعظ ونصیحت اور ترک تعلق کے گناہ ہونے کی باتیں کثرت سے کیں تو انھوں نے بھی وعظ ونصیحت شروع کر دی اور رونے لگیں اور فرمانے لگیں کہ میں نے تو نذر مانی تھی اور نذر کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ مگر یہ دونوں برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے حضرت ابن زبیر سے کلام فرما لیا اور اپنی اس نذر کے توڑنے کے کفارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چالیس گردنیں آزاد کیں۔ اور اس کے بعد جب بھی وہ اپنی نذر کو یاد کرتیں تو

خوب روتیں حتیٰ کہ ان کے آنسو ان کی اوڑھنی (دوپٹے) کو تر کر دیتے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے تھے۔ حضرت عائشہ نے ان سے گفتگو نہ کرنے کی نذر مانی تھی، تو وہ سمجھتی تھیں کہ ایسا کرنا ان کے لیے جائز ہے کیونکہ حضرت ابن زبیر نے اپنی خالہ کے جائز تصرفات پر پابندی لگانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ لیکن پھر انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور وہ اپنی خالہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کو منانے کے لیے دو سفارشیوں کو ساتھ لے کر گھر پہنچ گئے۔ اس کے بعد ان کے لیے یہی مناسب تھا جو انھوں نے کیا کہ نذر توڑ دیں اور ابن زبیر سے ٹوٹے ہوئے تعلق کو بحال کر لیں...... ② نذر توڑنے کا کفارہ وہی ہے جو قسم توڑنے کا ہے۔ ایک گردن آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کی پوشاک کا انتظام کر دینا۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کی بجائے چالیس گردنیں آزاد فرمائیں...... رضی اللہ عنہا......

راویٔ حدیث: [حضرت عوف بن مالک بن طفیل رحمہ اللہ] عوف بن مالک بن طفیل بن سخبرۃ ازدی کا شمار اوسط درجے کے تابعین میں ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ کے رضیع (دودھ شریک بھائی) اور شاگرد تھے۔ نیک طبع، زاہد اور عابد شخص تھے۔ شجاعت و بہادری میں بھی شہرت تھی۔

[١٨٦٠] وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى قَتْلَى أُحُدٍ، فَصَلَّى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: «إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَّأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا، أَلَا وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا، وَلٰكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا» قَالَ: فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1860] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احد کے شہداء کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے لیے آٹھ سال بعد اس طرح دعا فرمائی جیسے زندوں اور مُردوں کو رخصت کرنے والا دعا کرتا ہے، پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''میں تمھارا پیش رو (یا میر سامان) ہوں۔ اور میں تم پر گواہ ہوں گا۔ اور تمھارے وعدے کی جگہ حوض (کوثر) ہے۔ اور بلاشبہ میں اسے اپنے اس مقام سے دیکھ رہا ہوں (کشف کے طور پر)۔ خبردار! مجھے تم سے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے، لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم دنیا میں زیادہ رغبت کرنے لگو گے۔'' حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ آخری نظر تھی جو میں نے رسول اللہ ﷺ پر ڈالی (اس کے بعد جلد ہی آپ دنیا سے رخصت ہو گئے)۔''

(بخاری و مسلم)

[1860] صحيح البخاري، الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، حديث: 1344، وصحيح مسلم، الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ و صفاته، حديث: 2296.

وَفِي رِوَايَةٍ: «وَلٰكِنِّي أَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا، وَتَقْتَتِلُوا فَتَهْلِكُوا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ» قَالَ عُقْبَةُ: فَكَانَ آخِرَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ.

اور ایک اور روایت میں ہے: ''میں تم سے دنیا کی بابت خوف محسوس کرتا ہوں کہ تم اس میں زیادہ رغبت کرو گے اور (اس کی وجہ سے) باہم لڑو گے' تو ایسے ہی ہلاک ہو جاؤ گے جیسے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔'' حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کا آخری دیدار تھا جو میں نے منبر پر کیا۔

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: «إِنِّي فَرَطٌ لَّكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللهِ! لَأَنْظُرُ إِلٰى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللهِ! مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا».

ایک اور روایت میں ہے: ''بلاشبہ میں تمھارا پیش رو ہوں اور تم پر گواہ ہوں گا۔ اور بلاشبہ اللہ کی قسم! میں اب اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی یا (فرمایا:) زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ اور میں تمھاری بابت اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے' لیکن مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ تم اس دنیا میں خوب رغبت کرو گے۔''

وَالْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ: اَلدُّعَاءُ لَهُمْ، لَا الصَّلَاةُ الْمَعْرُوفَةُ.

شہدائے احد پر صلاۃ سے مراد ان کے لیے دعا کرنا ہے' نہ کہ معروف نماز پڑھنا۔

فوائد و مسائل: ① مرحومین اور شہداء کے لیے ہمیشہ مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرتے رہنا چاہیے بشرطیکہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ ② دنیا میں کشف کے ذریعے سے بہت سے حقائق اخروی کا نبی ﷺ کو علم دیا گیا۔ ③ اس میں حوض کوثر کا بھی اثبات ہے۔ ④ نبی ﷺ اپنی امت کے پیش رو یا میر سامان ہوں گے۔ فَرَطٌ کے معنی ہیں' قافلے سے آگے جانے والا' یعنی آپ قافلہ آخرت کے پیش رو ہیں۔ ⑤ اس میں آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے جو فرمایا ہے کہ مجھے تم سے شرک کا اندیشہ نہیں ہے' تو یہ صحابۂ کرام اور قرن اول کے اعتبار سے ہے' ورنہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانے میں لوگ پھر بتوں کو پوجیں گے' اس لیے اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ امت محمدیہ کے افراد کبھی شرک کا ارتکاب نہیں کریں گے' صحیح نہیں ہے۔ اس کا تعلق اسلام کے قرون خیر سے ہے۔ یا پھر اس کا مطلب تمام امت کے مشرک ہونے کی نفی ہے' یعنی پوری امت شرک کا ارتکاب نہیں کرے گی۔ کچھ گروہ یا فرقے اگر مشرکانہ عقائد و اعمال اختیار کریں گے بھی جیسا کہ اس وقت بہت سے مدعیان اسلام کا عقیدہ و عمل ہے' تو دوسرے گروہ توحید و سنت پر ضرور قائم رہیں گے۔ ⑦ زمین کی یا زمین کے خزانوں کی چابیوں سے مراد وہ خوش خبری ہے جو کفار کے ممالک فتح ہونے کی صورت میں مسلمانوں کو غنیمت کا مال ملنا تھا جیسا کہ بعد میں ہوا۔

[١٨٦١] وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ عَمْرِو بْنِ أَخْطَبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَأَخْبَرَنَا مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ، فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1861] حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک روز) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہو گئے۔ ہمیں خطبہ دیا' یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ تو آپ نیچے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر رونق افروز ہو گئے اور ہمیں خطبہ دیا' یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا' پھر آپ نیچے اترے اور نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ گئے (اور خطبہ دیا) یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے ہمیں ماضی اور مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی خبر دی۔ چنانچہ ہم میں سب سے بڑا عالم وہی ہے جو ہم میں سب سے زیادہ ان باتوں کو جاننے والا ہے۔ (مسلم)

فائدہ: مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات سے مراد قیامت کے قریب ہونے والے اہم واقعات ہیں جنھیں علامات قیامت کہا جاتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ] عمرو بن اخطب بن رفاعہ بن محمود انصاری۔ کنیت ان کی ابوزید تھی۔ کنیت ہی سے زیادہ مشہور تھے۔ جلیل القدر اور عالی مرتبت صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کی معیت میں 13 غزوے لڑے۔ آپ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ صرف چار احادیث کے راوی ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ 120 سال کی طویل عمر پا کر فوت ہوئے لیکن اس کے باوجود ان کے سر میں گنتی کے چند بال ہی سفید تھے۔ اصحاب سنن اربعہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ان کی روایات اپنی کتب میں بیان کی ہیں۔

[١٨٦٢] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ، فَلَا يَعْصِهِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1862] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔'' (بخاری)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں کی نذر پوری کرنی چاہیے اور نافرمانی کی نذر پوری نہ کی جائے۔

[1861] صحيح مسلم، الفتن، باب إخبار النبي ﷺ فيما يكون إلى قيام الساعة، حديث: 2892.

[1862] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب النذر في الطاعة......، حديث: 6696.

[١٨٦٣] وَعَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْأَوْزَاغِ، وَقَالَ: «كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1863] حضرت ام شریک ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں چھپکلیوں کے مارنے کا حکم فرمایا اور آپ نے فرمایا: ''یہ ابراہیم ؑ (کی آگ) پر پھونکیں مارتی تھی۔'' (بخاری و مسلم)

[١٨٦٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ، فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ، فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً دُونَ الْأُولٰى، وَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ، فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً».

وَفِي رِوَايَةٍ: «مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ، كُتِبَ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَفِي الثَّانِيَةِ دُونَ ذٰلِكَ، وَفِي الثَّالِثَةِ دُونَ ذٰلِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1864] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو چھپکلی کو پہلی چوٹ میں مار دے، اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔ اور جو اس کو دوسری چوٹ میں مارے اس کے لیے پہلے شخص سے کم اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔ اور اگر تیسری چوٹ میں مارے تو اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے: ''جو شخص کسی چھپکلی کو پہلی چوٹ میں مار دے، اس کے لیے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ دوسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم اور تیسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم۔'' (مسلم)

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْوَزَغُ: اَلْعِظَامُ مِنْ سَامِّ أَبْرَصَ.

اہل لغت نے کہا ہے: وَزَغٌ، سام ابرص سے مراد بڑا جانور (کرلا) ہے۔

فوائد و مسائل: ① سام ابرص بھی چھپکلی کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نووی ؒ کی اس سے مراد کرلا ہے جس طرح کہ یہی بات عام لوگوں میں بھی معروف ہے۔ واللہ أعلم۔ ② اس میں چھپکلی کو پوری قوت سے ایک ہی چوٹ میں مارنے کی فضیلت کا بیان ہے۔ دوسرے موذی جانوروں کا بھی یہی حکم ہوگا' جیسے بچھو' سانپ' اژدہے وغیرہ۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی یا برائی میں تھوڑا سا تعاون بھی عنداللہ محسوب (شمار) ہوگا اور اس کی جزا اور سزا ملے گی کیونکہ عنداللہ مقدار کی اہمیت نہیں' اصل چیز نیت اور ارادہ ہے۔

[١٨٦٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ،

[1865] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا: میں ضرور (آج رات) صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور

[1863] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب خير مال المسلم......، حديث:3307، وصحيح مسلم، السلام، باب استحباب قتل الوزغ، حديث:2237.

[1864] صحيح مسلم، السلام، باب استحباب قتل الوزغ، حديث:2240.

[1865] صحيح البخاري، الزكاة، باب إذا تصدق على غني وهو لا يعلم، حديث:1421، وصحيح مسلم، الزكاة، باب ثبوت أجر المتصدق......، حديث:1022.

فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ، وَعَلَى زَانِيَةٍ، وَعَلَى غَنِيٍّ! فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ، فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَعْتَبِرَ، فَيُنْفِقَ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ».

کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کرتے تھے کہ آج رات ایک چور پر صدقہ کیا گیا ہے۔ تو صدقہ کرنے والے نے (سن کر) کہا: اللہ! تیری تعریف! (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو وہ اس نے ایک بدکار عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کرتے تھے کہ آج رات ایک بدکار عورت پر صدقہ کیا گیا ہے۔ تو صدقہ کرنے والے نے (سن کر) کہا: اللہ! تیری شان! بدکار عورت پر (صدقہ ہو گیا ہے!) میں (آج رات) پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مال دار آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کرتے تھے کہ آج رات ایک مال دار پر صدقہ کیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا: اللہ! تیری حمد! ایک چور ایک بدکار عورت اور ایک مال دار پر (صدقہ ہو گیا!) چنانچہ رات کو اسے خواب آیا اور اسے بتلایا گیا (کہ تیرا صدقہ بے کار نہیں گیا ہے' بلکہ) تیرا صدقہ جو چور پر ہوا تو شاید اس کی وجہ سے وہ چوری کرنے سے باز آ جائے۔ اور بدکار عورت' شاید وہ بدکاری سے تائب ہو جائے۔ اور مال دار آدمی' شاید وہ عبرت حاصل کر لے اور وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔"

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهِ، وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ.

بخاری میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور مسلم میں اس کے ہم معنی روایت ہے۔

فائدہ: صدقہ دینے والے کی نیت اگر صحیح ہو تو اس طرح بے خبری میں غیر مستحق لوگوں پر بھی صدقہ ہو جائے تو عنداللہ مقبول ہو گا۔ علاوہ ازیں اللہ چاہے گا تو اس میں بھی ان لوگوں کے اندر خیر کے پہلو پیدا فرما دے گا جو مستحق نہ ہونے کے باوجود صدقے سے نواز دیے جائیں۔ یہ واقعہ پہلی امتوں میں سے کسی کا ہے۔

[١٨٦٦] وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ

[1866] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم

[1866] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ذرية من حملنا مع نوح ......﴾، حديث: 4712، و صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث: 194.

فِي دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ: «أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَتَدْنُو مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ، فَيَقُولُ النَّاسُ: أَلَا تَرَوْنَ إِلٰى مَا أَنْتُمْ فِيهِ إِلٰى مَا بَلَغَكُمْ، أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: أَبُوكُمْ آدَمُ، وَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُونَ: يَا آدَمُ، أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُّوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ، فَسَجَدُوا لَكَ، وَأَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ؟ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ، وَمَا بَلَغْنَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ، فَعَصَيْتُ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي! اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا بَلَغْنَا، أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ؛ دَعَوْتُ بِهَا عَلٰى قَوْمِي، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي! اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى إِبْرَاهِيمَ. فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ! أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا

ایک دعوت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' آپ کی طرف دستی کا گوشت بڑھایا گیا' اور آپ کو یہ گوشت پسند تھا' چنانچہ آپ اسے نوچ نوچ کر کھانے لگے اور فرمایا: ''میں قیامت والے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم جانتے ہو' اس سرداری کی وجہ کیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ایک ہی میدان میں (اگلے پچھلے تمام) لوگوں کو جمع فرمائے گا۔ ایک دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور ایک پکارنے والا ان سب کو اپنی آواز سنا سکے گا۔ سورج ان کے قریب ہوگا۔ لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک پہنچے گی کہ ان کی طاقت اور برداشت سے باہر ہو گی۔ لوگ کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم جس تکلیف سے دوچار ہو' وہ کس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کیا تم ایسا شخص نہیں دیکھتے جو تمھارے لیے تمھارے رب سے سفارش کرے؟ تو لوگ ایک دوسرے کو کہیں گے کہ تمھارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور آپ کے اندر اپنی روح پھونکی اور اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا' تو انھوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کو جنت میں آباد کیا۔ کیا آپ اپنے رب سے ہماری سفارش نہیں کرتے؟ کیا آپ ہماری وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حالت کو ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ تو وہ فرمائیں گے: میرا رب آج اتنا سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضب ناک وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی اس جیسا غضب ناک ہوگا۔ اور اس نے مجھے (جنت میں) ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن مجھ سے نافرمانی کا صدور ہو گیا تھا۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم نوح کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے

نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي! اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى مُوسٰى، فَيَأْتُونَ مُوسٰى، فَيَقُولُونَ: يَا مُوسٰى! أَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَّمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي! اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى عِيسٰى. فَيَأْتُونَ عِيسٰى، فَيَقُولُونَ: يَا عِيسٰى! أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ عِيسٰى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي! اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ».

پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے: اے نوح! آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہماری بے چینی کس حد تک پہنچی ہوئی ہے؟ کیا آپ اپنے رب سے ہماری سفارش نہیں کرتے؟ چنانچہ وہ فرمائیں گے؟ میرا رب آج اتنا سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضب ناک وہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ کبھی آئندہ ہوگا۔ اور مجھے ایک دعا کرنے کا حق حاصل تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجیے۔ کیا آپ وہ تکلیف دیکھ نہیں رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے: میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اتنا غضب ناک اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہو گا۔ اور میں نے تو تین باتیں ایسی کی تھیں جو بظاہر واقعے کے خلاف تھیں۔ مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور ہم کلامی سے نواز کر تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجیے۔ کیا آپ وہ تکلیف دیکھ نہیں رہے ہیں جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے:

میرا رب آج اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس جیسا غضب ناک وہ پہلے کبھی نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ اور مجھ سے ایک جان کا قتل ہو گیا تھا جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ' تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف القا فرمایا اور اس کی روح ہیں۔ اور آپ نے گہوارے میں لوگوں سے گفتگو فرمائی۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجیے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا رب آج اتنا سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضب ناک وہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کسی قصور کا ذکر نہیں فرمائیں گے (اور فرمائیں گے:) مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے۔ تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ' تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ: يَامُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَأَنْطَلِقُ، فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِّرَبِّي، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَّحَامِدِهِ، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَامُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَارَبِّ! أُمَّتِي يَا رَبِّ! فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ

ایک اور روایت میں ہے' (آپ ﷺ نے فرمایا:) ''لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے (تمام) گناہ بھی معاف فرما دیے ہیں۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش فرما دیجیے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں؟ چنانچہ میں چل کر عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ اپنی حمد اور حسن ثنا پر مشتمل ایسے کلمات مجھ پر القا فرمائے گا کہ مجھ سے پہلے وہ کسی پر القا نہیں کیے گئے ہوں گے' پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے' مانگیے' آپ کو دیا

أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ» ثُمَّ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جائے گا۔ سفارش کیجیے' سفارش قبول کی جائے گی' چنانچہ میں اپنا سر (سجدے سے) اٹھاؤں گا اور کہوں گا: اے میرے رب! میری امت' اے میرے رب! میری امت (اسے بخش دے۔) پس کہا جائے گا: اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو' جن پر حساب نہیں ہے' جنت کے دروازوں میں سے دائیں طرف کے دروازے سے جنت میں لے جائیں اور وہ اس کے علاوہ دوسرے دروازوں میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہیں (دوسرے دروازوں سے بھی وہ جا سکتے ہیں)۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان یا مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ھَجَر، بحرین میں ایک شہر ہے اور بصریٰ دمشق کے جنوب میں واقع حوران کی ایک بستی ہے' یعنی جنت کا ایک دروازہ اتنا چوڑا ہوگا کہ دونوں کواڑوں کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہوگا۔ ② اس حدیث میں نبی ﷺ کی فضیلت کا بیان ہے کہ قیامت والے دن' جب کہ جلیل القدر پیغمبروں کو بھی بارگاہ الٰہی میں سفارش کرنے کی ہمت نہیں ہوگی' نبی ﷺ اللہ کے حکم سے سفارش فرمائیں گے۔ ایک سفارش تو یہ فرمائیں گے کہ لوگوں کا حساب کتاب شروع کیا جائے تاکہ میدان محشر کی ہولناکیوں سے لوگوں کو نجات ملے۔ روایت کا یہ حصہ اس حدیث میں نہیں ہے' دوسری روایات میں ہے۔ دوسری سفارش اپنی امت کے حق میں فرمائیں گے۔ یہ مختلف مرحلوں میں ہوگی۔ اس میں پہلے مرحلے کا ذکر ہے جس میں آپ کی سفارش پر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائے گا' جن پر حساب نہیں ہوگا۔ دوسری مرتبہ آپ کی سفارش اس وقت ہوگی جب گناہ گار اہل ایمان جہنم میں اپنے گناہوں کی کافی سزا بھگت چکے ہوں گے تو پھر نبی ﷺ کی سفارش سے انھیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمایا جائے گا۔ ③ اس میں انبیاء ﷷ اپنی اپنی بعض لغزشوں کے حوالے سے سفارش کرنے سے معذرت کریں گے۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ انبیاء ایمان و تقویٰ کے جس بلند ترین درجے پر فائز ہوتے ہیں' وہاں معمولی سی لغزش بھی' جو گناہ کے دائرے میں نہیں آتی' انھیں بڑی غلطی محسوس ہوتی ہے' جیسے کہا جاتا ہے: ''سفید اجلے کپڑے پر معمولی سا دھبہ بھی بڑا نمایاں محسوس ہوتا ہے۔'' یہی حال انبیاء ﷷ کا ہے اور اسی اعتبار سے انھوں نے معمولی معمولی لغزشوں کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے سے معذرت کی۔ ④ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین واقعے' جنھیں کذبات کہا گیا ہے' حالانکہ وہ جھوٹ نہیں ہیں' بلکہ معاریض ہیں' جو ظاہراً جھوٹ معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً جھوٹ نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک ان کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں۔ دوسرا بتوں کی بابت کہنا کہ

بڑے بت نے یہ کام کیا ہے' اس سے پوچھو۔ تیسرا' بیوی کو اپنی بہن کہنا۔ پہلی بات کو کسی طرح جھوٹ نہیں کہا جا سکتا' کیونکہ آپ نے اپنے آپ کو بیمار کہا' تو یقیناً آپ بیمار ہوں گے یا وہ جس جشن میں شرکت کی دعوت دے رہے تھے' اس کے لیے آپ بیمار تھے۔ بت توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کرنے سے مقصود بتوں کے پجاریوں کے سامنے بتوں کی اصل حقیقت واضح کرنا اور ان کو توحید کی حقیقت سے آشنا کرنا تھا' اسی طرح حالات کی مجبوری کی وجہ سے بیوی کو بہن کہنا بھی جھوٹ نہیں ہے کیونکہ ہر مسلمان مرد دوسرے مسلمان مرد کا بھائی اور مسلمان عورت ہر مسلمان کی بہن ہے۔ لیکن ظاہری شکل کے اعتبار سے کیونکہ یہ واقعات کے خلاف ہیں' اس لیے انھیں جھوٹ کہہ دیا گیا ہے' حالانکہ حقیقت کے لحاظ سے وہ جھوٹ نہیں ہیں' توریے کی قسم سے ہیں جو بوقت ضرورت جائز ہے۔ مزید وضاحت کے لیے دیکھیے: (تفسیر ''احسن البیان'' سورۃ الانبیاء' آیت:63 کا حاشیہ)

[١٨٦٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ إِبْرَاهِيمُ ﷺ بِأُمِّ إِسْمَاعِيلَ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ! أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ أَنِيسٌ وَّلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، قَالَتْ لَهُ: آللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَتْ: إِذًا لَا يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ، اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: ﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿يَشْكُرُونَ﴾ [إِبْرَاهِيمَ:٣٧] وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ، وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ

[1867] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ اور ان کے بیٹے اسمٰعیل کو' جب کہ وہ ان کو دودھ پلاتی تھیں' لائے حتیٰ کہ انھیں بیت اللہ کے نزدیک مسجد حرام کے بالائی حصے میں زمزم کے اوپر واقع ایک درخت کے پاس ٹھہرا دیا۔ اس زمانے میں مکے میں کوئی انسان آباد نہیں تھا' نہ وہاں پانی ہی تھا۔ ان ماں بیٹے کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا' پھر ابراہیم علیہ السلام پیٹھ پھیر کر جانے لگے تو حضرت اسمٰعیل کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا: اے ابراہیم! ہمیں اس وادی میں (تنہا) چھوڑ کر' جہاں کوئی غم خوار ساتھی ہے نہ ضرورت کی کوئی چیز' کہاں جا رہے ہیں؟ انھوں نے یہ بات ان سے متعدد مرتبہ کہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے۔ بالآخر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: ہاں۔ تو انھوں نے کہا: تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا' پھر وہ واپس چلی گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی راہ پر چلے' یہاں تک کہ جب ثنیہ مقام پر پہنچے جہاں سے ان کے اہل وعیال انھیں نہیں دیکھ رہے تھے' اپنا

[1867] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ﴿يزفون﴾ : النسلان في المشي، حديث:3364.

الْمَاءِ، حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ، عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوّٰى - أَوْ قَالَ: يَتَلَبَّطُ - فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى أَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ، فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى أَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا**» فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ: صَهْ - تُرِيدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ - أَوْ قَالَ: بِجَنَاحِهِ - حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ الْمَاءَ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ، وَفِي رِوَايَةٍ: بِقَدَرِ مَا تَغْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**رَحِمَ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ، لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِينًا!**» قَالَ: فَشَرِبَتْ، وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هٰهُنَا

رخ بیت اللہ کی طرف کیا‘ پھر ان کلمات کے ساتھ دعائیں کیں۔ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: ’’اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں آباد کیا ہے...... تاکہ وہ شکر کریں۔‘‘ تک (قرآنی دعا کی۔)

(ادھر) اسمٰعیل کی والدہ‘ اسمٰعیل کو دودھ پلاتی اور اس مشکیزے کے پانی سے پانی پیتی رہیں‘ یہاں تک کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہوگیا تو خود پیاسی رہنے لگیں اور بیٹا بھی پیاس سے بلبلانے لگا اور وہ اسے زمین پر لوٹتے ہوئے دیکھنے لگیں۔ یہ منظر ان کے لیے سخت ناپسندیدہ تھا۔ چنانچہ وہ پانی کی تلاش میں چلیں تو صفا پہاڑ کو انھوں نے اپنے قریب زمین میں سب سے قریب پایا۔ وہ اس پر کھڑی ہوگئیں اور وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی انسان نظر آتا ہے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ صفا پہاڑ سے نیچے اتریں‘ یہاں تک کہ جب وادی (میدان) میں پہنچیں تو اپنی قمیص کا کنارہ اوپر اٹھایا‘ پھر اس طرح دوڑیں جیسے کوئی سخت مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے‘ حتیٰ کہ ساری وادی پار کر گئیں‘ پھر مروہ پہاڑی پر چڑھ کر کھڑی ہوگئیں اور نظر دوڑائی کہ کیا کوئی انسان دکھائی دیتا ہے؟ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ انھوں نے ایسا سات مرتبہ کیا (سات چکر لگائے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’اسی وجہ سے (حضرت ہاجرہ کی متابعت میں) لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔‘‘ چنانچہ جب (آخر میں) مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی۔ تو اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا: خاموش رہ۔ (کیونکہ آواز ان کے لیے ناقابل یقین چیز تھی۔) پھر کان لگائے تو پھر آواز سنی۔ تو حضرت ہاجرہ نے کہا: تیری آواز پہنچ گئی ہے۔ اگر تیرے پاس کچھ مدد کا سامان ہے تو (فوراً مدد کے لیے پہنچ)۔ پس ناگہاں دیکھا کہ زمزم کی جگہ کے پاس فرشتہ ہے۔ اس نے اپنی ایڑی‘

بَيْتًا يَبْنِيهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيهِ السُّيُولُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَّمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ. فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمٍ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمٍ مُّقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ، فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوا: إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلٰى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا، فَأَخْبَرُوهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ، فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلٰكِنْ لَّا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَأَلْفٰى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، وَهِيَ تُحِبُّ الْأُنْسَ، فَنَزَلُوا، فَأَرْسَلُوا إِلٰى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِهَا أَهْلَ أَبْيَاتٍ، وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ، زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِّنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا - وَفِي رِوَايَةٍ: يَصِيدُ لَنَا - ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَّشِدَّةٍ، وَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ، اقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ،

یا فرمایا: اپنے پر کے ساتھ زمین کو کریدا یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ تو حضرت ہاجرہ اس کے لیے حوض بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے باڑھ بناتی تھیں اور چلو سے پانی لے کر مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ وہ جتنا پانی چلو میں لیتیں' وہ پانی اتنا ہی ابلتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چلو کی مقدار کے برابر پانی ابلتا۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیل کی والدہ پر رحم فرمائے' اگر وہ زمزم کو یوں ہی چھوڑ دیتیں یا فرمایا: چلو سے پانی اکٹھا نہ کرتیں تو زمزم روئے زمین کو سیراب کرنے والا بڑا چشمہ ہوتا۔'' راوی نے بیان کیا: پس حضرت ہاجرہ نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔ پس فرشتے نے حضرت ہاجرہ سے کہا: تم اپنی جان کا خوف مت کرو! (کہ وہ ضائع ہو جائے گی) اس لیے کہ اس مقام پر اللہ کا گھر ہے جسے یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اور (اس وقت) بیت اللہ (کی جگہ) ٹیلے کی طرح زمین سے بلند تھی۔ وہاں سیلاب آتے تو اس کے دائیں اور بائیں سے گزر جاتے۔ پس ایک عرصے تک یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ جرہم کا قافلہ یا جرہم قبیلے کا کوئی گھرانہ' کداء کے راستے سے آتے ہوئے ان کے پاس سے گزرا، انھوں نے مکے کے زیریں حصے میں پڑاؤ کیا تو انھوں نے ایک منڈلاتا ہوا پرندہ دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ پرندہ یقیناً پانی پر گھوم رہا ہے۔ ہمیں تو اس وادی سے آتے جاتے ایک زمانہ ہو گیا ہے' اس میں تو پانی نہیں ہے۔ چنانچہ (معلومات کے لیے) انھوں نے ایک یا دو قاصد بھیجے' تو انھوں نے وہاں پانی پایا۔ انھوں نے آ کر ان کو خبر دی تو وہ لوگ وہاں گئے۔ حضرت اسمٰعیل کی والدہ پانی کے پاس تھیں۔ انھوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس آ کر پڑاؤ

فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا ، فَقَالَ : هَلْ جَاءَكُمْ مِّنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا ، فَسَأَلَنَا عَنْكَ ، فَأَخْبَرْتُهُ ، فَسَأَلَنِي : كَيْفَ عَيْشُنَا ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ . قَالَ : فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ : غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ . قَالَ : ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ ، اِلْحَقِي بِأَهْلِكِ . فَطَلَّقَهَا ، وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى ، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ ، فَلَمْ يَجِدْهُ ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ ، فَسَأَلَ عَنْهُ . قَالَتْ : خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا . قَالَ : كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ . فَقَالَتْ : نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ ، وَأَثْنَتْ عَلَى اللهِ تَعَالٰى ، فَقَالَ : مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ : اَللَّحْمُ . قَالَ : فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ : اَلْمَاءُ . قَالَ : اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ! قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ» قَالَ : فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ .

ڈال لیں؟ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن پانی کی ملکیت میں تمھارا حق نہیں ہوگا۔ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات حضرت اسمٰعیل کی والدہ کی خواہش کے مطابق ہوئی، وہ بھی انس و محبت کو پسند کرتی تھیں۔ پس انھوں نے وہاں پڑاؤ ڈال لیا اور اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا، پس وہ بھی وہاں آ کر مقیم ہو گئے، یہاں تک کہ وہاں رہنے والے کئی گھر ہو گئے۔ اور اسمٰعیل بھی جوان ہو گئے اور ان لوگوں سے انھوں نے عربی زبان بھی سیکھ لی۔ اور جب وہ بڑے ہو گئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ نفیس اور سب سے زیادہ دل پسند تھے، لہٰذا جب وہ بالغ ہو گئے تو انھوں نے اپنی ایک عورت سے ان کی شادی کر دی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ فوت ہو گئیں۔ حضرت اسمٰعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تاکہ اپنی چھوڑی ہوئی چیزوں (بیوی بچے) کو ملاحظہ کریں۔ چنانچہ انھوں نے اسمٰعیل کو نہ پایا تو ان کی بابت ان کی بیوی سے پوچھا اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں، اور ایک روایت میں ہے: ہمارے لیے شکار کرنے باہر گئے ہیں۔ پھر انھوں نے ان کی بیوی سے ان کی گزران اور عام حالت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ہم بہت برے حال میں ہیں، بڑی تنگی اور سختی میں ہیں اور ان کی طرف شکایت کی۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: جب تمھارے خاوند آئیں تو انھیں میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا: اپنے دروازے کی دہلیز بدل دیں۔ چنانچہ جب حضرت اسمٰعیل آئے تو گویا انھوں نے کسی چیز کو محسوس کیا (کسی کی آمد کا احساس ہوا) اور پوچھا: کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا: ہاں، ایسے ایسے حلیے کے ایک بزرگ آئے تھے۔ انھوں نے آپ کی بابت پوچھا: تو میں نے ان کو بتلایا۔ پھر انھوں نے پوچھا:

ہماری گزر اوقات کیسی ہے؟ تو میں نے ان کو بتلایا: ہم بڑی تکلیف اور سختی میں ہیں۔ حضرت اسمٰعیل نے پوچھا: کیا انھوں نے تجھے کسی بات کی تلقین کی تھی؟ اس نے کہا: ہاں، مجھے انھوں نے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو ان کا سلام کہوں اور آپ کے لیے یہ پیغام دے گئے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل دیں۔ حضرت اسمٰعیل نے فرمایا: وہ میرے والد بزرگوار تھے اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کرلوں، پس تو اپنے گھر والوں (والدین) کے پاس چلی جا۔ حضرت اسمٰعیل نے اس کو طلاق دے دی اور اس قبیلے کی کسی اور عورت سے شادی کر لی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک اللہ نے چاہا، کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد پھر ان کے پاس تشریف لائے تو پھر اسمٰعیل کو گھر میں موجود نہ پایا۔ ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان سے ان کی بابت پوچھا: تو اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمھارا کیا حال ہے؟ اور اس سے ان کی گزران اور عام حالت کے بارے میں پوچھا۔ تو بیوی نے کہا: ہم خیریت سے ہیں اور فراخی میں ہیں اور اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمھاری خوراک کیا ہے اس نے کہا: گوشت۔ انھوں نے پوچھا: پیتے کیا ہو؟ اس نے کہا: پانی۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت ان کے لیے کوئی غلہ نہیں ہوتا تھا، اگر وہ ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اس کی بابت بھی ان کے لیے (برکت کی) دعا فرما دیتے۔'' حضرت ابن عباس نے فرمایا: مکے کے سوا کسی اور جگہ کوئی شخص صرف ان دو چیزوں (گوشت اور پانی) پر گزارہ کرے تو اسے موافق نہیں آئیں گے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَجَاءَ فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟

ایک اور روایت میں ہے: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام (دوسری

فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: أَلَا تَنْزِلُ، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ، وَشَرَابُنَا الْمَاءُ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ!» - قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: «بَرَكَةُ دَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ ﷺ قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ، فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثَبِّتْ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِّنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ. قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكِ أَبِي، وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ، ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَّا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِّنْ زَمْزَمَ؛ فَلَمَّا رَآهُ، قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ، وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ قَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ! إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَتُعِينُنِي، قَالَ: وَأُعِينُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ بَيْتًا هٰهُنَا، وَأَشَارَ إِلٰى أَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا. فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ، وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [الْبَقَرَة: ١٢٧].

مرتبہ) آئے تو پوچھا: اسمٰعیل کہاں ہیں؟ تو ان کی بیوی نے کہا: شکار کرنے گئے ہیں۔ پھر ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ تشریف نہیں رکھتے کہ (کچھ) کھائیں پئیں؟ انھوں نے پوچھا: تمھارا کھانا پینا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہمیں کھانے کو گوشت اور پینے کو پانی میسر ہے۔ انھوں نے فرمایا: اے اللہ! ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرما۔'' راوی حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: ''(مکے میں ان چیزوں کی فراوانی) حضرت ابراہیم ﷺ کی دعا (کا نتیجہ) ہے۔ حضرت ابراہیم ﷺ نے فرمایا: جب تمھارا خاوند آئے تو انھیں سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھیں۔ پس جب حضرت اسمٰعیل آئے تو پوچھا: کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا: ہاں، ایک خوب شکل بزرگ آئے تھے، بیوی نے حضرت ابراہیم کی تعریف کی، انھوں نے مجھ سے آپ کی بابت پوچھا تو میں نے انھیں بتلایا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: ہماری گزر اوقات کیسی ہے؟ تو میں نے بتلایا: ہم بہت اچھی حالت میں ہیں۔ حضرت اسمٰعیل نے پوچھا: انھوں نے کسی بات کی تلقین بھی کی؟ بیوی نے کہا: ہاں، وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور آپ کو حکم دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھیں۔ حضرت اسمٰعیل نے فرمایا: وہ میرے والد تھے اور دہلیز سے مراد تو ہے، انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے پاس ہی رکھوں (اپنے سے علیحدہ نہ کروں)۔ پھر جب تک اللہ نے چاہا، حضرت ابراہیم کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد پھر تشریف لائے اور اسمٰعیل زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے تیر درست کر رہے تھے۔ چنانچہ جب اسمٰعیل نے ان کو دیکھا تو کھڑے ہو کر ان کی طرف بڑھے، پھر وہی احترام و محبت کا معاملہ کیا جس طرح باپ اولاد کے ساتھ اور اولاد باپ کے ساتھ کرتی ہے۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا: اے اسمٰعیل! اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے: اسمٰعیل نے کہا: آپ کے رب نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے وہ کریں۔ انھوں نے پوچھا: تو میری مدد کرے گا؟ انھوں نے کہا: میں آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اردگرد کے حصوں سے بلند تھا۔ چنانچہ اسی وقت اس خاص گھر کی دیواریں اٹھائیں۔ اسمٰعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام اس سے تعمیر کرتے، یہاں تک کہ جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو (مقام ابراہیم والا) پتھر لائے اور وہاں رکھا۔ پس ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے اور اسمٰعیل علیہ السلام ان کو پتھر پکڑاتے جاتے۔ اور دونوں کی زبانوں پر یہ دعا تھی: ''اے ہمارے رب! ہمارا یہ عمل قبول فرما، یقیناً تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلٰى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءَ، نَادَتْهُ مِنْ وَّرَائِهِ: يَاإِبْرَاهِيمُ إِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا!؟ قَالَ: إِلَى اللّٰهِ، قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللّٰهِ، فَرَجَعَتْ، وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ، فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، قَالَ: فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ،

ایک اور روایت میں (واقعے کا ابتدائی حصہ اس طرح) ہے کہ حضرت ابراہیم، اسمٰعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکلے۔ ان کے ساتھ ایک مشکیزہ تھا، جس میں پانی تھا۔ پس اسمٰعیل کی والدہ مشکیزے سے پانی پیتیں تو بچے کے لیے ان کی چھاتی میں دودھ خوب اترتا، یہاں تک کہ وہ مکہ آگئے۔ یہاں حضرت ابراہیم نے ان کو ایک بڑے درخت کے نیچے بٹھایا، پھر ابراہیم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے تو اسمٰعیل کی والدہ بھی ان کے پیچھے چلتی رہیں، یہاں تک کہ جب وہ کداء جگہ پر پہنچے تو حضرت ہاجرہ نے ان کو پیچھے سے آواز دی: اے ابراہیم! ہمیں کس کے سپرد کر کے چھوڑ چلے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ کے۔ والدۂ اسمٰعیل نے کہا: میں اللہ کے سپرد کیے جانے پر راضی ہوں اور واپس چلی گئیں اور مشکیزے سے پانی پیتی رہیں اور بچے کے لیے ان کی چھاتی میں دودھ اترتا

سَعَتْ، وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ، فَذَهَبَتْ وَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهِ كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا. فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ، فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ، فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا حَتّٰى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ، فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ! فَإِذَا جِبْرِيلُ ﷺ فَقَالَ بِعَقِبِهِ هٰكَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهِ عَلَى الْأَرْضِ، فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهِشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ - وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ.

رہا۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہو گیا تو (دل میں) کہا: میں (ادھر ادھر) جاؤں اور دیکھوں تو شاید کوئی آدمی نظر آ جائے۔ راوی نے بیان کیا: چنانچہ وہ گئیں اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں اور خوب نظر دوڑائی کہ کیا کوئی نظر آتا ہے۔ لیکن کوئی نظر نہیں آیا' (پھر نیچے اتریں) جب اتر گئیں تو دوڑیں اور مروہ پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ اس طرح کئی چکر لگائے' (دونوں پہاڑوں کے درمیان) پھر (دل میں) کہا: میں جا کر بچے کو تو دیکھوں' اس نے کیا کیا۔ (اس کا کیا حال ہے؟) پس گئیں اور دیکھا تو وہ اسی حال میں تھا گویا کہ وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے۔ چنانچہ ان کے نفس نے قرار نہیں پکڑا (اور وہ زیادہ بے چین ہو گئیں) اور سوچا: کاش! میں (پھر) جاؤں اور دیکھوں' شاید کسی کو پا لوں۔ وہ پھر گئیں اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں اور خوب دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا' یہاں تک کہ سات چکر پورے کر لیے' پھر سوچا کہ جاؤں اور بچے کو دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے۔ وہاں آئیں تو اچانک ایک آواز کان میں پڑی۔ تو انھوں نے کہا: اگر تیرے پاس کوئی بھلائی ہے تو مدد کر۔ وہاں جبریل ﷺ موجود تھے' انھوں نے اپنی ایڑی زمین پر ماری۔ چنانچہ زمین سے پانی پھوٹ پڑا' جسے دیکھ کر حضرت اسمٰعیل کی والدہ حیرت زدہ ہو گئیں اور اپنی ہتھیلیوں سے پانی سمیٹ کر مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ اور راوی نے حدیث پوری تفصیل سے بیان کی۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلِّهَا.

یہ ساری روایات امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں۔

[الدَّوْحَةُ]: اَلشَّجَرَةُ الْكَبِيرَةُ. قَوْلُهُ: [قَفّٰى]، أَيْ: وَلّٰى. وَ[الْجَرِيُّ]: اَلرَّسُولُ. وَ[أَلْفٰى]: مَعْنَاهُ: وَجَدَ. قَوْلُهُ: [يَنْشَغُ]، أَيْ: يَشْهَقُ.

اَلدَّوْحَةُ: بڑا درخت۔ قَفّٰى: پیٹھ پھیر کر جانا۔ اَلْجَرِيُّ: قاصد۔ اَلْفٰى: پایا۔ يَنْشَغُ: سانس کا اوپر نیچے ہونا' جیسے زندگی کے آخری لمحات میں ہوتا ہے۔ (بعض نے اس کے معنی بے ہوشی بھی کیے ہیں۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کے تاریخی پس منظر کی وضاحت ہے کہ حج و عمرہ کا

یہ رکن حضرت ہاجرہ ﷤ کے اس واقعے کی یادگار کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے جو اس حدیث میں بیان ہوا ہے کیونکہ انھوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے حکم پر اپنے شیر خوار بچے سمیت ایسی بے آب و گیاہ سرزمین پر رہنا قبول کر لیا تھا' جہاں کسی انسان کا نام و نشان تھا نہ کھانے پینے کا کوئی بندوبست۔ اللہ نے اس کا حسن صلہ یہ عطا فرمایا کہ ایک تو ان کے لیے زمزم کا چشمہ جاری فرما دیا جو وقتی طور پر ان کے لیے چشمۂ آب حیات ثابت ہوا اور اس کا فیض عام اب تک جاری ہے۔ دوسرے' صفا اور مروہ کے درمیان ان کی بے تابانہ دوڑ کو حج اور عمرے کا رکن بنا دیا تاکہ ہر حاجی اور معتمر اس کو دہرائے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے۔ ② خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل ﷤ کے ہاتھوں سے ہوئی۔ ③ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا پسندیدہ اور اس کے برعکس طرز عمل ناپسندیدہ ہے۔ ④ رضائے الٰہی سے بے اعتنائی پر اگر باپ اپنے بیٹے کو بیوی کی بابت کہے کہ اسے طلاق دے دے تو بیٹے کو باپ کی اطاعت کرتے ہوئے ناشکری بیوی کو اپنے سے جدا کر دینا چاہیے۔

[١٨٦٨] وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1868] حضرت سعید بن زید ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کھنبی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① من اور سلویٰ' یہ وہ کھانا ہے جو بنی اسرائیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا تھا۔ سلویٰ بٹیر یا چڑیا کی طرح کا ایک پرندہ تھا جسے ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔ من' بعض کے نزدیک ترنجبین ہے یا اوس جو درخت یا پتھر پر گرتی' شہد کی طرح میٹھی ہوتی اور خشک ہو کر گوند کی طرح ہو جاتی۔ بعض کے نزدیک شہد یا میٹھا پانی ہے۔ (تفسیر احسن البیان) ② کھنبی من کی قسم سے ہے' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کو وہ کھانا بلا دقت بہم پہنچ جاتا تھا' اسی طرح کھنبی بغیر کسی کے بونے کے پیدا ہو جاتی ہے۔ (تفسیر احسن التفاسیر) کھنبی کا پانی آنکھ کی بعض بیماریوں کے لیے شفا ہے' یہ طب نبوی کا ایک نسخہ ہے اور یقیناً صحیح ہے۔

[1868] صحيح البخاري، الطب، باب المن شفاء للعين، حديث: 5708، وصحيح مسلم، الأشربة، باب فضل الكمأة......، حديث: 2049.

١٩ - كِتَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

توبہ واستغفار کا بیان

[٣٧١] بَابُ الْأَمْرِ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَفَضْلِهِ

باب:371- بخشش طلب کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ﴾ [مُحَمَّد : ١٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ بخشش مانگیے اپنی لغزش کے لیے اور مومن مَردوں اور مومن عورتوں کے لیے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [النِّسَاء : ١٠٦].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ سے بخشش مانگیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا﴾ [النَّصر : ٣].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس سے بخشش مانگیں' بلاشبہ وہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لِلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتٌ تَجْرِى﴾ إِلٰى قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَٱلْمُسْتَغْفِرِينَ بِٱلْأَسْحَارِ﴾ [آل عمران : ١٥-١٧].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پرہیز گار لوگوں کے لیے' ان کے رب کے پاس باغات ہیں (اللہ تعالیٰ کے اس قول تک) اور رات کے آخری پہر میں استغفار کرنے والے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَن يَعْمَلْ سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُۥ

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''جو شخص کسی برائی کا ارتکاب کرے

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [النساء: ١١٠].

یا اپنے نفس پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ [الأنفال: ٣٣].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ تیری موجودگی میں ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے۔ اور (اسی طرح) اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جبکہ وہ بخشش مانگنے والے ہوں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا۟ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا۟ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [آل عمران: ١٣٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جب کسی برائی کا ارتکاب کر لیتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔ اور وہ اپنے کیے پر جانتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس موضوع پر کثیر آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

[١٨٦٩] وَعَنِ الْأَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي، وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1869] حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے دل پر بھی (بعض دفعہ) پردہ سا آ جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔''

فائدہ: غَيْنٌ اور غَيْمٌ، ہم معنی ہیں، بادل کا چھا جانا۔ مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے، لیکن کسی وقت کثرت ہجوم یا عوارض بشری کے تحت دل پر سہو کا پردہ بھی پڑ جاتا۔ یہ کیفیت اگرچہ بالکل عارضی اور لمحہ گزراں کی طرح ہوتی، لیکن پھر بھی آپ جس مقام رفیع پر فائز تھے، اتنی سی غفلت بھی آپ کو بہت بڑی محسوس ہوتی اور اسے اپنی کوتاہی گردان کر اللہ سے استغفار کرتے۔ اس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے کہ ہم کثرت ذنوب و معاصی کے باوجود اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اس سے استغفار نہیں کرتے، جب کہ ہمارے پیغمبر مغفور ہونے کے باوجود کثرت سے استغفار کرتے...... ﷺ......

[١٨٧٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «وَاللهِ! إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1870] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتا اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔'' (بخاری)

[1869] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، حديث: 2702.

[1870] صحيح البخاري، الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة، حديث: 6307.

[۱۸۷۱] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللهُ تَعَالٰى بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُ لَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1871] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ سے استغفار کریں گے' تو اللہ ان کو معاف فرمائے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کو گناہ کا ارتکاب کرنا پسند ہے' بلکہ اس انداز بیان سے اصل مقصد توبہ و استغفار کی اہمیت کو واضح کرنا ہے کیونکہ گناہ تو ہر انسان سے ہوتا ہے' کوئی انسان گناہوں سے پاک یا محفوظ نہیں۔ لیکن اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو گناہ کر کے اس پر اڑتے نہیں ہیں' بلکہ توبہ و استغفار کا اہتمام کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑاتے ہیں۔ ② توبہ و استغفار سے بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے' اس لیے یہ بہت پسندیدہ عمل ہے۔

[۱۸۷۲] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي! وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ». رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

[1872] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک مجلس میں سو مرتبہ (یہ استغفار کہتے ہوئے) شمار کرتے: [رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَتُبْ عَلَيَّ......] ''اے اللہ! مجھے بخش دے' مجھ پر رجوع فرما۔ بے شک تو بہت رجوع فرمانے والا' نہایت مہربان ہے۔'' (اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس سے دعا کا ایک ادب یہ معلوم ہوا کہ دعا کے مطابق اللہ کے صفاتی نام استعمال کیے جائیں' جیسے توبہ و استغفار میں اس کی صفت توابیت اور صفت غفوری و رحیمی کا اور دنیا کے معاملات میں اس کے جواد' کریم اور معطی وغیرہ ہونے کا ذکر کیا جائے۔

[۱۸۷۳] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ،

[1873] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص استغفار کی پابندی کرے تو

[1871] صحيح مسلم، التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة، حديث: 2749.

[1872] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث:1516، وجامع الترمذي، الدعوات...... باب ما يقول إذا قام من مجلسه، حديث:3434.

[1873] ضعيف_ سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1518. اس کی سند حکم بن مصعب کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الضعيفة للألباني، حديث: 705)

جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ.

اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا اور ہر غم سے اسے نجات عطا کرتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔'' (ابوداود)

[١٨٧٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، غُفِرَتْ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

[1874] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو یہ کہے: [أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ......] ''میں اس اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ اور نگران ہے۔ اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ اس نے جہاد سے بھاگنے کا ارتکاب کیا ہو۔'' (اسے ابوداود، ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔)

فائدہ: بخاری و مسلم کی شرط پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راویوں کے واسطے سے مروی ہو۔

[١٨٧٥] وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ: اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبِّي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي؛ فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ».

[1875] حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بندے کا یہ کہنا سیدالاستغفار (استغفار کا سردار) ہے: [اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي......] ''اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی نے مجھے پیدا کیا۔ اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور میں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ اور میں اپنے کیے ہوئے عمل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کیں۔ اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ چنانچہ تو مجھے معاف کر دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی

[1874] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث:1517، وجامع الترمذي، الدعوات...... باب في دعا الضيف، حديث: 3577، كلاهما من حديث زيد بن أبي يسار رضي الله عنه، والمستدرك للحاكم: 511/1 من حديث ابن مسعود رضي الله عنه.
[1875] صحيح البخاري، الدعوات، باب أفضل الاستغفار، حديث:6306.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔'' جو شخص یہ (کلمات استغفار) دن میں دل کے یقین کے ساتھ پڑھے اور شام ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے۔ اور جو اسے یقین کے ساتھ رات کو پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے۔ تو وہ جنتی ہے۔'' (بخاری)

[أَبُوءُ]: بِبَاءٍ مَّضْمُومَةٍ ثُمَّ وَاوٍ وَّهَمْزَةٍ مَّمْدُودَةٍ، وَمَعْنَاهُ: أُقِرُّ وَأَعْتَرِفُ.

أَبُوءُ: ''با'' پر پیش' پھر واو اور ہمزہ ممدودہ۔ اس کے معنی ہیں: میں اقرار کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں۔

فائدہ: اس میں استغفار کے کچھ آداب بیان کیے گئے ہیں' مثلاً: اللہ کی ذات و صفات پر کامل اعتماد و یقین۔ اللہ کی نعمتوں کا اقرار و اعتراف اور اس کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں کا اعتراف اور بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کا اظہار وغیرہ۔ یہ دعا ان تمام باتوں کو جامع ہے' اس لیے اسے استغفار کا سید (سردار) قرار دیا گیا۔

[١٨٧٦] وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ، اِسْتَغْفَرَ اللهَ ثَلَاثًا وَّقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ؛ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ!»

[1876] حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (سلام پھیر کر) اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ......] ''اے اللہ! تو سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔ اے عزت و جلالت کے مالک! تو بڑی برکتوں والا ہے۔''

قِيلَ لِلْأَوْزَاعِيِّ - وَهُوَ أَحَدُ رُوَاتِهِ -: كَيْفَ الْإِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی امام اوزاعی سے پوچھا گیا: آپ استغفار کیسے کرتے؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ فرماتے تھے: [أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ] ''میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔'' (مسلم)

فائدہ: سلام پھیرنے کے فوراً بعد مذکورہ دعا پڑھنا مسنون عمل ہے۔ اس مسنون دعا کو چھوڑ کر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا ورد یا صلاۃ و سلام وغیرہ پڑھنا اور وہ بھی بہ آواز بلند' سنت رسول سے انحراف ہے۔ اسی کو بدعت کہا جاتا ہے جس میں ثواب کی بجائے سخت گناہ ہے کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے جس کا نتیجہ جہنم ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ آمين.

[1876] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته، حديث: 591.

[١٨٧٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ مَوْتِهِ: «سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1877] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات سے قبل یہ کلمات کثرت سے پڑھتے تھے: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ ......] ''اے اللہ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، تیری خوبیوں کے ساتھ۔ میں تجھ سے معافی کا طلب گار ہوں۔ اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: ویسے تو ہر وقت اور ہر دم ہی توبہ و استغفار کا اہتمام ضروری اور بہتر ہے لیکن زندگی کے آخری ایام میں تو بالخصوص اس کی بہت ضرورت ہے اور اس طرح نبی ﷺ کی سنت پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

[١٨٧٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «قَالَ اللهُ تَعَالَى: يَاابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي، غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا، لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1878] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ابن آدم! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید وابستہ رکھے گا تو تو جس حالت پر بھی ہو گا میں تجھے معاف کرتا رہوں گا اور میں کوئی پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کوئی پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے، پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں بھی اتنی مغفرت کے ساتھ تجھے ملوں گا جس سے زمین بھر جائے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[عَنَانَ السَّمَاءِ]: بِفَتْحِ الْعَيْنِ، قِيلَ: هُوَ السَّحَابُ، وَقِيلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، أَيْ: ظَهَرَ. وَ[قُرَابُ الْأَرْضِ]: بِضَمِّ الْقَافِ، وَرُوِيَ بِكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ أَشْهَرُ، وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلَأَهَا.

عَنَانَ السَّمَاءِ: ''عین'' پر زبر۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی بادل کے ہیں اور بعض کے نزدیک: جو چیز ظاہر ہو۔ (جیسے آسمان کی طرف دیکھنے سے آسمان ظاہر نظر آتا ہے۔) قُرَابُ الأرضِ: ''قاف'' پر پیش ہے اور اس کے نیچے زیر بھی مروی ہے، تاہم پیش مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں: جو زمین

[1877] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4967، وصحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، حديث: 484.

[1878] جامع الترمذي، الدعوات......، باب الحديث القدسي: يا ابن آدم إنك ما دعوتني......، حديث: 3540.

کے بھرنے کے بقدر ہو۔

فائدہ: ① اس میں گناہ گاروں کے لیے خوش خبری ہے۔ لیکن کون سے گناہ گار؟ جو گناہوں پر اصرار نہیں کرتے اور سچے دل سے توبہ کر کے اللہ سے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ گناہ کتنے بھی زیادہ ہوں' اللہ کی مغفرت ورحمت اس سے بھی زیادہ وسیع ہے لیکن شرط وہی ہے جو قرآن نے بیان کی ہے' کہ وہ گناہ پر اصرار نہ کریں کیونکہ اصرار کے ساتھ توبہ واستغفار ایک بے معنی عمل ہے۔ جب انسان نے گناہ چھوڑا ہی نہیں ہے' بلکہ وہ مسلسل اس کا ارتکاب کر رہا ہے تو اس کی بابت اللہ سے یہ کہنا کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے' ایک عجیب بات ہے' بلکہ اللہ سے مذاق ہے' اس لیے ان احادیث سے یہ سمجھ لینا کہ محض زبان سے أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ پڑھ لینے سے ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جائے گا' نادانی ہے کیونکہ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ پڑھنا' توبہ نہیں ہے' صرف ایک درخواست اور دعا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے مطابق رد یا قبول فرماتا ہے جب کہ توبہ یہ ہے کہ انسان' گناہ کے ارتکاب سے باز آ جائے' پھر اس پر بارگاہ الٰہی میں ندامت کا اظہار کرے اور دل میں یہ عزم رکھے کہ آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کروں گا۔ اس قسم کی سچی توبہ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے اور کوئی اور مانع نہ ہو تو اس کی مغفرت یقینی ہے۔

[١٨٧٩] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، وَأَكْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ؛ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ» قَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ: مَالَنَا أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: «تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِّنْكُنَّ» قَالَتْ: مَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ؟ قَالَ: «شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَتَمْكُثُ الْأَيَّامَ لَا تُصَلِّي». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1879] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو' اس لیے کہ میں نے جہنم میں اکثریت عورتوں کی دیکھی ہے۔'' تو ان میں سے ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم عورتوں کے زیادہ جہنمی ہونے کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم عورتوں سے زیادہ عقل مند پر غالب آ جانے والا کوئی نہیں دیکھا۔'' اس نے پوچھا: ہمارے اندر عقل اور دین کی کیا کمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نقصان عقل تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے (پس یہ عقل کی کمی کی دلیل ہے)۔ اور (حیض ونفاس کے دنوں میں) وہ نماز نہیں پڑھتی (رمضان میں روزہ نہیں رکھتی۔ یہ نقصان دین ہے)۔'' (مسلم)

[1879] صحيح البخاري، الحيض، باب ترك الحائض الصوم، حديث: 304 عن أبي سعيد الخدري ﷺ، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات......، حديث: 79.

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں عورت کی ایک فطری کمی' نقصان عقل' بیان کی گئی ہے' یعنی مرد کے مقابلے میں اس کے اندر عقل کی کمی ہے۔ اسی کا لحاظ کرتے ہوئے شریعت نے عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے مقابلے میں آدھا قرار دیا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے عورت مرد کے مقابلے میں جسمانی اعتبار سے کمزور اور نازک ہے اور اسی جسمانی نزاکت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے اسے کسب معاش کی ذمہ داریوں سے فارغ رکھا ہے کیونکہ اس کے لیے اسے گھر سے باہر نکل کر جدوجہد کرنی پڑتی جو اس کی جسمانی نزاکت اور دیگر مقاصد شریعت کے خلاف بات تھی۔ ② آج کل کی جدید تعلیم یافتہ عورت جو دین اسلام کی تعلیمات سے بالعموم بے بہرہ ہے' وہ ان دونوں حقیقتوں کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے حالانکہ یہ دونوں حقیقتیں ایسی ہیں جن سے مجال انکار نہیں۔ مغرب میں' جو مساوات مرد و زن کا سب سے بڑا علم بردار ہے' سو سالہ جدوجہد کے بعد بھی عورت مرد کے مساوی درجے پر فائز نہیں ہو سکی۔ وہاں آج بھی تمام کلیدی عہدوں پر مردوں ہی کا قبضہ ہے۔ ان کی تمام اہم ملکی و بین الاقوامی پالیسیاں مرد ہی بناتے ہیں اور ان کے تمام ضروری معاملات میں مردوں ہی کا عمل دخل ہے۔ عورت کو انھوں نے صرف اپنے ذوق بوالہوسی کی تسکین کے لیے سیکرٹری شپ اور سٹینو گرافی اور مزدوروں کی سطح تک ہی محدود رکھا ہوا ہے۔ صد سالہ جدوجہد کے بعد بھی مغرب میں عورت کی یہ حالت ذرا اس بات کی دلیل ہے کہ عورت چاہے تسلیم نہ کرے' وہ فطری طور پر عقلی اور جسمانی اعتبار سے مرد سے کم تر ہے' اس لیے اس کی عزت اسی میں ہے کہ اسلام نے اس کی فطری کمزوری کے پیش نظر اس کا جو دائرۂ عمل' گھر کی چار دیواری' تجویز کیا ہے' وہ اسے قبول کرے اور اپنی سرگرمیوں کا دائرہ اسی فطری حد کے اندر محدود رکھے۔ اس سے تجاوز کر کے وہ اپنی نسوانی عظمت و وقار سے بھی محروم ہو جائے گی جیسا کہ آج مغرب کی عورت محروم ہو چکی ہے اور وہاں اس کا وجود ؎ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو کا آئینہ دار ہے۔ ③ عورتوں کو کثرت سے استغفار اور صدقہ کرنے کے علاوہ' خاوندوں کی ناشکری اور غیبت و بدگوئی اور لعن طعن سے بھی اجتناب کرنا چاہیے تاکہ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

[٣٧٢] بَابُ بَيَانِ مَا أَعَدَّ اللهُ لِلْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّةِ

باب:372- ان چیزوں کا بیان جو اللہ نے مومنوں کے لیے جنت میں تیار کی ہیں

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ۝ ٱدْخُلُوهَا بِسَلَٰمٍ ءَامِنِينَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَٰنًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ﴾ [اَلْحِجْر : ٤٥ - ٤٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک پرہیز گار لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ (انھیں کہا جائے گا:) ان میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اور جو بغض و کینہ (ایک دوسرے کے بارے میں) ان کے سینوں میں ہوگا وہ ہم نکال دیں گے۔ وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ان میں ان کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوگی' نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿يَٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ وَلَآ أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَكَانُوا۟ مُسْلِمِينَ ۝ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ ٱلْأَنفُسُ وَتَلَذُّ ٱلْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝ وَتِلْكَ ٱلْجَنَّةُ ٱلَّتِىٓ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا فَٰكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ [اَلزُّخْرُف : ٦٨-٧٣].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف ہوگا' نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ مسلمان تھے (ان سے کہا جائے گا:) تم اور تمھاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمھارے لیے سامان مسرت بہم پہنچا دیے گئے ہیں۔ ان پر سونے کی رکابیاں اور پیالوں کا دور چلایا جائے گا اور اس میں وہ ہوگا جو ان کے نفس چاہیں گے اور (جن کو دیکھ کر) آنکھیں لذت و مسرت محسوس کریں گی۔ اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جس کا تمھیں تمھارے عملوں کے بدلے میں وارث بنایا گیا ہے۔ تمھارے لیے اس میں میووں کی فراوانی ہوگی جن میں سے تم کھاؤ گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿إِنَّ ٱلْمُتَّقِينَ فِى مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِى جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ۝ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَٰهُم بِحُورٍ عِينٍ ۝ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَٰكِهَةٍ ءَامِنِينَ ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا ٱلْمَوْتَ إِلَّا ٱلْمَوْتَةَ ٱلْأُولَىٰ ۖ وَوَقَىٰهُمْ عَذَابَ ٱلْجَحِيمِ ۝ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾ [اَلدُّخَان : ٥١-٥٧].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک پرہیزگار لوگ امن کی جگہ' باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ اس میں وہ باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے۔ آمنے سامنے بیٹھیں ہوں گے اور اسی طرح رہیں گے۔ ہم ان کی شادی موٹی آنکھوں والی حوروں سے کریں گے۔ اس میں وہ ہر قسم کے پھل امن و اطمینان سے منگوائیں گے۔ وہاں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے' سوائے اس موت کے جس کا مزہ وہ پہلے چکھ چکے ہوں گے۔ اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ تیرے رب کے فضل سے' یہی ہے کامیابی بہت بڑی۔''

وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ۝ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا ٱلْمُقَرَّبُونَ﴾ [اَلْمُطَفِّفِين : ٢٢-٢٨].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے' تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے چہروں پر (آرام و راحت کی) تروتازگی اور رونق و بہجت محسوس کرے گا۔ ان کو سربمہر (خالص) شراب پلائی جائے گی' جس پر مشک کی مہر ہوگی (یا اس کے آخر میں تلچھٹ کی بجائے کستوری ہوگی)۔ اور یہی وہ چیز ہے جس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے۔ اور اس میں تسنیم کی آمیزش

ہوگی۔ یہ وہ چشمہ ہے جس سے بندگان مقرب پئیں گے۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اس موضوع پر بہت سی آیات ہیں جو کہ معلوم ہیں۔

[١٨٨٠] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا، وَيَشْرَبُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ، وَلَا يَبُولُونَ؛ وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1880] حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے لیکن انھیں قضائے حاجت کی ضرورت ہوگی نہ ناک سے ریزش (رینٹ) نکلے گی اور نہ وہ پیشاب کریں گے۔ چنانچہ ان کا یہ کھانا ایک ڈکار ہوگا (ڈکار سے ہضم ہو جائے گا)۔ مشک کے پسینے کی مانند (ڈکار بھی خوش گوار ہوگی۔ یا پسینہ مشک کی طرح ہوگا)۔ ان کے اندر تسبیح وتکبیر (کا ورد) اس طرح ڈال دیا جائے گا جیسے سانس ان کے اندر ڈالا جائے گا۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① کستوری کے پسینے کی مانند ڈکار کا مطلب یہ ہے کہ کھانے کے بعد' دنیا کی طرح' طبیعت بوجھل نہیں ہوگی' جس سے کھٹی ڈکاریں آتی ہیں' بلکہ ایسی ڈکار آئے گی جس میں خوشبو ہوگی اور ڈکار کے ساتھ ہی کھایا پیا ہضم ہو جائے گا اور بول و براز کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی اور اللہ کی تسبیح وتکبیر کا وردان کی زبانوں پر' ادنیٰ سی مشقت اور تکلیف کے بغیر' اس طرح جاری ہوگا' جیسے سانس کی آمد ورفت میں انسان کو کوئی تکلیف ہوتی ہے نہ اس کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت ہی پڑتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جنتیوں کا کھانا نہایت ہی لطیف قسم کا ہوگا جس سے ایسا فضلہ بھی نہیں بنے گا جس سے کراہت آتی ہے' بلکہ مشک کی طرح اس سے نہایت پاکیزہ خوشبو پیدا ہوگی۔ ② اہل جنت اللہ کے ذکر سے لذت یاب ہوں گے اور ذکر الٰہی ان کی زبانوں پر ایسے جاری ہوگا جیسے انسان کے بدن میں سانس ہوتا ہے۔

[١٨٨١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَالَ اللهُ تَعَالٰى: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءَۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾» [السَّجْدَة: ١٧]. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1881] حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا ہے۔ اور (اس کی تصدیق کے لیے) اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ...... ﴾ ''کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے عملوں کے بدلے میں ان کی

[1880] صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب في صفات الجنة و أهلها......، حديث:2835.

[1881] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة، حديث:3244، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها باب صفة الجنة، حديث:2824.

آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔''
(بخاری ومسلم)

فائدہ: جنت کی نعمتوں کے بارے میں حدیث قدسی بیان کی گئی ہے جس کی تصدیق قرآن کریم کی آیت مذکور سے بھی ہوتی ہے۔

[١٨٨٢] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلٰى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَتْفُلُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ. أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ - عُودُ الطِّيبِ - أَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ، عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، عَلٰى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1882] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا' ان کے چہرے اس طرح (چمکتے) ہوں گے' جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے' پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے' آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے۔ وہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ۔ وہ نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سنکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی اور ان کا پسینہ کستوری (کی طرح خوشبودار) ہوگا۔ اور ان کی انگیٹھیوں میں (جلانے کے لیے) خوشبودار لکڑی ہوگی۔ ان کی بیویاں موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ سب ایک ہی آدمی کی ساخت پر اپنے باپ آدم کی شکل وصورت پر ہوں گے۔ بلندی (قد) میں وہ ساٹھ (ساٹھ) ہاتھ ہوں گے (جیسے حضرت آدم تھے)۔''
(بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: «آنِيَتُهُمْ فِيهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا».

اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''ان کے برتن اس میں سونے کے ہوں گے۔ ان کا پسینہ کستوری (کی طرح خوشبودار) ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے دو بیویاں ہوں گی (وہ اتنی حسین ہوں گی کہ) حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا۔ ان کے درمیان کوئی اختلاف ہوگا نہ باہم بغض وعناد۔ ان کے دل ایسے ہوں گے جیسے ایک آدمی کا دل ہے۔ وہ صبح وشام اللہ کی تسبیح کریں گے۔''

[1882] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة......، حديث:3245، و صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب أول زمرة تدخل الجنة......، حديث:2834.

قَوْلُهُ: [عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ]: رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَاءِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ، وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا، وَكِلَاهُمَا صَحِيحٌ.

عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ: بعض نے ''خا'' پر زبر اور ''لام'' ساکن پڑھا ہے۔ (یعنی ایک ہی آدمی کی ساخت پر) اور بعض نے خُلُق ''خا'' اور ''لام'' دونوں پر پیش کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ (یعنی سب کا اخلاق ایک آدمی کی طرح ہو گا۔) اور (مفہوم کے اعتبار سے) یہ دونوں صحیح ہیں۔

فوائد ومسائل: ① اہل جنت شکل وصورت اور قد کاٹھ میں ایک جیسے ہی ہوں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی دراز قد ہو تو کوئی کوتاہ قد۔ کوئی خوب صورت ہو تو کوئی بدصورت' کوئی کالا ہو تو کوئی گورا۔ یا بعض کے نزدیک خلق کے مفہوم کے اعتبار سے' سب ایک ہی اخلاق وکردار کے حامل ہوں گے اور وہ اخلاق وکردار کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوگا۔ ان میں کوئی بھی بد خلق اور بدکردار نہیں ہوگا۔ ② ہر جنتی کو دو بیویاں جو ملیں گی' تو یہ حورعین میں سے ہوں گی یا ان کے علاوہ دنیا کی عام عورتوں میں سے۔ زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر جنتی کو شہید کے سوا' صرف دو حورعین ملیں گی کیونکہ ہر جنتی کو 72 حوریں ملنے والی روایت سنداً ضعیف ہے' البتہ ترمذی کی ایک روایت میں' جسے صحیح کہا گیا ہے' شہید کے لیے 72 حوروں کا ذکر ہے۔ (جامع الترمذي' فضائل الجهاد، باب في ثواب الشهيد، حديث: 1663) تاہم ﴿وَفِيهِ مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ﴾ کے تحت عام جنتیوں کے لیے بھی دو سے زیادہ بیویاں ممکن ہیں۔ والله أعلم. ③ حور، حوراء کی جمع ہے' سرخ وسفید' حوراء اس لیے کہا جاتا ہے کہ نظریں ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جائیں گی۔ عِينٌ، عيناء کی جمع ہے موٹی آنکھوں والی' جیسے ہرن کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ ان کے حسن وجمال کی بابت ایک اور روایت میں ہے: ''اگر ان میں سے ایک عورت اہل زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان وزمین کے درمیان کا سارا حصہ چمک اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ اتنا قیمتی ہوگا کہ وہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔'' (صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الحور العين، حديث: 2796)

[١٨٨٣] وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «سَأَلَ مُوسٰى ﷺ رَبَّهُ، مَا أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَّجِيءُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، فَيُقَالُ لَهُ: أُدْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَقُولُ: أَيْ رَبِّ! كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وَأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ؟! فَيُقَالُ لَهُ: أَتَرْضٰى أَنْ يَّكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِّنْ مُّلُوكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُولُ: رَضِيتُ رَبِّ! فَيَقُولُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ

[1883] حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت موسیٰ ﷺ نے اپنے رب سے پوچھا: جنتیوں میں سے سب سے کم تر درجے کا آدمی کیسا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے (جواب میں) فرمایا: یہ وہ آدمی ہوگا جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا۔ تو اس کو کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں کیسے داخل ہوں جب کہ لوگ اپنے درجات میں رہائش پذیر اور اپنے حصوں پر قابض ہو چکے ہیں!؟ تو

[1883] صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث: 189.

وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ، فَيَقُولُ فِي الْخَامِسَةِ: رَضِيتُ رَبِّ! فَيَقُولُ: هٰذَا لَكَ وَعَشْرَةُ أَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. فَيَقُولُ: رَضِيتُ رَبِّ! قَالَ: رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: أُولٰئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ؛ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اسے کہا جائے گا: کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ تجھے دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی ایک بادشاہ کی مثل بادشاہی دے دی جائے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں اس پر راضی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے لیے وہ بادشاہی ہے اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور۔ تو پانچویں مرتبہ میں وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ تیرے لیے ہے اور اس کی مثل دس گنا اور۔ اور (اس کے علاوہ) تیرے لیے وہ بھی جس کو تیرا نفس چاہے اور جسے دیکھ کر تیری آنکھ لذت حاصل کرے، تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: جنتیوں میں سب سے اعلیٰ درجے والا کیسا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو میری مراد ہیں، میں نے ان کی عزت کے درخت کو اپنے ہاتھ سے لگایا اور اس پر مہر لگا دی (تاکہ اسے ان کے علاوہ کوئی اور نہ دیکھ سکے) پس اسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا، اور کسی انسان کے دل میں اس کا خیال نہیں گزرا۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں ادنیٰ ترین جنتی پر جو اللہ کا فضل وکرم اور اس کا انعام ہوگا، اس کی تفصیل ہے اور اعلیٰ ترین درجے پر فائز جنتی کے لیے جو عزت و توقیر اور انعام واکرام کی فراوانی ہوگی، اسے اللہ نے یہ فرما کر کہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا...... اس کی بے پناہی کی طرف اشارہ فرما دیا۔

[١٨٨٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِّنْهَا، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ: رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا؛ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا،

[1884] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنمیوں میں سے سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور جنتیوں میں سے سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ یہ شخص چوتڑوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے

[1884] صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث:6571، وصحيح مسلم، الإيمان، باب آخر أهل النار خروجًا، حديث:186.

فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى، فَيَرْجِعُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! وَجَدْتُهَا مَلْأَى، فَيَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى، فَيَرْجِعُ. فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! وَجَدْتُهَا مَلْأَى! فَيَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشْرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: أَتَسْخَرُ بِي، أَوْ تَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ؟!»

فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جا' جنت میں داخل ہو جا۔ چنانچہ وہ (پھر) جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ وہ پھر لوٹ کر جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: جا' جنت میں داخل ہو جا' تیرے لیے دنیا کے برابر اور اس سے مزید دس گنا جنت کا حصہ ہے یا (فرمائے گا:) تیرے لیے دنیا کی دس مثل حصہ ہے۔ چنانچہ وہ کہے گا: کیا تو میرے ساتھ مذاق کرتا ہے' یا میرے ساتھ ہنسی کرتا ہے حالانکہ تو تو بادشاہ ہے!؟ (ہنسی مذاق تیرے شایان شان ہی نہیں)۔''

قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَكَانَ يَقُولُ: «ذٰلِكَ أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

راوی نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اتنے ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''یہ سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① نبی ﷺ کی عام عادت صرف مسکرانا تھا' لیکن ادنیٰ ترین جنتی کی اس بات کا ذکر فرماتے ہوئے آپ کو اس طرح بے اختیار ہنسی آئی کہ آپ کی ڈاڑھیں یا آخری دانت تک نظر آنے لگے۔ اور اس طرح کبھی کبھار ہوتا تھا۔ ② اس ادنیٰ ترین جنتی کو بھی جنت کی نعمتیں اور دیگر چیزیں اتنی تعداد میں ملیں گی کہ وہ دنیا کی دس مثل ہوں گی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جنت کے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے والوں پر اللہ کا انعام واکرام کتنا ہوگا۔ اور ان کو کتنا کچھ حاصل ہوگا۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ.

[١٨٨٥] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِّنْ

[1885] حضرت ابوموسیٰ ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کے لیے جنت میں ایک جوف دار

[1885] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة......، حديث:3243، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب صفة خيام الجنة......، حديث:2838 واللفظ له.

لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُّجَوَّفَةٍ طُولُهَا فِي السَّمَاءِ سِتُّونَ مِيلًا . لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ ، يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا » . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(کھوکھلے) موتی کا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی بلندی میں ساٹھ میل ہوگی' اس میں مومن کے کئی گھر والے ہوں گے۔ مومن ان پر گھومے گا تو ان کا بعض دوسرے بعض کو نہیں دیکھ سکے گا۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْمِيلُ] : سِتَّةُ آلَافِ ذِرَاعٍ .

مِیْل: چھ ہزار ہاتھ کا ہے۔

فائدہ: جوف دار کا مطلب' درمیان سے وہ خالی ہوگا۔ یہ خیمہ' عالی شان محلات کے علاوہ ہوگا۔ ممکن ہے باہر سیر و تفریح کے مقامات پر یہ طویل و عریض خیمے اہل جنت کو ملیں۔ اس سے بھی جنت کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

[١٨٨٦] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَّسِيرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ مِائَةَ سَنَةٍ مَا يَقْطَعُهَا» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[1886] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ اگر تضمیر شدہ' تیز رفتار گھوڑے کا سوار بھی اس کے نیچے سو سال چلے' تب بھی اسے طے نہیں کر سکے گا۔'' (بخاری و مسلم)

وَرَوَيَاهُ فِي «الصَّحِيحَيْنِ» أَيْضًا مِّنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : «يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ مَّا يَقْطَعُهَا» .

اور بخاری و مسلم میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک گھڑ سوار اس کے سائے میں سو سال بھی چلے تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔''

فوائد و مسائل: ① تضمیر شدہ' گھوڑا وہ ہوتا ہے جسے پہلے خوراک دے کر فربہ کیا جاتا ہے' پھر بتدریج اس کی خوراک میں کمی کر کے اس کے وزن کو کم کیا جاتا ہے۔ ایسا گھوڑا' دوسرے گھوڑوں کے مقابلے میں طاقت ور اور زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ ② درخت کے سائے سے مراد اس کی شاخیں ہیں کیونکہ جنت میں سورج اور گرمی نہیں ہوگی۔ اس میں جنت کے درختوں کے طول و عرض اور ان کی وسعت کا بیان ہے۔ اللہ کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے۔

[١٨٨٧] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ» قَالُوا :

[1887] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنتی اپنے سے بلند تر درجے والے بالانشینوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم مشرق یا مغرب کے افق پر چمکدار ستارے کو دیکھتے ہو۔ یہ فرق ان

[1886] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة، حديث:3252، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب إن في الجنة شجرة يسير الراكب......، حديث:2828.

[1887] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة......، حديث:3256، وصحيح مسلم، الجنة، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف......، حديث:2831.

يَارَسُولَ اللهِ! تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ؟ قَالَ: «بَلٰى، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! رِجَالٌ آمَنُوا بِاللهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے درمیان باہم فضیلت کی وجہ سے ہوگا۔" صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ بلند مراتب تو انبیاء ﷺ ہی کو حاصل ہوں گے، دوسرے لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (یہ بلند درجات حاصل ہوں گے) ان لوگوں کو بھی جو اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی۔" (بخاری ومسلم)

فائدہ: جنت میں اہل ایمان اپنے ایمان وتقویٰ میں تفاوت کے اعتبار سے درجات میں بھی کم وبیش ہوں گے۔

[١٨٨٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1888] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ایک کمان کی مقدار کے برابر جگہ، اس تمام جہان سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا ڈوبتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں جنت کی فضیلت کا بیان ہے کہ جنت میں چند انچ جگہ دنیا بھر کی جگہ سے بہتر ہے کیونکہ دنیا تو فنا ہو جانے والی ہے جب کہ جنت کو فنا وزوال نہیں۔

[١٨٨٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهُبُّ رِيحُ الشَّمَالِ، فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُونَ حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَيَرْجِعُونَ إِلٰى أَهْلِيهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَيَقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ: وَاللهِ! لَقَدِ ازْدَدْتُمْ حُسْنًا وَّجَمَالًا! فَيَقُولُونَ: وَأَنْتُمْ وَاللهِ! لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا!». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1889] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں لوگ ہر جمعے کو آیا کریں گے۔ چنانچہ شمال سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں میں خوشبو بکھیر دے گی، جس سے ان کے حسن وجمال میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ چنانچہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے، جب کہ ان کے حسن وجمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا، تو ان سے ان کے گھر والے کہیں گے: اللہ کی قسم! تم تو حسن وجمال میں پہلے سے بڑھ گئے ہو! تو وہ کہیں گے: اور تم بھی اللہ کی قسم! ہمارے بعد حسن وجمال میں بڑھ گئے ہو۔" (مسلم)

[1888] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة، حديث:3253. یہ روایت ہمیں مسلم میں نہیں ملی۔
[1889] صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب في سوق الجنة......، حديث:2833.

فائدہ: بازار سے مراد اجتماع گاہ ہے' جہاں بازار کی طرح ہر چیز میسر ہوگی اور بلا قیمت ہوگی۔ اسی طرح جمعے سے مراد جمعے کی بقدر' یعنی ہر ہفتے کے بعد لوگ جمع ہوا کریں گے کیونکہ وہاں سورج ہوگا نہ رات دن کا یہ سلسلہ۔ یہ بھی جنت کی ایک امتیازی نعمت ہوگی کہ مردوں اور ان کی بیویوں کا حسن و جمال بڑھتا ہی رہے گا جس سے ان کے مابین محبت و تعلق خاطر میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔ دنیا کی طرح نہیں ہوگا کہ عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ حسن و جمال ماند پڑتا جاتا ہے' حتی کہ بڑھاپے میں دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے جنسی کشش کھو بیٹھتے ہیں۔

[١٨٩٠] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1890] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتی جنت میں بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے' جیسے تم آسمان میں ستارے کو دیکھتے ہو۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس سے قبل رقم 1887 میں حدیث گزری ہے۔ اس میں بالا خانوں میں مقیم جنتیوں کے دیکھنے کا ذکر ہے' اس میں بجائے خود بالا خانوں کے دیکھنے کا ذکر ہے' لیکن یہ ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہے' یعنی اپنے سے اوپر بالا خانوں میں جنتیوں کو دیکھیں گے تو لامحالہ بالا خانے بھی نظر آئیں گے یا اس کے برعکس۔

[١٨٩١] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيهِ الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهٰى، ثُمَّ قَالَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ: «فِيهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ» ثُمَّ قَرَأَ ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ ٱلْمَضَاجِعِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِىَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ [اَلسَّجْدَة: ١٧] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[1891] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی ایک ایسی مجلس میں حاضر تھا جس میں آپ نے جنت کا تذکرہ فرمایا یہاں تک کہ آپ فارغ ہو گئے' پھر آپ ﷺ نے اپنی گفتگو کے آخر میں فرمایا: ''اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ......﴾ ''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔'' اللہ کے اس قول تک۔ چنانچہ کوئی نفس نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔'' (بخاری)

[1890] صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث:6555، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف......، حديث:2830.

[1891] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين﴾، حديث:4780، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب صفة الجنة، حديث:2825.

فائدہ: جنت کی ایسی نعمتوں کی طرف، جس کا ذکر نبی ﷺ نے فرمایا، قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں بھی اشارہ ہے، اسی لیے کہتے ہیں کہ حدیث قرآن کی شرح ہے اور ایسی شرح ہے کہ اس کے بغیر قرآن کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔

[١٨٩٢] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا؛ فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا؛ فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا؛ فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا؛ فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1892] حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ تمھارے لیے اب زندگی ہی زندگی ہے۔ تم کبھی موت سے ہمکنار نہیں ہو گے۔ اور یہ بھی کہ تم صحت مند رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ اور یہ کہ تم جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اور یہ کہ تمھارے لیے راحت ہی راحت ہے، تمھیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔'' (مسلم)

فائدہ: دنیا میں انسان، جب تک اس کی زندگی ہے، زندہ تو رہتا ہے لیکن یہ پتا نہیں ہوتا کہ یہ زندگی کب ختم ہو جائے گی۔ صحت مند سے صحت مند انسان بھی اس خطرے کی زد میں رہتا ہے کہ پتا نہیں کب کوئی بیماری اس پر حملہ کر دے۔ اسی طرح جوانی کو قرار نہیں، وہ بڑھاپے میں تبدیل ہو جاتی ہے، راحت و آرام کا بھروسا نہیں کہ انسان کب اس سے محروم ہو جائے اور کلفتوں اور تکلیفوں میں گھر جائے۔ غرض دنیا کی کسی چیز کو ثبات و دوام نہیں۔ جب کہ جنت میں ہر چیز زوال و فنا سے محفوظ ہو گی۔ زندگی ہو گی، موت نہیں۔ صحت ہو گی، بیماری نہیں۔ جوانی ہو گی، بڑھاپا نہیں۔ راحت و آسائش ہو گی، دکھ اور تکلیف نہیں۔

[١٨٩٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَدْنٰى مَقْعَدِ أَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَّقُولَ لَهُ: تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى، فَيَقُولُ لَهُ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَيَقُولُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1893] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ادنیٰ جنتی کا یہ مرتبہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: آرزو کر۔ چنانچہ وہ آرزو کرے گا، پھر آرزو کرے گا (کہ میرے لیے فلاں چیز ہو، فلاں چیز ہو، وغیرہ۔) اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: تو نے اپنی ساری آرزوؤں کا اظہار کر دیا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ چنانچہ اللہ اس سے کہے گا: تیرے لیے جو کچھ تو نے آرزو کی ہے، وہ بھی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی۔'' (مسلم)

[1892] صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب في دوام نعيم أهل الجنة......، حديث:2837.

[1893] صحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث:182.

[١٨٩٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ! وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبَّنَا! وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ! فَيَقُولُ: أَلَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَيَقُولُونَ: وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُولُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي، فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعدَهُ أَبَدًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1894] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں' تمام خیر و سعادت تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ کہے گا: تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم بھلا راضی کیوں نہ ہوں جب کہ تو نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تمھیں اس سے بھی افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے: اس سے افضل کون سی چیز ہے؟ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں' اب اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اللہ کی طرف سے رضا مندی کا اعلان گویا جنت کی تمام نعمتوں سے افضل ہوگا۔

[١٨٩٥] وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[1895] حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تم یقیناً (جنت میں) اپنے رب کو واضح طور پر ایسے ہی دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو' اس کے دیکھنے میں تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی (جیسے بھیڑ میں ہوتی ہے)۔''
(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① جس طرح چاند کے دیکھنے میں کوئی ازدحام نہیں ہوتا' کوئی کشمکش نہیں ہوتی' کسی کو معمولی سی زحمت بھی اٹھانی نہیں پڑتی' بالکل اسی طرح جنت میں اہل جنت بھی بیک وقت اپنے رب کا دیدار کریں گے' اس میں انھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ② اللہ تعالیٰ کا یہ دیدار کس طرح ہوگا۔ ہم اس کی بابت کوئی تمثیل یا تشبیہ بیان نہیں کر سکتے' ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوریٰ 11:42) کیونکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ البتہ یہ دیدار دنیا میں' دنیوی آنکھوں سے نہیں ہوسکتا'

[1894] صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث:6549، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة......، حديث: 2829.

[1895] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث:554، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، حديث:633 واللفظ له.

کیونکہ یہ آنکھیں فانی ہیں جو اللہ کے دیدار کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ اسی لیے علمائے محققین نے بیان کیا ہے کہ معراج کے موقع پر نبی ﷺ نے اللہ کا دیدار نہیں کیا' بلکہ اللہ نے وحی کے ذریعے ہی سے اپنے احکام آپ ﷺ کو دیے ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ کی حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔ البتہ جنت میں یہ دیدار اس لیے ممکن ہو جائے گا کہ وہاں جس طرح ہر چیز غیر فانی ہوگی' اسی طرح اہل جنت کو جو آنکھیں ملیں گی' وہ بھی غیر فانی ہوں گی اور ان میں اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور دیدار کی طاقت ہوگی۔

[١٨٩٦] وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[1896] حضرت صہیب ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: تم کسی اور چیز کی خواہش رکھتے ہو کہ میں تمھیں مزید عطا کروں؟ تو وہ کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا (اور جنتی اپنے رب کا دیدار کریں گے) چنانچہ وہ کوئی چیز ایسی نہیں دیے گئے ہوں گے جو انھیں اپنے رب کے دیکھنے سے زیادہ محبوب ہو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کا اثبات ہے۔ البتہ یہ دیدار جنت میں ہوگا جس سے صرف اہل ایمان مشرف ہوں گے اور یہ شرف واعزاز جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہوگا۔ ② یہ مسئلہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القيامة 75:22`23) ''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے' اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔'' اسی لیے اہل سنت کے ہاں یہ عقیدہ متفقہ ہے' کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جنت میں اہل ایمان اپنے رب کا مشاہدہ کریں گے' البتہ خوارج' معتزلہ اور جہمیہ ومرجیہ وغیرہ گمراہ فرقے اس کو نہیں مانتے۔ اپنے گمراہ عقیدے کی وجہ سے یہ لوگ جنت میں بھی نہیں جائیں گے' اس لیے واقعی اس عقیدے کے حامل لوگ آخرت میں بھی دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے۔ ﴿كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (المطففين 83:15) ''بے شک یہ لوگ اس دن اپنے رب کے (دیدار سے) محروم رہیں گے۔'' اور اہل سنت اپنے عقیدے کے مطابق جنت میں جا کر اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔'' وَنَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ نَكُونَ مِنْهُمْ. آمين. ③ امام نووی ؒ نے اس حدیث پر اپنی کتاب ریاض الصالحین کو ختم فرما کر حسن خاتمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے' اس لیے امید ہے کہ مؤلف مرحوم (امام نووی ؒ) کی طرح' اس کے مترجم ومحشی اور اس کے ناشر وطابع اور دیگر معاونین بھی حسن خاتمہ سے بہرہ ور ہو کر جنت میں دیدار الٰہی سے حظ اندوز ہوں گے۔ ع

ایں دعا از من' واز جملہ جہاں آمین باد

[1896] صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين ربهم في الآخرة، حديث:181.

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ يَهۡدِيهِمۡ رَبُّهُم بِإِيمَٰنِهِمۡۖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهِمُ ٱلۡأَنۡهَٰرُ فِي جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ۝ دَعۡوَىٰهُمۡ فِيهَا سُبۡحَٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمۡ فِيهَا سَلَٰمٌۚ وَءَاخِرُ دَعۡوَىٰهُمۡ أَنِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [يُونُس : ٩، ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے' ان کو ان کا رب ان کے ایمان کے سبب (جنت کا) راستہ دکھائے گا جن کے نیچے نعمت والے باغوں میں' نہریں جاری ہوں گی۔ان کی پکار اس میں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی۔اور ان کی آپس کی ملاقات سلام (کے ساتھ) ہوگی اور ان کی آخری پکار ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

فائدۂ آیت: امام نووی رحمہ اللہ نے سب سے آخر میں، حدیث مذکور کی طرح' آیت بھی وہ درج کی ہے جس میں اہل ایمان کے لیے' جو عمل صالح سے آراستہ ہوں گے' جنت کی خوش خبری ہے۔اس میں بھی گویا حسن خاتمہ کی طرف اشارہ اور اس کی دعا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں یہ دعا قبول فرمائے اور حسن خاتمہ کی سعادت سے نوازے۔ آمین.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس (کام) کی ہدایت دی۔اگر اللہ ہمیں اس کی ہدایت نہ دیتا تو ہم خود اس کو اختیار کرنے والے نہ ہوتے۔اے اللہ! ہمارے سردار محمد (ﷺ) آپ کی آل' پر رحمت نازل فرما' جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ اور محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما' جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر جہانوں میں برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

قَالَ مُؤَلِّفُهُ يَحْيَى النَّوَاوِيُّ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ : فَرَغْتُ مِنْهُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ رَابِعَ عَشَرَ رَمَضَانَ سَنَةَ سَبْعِينَ وَسِتِّمِائَةٍ.

اس کے مؤلف یحییٰ نووی رحمہ اللہ نے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، فرمایا: میں اس کتاب کی تالیف سے بروز پیر 14، رمضان المبارک 670 ہجری میں (بمقام دمشق) فارغ ہوا۔

راقم آثم حافظ صلاح الدین یوسف عرض کرتا ہے کہ وہ اس کتاب کے ترجمے' اور فوائد کے کام سے 30 صفر المظفر 1417ھ، 17 جولائی 1996ء کو فارغ ہوا۔اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور راقم کی اور اس کے ناشر جناب عبدالمالک مجاہد اور دیگر معاونین کی نجات کا ذریعہ بنائے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا کر صحیح معنوں میں اپنے اخلاق و کردار کی اصلاح کریں۔احادیث کا یہ گلدستہ یقیناً اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اسے پڑھے اور اپنے آپ کو حسن عمل اور حسن کردار کے زیور سے آراستہ کرے۔وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ أَوَّلًا وَّ آخِرًا.

احادیث کے راویوں کے مختصر حالات کی فہرست

فہرست
اطراف الحدیث

شعبۂ تحقیق وتصنیف دارالسلام

أ

ب

ت

خ

د

ق

ل

م

يا

فهرس
الأحاديث التي لها حكم الرفع
أمر، لعن، نهي

فهـــرست

أطـــراف الآثار

أ

ل

– لا يحل لامرأة أن تصوم و زوجها	أبو هريرة	٢٨٢
– لقد انقطعت في يدي	خالد بن وليد	١٨٥٥
– لقد رأيت نبيكم ﷺ وما يجد	النعمان بن بشير	٤٩٥
– لقد رأيت كبار أصحاب رسول الله	أنس بن مالك	١١٢٣
– لقد رأيتني و إني لأخرّ	أبو هريرة	٥٠٣
– لقد رأيتني سابع سبعة	سويد بن مقرن	١٦٠٣
– لقد كنت على عهد رسول الله	سمرة بن جندب	٣٥٨
– لما حضرت أحد دعاني	جابر بن عبدالله	١٥٠٧
– لما قدم النبي ﷺ	السائب بن يزيد	١٣٤٧
– لما نزلت آية الصدقة كنا	عقبة بن عمرو	١١٠
– لما وقف الزبير يوم الجمل	عبدالله بن زبير	٢٠٢
– لم يأكل النبي ﷺ على خوان	أنس بن مالك	٤٩٤
– لم يكن النبي ﷺ على شيء من النوافل أشد	عائشة	١١٠١

م

– ماترك رسول الله عند موته ديناراً	عمروبن الحارث	٤٧٥
– ما رأى رسول الله ﷺ النقيَّ	سهل بن سعد	٤٩٦
– ما سئل رسول الله ﷺ على الإسلام شيئاً إلا أعطاهُ	أنس بن مالك	٥٥٣
– ما سمعت عمر يقول	عبدالله بن عمر	١٥١٠

– المرء مع من أحب	زربن حبيش	١٩
– مر علينا النبي ﷺ في نسوة	أسماء بنت يزيد	٨٦٥
– من سرّهُ أن يلقى الله تعالى غداً مسلماً	عبدالله بن مسعود	١٠٦٩

ن

– نعم كان يأمرنا إذا كنا سفرا	زر بن حبيش	١٩
– نعم لم يكن يبالي من أي الشهر يصوم	معاذة العدوية	١٢٦١
– نهينا عن التكلف	عمربن الخطاب	١٦٥٥

ه

– هاجرنا مع رسول الله ﷺ نلتمس وجه الله	خباب بن الأرت	٤٧٦
– هٰكذا كان رسول الله يصنع	أبو عطية	١٢٣٤
– هي يا ابن الخطاب	عبدالله بن عباس	٣٥٧

و

– وكان من النفر الذين يدنيهم عمر	عبدالله بن عباس	٣٥٧، ٥٠
– والله يا ابن أختي! إن كنا ننظر إلى الهلال	عروة و عائشة	٤٩٢

ي

– يا أبا الحسن! كيف أصبح رسول الله	عبدالله بن عباس	٩١٠

''ریاض الصالحین'' امام ابوزکریا
یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ کی عظیم الشان
تالیف ہے۔ اس میں عام آدمی کو درپیش تمام مسائل کا
حل قرآن کریم کی آیات اور منتخب صحیح احادیث کی روشنی میں
پیش کیا گیا ہے۔ اردو ترجمہ نہایت آسان، دلکش اور عام فہم ہے۔ ہر حدیث کا
ٹھیک ٹھیک مفہوم اجاگر کرنے کے لیے اس کی جامع شرح بھی لکھی گئی ہے۔
اس عظیم کتاب کے زیر نظر جدید ایڈیشن میں احادیث کے فوائد میں مزید
اضافے، تخریج و تحقیق اور راویوں کے مختصر حالات زندگی بھی درج ہیں۔ جس
سے کتاب کی افادیت میں بدرجہا اضافہ ہو گیا ہے۔ علمائے کرام،
خطیبوں اور واعظوں کے ساتھ ساتھ عام قارئین کرام
اس کی بدولت زندگی کے ہر قدم پر رہنمائی
حاصل کر سکتے ہیں۔

دارالسلام
DARUSSALAM

ISBN 969574204-1